مقدمۂ بہاولپور

حق و باطل کا عظیم معرکہ

رو داد ۱۹۲۶ء لغات ۱۹۳۵ء

ایک اہم تاریخ کا عدالتی فیصلہ جس میں

جناب محمد اکبر خان ڈسٹرکٹ جج بہاولپور

نے مرزائیت کو کفر و ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

ناشر

KHATME NUBUWWAT ACADEMY

387 KATHERINE ROAD FOREST GATE
LONDON E7 8LT UNITED KINGDOM
Phone: 020 8471 4434
Mobile: 0798 486 4668, 0788 905 4549, 0795 803 3404
E-mail: khatmenubuwwatacademy@gmail.com
Website: www.khatmenubuwwat.org

حق وباطل کا عظیم معرکہ

مقدمۂ بہاولپور

روداد ۱۹۲۶ء لغات ۱۹۳۵ء

ایک اہم تاریخ کا عدالتی فیصلہ جس میں

جناب محمد اکبر خان ڈسٹرکٹ جج بہاولپور

نے مرزائیت کو کفر و ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

جلد دوم

نوٹ: مقدمہ بہاولپور ایک عدالتی فیصلہ ہے
اس کے مواد میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کے ہم مجاز نہیں ہیں

(ناشر)

KHATME NUBUWWAT ACADEMY

387 KATHERINE ROAD FOREST GATE
LONDON E7 8LT UNITED KINGDOM
Phone: 020 8471 4434
Mobile: 0798 486 4668, 0788 905 4549, 0795 803 3404
E-mail: khatmenubuwwatacademy@gmail.com
Website: www.khatmenubuwwat.org

www.khatmenubuwwat.org

حق و باطل کا معرکۃ الآراء

مقدمۂ مرزائیہ بہاولپور

رُوداد ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۵ء

جس میں

جناب جج **محمد اکبر خان** صاحب بی.اے، ایل.ایل.بی

ڈسٹرکٹ جج بہاولپور

نے مرزائیت کو اِرتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

جلد دوم

www.khatmenubuwwat.org

ناشر

KHATME NUBUWWAT ACADEMY

387 KATHERINE ROAD FOREST GATE
LONDON E7 8LT UNITED KINGDOM
Phone: 020 8471 4434
Mobile: 0798 486 4668, 0788 905 4549, 0795 803 3404
E-Mail: khatmenubuwwatacademy@gmail.com
Website: www.khatmenubuwwat.org

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: مقدمۂ مرزائیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء (۳ر جلدیں)
ناشر: ختم نبوت اکیڈمی لندن
بہ اہتمام: مولانا سہیل باوا
فاضل جامعۃ الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
سن اشاعت: جنوری ۲۰۲۱ء بمطابق جمادی الاوّل ۱۴۴۲ھ

www.khatmenubuwwat.org

ترتیب

۱۔	بحث مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ	5
۲۔	انتباہ حضرت مولانا محمد مالک مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ وسرپرست اعلیٰ اسلامک فاؤنڈیشن، لاہور	29
۳۔	بحث تحریری جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ	31

www.khatmenubuwwat.org

www.khatmenubuwwat.org

بحث مدعیہ

۹ لغایت ۱۲/اکتوبر ۱۹۳۳ء

www.khatmenubuwwat.org

مدعیہ کی جانب سے مدعا علیہ کے گواہان کے کذب وفریب سے بھرپور بیانات و جرح کا دلائل و براہین سے نہایت باطل شکن جواب دیا گیا، جس کا اندازہ مدعیہ کی پیش کردہ بحث کے پڑھنے سے ہوسکتا ہے۔

ادارہ

www.khatmenubuwwat.org

بحث مدعیہ از ۹/ اکتوبر ۱۹۳۲ء

فریقین اور اُن کے مختار حاضر ہیں۔

مدعا علیہ کے احمدی ہونے سے قبل مدعیہ اور مدعا علیہ دونوں احمدی اعتقاد کے مطابق کافر تھے۔ ان میں سے مدعا علیہ نے جب مذہب احمدیت قبول کیا تو وہ مسلمان ہوگیا اور مدعیہ بدستور کافر رہی۔ اس لیے ایک کافر اور مسلمان کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا اور فسخ ہوگیا۔

اور اہلِ کتاب کا نکاح مسلمان کے ساتھ اس لیے جائز ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ ان امتوں کی عورتوں سے مرد باہمی نکاح کر سکتے ہیں جن کو قرآن مجید سے پہلے کتاب عطا کی گئی۔ یہ مذکور نہیں کہ قرآن کے بعد یا کسی دوسری کتاب کے نازل ہونے والی امت پر یہ آیت حاوی ہوگی۔ آئینہ صداقت، صفحہ ۵۳ پر مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب جس اسلام کو پیش کرتے ہیں، وہ اور اسلام ہے۔[1] مدعا علیہ مرزا صاحب کا معتقد ہونے کی وجہ سے مسلمان ہوگیا۔ اور مدعیہ یہ عقیدہ رکھنے کی وجہ سے مشرک ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السّلام زندہ ہیں اور نازل ہوں گے۔[2] اس لیے مشرک کے ساتھ مسلمان کا نکاح کسی صورت میں بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ ختم النبوۃ کے متعلق سال ۱۸۹۹ء تک بقول مرزا محمود صاحب، مرزا غلام احمد صاحب کا یہی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اب مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت اس وقت قابل سماعت ہوگا جب کہ یہ آیت ختم النبوۃ منسوخ ہو جائے۔ اور کسی حکم شرعی اور ضروریات دین کا منسوخ ہونا یا اس کا دعویٰ کرنا کفر وارتداد ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں، امتی نبی نہیں ہوسکتا اور نبی امتی نہیں ہوسکتا۔ اور آگے لکھتے ہیں کہ جس مذہب میں امتی نبی نہ ہو سکے، وہ شیطانی مذہب ہوا۔ اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ حضور علیہ السّلام سے قبل جو انبیاء تھے اور جو اپنی امتوں کو نبی نہ بنا سکتے تھے، ان کے مذاہب شیطانی ہوئے۔ اور سابقہ نبیوں کے مذاہب کو شیطانی کہنے والا کافر ہی سمجھا جائے گا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تمام کمالات کا ظلی ہوں اور دوسرے انبیاء ایک ایک صفت کے ظلی تھے۔ اس لیے تمام انبیاء کو اپنے آپ سے کم تر کہنا تمام انبیاء کی توہین ہے اور عیسیٰ علیہ السّلام کے آنے سے بقول مرزا صاحب، چونکہ اسلام میں خرابی واقع ہوتی ہے، تو اس سے معلوم آیا کہ اس سے زیادہ کمال والے نبی کے آنے سے زیادہ خرابی کا احتمال ہوگا، اس لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد دوسرے کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول کی پیش گوئی متواتر ہے۔[3] اور متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے۔ مرزا صاحب چونکہ اس کے منکر ہوئے، اس لیے کافر ہوئے۔

۱۔ آئینۂ صداقت، ص ۵۳، ملخصاً
۲۔ ضمیمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۶۰۰
۳۔ شہادت القرآن، روحانی خزائن، ج ۶، ص ۳۰۴

www.khatmenubuwwat.org

مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حسب تصریح قرآن مجید رسول اُسے کہتے ہیں کہ جس نے احکام وعقائد دین جس پر عمل کر کے درجہ حاصل کیے ہوں،[1] اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم بذریعہ جبرئیل علیہ السّلام حاصل کرے۔[2] اس لیے جب تک جبرئیل علیہ السّلام کے ذریعے احکام نہ پہنچیں، خود مرزا صاحب کی تحریر کے مطابق کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اصل عیسیٰ علیہ السّلام ہیں، اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی عیسیٰ علیہ السّلام کا ظل ہیں۔ خود مرزا صاحب بھی عیسیٰ علیہ السّلام کا ظل ہیں اور ایک دفعہ عیسیٰ علیہ السّلام کا اور ظل آئے گا۔[3] رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو عیسیٰ علیہ السّلام کا ظلی کہنے سے سمجھا جائے گا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اعلیٰ عیسیٰ علیہ السّلام ہیں۔ اور مرزا صاحب اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السّلام سے افضل کہتے ہیں۔ اس لیے سمجھا جائے گا کہ مرزا صاحب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے افضل ہیں اور یہ کفر کی حد تک پہنچے گا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ازل سے خاتمیت دی گئی تھی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خاتمیت سے مفہوم ختم نبوۃ سے ہے اور وہ اپنے لیے ختم حقیقی ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے سمجھا جائے گا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم مجازی ہوئے۔ یہ صریح کفر اور توہین ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم حقیقت کا حلول کئی دفعہ ہوا۔ اور ان لوگوں میں ہوا جن کے نام[4] احمد اور محمد تھے۔ لیکن انہوں نے دعویٰ نبوۃ نہ کیا۔ اس لیے مرزا صاحب کا دعویٰ نبوۃ بھی اس وجہ سے درست نہیں سمجھا جاسکتا کہ ان میں حقیقت محمد کا حلول ہوا اور کہ ان کا نام احمد تھا۔ مرزا صاحب کے کلام میں بہت سے متناقض اقوال ہیں۔ مدعیہ کی طرف سے جو قول مرزا صاحب کے خلاف پیش کیا گیا، اس کے جواب میں مدعا علیہ کی طرف سے دوسرے اقوال جو اہل اسلام کے موافق ہیں، پیش کردیے گئے ہیں۔

اس لیے مرزا صاحب کا عقیدہ قائم کرنے کے لیے مخالف اقوال کو زیادہ ترجیح دی جائے گی۔ موافق اقوال کی نسبت سمجھا جائے گا کہ وہ پہلے کے ہیں۔ اور صحیح عقیدہ مخالف اقوال کے مطابق ہے۔ مرزا صاحب کا دعویٰ صحیح طور پر پیش نہیں کیا گیا اور ٹھیک متعین نہیں ہوا کہ ان کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کے اپنے علماء میں اختلاف ہے۔

اہلِ تصوف کے حوالہ جات ہمارے مقابلہ میں پیش کیے جانے درست نہیں۔ کیونکہ متعدد وجوہ ہیں، تصوف کا سوال نہیں، بلکہ شریعت کا ہے۔ تصوف کا کوئی حوالہ اگر شریعت کے مخالف ہوتو وہ قابلِ اعتماد نہیں۔ مفتی سے غلطی ہونی ممکن ہے۔ تحذیر الناس کے حوالہ سے جو یہ کہا گیا ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب بھی ختم زمانی کے منکر ہیں۔ اس عبارت کے بعد اس کا رَد موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: صفحہ ۳، سطر ۱۷۔ صفحہ ۱۰ کی عبارت بھی اس ضمن میں ملاحظہ ہو۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جس کا ایک جھوٹ ثابت ہوگیا، اس کی کوئی بات قابلِ اعتبار نہیں۔[5] بحر الرائق کے حوالہ سے جو

۱۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۳۸۷
۲۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۴۳۵
۳۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۳۴۶ - ۳۴۵
۴۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۳۴۶
۵۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۲۳۱

فریق ثانی کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ علماء معمولی معمولی باتوں پر کفر کا فتویٰ دے دیا کرتے ہیں، اس کتاب کی جلد خاص کے صفحہ ۳۵ پر یہ عبارت ہے کہ کفر کا فتویٰ جب دیا جاتا ہے کہ اس پر اتفاق ہو اور متکلم کے کلام کی تاویل نہ ہو اور متفق علیہ ہو۔

نبوۃ تشریعی کے یہ معنی ہیں کہ جس کی وحی میں تبلیغ ہو، امر ہو، نہی ہو۔ فریق ثانی کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ نبوۃ تشریعی کے یہ معنی ہیں کہ نبوۃ مستقلہ ہو۔ یعنی بدوں توسل حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہو۔ صاحب کتاب ہو اور شریعت سابقہ کا ناسخ ہو۔ ملا علی قاری کا قول ختم النبوۃ کے متعلق عام عقیدہ اسلام کے خلاف نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات کل کا اطلاق جزو پر کیا جاتا ہے۔ ملا علی قاری حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول کے قائل تھے۔ اور جو قول ان کا فریق ثانی کی طرف سے نقل کیا گیا ہے۔

ان کے کل مضمون کو دیکھنے پر ان کی مراد عیسیٰ علیہ السّلام ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی کا قول بھی تمام عقیدہ کے خلاف نہیں ہے۔ ان کی آگے کی عبارت دیکھی جاوے، وہ خود اس کی وکالت کرتی ہے۔ کمالات نبوۃ ملنے سے یہ مراد نہیں کہ جس شخص میں کمالات ہیں وہ نبی ہو جائے۔ ملاحظہ ہو: مکتوبات نمبر ۲۴۸، حصہ چہارم، ص ۴۹، ۵۰۔ حجج الکرامۃ میں جو دجالوں کے متعلق حوالہ دیا گیا ہے، اس میں تیس کے آگے زیادہ کے الفاظ ہیں۔ لیکن حوالہ میں یہ الفاظ نہیں دیے گئے۔

شرح فصوص الحکم، صفحہ ۱۱۴ پر ولایت کو بھی اصطلاحاً نبوۃ کہا گیا ہے۔ اس حوالہ کی رُو سے نبی متبع نہیں ہوسکتا تھا۔

مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۴، ص ۶ پر جو کچھ لکھا ہے، اس سے اپنے آپ کو تشریعی نبی ثابت کرتے ہیں۔[1]

کتاب حقیقت النبوۃ، صفحہ ۶، ۷ کی عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کے اندر کسی لفظ کے حقیقی معنی پائے جاویں، وہ اس لفظ کا حقیقی مصداق تھا۔[2] تو مرزا صاحب نے جب صاحب شریعت کے حق بیان فرمائے اور بتلایا کہ یہ معنی ان میں پائے جاتے ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مدعی صاحب شریعت نبوۃ کے ہیں۔

۱۰/اکتوبر ۱۹۳۳ء

فریقین اور ان کے مختار حاضر ہیں۔

بحث مدعیہ:

کفر ثابت کرنے کے لیے صرف ایک بات کفریہ ثابت ہو جانے سے کفر عائد ہو جاتا ہے۔ اسلام ثابت کرنے کے لیے تمام جزئیات اسلام کا ثابت کرنا ضروری ہے۔ گواہ نمبر ۱، مدعا علیہ نے کہا ہے کہ سلسل احمدیہ کے سب لٹریچر میری نظر میں سے نہیں گزرا، جو اس وقت تک شائع ہو چکا ہے۔ فتوحات مکیہ کی نسبت گواہ نمبر ۱ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس نے اس کتاب کو مکمل طور پر نہیں دیکھا۔ گواہ نمبر ۱ نے شرح فقہ اکبر کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اس نے یہ نہیں بتلایا کہ وہ شرح فقہ اکبر کس کی مصنفہ ہے۔ بحر الرائق کے اصول تکفیر کے متعلق بھی گواہ نمبر ۱ نے لاعلمی بیان کی ہے۔ اشارات فریدی سالم کتاب کے مطالعہ سے بھی انکار کیا ہے۔ منصب رسالت کے متعلق بھی گواہ نے کہا ہے کہ میں نے سالم کتاب نہیں پڑھی۔ کتاب محیط کے پورے مطالعہ سے بھی انکار کیا گیا ہے۔

۱۔ اربعین نمبر ۴، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۴۳۵		۲۔ حقیقۃ النبوۃ، انوار العلوم، ص ۶، ۷

www.khatmenubuwwat.org

ہدیہ مجددیہ کے مصنف کے متعلق یہی کہا گیا ہے کہ علم نہیں ہے۔ اور نہ اس کا مصنف معلوم ہے۔ جوامع الشواہد کے مصنف سے بھی لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔ بھونچال بر لشکر دجال کے مصنف سے بھی لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔ ہدیہ مجددیہ دونوں فریق کے مسلمات میں سے نہیں ہے۔ مگر اس کا حوالہ فریق ثانی کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ جوامع الشواہد، بھونچال بر لشکر دجال، حجج الکرامہ، شہاب علی البیضاوی، انوار احمدیہ، حیات جاوید۔ ہر دو فریق کے مسلمات میں سے نہیں ہیں۔ مسلم اور مسلمان ہونے میں فرق ہے۔ محض مسلمان ہونے سے کسی کی تحریر مسلم قرار نہیں دی جاسکتی۔ اجماع کے متعلق گواہ نمبر۱ نے جرح ۹/ مارچ ۱۹۳۳ء میں کہا ہے کہ بلاکسی استثناء کے تمام امت کسی مسئلہ پر اجماع کرے تو اس کو اجماع کہا جائے گا۔ اور اسی جرح میں یہ بھی مندرج ہے کہ تمام امت کے مسلمہ بزرگ اور اکابر اسے مانتے ہیں۔ اشارات کے متعلق ایک جگہ یہ بتلایا گیا ہے کہ خواجہ صاحب نے خواجہ محمد بخش صاحب سے سبقاً سبقاً سنی اور ایک جگہ ہے کہ مولانا رکن الدین سے سنی۔ حالانکہ کتاب خواجہ صاحب کے وصال کے بعد مرتب ہوئی۔ ۱۱/ مارچ ۱۹۳۳ء کی جرح میں یہ مانا گیا ہے:

کہ جو چندہ نہ دے، وہ بیعت سے خارج ہے، لیکن احمدی رہے گا۔ آئینہ صداقت میں ہے کہ جو بیعت میں داخل نہیں وہ کافر ہے۔ یہ مسلم ہے کہ نبی کسی مشرکانہ عقیدہ پر قائم نہیں رہ سکتا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ وہ ۱۲/ سال تک حیات مسیح کے مسئلہ کے قائل رہے اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ اور یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ مسیح موعود نبی ہوتا ہے۔

مرزا صاحب نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ معتبر کتاب صحیح بخاری ہے۔ گواہ نمبر۱ نے بیان کیا ہے کہ اس کتاب میں بعض احادیث غیر معتبر ہوسکتی ہیں اور جرح ۱۱/ مارچ ۱۹۳۳ء میں گواہ نمبر۱ نے یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتابیں مسلم ہیں۔

گواہ نے ۷/ مارچ ۱۹۳۳ء میں یہ کہا ہے کہ احکام جو بذریعہ جبرئیل نازل ہوں تو کوئی امر نہیں۔ مرزا صاحب کے قول مندرجہ ازالہ اوہام کلاں، صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹ کے خلاف ہے۔ جہاں وہ کہتے ہیں کہ جہاں جبرئیل علیہ السّلام ایک حکم بھی لا دیں، ختم النبوۃ کے خلاف ہے۔ گواہ نے کہا کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کو جو وحی ہوتی ہے، وہ ایک ہے۔ حالانکہ علم الکتاب جس کا حوالہ خود گواہ نے دیا ہے۔ صفحہ ۱۱ پر درج ہے کہ لفظ وحی کا اطلاق اولیاء اللہ کے الہام پر نہیں ہوسکتا۔ گواہ نے مرزا صاحب کی وحی کے متعلق کہا ہے کہ وہ کوئی قرآن کے معارض نہیں۔ حالانکہ صحیح احادیث کے متعلق بھی یہ کہا گیا ہے کہ اگر وہ قرآن کے مطابق ہوں گی تو مانی جائیں گی، ورنہ نہیں۔ اہلِ کتاب کی تعریف گواہ نمبر۱ نے گواہ نمبر۲ سے مختلف بیان کی۔ گواہ نمبر۱ کہتا ہے کہ جن کو کتاب ملی ہو۔ گواہ نمبر۲ کہتا ہے کہ جن کو پہلے کتاب مل چکی۔ گواہ نمبر۱ نے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود جلیل القدر صحابی تھے۔ کتاب ازالہ اوہام، صفحہ ۵۹۶ میں ہے کہ ابن مسعود معمولی آدمی تھا۔[1] گواہ نمبر۲ نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کی مطابقت کے لیے اس کے واسطے اس کے واجب الاطاعت اماموں یا اس کی دینی مطابقت مسلم ہے۔ آگے کہا ہے کہ میرے نزدیک مرزا صاحب اور خلیفہ اوّل خلیفہ ثانی کے اقوال مستند ہیں۔ اس کے اور میرے نزدیک اور کوئی شے مستند نہیں۔ گواہ نمبر۵ نے تفسیر صاوی ایسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ جو فریقین کی غیر مسلمہ ہے۔ اس طرح کتب ذیل کواکب دریہ، اقتراب الساعۃ، فتح البیان، شہاب انوار احمدیہ، ہدیہ مجددیہ، حیات جاوید، فریقین کی غیر مسلم

۱۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج۳،ص ۴۲۲

www.khatmenubuwwat.org

کتابیں ہیں جو گواہ نمبر۲ نے پیش کیں۔ اس طرح گواہ نمبر۲ نے کہا ہے کہ شرح شفا کل نہیں پڑھی۔ ہدیہ مجددیہ کا مصنف نامعلوم ہے۔ اہل کتاب کی تعریف گواہ نمبر۲ نے ۲۱/ مارچ کو یہ بیان کی کہ وہ لوگ جن کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ اور سوال مکرر میں کہا ہے کہ مسلمان اہل کتاب ہیں۔

گواہان فریق ثانی نے ایمان کی تعریف میں چند باتیں بیان کی ہیں۔ اس سوال پر یہ کہا ہے کہ یہ باتیں مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہیں۔ کافی نہیں۔ ان کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے سے ایک شخص کافر ہو جاتا ہے۔ ہماری طرف سے کہا جاتا ہے کہ باوجود ایک شخص کے ایمان میں ان باتوں کا موجود ہونا جو گواہان نے بیان کی ہیں، اسے مسلمان نہیں بناتا۔ اگر وہ مرزا صاحب کو نبی مانے۔ مرزا صاحب کے جو اقوال عام مسلمانوں کے عقائد کے مطابق ظاہر کیے گئے، وہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوۃ سے قبل کے ہیں، یعنی سال ۱۹۰۱ء سے قبل کے۔ مدعیہ کی طرف سے جو مرزا صاحب کے خلاف کفریہ الزام لگائے گئے ہیں، ان کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ مدعیہ کی طرف سے تازہ تصانیف کے حوالہ جات پیش کیے گئے۔ آخری حوالہ سال ۱۹۰۷ء کی تصنیف سے ہے۔ تفاسیر متقدمین کے متعلق مقدمہ ابن خلدون کا جو یہ حوالہ دیا گیا ہے کہ تفاسیر المتقد مین مملوء غث وسمین یہ صحیح نہیں ہے۔ تین ایڈیشنوں کی کتابوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ الفاظ یہ ہیں: **الا ان کنتم ومقولاتہٖ مشتمل علی البغث والسمین۔**

جن تفاسیر میں فریق ثانی کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف باتیں ہیں۔ اگر بعض تفاسیر میں ایسی باتیں ہیں تو وہ تردید کے لیے ہیں، تائید کے لیے نہیں ہیں۔ جو تفاسیر مدعیہ کی طرف سے پیش کی گئی ہیں، وہ معتبر ہیں۔

امام احمد بن حنبل کے متعلق جو کہا گیا ہے کہ وہ تفسیر کے قائل نہیں، یہ غلط ہے۔ جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں اس عبارت کے آگے جو quote کی گئی ہے، درج ہے کہ وہ صرف معین کتابوں کو غیر معتبر سمجھتے تھے، نہ کہ تفسیر کو۔

تفسیر اتقان کا جو حوالہ دیا گیا ہے، اس کا مقدم موخر حذف کیا گیا ہے۔ اور وہ اس موقع پر تردیدی طور پر نقل کیا گیا ہے۔ اور جو مطلب اس سے اخذ کیا گیا ہے، وہ مقدم موخر عبارت سے صحیح نہیں ہے۔ کلمات کفر اور چیز ہے اور کسی کو کافر قرار دینا دوسری چیز بحر الرائق کے جو حوالہ جات فریق ثانی کی طرف سے دیے گئے، کبھی ان کے متعلق یہ درج ہے کہ وہ کلمات معتبر ہیں۔ لیکن ان پر کوئی فتویٰ نہیں جن علماء دیوبند کے خلاف کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے۔ اس کے متعلق وہ علماء ان واقعات سے جو ان کی طرف منسوب کیے جا کر ان پر فتویٰ لگایا گیا ہے، برأت ظاہر کرتے رہے ہیں۔ گواہ فریق ثانی نے اپنی جرح مورخہ ۱۵/ مارچ ۱۹۳۳ء اسے تسلیم کر لیا ہے۔ ان علماء دیوبند نے ان لوگوں کو جنھوں نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا، کافر نہیں کہا۔ بلکہ سمجھتے رہے کہ وہ غلطی پر ہیں اور معذور ہیں۔ جو کتاب حسام الحرمین اس غرض کے لیے پیش کی گئی، اس میں سب سے پہلے مرزا صاحب کا نام درج ہے۔ علمائے حرمین نے بعد میں اہل دیوبند کے متعلق اپنا فتویٰ واپس لے لیا۔ ان کو یہ غلط فہمی ہوئی تھی کہ اہل دیوبند کے عقائد بھی مرزا غلام احمد صاحب جیسے ہیں۔ خواجہ غلام فرید صاحب کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پوری تحقیق سے مرزا صاحب کے نام خط لکھا، یہ درست نہیں۔ کیونکہ خواجہ صاحب کے سامنے صرف چند کتب مصنفہ مرزا صاحب پیش کی گئیں اور حکیم نور الدین صاحب سے گفتگو کی گئی۔ یہ بھی ثابت نہیں ہو سکا کہ خواجہ صاحب نے مرزا صاحب کی ان کتابوں کو جو اُن کے پاس پہنچیں، کل کا مطالعہ کیا۔

www.khatmenubuwwat.org

خواجہ صاحب کی دوسری اشاعتوں کی تائید مرزا صاحب کی کتابوں سے کی گئی اور کسی دوسری کتاب یا رسالہ سے نہیں کی گئی۔ خواجہ صاحب نے اشارات فریدی حصہ سوم، صفحہ۴۲ پر مرزا صاحب کے مکاشفات کو غلط مانا ہے۔ خواجہ صاحب کے آگے جو کتابیں مرزا صاحب کی پیش ہوئیں، ان میں مرزا صاحب نے محدثیت کا دعویٰ کیا ہوا ہے، نبوۃ کا نہیں۔ اور یہ فریق ثانی کی طرف سے تسلیم کیا گیا ہے کہ اس وقت تک مرزا صاحب آپ اپنے آپ کو محدث کہتے تھے۔

خواجہ صاحب کی بشارت اس لیے مدعا علیہ کے حق میں نہیں ہوسکتی کہ اس وقت تک مرزا صاحب کے وہ اقوال کفریہ جن پر کفر کا فتویٰ دیا گیا تھا، شائع نہیں ہوئے تھے۔

گواہ نمبر۲ نے یہ بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب کے کسی مرید کے قول وفعل کا اعتبار نہیں، تاوقتیکہ مرزا صاحب کی اصل کتاب کا حوالہ نہ ہو۔ اس طرح خواجہ غلام فرید صاحب کے متعلق بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اشارات فریدی میں سے جو بات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے، وہ اس وقت تک معتبر نہیں۔ جب تک کہ خواجہ صاحب کی کسی اصل کتاب کے حوالے سے نہ ہو۔ کتاب اشارات فریدی حسب تسلیم گواہ نمبر۲ فریق ثانی خواجہ صاحب کی وفات کے بعد طبع اور شائع ہوئی۔ خواجہ صاحب نے ملا رکن الدین کی کوئی توثیق نہیں کی۔ خواجہ صاحب کی تصدیق کے متعلق بھی خود مؤلف کا اپنا بیان ہے، کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کتاب فوائد فریدی کے صفحات ۲۹، ۳۰ قابل ملاحظہ ہیں۔ اس سے پایا جائے گا کہ جماعت احمدیہ کے متعلق خواجہ صاحب کا اپنا کیا خیال تھا، فرقہ احمدیہ کو ناری فرقہ قرار دیا۔

اور گواہ نمبر۲ نے تسلیم کیا ہے۔ اس وقت ان کا فرقہ، فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہو چکا تھا۔ خواجہ صاحب سال ۱۸۸۹ء میں فوت ہوئے۔

ضروریات دین کی تاویل کرنے والا کافر ہے۔ اس کی تردید میں فریق ثانی کی طرف سے اس قسم کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا کہ ضروریات دین کی تاویل کرنے والا کافر نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں جن لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا، ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتد قرار دیا تھا۔ حدیث میں ارتداد کے الفاظ ہیں جس حدیث کے حوالہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا جاوے۔ اگر مطابق ہو تو قبول کیا جاوے، ورنہ نہیں۔ اس کے متعلق خطاب، حقائق اور یحییٰ ابن جعفر ائمہ دین کے لیے ہیں کہ یہ حدیث بے دینوں نے گھڑی ہے۔

حدیث بلاسند معتبر نہیں۔ فریق ثانی نے کہا ہے کہ حدیث بلاسند معتبر ہے۔ لیکن جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں یہ کہیں نہیں کہ حدیث بلاسند معتبر ہے۔ ملاحظہ ہو: نخبۃ الفکر، صفحہ۱۲، ۱۳ منصب امامت کے حوالہ سے یہ غلط کہا گیا ہے کہ جو نکاح اور دوسرے معاملات میں ہر ایک شخص سے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے، ویسے ہی معاملہ ہوگا۔ جیسے تمام مسلمانوں سے۔ منصب امامت میں دراصل یہ بات درج ہے کہ جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں، کفر اُس کا چھپا ہوا ہے۔ اسلام ان کا ظاہر ہے۔ دعویٰ کی تصدیق شعائر اسلامی سے کرتے ہیں۔ شریعت سے دستبردار نہیں ہیں۔ ان سے یہ معاملہ ہوگا۔ (ملاحظہ ہو: ص۹۴)

کسی اہل کتاب مرد سے مسلمان لڑکی نکاح نہیں کرسکتی۔ البتہ اہل کتاب کی لڑکی سے مسلمان مرد نکاح کرسکتا ہے۔ فریق

ثانی کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی احمدی لڑکی کسی غیر احمدی سے نکاح کرے تو وہ نکاح فسخ نہیں کر دیا جاتا۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کو اہل کتاب سمجھتے ہیں۔ اس مسئلہ کی رُو سے شریعت اسلامیہ کا یہ ایک نیا حکم سمجھا جائے گا کہ مسلمان لڑکی اہل کتاب کے نکاح میں جاسکتی ہے۔ اور نیا حکم شریعت میں پیدا کرنا بالاتفاق کفر ہے۔ اہل کتاب سے نکاح کا مسئلہ مرتد ہونے کے مسئلہ سے جدا ہے۔ یعنی اگر مسلمان عورت عیسائی یا یہودی ہو جائے تو اس کا نکاح قائم نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ مرتد سمجھی جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ مرزا محمود صاحب کی کتاب ملائکۃ اللہ، صفحہ ۴۶ پر ہے کہ واضح ہو کہ وہ غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں، اس لیے احمدی لڑکیوں کا نکاح غیر احمدیوں سے کرنے سے روکتے ہیں۔

(دستخط بحروف اُردو صاحب جلیس محمد اکبر)

بقیہ کارروائی کے لیے مسل کل پیش ہو۔ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۳۳ء

(دستخط بحروف اُردو صاحب جلیس محمد اکبر)

۱۱؍اکتوبر ۱۹۳۳ء

www.khatmenubuwwat.org

فریقین اور ان کے مختار حاضر ہیں۔

بیان مدعیہ:

مفسرین کے اقوال میں جو رطب و یابس درج ہے، وہ قصص کے متعلق ہے، اصل احکام کے متعلق نہیں۔ یعنی اصل احکام کی تفسیر میں رطب و یابس نہیں، صرف قصص میں ہے۔ جس کی صحت کے لیے کسی اہتمام کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ یہی رائے ابن خلدون کی ہے۔ ملاحظہ ہو: مقدمہ ابن خلدون، صفحہ ۳۸۲، ۳۸۴۔ اقتباس اور اقسام میں فرق ہے۔ جن اولیاء اللہ کے متعلق آیات قرآن کے مکاشفات بیان کیے گئے ہیں انہوں نے اپنی عبارتوں میں ان آیات سے اقتباس کیا ہے۔ ان میں الہام ظاہر نہیں کیا۔ علم الکتاب میر درد رحمت اللہ علیہ سے جو حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ ان کے متعلق اس کتاب کے صفحہ ۶۱، ۶۵ پر درج ہے کہ وہ ان آیات سے اقتباس کر رہے ہیں۔ گواہ نمبر ۱ نے اپنی جرح مورخہ ۹؍ مارچ ۱۹۳۳ء میں تسلیم کیا ہے کہ کسی خصوصی مسئلہ پر تمام کی تمام امت اجماع کرے تو اس کی تسلیم ضروری ہے۔

ارشاد الفحول کا جو حوالہ اجماع کے متعلق فریق ثانی کی طرف سے پیش کیا گیا ہے، ان میں ان الفاظ کی بحث ہے کہ جو اجماع پر دلالت کرتے ہیں، اس میں الفاظ **لا اعلم خلافًا محالا** خلاف فہم کے الفاظ ہیں۔ ان کو اجماع کے الفاظ شمار نہیں کیا گیا۔ مسئلہ متنازعہ یعنی ختم النبوۃ میں الفاظ اجمعت الامتہ اور اجماع کا لفظ پیش کیا گیا ہے۔ جس سے اجماعت ثابت سمجھا جا سکتا ہے۔ متواتر مضمون کے متعلق امام رازی کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ مسلم الثبوت سے اس کی تردید اس کے نیچے فواتح الرحمت، ص ۴۹۷، ۴۹۵ پر دی گئی ہے۔ مرزا صاحب نے متواتر مضمون کو زبردست دلیل قرار دیا ہے۔ (شہادت القرآن، ص ۲، ۳) گواہ نمبر ۲ نے اجماع کے متعلق جو حوالہ جات پیش کیے ہیں، ان کی مقدم موخر عبارت پوری نہیں پڑھی۔ مسئلہ ختم النبوۃ میں مندرجہ ذیل دلائل پیش

کیے گئے ہیں۔

آیات قرآن، احادیث، آثار صحابہ، اقوال بزرگان، فیصلہ مفسرین، فیصلہ ائمہ لغت، فیصلہ ائمہ فقہاء مجتہدین، مدعیہ کی طرف سے سات آیات خاتم النبیّین کی تفسیر میں پیش کی گئی ہیں۔ مدعا علیہ کی طرف سے کوئی آیت اس کی تفسیر میں پیش نہیں ہوئی۔ مدعیہ کی طرف سے ایک گواہ نے دوسو سے زائد احادیث اس کے ثبوت میں بتلائی ہیں اور ۱۷/حدیثیں مختلف بیانات میں صاف اور صریح طور پر پیش کی گئی ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے گواہ نمبر۱ نے صرف ایک حدیث اور وہ بھی ضعیف درجہ کی پیش کی ہے اور گواہ نمبر۲ نے دو حدیثیں بیان کی ہیں۔ بزرگان کے اقوال کے متعلق گواہ نمبر۱ مدعا علیہ نے بیان کیا ہے کہ قرآن اور حدیث کے خلاف کسی قول یا بزرگ کا قول معتبر نہیں ہے۔ آثار صحابہ میں ابن جریر کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں۔ اور وہاں ۶۴ حوالوں سے اسے ثابت کیا گیا ہے اور تمام صحابہ کا اجماع نقل کیا گیا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے دو اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ پہلا قول حضرت عائشہ کا بلاسند[۱] کے ہے۔ دوسرا قول حضرت علی کا ہے۔ جو درمنثور سے نقل کیا گیا ہے۔ درمنثور کے متعلق گواہ نمبر۱ کا یہ بیان ہے کہ وہ تفسیر کی کتاب ہے اور اس میں گواہ کے نزدیک رطب و یابس ہیں، جو ماننے کے قابل نہیں۔

اقوال بزرگان کی فہرست میں مدعیہ کی جانب سے ۲۶/اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ اور مدعا علیہ کی جانب سے ۸/حوالہ جات دیے گئے ہیں، جن میں سے دو حوالے حجج الکرامہ اور اقتراب الساعۃ سے ہیں، جو فریقین کے مسلمات میں سے نہیں ہیں۔ مفسرین کے فیصلہ جات کے تحت میں مدعیہ کی طرف سے ۱۵/فیصلہ پیش کیے گئے ہیں اور مدعا علیہ کی طرف سے اس معنی کے تعین کے لیے پیش کیے گئے ہیں۔ اور مدعا علیہ کی طرف سے اس معنی کے تعین کے لیے کوئی بھی حوالہ نقل نہیں کیا گیا۔ لفظ خاتم کے لغوی معنی ثابت کرنے کے لیے تین حوالے دیے گئے ہیں۔ ان میں ایک شہاب کا حوالہ فریقین کا غیر مسلم ہے۔

ائمہ لغت کے ۸/حوالہ جات مدعیہ کی طرف سے پیش ہوئے ہیں، جن میں سے ایک کتاب مفردات کے متعلق صاحب اتقان لکھتے ہیں کہ قرآن کے معنی کے متعلق اس سے بہتر رائے زنی پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ مدعا علیہ کی طرف سے صرف ایک حوالہ منجد کا پیش کیا گیا ہے۔

احکام فقہاء کے تحت ۶/حوالہ جات منجاب مدعیہ پیش ہوئے ہیں، جن میں سے بحر الرائق کو گواہ نمبر۱ مدعا علیہ نے مسلم اور مستند مانا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے کوئی حوالہ فقہاء کا پیش نہیں ہوا۔ گواہ نمبر۲ مدعا علیہ نے اپنے بیان مورخہ ۲۶/ مارچ ۱۹۳۳ء میں یہ تسلیم کیا ہے کہ قرآن اور مرفوع متصل حدیث کے خلاف کوئی اور دلیلیں مسموع نہیں ہوں گی۔ حدیث **لو عاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیا**، جو مدعا علیہ کی طرف سے پیش کی گئی ہیں، سند کے اعتبار سے غیر صحیح، لفظوں کے اعتبار سے مثبت کی گئی ہیں۔ سند کے اعتبار سے غیر صحیح لفظوں کے اعتبار سے مثبت مدعا علیہ نہیں۔ صحیح معنی کے لحاظ سے ہمارے موافق ہے۔ سند کے لحاظ سے میزان

۱۔ بلاسند کا مطلب ہے کہ صحیح متصل سند اس کی موجود نہیں ہے۔ اس کی تمام اسناد منقطع ہیں اور منقطع ضعیف کی قسم ہے۔ (عزیز)

www.khatmenubuwwat.org

الاعتدال، تقریب تہذیب، مدارج النبوۃ گواہ نمبر ۱،۲ کی جرح میں پیش کی گئی ہیں۔ میزان الاعتدال اور تقریب التہذیب جرح و تعدیل کی کتابیں ہیں اور اس کے مصنف امام فن حدیث مانے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنی کتاب برکات دعا میں یہ لکھا ہے کہ ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے۔ میزان الاعتدال کے مصنف نے یحییٰ ابن معین اور یحییٰ بن معین جرح کے امام ہیں۔ اس کے قول کے حوالہ سے انہوں نے کہا ہے کہ ابن ماجہ ٹھیک راوی نہیں ہیں۔ غیر معتبر ہے۔ **لو عاش ابراهیم...... الخ** ابن ماجہ سے نقل کی گئی ہے۔ اس طرح حدیث مجروح ہوگئی۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام، صفحہ ۲۲۱ پر لکھا ہے کہ حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو، معتبر ہوگی۔[۱]

ملا علی قاری، حافظ حدیث اصطلاحاً نہیں ہیں، نہ امام جرح اور معتقدین میں گواہ نمبر ۱ نے اسے تسلیم کیا ہے۔ ملا علی قاری نے بھی حدیث مذکورہ بالا کو صحیح نہیں کہا۔ حدیث کے شروع میں لفظ لو استعمال ہوا ہے۔ اور لو جس جگہ داخل ہوتا ہے، وقوع نہیں ہوتا۔ گواہ نمبر ۱ نے اس اصول کو جرح ۸؍ مارچ ۱۹۳۳ء میں تسلیم کیا ہے۔ بخاری، جلد ۲، صفحہ ۹۱۴ پر اس حدیث کے متعلق یہ درج ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے، مگر اللہ کے علم میں یہ تھا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کا انتقال ہوگیا۔ ابن ماجہ کے جن حوالہ جات سے حدیث **لو عاش ابراهیم** نقل کی گئی ہے، اس سے پہلے متصل حدیث مذکورہ بالا ابن ابی اوفی سے نقل ہے۔ کنز العمال سے ایک حدیث یہ پیش کی گئی کہ **یاعم انت خاتم المهاجرین فی الهجرة......** لیکن اس کتاب میں صحیح اور غیر صحیح دونوں حدیثیں ہیں۔ اس کی صحت اور سند کے متعلق کوئی چیز پیش نہیں کی گئی۔ مضمون کے اعتبار سے بھی یہ حدیث ہمارے مخالف نہیں، کیونکہ مکہ سے مدینہ کی طرف جو ہجرت تھی، فرض تھی۔ اور اس کے آخری مہاجر حضرت عباس تھے۔ اس کے بعد وہ ہجرت بند ہوگئی۔ اس لیے حضرت عباس خاتم المہاجرین شمار کیے جا سکتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اعلان فرمایا تھا کہ فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔[۲] اور گواہ نمبر ۲ نے اس کے یہ معنی بتلائے ہیں کہ کسی قسم کی ہجرت مکے سے مدینے کی طرف باقی نہ رہی۔

(جرح ۲۸؍ مارچ ۱۹۳۳ء)

آثار صحابہ میں حضرت عائشہؓ کا قول: **قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدی**، فریق ثانی کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ حدیث بھی سند اور معنی کے لحاظ سے ٹھیک نہیں ہے۔ یہ حوالہ تکملہ مجمع البحار سے جو لغت کی کتاب ہے اور پیش کیا گیا ہے۔ کوئی سند پیش نہیں کی گئی اور نہ حدیث کی کسی معتبر کتاب سے اسے پیش کیا گیا ہے۔ یہ قول رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول کے مخالف ہے اور جب کسی صحابی کا قول رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول کے مخالف ہو تو وہ قابلِ اعتبار نہیں، کیونکہ حدیث لا نبی بعدی سے اس کا تعارض ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے حضرت عائشہ کی سند سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کے مطابق ایک قول نقل کیا گیا

۱۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۴۰۰

۲۔ قال النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: لا هجرة بعد الفتح. (بخاری ۲۷۸۳، صحیح مسلم رقم ۱۳۵۳)

www.khatmenubuwwat.org

ہے۔ معنی کے لحاظ سے بھی یہ حدیث ہمارے مخالف نہیں، کیونکہ حضرت عائشہؓ یہ فرماتی ہیں کہ کہوتم خاتم النبیّین نہ کہ لا نبی بعد، یعنی مقام مدح میں خاتم النبیّین کا لفظ استعمال کرو۔ لا نبی بعدی کا لفظ نہ کہو۔ کیونکہ اس سے دونوں مطالب آپ کا بالذات افضل ہونا۔ اورآپ کے بعد دوسرے کسی نبی کا نہ آنا پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت علی کے جس قول کا حوالہ گواہ نمبر۲ نے دیا ہے، اس کی سند میں اور کوئی چیز پیش نہیں کی گئی۔ بزرگان اقوال کے سلسلہ میں گواہ نمبر۱ نے بیان کیا ہے کہ صحیح احادیث جہاں ظنی ہیں اور اعتقادیات میں قطعی کا اعتبار ہوتا ہے، ظنیات کام نہیں آتے۔ کتاب حجج الکرامۃ ہمارے مسلمات سے نہیں ہے۔ اس لیے ہم پر حجت نہیں ہوسکتی۔ ایک شخص کے معتبر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی تمام تصانیف صحیح اور معتبر ہوں جس میں اس قسم کا التزام نہ ہو، وہ معتبر نہیں ہوگی۔ موضوعات ملاعلی قاری میں ان کی رائے اورعقیدہ ظاہر نہیں کیا گیا۔ بلکہ موضوع حدیثوں پر تنقید اور تبصرہ کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ ملاعلی قاری کی دوسری کتابیں عقائد کے متعلق جیسے شرح شفا، شرح فقہ اکبر وغیرہ ان میں عقیدہ عام مسلمانوں کے مطابق ظاہر کیا ہے۔ فتوحات مکیہ، جلد۲، صفحہ ۵۶ کا حوالہ غیر متعلق ہے۔ شامی، جلد۲، صفحہ ۲۹۴ میں محی الدین ابن عربی سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ ہماری کتابوں میں نظر کرنا حرام ہے۔ اور گواہ نمبر۲ نے تسلیم کیا ہے کہ ہر ایک کی اپنی اصطلاح ہے۔ اوراس اصطلاح کے خلاف مطلب لینا درست نہیں ہے۔ یواقیت، صفحہ ۱۱ پر ہے کہ صوفیائے کرام کی عبارت پر اعتراض کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن ان کے الفاظ کی اصطلاح جاننے کے بعد پھر اگراس کے بعد شریعت کے مخالف ہوتو اسے پھینک دیں گے۔

صوفیائے کرام کی اصطلاح سمجھنے کے لیے یہی مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ گواہ نمبر۲ نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے صوفیائے کرام کی کوئی کتابیں نہیں دیکھیں۔ اور گواہ نمبر۲ نے یہ کہا کہ فصوص الحکم اور فتوحات مکمل پڑھنے کا موقعہ اُسے نہیں ملا۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی اصطلاحات کے لیے مستقل تصنیف کبریت احمر ہے۔ اور نبوۃ کے معنی صوفیائے کرام کی اصطلاح میں خبر دینے کے ہیں۔ اس کو وہ باقی بتلاتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح والی نبوۃ کو ختم بتلاتے ہیں۔ کبریت احمر، صفحہ ۱۱۸ اور اس کے شیخ کے نزدیک رسالت کے معنی تبلیغ کے ہیں۔ اور نبوت ولایت کے مقابلہ پر ہے۔ فتوحات، جلد۳، باب ۳۸ شیخ کی اصطلاح میں مشرح ہوتا ہے۔ اور نبی اور رسول ہونا ایک چیز ہے اور فصوص الحکم، صفحہ ۴۲۷ پر ہے کہ کسی قسم کی نبوت چاہے تشریعی یا غیر تشریعی باقی نہیں رہی۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے کتاب یواقیت، جلد۲، مبحث ۳۶، صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے کہ نبوۃ کا دعویٰ کرنے والا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف، اگر وہ مکلّف ہے تو اس کی گردن ماردیں گے، ورنہ اس سے گریز کریں گے۔ عبدالکریم جس کا جو حوالہ کتاب انسان کامل سے پیش کیا گیا ہے، وہ بھی صوفیائے کرام کی اصطلاح معلوم ہونے کے بعد بحق مدعا علیہ مفید نہیں ہوسکتا۔ اس کتاب کے صفحہ ۶۸، ۶۹ پر ہمارے موافق عبارت موجود ہے۔

کتاب تحذیر الناس کے صفحہ۳ کی عبارت تاخر زمانی کے بند ہونے کی تصریح کر رہی ہے۔ صفحہ ۲۸ پر بالفرض کا لفظ قابل لحاظ ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر خاتم النبیّین بمعنی آخری نبی کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے اپنی کتاب مناظرہ عجیبہ شرح تحذیر الناس کے صفحہ ۱۰۳ پر لکھا ہے کہ اپنا دین ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کسی اور نبی کے ہونے کا

www.khatmenubuwwat.org

احتمال نہیں۔ جو اِس میں تامل کرے، اس کو کافر سمجھتا ہوں۔

مثنوی مولانا روم کا یہی ایک شعر پیش کیا گیا ہے کہ نبوۃ حاصل ہوسکتی ہے۔ اس شعر میں نبوت کا جو لفظ استعمال ہوا اُس سے کمالات نبوت مراد ہے، نہ کہ نبوۃ فی نفسہٖ۔ حوالہ تفہیمات الٰہیہ میں بھی لفظ تشریح اس معنی میں استعمال ہوا ہے، جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کواکب دریہ حکیم محمد حسن صاحب امروہہ ہماری غیر مسلم ہے۔ اس میں بھی لفظ تشریع اسی معنی میں استعمال ہو رہے، جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اس مصنف نے اپنی دوسری کتاب تاویل الحکم میں لکھا ہے کہ تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کی نبوت بند ہے۔ صفحہ ۴۲۷، ۴۲۸ کتاب اقتراب الساعۃ ہماری مسلم نہیں ہے۔ اس لیے اس کا حوالہ ہمارے لیے حجت نہیں ہے اور خود نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب فتح البیان، صفحہ ۲۸۷ پر خاتم النبیّین کی تفسیر ہمارے مطابق کی ہے۔ فیصلہ مفسرین فریق ثانی کی طرف سے کوئی پیش نہیں کیا گیا۔ کتاب سراج منیر میں لفظ خاتم کے معنوں میں پہلا معنی اخیر کا لکھا گیا ہے اور اس کے بعد دوسرا معنی زینت دینے والا لکھا ہے۔ اور اسی مفسر کا آخری فیصلہ تفسیر ختم النبوۃ میں مدعیہ کے موافق ہے۔ کتاب سراج المنیر لغت کی کتاب نہیں، بلکہ تفسیر کی کتاب ہے۔ شہاب ہمارے نزدیک غیر مسلم ہے۔ اس لیے کہ فن کے کوئی امام نہیں اور نہ ان سے کوئی سند پکڑی جاتی ہے۔ بایں ہمہ انہوں نے بھی ختم النبوۃ کے معنی بھی آخری نبی لکھے ہیں۔ روح المعانی کا حوالہ بھی ہمارے موافق ہے۔ کیونکہ اس میں بھی ختم النبوۃ کے معنی آخری نبی کیے گئے ہیں۔ اس کتاب روح المعانی کے صفحہ ۶۰ پر ایک عبارت، جو والمراد سے شروع ہوتی ہے، وہ اس کا پورا حل کرتی ہے۔ اس ضمن میں صفحہ ۶۵ قابلِ ملاحظہ ہے۔

مدعا علیہ کی جانب سے منجد کا جو حوالہ مہر یا انگوٹھی کے معنی کے لیے پیش کیا گیا ہے، وہ لفظ مفرد خاتم کا پیش ہوا ہے۔ حالانکہ اسی کتاب کے اندر مضاف ہو کر آخری کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہاں بحث مضاف کے اندر ہے، لہٰذا یہ حوالہ غیر متعلق ہے۔ صفحہ ۱۶۴/ اس کے سوا اور سب متعارف لغات خاتم کے معنی مدعیہ کے موافق بیان کرتی ہیں۔ قرآن مجید کے مطالب شاعرانہ تخیلات کے تحت میں مبالغہ کے طور پر بعض الفاظ بمثل خاتم المحدثین، خاتم المفسرین کے استعمال سے حل نہیں کیے جا سکتے۔ عربی کا جو شعر خاتم کا معنی بیان کرنے کے لیے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں بھی قرآن مجید میں استعمال شدہ لفظ کا معنی حال نہیں ہوتا۔ گواہ نمبر۲ نے اسے تسلیم کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ شعر شرع میں حجت نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ مابعد کے زمانہ کے شاعر کا ہے۔

مرزا صاحب نے سال ۱۹۰۱ء کے بعد خاتم النبیّین کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لیکن پہلے معنی بدل دیے ہیں۔ ظلی اور بروزی نبوۃ کی اصطلاح صرف مرزا صاحب کی قائم کردہ ہے۔

مرزا صاحب نے کتاب ایام الصلح، صفحہ ۱۴۶ پر ختم النبوۃ کے مسئلہ کو پورے طور حل کیا ہے۔[1] مدعیہ کی طرف سے جو آیات ختم النبیّین کے معنی میں پیش کی گئی ہیں، ان کا جواب فریق ثانی کی طرف سے تاویلات سے دیا گیا ہے، حالانکہ ان کی مراد حدیث اور تفسیر سے متعین کی گئی تھی۔

مرزا صاحب نے ایام الصلح کے حوالہ مذکورہ بالا میں تحریر فرمایا ہے کہ لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔ وحی رسالت سوائے

۱۔ ایام الصلح، روحانی خزائن، ج ۱۴، ص ۳۹۳

www.khatmenubuwwat.org

نبیوں کے اور دوسرے کسی کی نسبت استعمال نہیں کی گئی۔ انبیاء کرام پر جو وحی اترتی ہے، وہ وحی نبوۃ کہلاتی ہے۔ مرزا صاحب نے ایام الصلح، صفحہ ۱۴۶؍ پر وحی نبوۃ کی یہ تعریف کی ہے کہ کیونکہ جس میں شان نبوۃ باقی ہے، اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوۃ ہے۔ دوسری جگہ سراج المنیر میں صفحہ ۴ پر ہے کہ نبی کی وحی، وحی نبوۃ کہلائے گی۔[1] ازالہ اوہام، صفحہ ۶۱۷ پر لکھا ہے کہ وحی رسالت وہی ہے جو بتوسط جبرائیل ہو۔[2] گواہ نمبر ا نے ۷؍ مارچ کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ جس میں نئے حکم ہوں، وحی تشریعی ہے۔ مرزا صاحب نے تحریر کیا ہے کہ اللہ کی طرف سے تھوڑا بہت نازل ہونا برابر ہے۔

مرزا صاحب ازالہ اوہام، صفحہ ۲۲۱ پر لکھتے ہیں کہ وحی نبوۃ پر تو ۱۳سو برس سے مہر لگ گئی۔[3]

مدعیہ کے گواہان نے یہ نہیں کہا کہ وحی مطلق بند ہے، بلکہ وحی رسالت بند ہے۔ اور گواہ نمبر ا نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ گواہان فریق مخالف کہتے ہیں کہ وحی اب کسی پر نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ ہمارے گواہ نمبر ۲ نے کہا ہے کہ ادعائے نبوۃ اور ادعائے وحی نبوت بھی کفر ہے۔

آیت: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ... الخ (شوریٰ، ۵۱) سے یہ مراد ہے کہ انسان کا خدا سے ہم کلام ہونا تین طریق پر ہے۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وحی نبوۃ انبیاء سے مخصوص ہے یا نہیں۔ یا یہ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوت جاری رہ سکتی ہے۔ یہاں لفظ لبشرٍ سے مراد نبی ہی ہے، عام بشر نہیں۔ اگر وحی سے مراد وحی نبوت لی جاوے تو عام بشر مراد نہیں ہوگا۔

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى (قصص، ۷) کی آیت میں جس وحی کا ذکر ہے، وہ وحی نبوۃ نہیں، کیونکہ ام موسیٰ عورت تھیں، عورت نبی نہیں ہوسکتی۔ حضرت مریم کے متعلق جو آیات پیش ہوئی ہیں، ان کا بھی یہی جواب ہے۔

ذوالقرنین کے متعلق جو آیت ہے، اس سے بھی یہ قرار نہیں دیا جاسکتا کہ ان کو جو وحی ہوئی وہ وحی نبوت تھی۔ کیونکہ ان کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نبی تھے۔ دوسرا یہ کہ نبی نہ تھے۔ راجح یہی ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر نبی تھے تو وحی نبوت سمجھی جائے گی۔ اگر نبی نہ تھے تو جو وحی انہیں ہوئی، وہ وحی نبوۃ نہ تھی۔ اسی طرح حوارین کی طرف وحی بھی وحی نبوت نہ تھی۔ حضرت ابراہیم کی اہلیہ کی طرف بھی بوجہ عورت ہونے کے وحی نبوت نہیں ہوسکتی تھی۔ صوفیائے کرام کے متعلق یواقیت میں جس وحی کا ذکر ہے، وہ وحی الہام ہے، وحی نبوۃ نہیں ہے۔ مستجیب لہٗ کے معنی کلام کرنے کے نہیں ہیں۔ بلکہ دعا قبول کرنے کے ہیں۔ گواہ نمبر ا نے اس کے یہ معنی لیے ہیں کہ اگر جواب نہ دے اور کلام نہ کرے تو وہ اور معبودانِ باطل کے مرید ہوجائیں گے۔

اجیب کے معنی قبول کرنے کے ہیں، کلام کرنے کے نہیں ہیں۔ اور نہ کسی نے مراد لی ہے۔ اس آیت میں: وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ... الخ (بقرۃ، ۱۸۶) میں اجیب کے معنی کلام کرنے کے نہیں ہیں۔ اسی طرح آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ... الخ (فصلت، ۳۰) اس سے مراد موت کے فرشتوں سے ہے۔ اس سے وحی نبوۃ کا اجراء ثابت نہیں ہوتا۔ آیت: رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ... الخ (غافر، ۱۵) میں یہ بتلایا گیا ہے کہ فرشتے کا اترنا وحی الٰہی لے کر اللہ کی نظر استجاب پر ہے، نہ کسی اور

۱۔ سراج منیر، روحانی خزائن، ج ۱۲، ص ۶
۲۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۵۱۱
۳۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۳۸۷

www.khatmenubuwwat.org

دنیوی جاہ وجلال پر۔ آیت: کُنتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ... الخ (آل عمران،۱۱۰) بھی اجراءِ نبوت کے لیے غیر متعلق ہے۔

آیت: تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ (قدر،۴) کا بھی اجراءِ نبوۃ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان آیات سے احمدیہ جماعت کے وجود سے پہلے کسی صحابی، تابعی یا مفسر نے ان آیات سے اجراءِ نبوۃ پر دلیل نہیں پکڑی اسے تفسیر بالرائے کہا جائے گا جو غیر معتبر سمجھی جائے گی۔ اسی طرح جو احادیث نقل کی گئی ہیں، ان سے بھی اجراءِ نبوۃ ثابت نہیں ہوتی۔

بزرگان کی زبان پر فرشتوں کا گفتگو کرنا اور چیز ہے۔ اور ان سے فرشتوں کا کلام کرنا اور چیز۔ حدیث: **واوحی اللّٰہ علیٰ عیسیٰ** کو مرزا صاحب نے کتاب ازالہ اوہام میں اُسے مجروح قرار دیا ہے۔ اور اگر حدیث تسلیم کر لی جاوے تو یہاں وحی بمعنی الہام ہے۔

فتوحات مکیہ کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے کہ اس میں وحی تشریعی کو محققین انبیاء کے ساتھ بتلایا گیا ہے، جو ہمارے مدعا کے موافق ہے۔

کبریت احمر، صفحہ ۱۰، پر یہ تصریح کی گئی ہے کہ وحی تشریعی جو وحی نبوت ہے، وہ بند ہو چکی۔ اور عیسیٰ علیہ السّلام پر کوئی جدید وحی نہ ہوئی اور اولیاء پر جو وحی ہوتی ہے، وہ بھی الہام ہے۔ اور وحی الہام بند نہیں، بلکہ جاری ہے۔

مجدد صاحب نے جس کلامِ الٰہی کا ذکر کیا ہے، وہ وحی ہے جو محدثین پر ہوتی ہے۔ اور وہ وحی الہام ہے، وحی نبوت نہیں ہے۔

مولانا روم کے جو اشعار اس بارے میں نقل کیے گئے ہیں، وہاں وحی ولی کا ذکر ہے، وحی نبوت کا نہیں۔

منصب امامت سے جو حوالہ اس غرض کے لیے پیش کیا گیا ہے کہ وحی نبوۃ جاری ہے۔ وہاں صرف یہ اصطلاح بتلائی گئی ہے کہ انبیاء اللہ پر جو الہام ہوتا ہے، اسے مجازاً وحی کہتے ہیں۔ اور اگر ان کے سوا کسی کے لیے ثابت ہو تو اُسے تحدیث کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ الہام جو انبیاء اللہ سے ثابت ہے، اسے وحی کہتے ہیں۔ اور اگر ان کے سوا کسی اور کو ثابت ہو تو اسے تحدیث کہتے ہیں۔ اور کبھی کتاب اللہ مطلق الہام کو خواہ انبیاء اللہ سے ثابت ہو، خواہ اولیاء اللہ سے وحی کہتے ہیں۔ امام غزالی کا جو حوالہ الیواقیت، جلد ۳، صفحہ ۵۷ سے پیش کیا گیا ہے، وہ وہاں تردیدی طور پر نقل کیا گیا ہے۔ اس سے استدلال نہیں پکڑا جا سکتا۔

روح المعانی کا جو حوالہ اجراءِ نبوۃ کے متعلق پیش کیا گیا ہے، اس کا دار و مدار حدیث موسیٰ ابن سمعان پر ہے، جسے خود مرزا صاحب نے مجروح قرار دیا ہے۔ حجج الکرامہ کے مصنف کوئی صاحب نسبت بڑے عالم نہیں، اس لیے ہمارے لیے ان کا کوئی قول حجت نہیں۔ وہ غیر مقلد ہیں اور ان کے ساتھ مقلدین کی لڑائی رہی ہے، اس لیے حجج الکرامہ ہمارے لیے مسلم نہیں ہے۔

انسداد وحی کے متعلق مدعیہ کی طرف سے چھ آیت پیش کی گئی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی نبوت مسدود ہے اور اس کے متعلق ۲۵ یا ۲۶/ احادیث بیان کی گئی ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وحی نبوت مسدود ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بیشک وحی منقطع ہو چکی ہے۔ (بخاری، ج ۱، ص ۳۶۰)[1] حضرت ابوبکر کا قول ہے کہ وحی منقطع ہو چکی اور دین پورا ہو گیا۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۴۸)

۱۔ بخاری رقم ۲۶۴۱، ......مسند احمد بن حنبل رقم ۲۸۶

www.khatmenubuwwat.org

علم الکتاب، صفحہ ۱۱/ پر ہے کہ اختتام وحی کہ آن نیز بمثل الہام دوقسم است...... ومنقطع شدند کارخانہ وحی۔ بعد خاتم الانبیاء، مسلمہ کذاب کے متعلق فریق ثانی کی طرف سے تاریخ خمیس، بخاری، اشارات فریدی کے حوالہ جات ۹/ ماچ ۱۹۳۳ء کی جرح میں پیش کیے گئے ہیں، جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسیلمہ کوصرف دعویٰ نبوۃ کی وجہ سے کافر سمجھا گیا۔ اور صحابہ نے اجماع کیا کہ وہ کافر ہے۔

ذریۃ البغایا کے معنی لغت کی رُو سے بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن جرح گواہ نمبر ۱ مورخہ ۱۲/ مارچ ۱۹۳۳ء میں مرزا صاحب کی کتب ذیل لجۃ انور، صفحہ ۳۱، ۲۶۹/۸۲، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۶، ۱۱۸ سے ثابت کیا گیا ہے کہ ذریۃ البغایا، حرامی یا حرام زادہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ان حوالہ جات میں بغیہ یا بغایا کے تحت معنی بیان کیے گئے ہیں۔ دوسری کتاب لغت فائق، جلد ۱، صفحہ ۶، منتہی الارب، جلد ۱، صفحہ ۳۹ سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ بغیہ کے معنی زانیہ کے ہیں۔

دستخط صاحب جلیس بحروف انگریزی
محمد اکبر

عدالت:

بقیہ کارروائی کے لیے مسل کل پیش ہو۔ ۱۱/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

دستخط صاحب جلیس بحروف انگریزی
محمد اکبر

۱۲/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

فریقین اوران کے مختاران حاضر ہیں۔

تتمہ بحث مدعیہ:

مرزا صاحب نے فتوحات کی عبارات سے جن میں یہ ذکر ہے کہ نبوۃ تشریعی بند ہے، یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص نبوۃ کے ساتھ شریعت کا دعویٰ کرے، یہ نبوت خاتم النبیّین کے خلاف ہے اور بغیر دعویٰ شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔ تشریعی کے معنی صاحب شریعت ہونا، جو مرزا صاحب نے مراد لیا ہے کہ اس کے ساتھ کتاب مستقل ہو۔ احکام نئے ہوں، بعض پہلے احکام کا فسخ ہو۔ یہ معنی تشریعی کے نہ کسی لغت کی کتاب میں ہیں اور نہ حدیث وتفسیر اور نہ قرآن شریف میں۔ نہ مرزا صاحب نے اور گواہان مدعا علیہ نے کیں، اس کا ثبوت دیا ہے۔ اس وجہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نبوۃ تشریعی کی وضاحت خود شیخ مصنف فتوحات کے کلام سے کر دی جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس نبوت کی ہم نے تفسیر کی ہے، ایک نبی محض ایک رسول محض اور ایک نبی اور ایک رسول دونوں اس سے ہماری مراد نبوت تشریعی ہے کہ جو اولیاء کے لیے نہیں ہوتی۔ اس عبارت میں تشریعی کے معنی بیان کر دیے کہ اولیاء کے مقابل ہے کہ جس کو شریعت اور عرف اور اصطلاح اسلام میں نبوت کہتے ہیں، اس کو شیخ نے نبوت تشریعی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ اب

www.khatmenubuwwat.org

نبوت تشریعی سے وہ معنی جو مرزا صاحب نے لیے، مراد نہیں لیے جا سکتے۔

گواہانِ مدعیہ نے مرزا صاحب کے مدعی شریعت ہونے پر جو تریاق القلوب کی عبارت پیش کی ہے، اس کا جواب مدعا علیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی مراد نبی صاحب شریعت اور ملہم اور محدث کا حکم بیان کرتا ہے، نہ کہ نبی غیر صاحب شریعت کا۔ یہ جواب صحیح نہیں۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ اس وقت تک مرزا صاحب کے قریب نبی تشریعی وہی تھا جو نبی صاحب شریعت ہو۔ یہ جدید اصطلاح سال ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئی ہے، لہٰذا تریاق القلوب، جو سال ۱۹۰۱ء سے قبل کی ہے، اس میں وہ معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ دوسرا مرزا صاحب نے خود یہ جواب نہیں دیا، بلکہ وہ مکفر اور مفکر کو ایک ہی سمجھتے ہیں، اس لیے گواہان کا جواب متکلم کی اپنی مراد کے خلاف ہے۔ فریق ثانی کی طرف سے تین آیات اجراء وحی اور نبوت رسالت کے باقی ہونے کے متعلق بیان کی ہیں۔ وہ معنی کسی ایک محدث اور مفسر یا صحابہ سے منقول نہیں۔ یہ معنی خود انہوں نے ایجاد کیے ہیں۔ اگر ان معنی کو صحیح مان لیا جاوے تو پھر وہ نبوۃ کہ جس کے ساتھ کتاب مستقل ہو اور شریعت مستقل ہو اور پہلی شریعت کے کل یا بعض احکام کا فسخ ہو، جو مرزا صاحب کے نزدیک بھی یہی ہے۔ اور اس کا مدعی کافر ہے۔ اس کا باقی ہونا بھی ان آیات سے ثابت ہو جائے گا۔ کسی نبی کی توہین باتفاق کفر ہے۔ مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے انبیاء کی توہین کی ہے۔ منجملہ ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی توہین میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی توہین کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، یہ ایک فرضی مسیح کے متعلق ہے اور بطور الزام کے کہا گیا ہے۔ گواہان کا یہ جواب درست نہیں ہے کہ یہ الفاظ جن کو توہین قرار دیا گیا ہے، بطور الزام کے استعمال کیے گئے ہیں۔ اس واسطے کہ گواہان مدعا علیہ نے ازالہ اوہام مولانا رحمت اللہ صاحب اور استفسار مولوی آل حسن صاحب امروہی اور ہدیۃ الشیعہ مولانا محمد قاسم صاحب کی بہت سی عبارت نقل کی ہے۔ اور خود بھی اپنے بیانات میں ان مصنّفین کی یہ عبارت بھی نقل کر دی ہے کہ یہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے، الزام کے طور پر لکھا ہے، جو عیسائیوں کی کتاب سے ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ ہم ایسا نہیں لکھ سکتے۔ مرزا صاحب انجام آتھم میں یہ کہتے ہیں:

کہ میں نے جو کچھ بھلا بُرا کیا ہے، وہ یسوع کو کہا ہے۔ عیسیٰ علیہ السّلام کو نہیں کیا۔

مرزا صاحب کی کتاب سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یسوع اور عیسیٰ ایک ہی ہیں۔ چنانچہ گواہان کی جرح میں بھی یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ یسوع مسیح ایک ہیں۔ مرزا صاحب نے ایک جواب تریاق القلوب، صفحہ ۳۶۲ پر یہ دیا ہے کہ انہوں نے جو کچھ توہین کی ہے، بدنیتی سے نہیں کی، بلکہ مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لیے۔[۱]

اس سے یہ الزام نہیں آتا کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی توہین کی جاتی۔ مرزا صاحب نے قبول کیا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السّلام کی توہین کی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ مسلمان کا جوش ٹھنڈا ہو جائے اور نقص امن نہ ہو۔ یہ توہین باعث کفر اور ارتداد ہے، جو مرزا صاحب کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے۔

مرزا صاحب اعجاز احمدی، صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں کہ میں نے اس قصیدہ میں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے، یا

۱۔ تریاق القلوب، روحانی خزائن، ج ۱۵، ص ۴۹۰

www.khatmenubuwwat.org

عیسیٰ علیہ السّلام کی نسبت کہا، یہ انسانی کارروائی نہیں، خبث ہے۔ وہ انسان جو نفس سے کاملوں اور راست بازوں پر زبان درازی کرتا ہے، میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راست باز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔[1] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ کہا باذن الٰہی ہے۔

جن جن باتوں سے گواہانِ مدعیہ نے جو الفاظ توہین کے بیان کیے ہیں، نہ اس میں فرضی عیسیٰ کو گالیاں دی گئی ہیں، نہ الزام ہے۔ بلکہ مرزا صاحب اپنی تحقیق بیان فرماتے ہیں۔ لہٰذا ہر یہ فقرہ مرزا صاحب کے کفر اور ارتداد کا باعث ہے۔ ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ ۷ کے حوالہ سے جو توہین کے الفاظ مدعیہ کی طرف سے بیان کیے گئے ہیں، ان سے صریح گالیاں ثابت ہوتی ہیں۔[2] ان گالیوں کو مرزا صاحب نے اتنا مدلل اور محقق کر کے بیان کیا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے، خدا علیم وخبیر کے نزدیک بھی معاذ اللہ یہ تمام عیوب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اندر موجود تھے۔ دافع البلاء کے آخری صفحہ کی جو عبارت مدعیہ کی طرف سے بیان کی گئی ہے، اس کا جواب گواہان مدعا علیہ نے یہ دیا ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضور کا لفظ نہیں فرمایا، یہ وجہ توہین کی ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ مرزا صاحب یہ جواب دے رہے ہیں، عیسائیوں کا اور ان مسلمانوں کا جو عیسیٰ علیہ السّلام کو سب نبیوں سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں جواب بالکل غلط ہیں۔ یہ وجہ کہ استدلال لفظ حضور نہ ہونے سے ہے، یہ گواہان نے خود اپنی طرف سے پیش کر کے اس کو رَد کیا ہے۔ گواہان مدعا علیہ کا ہرگز یہ منشا نہیں۔ دوسرا جواب بھی بالکل غلط ہے اس واسطے کہ مسلمان میں ایسا کسی کا عقیدہ ہی نہیں کہ عیسیٰ علیہ السّلام سب انبیاء سے افضل ہیں۔ عیسائی قرآن کو بھی نہیں مانتے۔ مرزا صاحب حوالہ مذکورہ بالا میں عیسیٰ علیہ السّلام کے متعلق کہتے ہیں، کہ میں انہیں بے شک ایک راست باز آدمی جانتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انہیں نبی نہیں سمجھتے، ورنہ راست بازی کا وصف کافر میں بھی پایا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی ایک موجب توہین ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ اس کے آگے خدا معلوم وہ بھی درست ہے یا نہ۔ اس کی تصریح آگے حاشیہ کے مضمون سے ہوتی ہے۔ جہاں یہ درج ہے کہ یہ جو ہم نے یہ کہا...... ہمارا ایمان محض نیک نیتی کے طور پر ہے...... افضل اور اعلیٰ ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ورنہ کے استعمال سے ماقبل عبارت کی تردید نہیں ہوتی۔ بلکہ یہاں ماقبل اور مابعد کا ایک معنی نکلتا ہے۔ آگے کی عبارت میں الفاظ ذیل کہ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے، سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قرآن کی تفصیل فرماتے ہیں۔ اور اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السّلام کو جو حصور نہیں فرمایا، اس کی وجہ صرف یہی ناپاک قصے تھے۔ تو گویا خدا کے علم میں بھی مرزا صاحب کے نزدیک عیسیٰ علیہ السّلام ان ناپاک قصوں سے ملوث تھے کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں حصور نہ کہا۔ اس عبارت سے چند نتیجے نکلتے ہیں۔ خدا خدائی کے قابل نہیں، عیسیٰ علیہ السّلام نبوۃ کے قابل نہیں۔ نبوۃ ایک ایسا مرتبہ ہے کہ معاذ اللہ بدمعاش اور رَنڈی بازوں کو مل جاتا ہے۔ اور اس سے تمام شریعت اور تمام انبیاء علیہم السّلام اور مرتد نبوۃ کی کھلی توہین ہے۔ اس سے مرزا صاحب کافر اور مرتد ہوئے۔ لفظ حضور کے عدم استعمال کے متعلق جو اعتراض گواہان مدعا علیہ نے گواہان مدعیہ پر کیا تھا، وہ خود مرزا صاحب پر

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج۱۹، ص۱۴۹　　۲۔ ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن، ج۱۱، ص۲۹۱

www.khatmenubuwwat.org

وارد ہوتا ہے۔

مرزا صاحب نے اعجاز احمدی میں یہ کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔[۱] اور پھر کشتی نوح میں لکھتا ہے کہ ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔[۲] آگے ازالہ اوہام، صفحہ ۷ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی جھوٹی پیش گوئیاں زیادہ تھیں اور سچی کم۔[۳] اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عیسیٰ علیہ السّلام نبی نہ تھے۔

اعجاز احمدی، ص ۱۳، ۱۴ کی عبارت کے الفاظ مذکورہ بالا سے بھی تحت میں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کو صرف قرآن کے اعتبار پر سچا مانا گیا، ورنہ یہودیوں کو ان پر سخت اعتراض تھا۔ حاشیہ کتاب کشتی نوح، صفحہ ۶۵ کی عبارت سے عیسیٰ علیہ السّلام کی صاف توہین ظاہر ہوتی ہے، جو کفر کی حد تک پہنچتی ہے۔[۴] اس عبارت میں مخاطب بھی مسلمان ہیں۔

جب مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السّلام کے دوبارہ تشریف لانے سے انکار کیا اور خود اس منصب کو اپنے لیے تجویز فرمایا، عیسیٰ علیہ السّلام سے اپنے آپ کو شان میں اعلیٰ اور افضل بتلایا، تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ معجزات کہاں ہیں جو ہر شان میں بڑھے ہوئے ہوں۔

اس وجہ سے مرزا صاحب کو اس کی ضرورت پڑی کہ ان تمام معجزات کا بالکلیہ انکار کیا۔ کہیں ان کو مسمریزم بتلایا، کہیں شعبدہ بازی بتلایا۔ کہیں بڑھیوں کے کھلونوں سے تشبیہ دی، کہیں قابلِ نفرت بتلایا۔ حالانکہ یہ تمام معجزات قرآن شریف میں مذکور ہیں اور اُمت کا اس پر اعتقاد ہے۔

مگر مرزا صاحب نے سب کا انکار کر دیا اور اس توہین سے سب کافر ہوئے اور ان چیزوں کا مشرکانہ خیال فرما کر ساری امت کو بھی مشرک کہا، جو ایک دوسری وجہ کفر کی ہے۔

مرزا صاحب نے نہ صرف دیگر انبیاء علیہم السّلام کی توہین کی ہے، بلکہ خود حضور سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بھی توہین کی ہے۔ مثلاً تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تین ہزار معجزات تھے[۵] اور ان کے اپنے تین لاکھ۔[۶] اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے لیے معجزات کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ نشان کیا ہے۔ معجزہ خارق عادت کو کہتے ہیں۔ مرزا صاحب براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ ان چند سطروں میں جو پیش گوئیاں ہیں، وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے، اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اوّل درجہ پر خارق ہیں۔[۷]

مرزا صاحب نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عینیت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور عینیت کا دعویٰ کرنا صریح کفر ہے۔ گواہان فریق ثانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ عینیت جسمانی نہیں تھی۔ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ جسم دو تھے اور روح ایک تھی، تو یہ عین

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۲، ص ۱۲۱
۲۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۵
۳۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۰۶
۴۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۷۱
۵۔ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۱۵۳
۶۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۰۳
۷۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، خزائن ۲۱، ص ۷۲

www.khatmenubuwwat.org

تناسخ ہے۔ جو سب کے نزدیک باطل اور موجب کفر ہے۔ اور اگر مرزا صاحب میں دو روحیں تھیں، تو کون سی روح تھی۔ اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تھی تو نبوۃ اس روح کے ساتھ رہی۔ مرزا صاحب کو پھر نبی کہنا کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ اس ضمن میں فریق ثانی کی طرف سے فتوحات، مکتوبات وغیرہ سے جو صوفیائے کرام کے اقوال پیش کیے گئے ہیں، وہ بالکل بے محل اور مدعا علیہ کے کفر اور مدعیہ کے لیے مفید ہیں۔ اس لحاظ سے کہ جو حوالہ جات دیے گئے ہیں، ان میں سے بعض کی پہلے کی عبارت حذف ہے، بعض کی مابعد کی عبارت حذف ہے۔ اور بعض جگہ یہ مطلب لیا گیا ہے، جو مصنف کی تصریح کے بالکل خلاف ہے۔ بعض جگہ ترجمہ میں غلطی کی ہے۔ اس کے علاوہ کلیتہً تمام حوالوں کا جواب یہ ہے کہ جس قدر عبارات صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی نقل کی ہیں، ان میں سے ایک شخص بھی مدعی نبوت نہیں ہے۔ نہ مدعی رسالت ہے، نہ مدعی وحی نبوت ہے، نہ مدعی وحی رسالت ہے۔ ان کی تصریحات بھری ہوئی ہیں کہ کوئی ولی اگر چہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا ہو اور امت محمدیہ میں سب سے افضل ہو، جیسا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیوں کی جماعت میں سے جو سب سے کمتر نبی ہیں، ان کا سر اُن کے قدم کے نیچے رہتا ہے۔ یعنی کوئی ولی کتنے ہی اعلیٰ درجہ کا ہو، وہ نبیوں میں ادنیٰ مرتبہ کے نبی کو بھی نہیں پہنچ سکتا، بلکہ اس سے نیچے رہتا ہے، برابر بھی نہیں ہوسکتا، افضل تو کیسے ہوسکتا ہے۔ مقام نبوۃ میں کوئی ولی جا نہیں سکتا، فوراً فنا ہو جائے گا۔ اعلیٰ درجہ کے جو بھی اولیاء ہیں، ان کی حالت ایسی ہے کہ جیسے ہم نیچے سے ستارے کو دیکھتے ہیں، مقامِ نبوت سے کسی ولی کو کوئی حصہ نہیں۔

اب اگر کسی کے کلام میں کوئی ایسی بات ہو، مثلاً کہ میں فلاں نبی کے مقام میں گیا، یا کہہ دے کہ میں مقامِ محمود میں گیا تو ان کا مطلب ان کی حسب تصریحات یہی ہوسکتا ہے کہ میں نے ان مقامات کی دور سے زیارت کی، یا جیسے کسی خاص تقریب کے وقت کسی خاص شاہی مکان کے دیکھنے کی عام رعایا کو دیکھنے کی اجازت ہو جاتی ہے۔

اور اس مکان کو جا کر دیکھتا ہے تو یہ کہنا اس کا صحیح ہے کہ میں اس مکان میں گیا۔ اس مکان میں بیٹھا۔ مگر اس کا یہ مطلب کبھی نہیں ہوتا کہ وہ اس مکان کا مالک ہے، یا وہ اس کی جگہ ہے، یا وہ اس کا مدعی ہے، یا وہ اس مرتبہ کے لائق ہے۔

جیسا حضرت مجدد صاحب نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستر خوان کے شریک اور ہم جلیس ہیں۔ اگر چہ سب آپ کے طفیلی ہیں، مگر دوسرے اولیاء اللہ کو کل وہ پس خوردہ اور بقیہ کھانے والے میں مرزا صاحب مقام نبوت کے مدعی ہیں۔ وہ جس چیز کو اپنے لیے ثابت کرتے ہیں، بطریق استحقاق اور بطریق منصب ثابت کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے کلام میں اگر کوئی ایسی چیز ہوگی تو بے شک مرزا صاحب کا اس سے کفر اور ارتداد ثابت ہوگا۔ بخلاف دوسرے اولیاء کے۔ مرزا صاحب کے بھی بظاہر یہ الفاظ ہیں کہ میری کوئی وحی قرآن کے مخالف نہیں۔ مگر مرزا صاحب کے یہ الفاظ ہی الفاظ ہیں کہ جن کے اندر معنی نہیں ہے۔ اس واسطے کہ صفحہ ۸۶، ایام الصلح پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے معنی بیان کرنے ہیں، بہر حال ان کا کلام معتبر ہوگا۔ لہٰذا جتنے حوالے فریق ثانی کی طرف سے مدعیہ کے خلاف پیش کیے ہیں، ان میں ایک بھی حوالہ ان کے لیے مفید نہیں۔

مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السّلام جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک ایک صفت میں ظلی

www.khatmenubuwwat.org

تھے۔ اور مرزا صاحب تمام صفات میں ظلی ہیں۔ جو کمالات کہ تمام انبیاء علیہم السّلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ مرزا صاحب میں مجتمعاً پائے جاتے ہیں۔ یہ عبارت قول فیصل سے نقل کی گئی تھی۔ اب تشحیذ الاذہان کے جلد۱۰، صفحہ۱۳ پر بھی یہی عبارت ہے۔

خطبہ الہامیہ، صفحہ۱۹۳ پر مرزا صاحب اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا (فتح،۱)، اور آیت: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ... الخ (بنی اسرائیل،۱)، صفحہ۱۹۴[۱] پر اپنے لیے ثابت فرما کر معنی یہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کی فتح سے مرزا صاحب کے زمانہ کی فتح بہت بڑی اور ظاہر ہے۔ مسجد حرام میں نور کامل نہ تھا اور مسجد اقصیٰ یعنی مرزا صاحب کی مسجد کے گرداگرد نور اس درجہ کامل ہوگیا ہے کہ اس کے اوپر ترقی ممکن نہیں۔ حاشیہ در حاشیہ خطبہ الہامیہ کی عبارت سے آدم علیہ السّلام کی توہین ہوئی ہے۔ گواہ مدعیہ نمبر۳ نے تریاق القلوب، صفحہ۳۷۷ سے یہ ثابت نہیں کیا کہ مرزا صاحب اس کے تناسخ کے قائل نہیں، بلکہ اس سے اور قول فیصل کی عبارت سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب جو اپنے آپ کو ظلی بروزی نبی کہہ کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی نبوت محمدیہ سے علیحدہ کوئی چیز نہیں اور اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی، یہ بالکل لغو اور بیہودہ خیال ہے۔ دوسرا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ابراہیم علیہ السّلام کے بروز ہوئے۔ اور خاتم النبیّین آپ ہوئے۔ اس عبارت پر گواہ مدعا علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ اس سے تناسخ ثابت ہوتا ہے، اس سے کوئی تناسخ ثابت نہیں ہوتا۔ اور نہ گواہ نمبر۳ نے تناسخ ثابت کیا ہے۔ جب عبارت مذکورہ بالا سے حضور سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین اور تمام انبیاء علیہم السّلام پر فضیلت اور ان کی توہین بھی بہ ضرورت ثابت ہوگی تو اب جس قدر اشعار گواہان مدعیہ نے توہین انبیاء علیہم السّلام میں مرزا صاحب کے پیش کیے ہیں، ان سب کے معنی بجز توہین کے اور کچھ نہیں ہوئے۔ ۱۵/آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے، نفخ صور ہوگا۔

مرزا صاحب نے ان تمام چیزوں کا بالکل انکار کر دیا ہے۔ یہ لفظ بے شک کہا ہے کہ حشر اجساد ہے، مگر جب جنتی جنت میں رہیں گے اور دوزخی دوزخ میں رہیں گے، تو پھر قبر سے پھر کون نکلے گا اور نفخ صور سے جمع کس کو کیا جائے گا۔ اس بحث کو مرزا صاحب نے ازالہ میں مفصل بیان کیا ہے۔ لیکن اس سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ یہ مسئلہ مسلم ضروریات دین سے ہے اور ایسا مسلم ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین اور گواہان مدعا علیہ بھی اس کا انکار نہ کر سکے۔

مگر محض الفاظ ہیں، معنی کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح سے اگر اور تمام ضروریات دین کا کوئی شخص انکار کر دے اور لفظ وہی کہتا رہے تو اسلام کا ایک رکن باقی نہیں رہ سکتا۔ اور اسلام چند الفاظ کا نام رہ جاتا ہے۔ اور یہ باتفاق کفر و ارتداد ہے۔ چونکہ حشر اجساد تقریباً سو آیات سے زیادہ میں مذکور ہے اور ایک آیت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ لہٰذا کم سے کم ایک وجہ یہ مرزا صاحب کے کفر کی ہے، اور چونکہ قبروں سے اٹھنا بھی ضروریات دین سے ہے اور قبروں سے اٹھنے والے کروڑوں کیا اربوں ہیں۔ اور مرزا صاحب نے ہر ایک کا قبر سے اٹھنے کا انکار کیا، لہٰذا بیشمار اس وجہ سے کافر اور مرتد ہوئے۔ پھر جب قیامت سے انکار ہے تو حوض کوثر بھی ندارد۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (کوثر،۱) سے بھی انکار ہوا اور یہ بھی کفر ہے۔ اس سے شفاعت کبریٰ کے انکار کا بھی نتیجہ نکلتا ہے۔ اس عقیدہ

۱۔　خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن، ج۱۶، ص۲۸۸

سے پل صراط بھی ندارد سمجھی جائے گی۔

شہادت القرآن، صفحہ ۶۴[1] پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں نفخ صور سے مراد قیامت نہیں، بلکہ اسلامی طاقت کا کم ہونا اور امواج فتن کا اٹھنا۔ بلکہ مراد اِس سے یہ ہے کہ کسی مہدی اور مجدد کو لے جاوے۔ صفحہ ۲۴[2] پر ہے کہ لڑائیوں اور مباحثات کے شور اُٹھنے پر نفخ صور ہوگا۔ چشم معرفت، صفحہ ۸۶ پر صور سے مراد مسیح موعود لیا گیا ہے۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۸۲ پر بھی یہی[3] عبارت ہے۔

مدعا علیہ نے اپنے اقرار سے احمدی یا مرزائی مذہب کو قبول کیا ہے اور مرزا صاحب کو ویسا ہی نبی سمجھتا ہے۔ جیسے اور انبیاء علیہم السّلام ہیں اور نکاح کے وقت وہ اس مذہب پر نہیں تھا۔ گواہانِ مدعیہ اور بحث سے یہ امر قرآن حدیث اجماع امت سے ثابت ہوگیا کہ مدعیہ کا نکاح مدعا علیہ سے فسخ ہوگیا۔ امکان نبوۃ کے سلسلہ میں جو آیات فریق ثانی کی طرف سے بیان کی گئی ہیں۔ ان سے صحابہ کرام سے لے کر مرزا صاحب کے وقت تک کسی نے امکان نبوۃ کا استدلال نہیں کیا۔ قرآن کے محاورات میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کے لوگوں کو: **یآیھا الذین اٰمنوا، اور یآیھا الذین کفرو، اور یآیھا الناس**، سے خطاب کیا گیا ہے۔ اور **یابنی آدم** سے تمام اولاد آدم مراد ہے۔ اس میں امت محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تخصیص نہیں ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اس آیت کا نازل ہونا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ اس میں آپ کے بعد کے انبیاء کا ذکر ہے۔ کیونکہ بہت سی آیات بطور حکایت حال ماضیہ کے نازل ہوتی رہیں۔ پہلی آیت فریق ثانی کی طرف سے سورۃ اعراف کی پیش کی گئی ہے اور یہ قصہ آدم علیہ السّلام کی ابتداء آفرینش سے شروع کیا گیا ہے۔

اور امت محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہی واقعہ دوسرے پیرایہ میں سورۃ طٰہٰ میں نقل کیا گیا ہے کہ جب آدم علیہ السّلام کو جنت سے اترنے کا حکم دیا، اس کے ساتھ یہ حکم لگا دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت خود فریق ثانی سے ذریتِ آدم مراد ہے، نہ کہ امت محمدیہؐ۔ نہ اس کے متعلق کوئی سند فریق ثانی کی طرف سے پیش کی گئی، یا نبی آدم کا حکم جو رسولوں کے متعلق تھا، وہ آیت خاتم النبیّین سے ختم ہو چکا۔ اس کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ابن جریر جو بہ تسلیم مرزا صاحب رئیس المفسرین ہیں، انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے کہ یہ عہد جو آیت محولہ میں ہے، بعالم ذریتہ لیا گیا ہے۔ ابن جریر، جلد ۸، صفحہ ۱۲۴ یہ آیت لکھی ہے۔ خاتم النبیّین والی آیت مدنی ہے، جو یقیناً اس کے بعد کی ہے، اس لیے اس دوسری آیت کے حکم نے پہلی آیت کے حکم کو ختم کر دیا۔

دوسری آیت **اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ... الخ (حج، ۷۵)** کے استدلال میں فریق ثانی کی طرف سے حال اور استقبال دونوں مراد لیے گئے ہیں، جو درست نہیں۔ اور گواہ نے تسلیم کیا ہے کہ دونوں معنی حقیقی ہیں اور مشترک ہیں۔ دو معنی حقیقی مراد نہیں ہو سکتے۔ مضارع حقیقتاً استمرار کے لیے نہیں آتا۔ اختلاف کی صورت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے

۱۔ شہادت القرآن، روحانی خزائن، ج ۶، ص ۳۶۰ ۲۔ ایضاً

۳۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج ۲۱، ص ۱۰۸

www.khatmenubuwwat.org

یہ نہیں فرمایا کہ کوئی نبی آئے گا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ اس وقت میری اور میرے خلفاء کی سنت پر عمل کرنا۔ یہ حدیث جرح میں فریق ثانی نے تسلیم کی ہے۔ گواہ نمبرا نے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (فاتحہ،۱) کا ترجمہ بھی درست نہیں کیا۔ یعنی یہ کہ اے خدا! تو ہمیں ان لوگوں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا۔ اس آیت سے اجراء نبوۃ کو کوئی تعلق نہیں، ذریۃً کا لفظ جسمانی نسل پر بولا جاتا ہے، روحانی پر نہیں۔ اس لیے مرزا صاحب کے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی نسل سے نہ ہونے کی وجہ سے اس آیت کا اجراء نبوۃ پر کوئی اطلاق نہیں ہوتا۔ جہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام کی ذریت سے جو ظالم ہوں گے، ان کو عہد نہیں پہنچے گا۔ اس آیت سے یہ بھی نکلتا ہے کہ قیامت تک حضرت ابراہیم کی اولاد سے نبی ہوتے رہیں گے، بلکہ ان کی اولاد میں ہوں گے۔ چنانچہ ہوئے اور خاتم النبیّین پر ختم ہو گئے۔ جو بھی آیت میثاق کی پیش کی گئی ہے، اس آیت کے اندر رسول کے لفظ سے صرف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مراد لیے گئے ہیں، جو نبی آخر الزمان ہیں۔ اور یہی خبر حقیقت الوحی، صفحہ ۱۳۰ میں درج ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس عہد میں داخل نہیں ہوئے، اس لیے اس آیت سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ اس امت میں کوئی نبی آئے گا۔

اس ضمن میں جو دوسری آیت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عہد لینے کی پڑھی گئی ہے۔ اس سے یہ عہد مراد نہیں، بلکہ دوسرا عہد مراد ہے جو عہد تبلیغ رسالت ہے۔ پہلا عہد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے کا عہد ہے۔

آیت: فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ... الخ (نساء، ۶۹) میں معیت اور رفاقت کا ذکر ہے۔ درجہ اور منصب ملنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس کی تائید میں ایک حدیث سچے تاجروں کے متعلق پیش کی گئی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ معیت سے مراد نبوت نہیں، بلکہ صرف رفاقت ہے۔ اس آیت کا آخری حصہ: وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (نساء، ۶۹) دلالت کرتا ہے کہ معیت سے مراد رفاقت ہے، نبوت نہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اس قسم کی معیت سے رفاقت ہی مراد لی ہے۔ شان نزول اس آیت کا بتلاتا ہے کہ معیت سے رفاقت ہی مراد ہے۔ آیت: مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ... الخ (آل عمران، ۱۷۹) سے یہ نہیں نکلتا کہ خبیث اور طیب کی تمیز کے لیے نبی کی ضرورت ہے۔ اس میں عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ (آل عمران، ۱۷۹) سے صحابہ مراد ہیں۔ اور یہ آیت انہیں کے زمانہ کے متعلق ہے۔

آیت: کل ھدینا...... الخ میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ آئندہ ایسا ہی ہدایت دیا کرے گا جس کو چاہے گا اپنے بندوں میں سے۔ یہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ اس میں بھی آئندہ نبوۃ اور رسالت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

آیت: وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ... الخ (نور، ۵۵) میں منکم سے مراد صحابہ ہیں اور دوسرا خلافت فی الارض کے معنی نبی بنانے کے نہیں ہیں۔ خلافت ارضی کا لفظ ان نبیوں کے متعلق ہے جو زمین میں حکمران بھی تھے۔

فریق ثانی نے داؤد علیہ السّلام کو غیر تشریعی نبی کیا ہے، حالانکہ وہ تشریعی ہیں۔ ان پر زبور نازل ہوئی تھی۔ جن بنی اسرائیل کی خلافت ارضی کے ساتھ اس آیت میں ان لوگوں کو تشبیہ دی گئی۔ اس کے متعلق قرآن میں تصریح ہے کہ بیت المقدس کی حکمرانی مراد ہے، نبوۃ وغیرہ نہیں۔ لہٰذا یہاں بھی حکمرانی مراد ہو گی۔ جو صحابہ کی خلافت سے پوری ہو چکی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت عام ہے۔ سورۃ زمر کی آیتوں سے جو اجراء نبوت کا استدلال کیا گیا ہے، اس کے جواب کے لیے یہ کافی ہے کہ رسول اللہ صلّی

www.khatmenubuwwat.org

اللہ علیہ وسلّم کی نبوت آخر وقت تک قائم ہے اور جدید نبی کی ضرورت نہیں۔ گواہ مدعا علیہ نے جو حدیث پیش کی ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حقیقی طور پر نہیں۔ مرزا صاحب سراج منیر، صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے ہی وہ نبی[1] کہہ کر پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لیے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ دوسری حدیث جو حضرت ابوبکر کی فضیلت میں نقل کی ہے، اس سے اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ نبی سے مراد وہ عیسیٰ علیہ السّلام ہیں جو حقیقی طور پر نبی، بلکہ بحیثیت مجدد اُمتی ہو کر آئیں گے۔ دوسری حدیث جو حجج الکرامہ سے پیش کی گئی ہے۔ وہ مثبت مدعا نہیں کیونکہ اس میں نبوت سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نبوت ہے۔ بعد کے آنے والی نبوت نہیں۔ مشکوٰہ والی حدیث میں تبلیغ النبوۃ سے مراد خلافت نبوت کے طریق پر ہے، نہ کہ خود نبوت پر یعنی نبی ہوں گے۔ دوسری حدیث جو مشکوٰۃ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت میں نقل کی گئی ہے۔ اس میں یہی ہے کہ جنت کے تمام اوّلین وآخرین سے یہ دونوں افضل ہوں گے، سوائے نبیّین اور مرسلین کے۔ یہاں دنیا میں نبی آنے کا کوئی ذکر نہیں۔

فریقین ثانی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جہاں کوئی مسئلہ قرآن اور حدیث میں مصرح نہ ملے، وہاں فقہ حنفی پر عمل ہوگا۔ اور دوسرے گواہ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مسئلہ فسخ نکاح قرآن حدیث کا مصرحہ نہیں۔ تو یہ مسئلہ ان مسائل سے ہوا جن میں فقہ حنفی پر عمل ہوگا۔ اور فقہ حنفی کی عبارت شامی سے جرح میں بھی پیش ہو چکی ہیں۔ اور گواہان نے بھی پیش کیا کہ مرتد کے احکام میں سے نکاح کا فسخ ہونا ہے۔ گواہ نمبرا نے اپنی جرح یکم مارچ میں تسلیم کیا ہے کہ اگر مرتد ہو جائے تو عام فتویٰ یہی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔ دوسرے گواہ نے ۲۱/مارچ کی جرح میں یہ کہا ہے کہ تعامل یہ ہے کہ فسخ سمجھا جائے گا۔

دستخط صاحب جلیس بحروف اُردو

محمد اکبر

عدالت۔ بحث مدعیہ ختم ہے۔ مدعا علیہم کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ وہ بحث کے لیے تیار نہیں، انہیں مہلت دی جائے۔ کیونکہ بہت سی نئی باتیں ایسی پیش کی گئی ہیں کہ جن کے لیے جدید حوالہ جات کی ضرورت ہے۔ اور وہ حوالہ جات اس وقت ان کے ہمراہ نہیں۔ وہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ وہ اس امر کے مستحق ہیں کہ انہیں مہلت دی جاوے۔ اس غرض کے لیے مسل پرسوں پیش ہو۔

۱۲/اکتوبر ۱۹۳۳ء

دستخط صاحب جلیس بحروف اُردو

محمد اکبر

۱۔ سراج منیر، روحانی خزائن، ج ۱۲، ص ۵

www.khatmenubuwwat.org

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيمِ.
بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ.

انتباہ!

برائے حضرات قارئین کرام!

حضرات قارئین! ہم بطورِ انتباہ یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ اس بحث کو پڑھنے کے بعد جواب الجواب کا حصہ جو مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری کی طرف سے پیش کیا گیا اور چھ سو صفحات پر مشتمل ہے، ضرور مطالعہ فرمائیں۔ اگر آپ صرف یہ حصہ پڑھ کر جواب الجواب کا حصہ نہیں پڑھیں گے تو آپ علمی اقدار اور ایمانی جذبات پر بڑا ہی ظلم کریں گے اور عقلی وفطری تقاضوں کو پامال کریں گے۔ کیونکہ اس قسم کی تحریرات کو مطالعہ کرنے والے پر عقلاً وفطرۃً لازم ہو جاتا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو دیکھے اور ان کا تقابل کرے اور پھر فیصلہ کرے۔

ہم اجمالاً یہ بتا دینا چاہتے ہیں، یہ ساری بحث ایک فریب اور دھوکہ کا مرقع ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ تلبیس ومکر کا ایک جال ہے، اس میں نہ دلائل ہیں اور نہ حقیقت سے کوئی واسطہ، اور نہ ہی ان باتوں کو اصل بیانات پر بحث کہا جا سکتا ہے۔ خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نبوت کے بعد دعویٰ نبوت کو علماء ربانیین نے پہاڑوں کی طرح بلند ومضبوط دلائل سے کفر ثابت کیا تھا۔ اس تمام بحث میں اس کا ذرّہ برابر بھی جواب یا اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکا۔ محض اپنے خیالات واوہام کو اس انداز کے ساتھ پیش کیا ہے کہ عوام کو یہ تاثر دیں کہ علماء کی جماعت نے مرزائیت کا جو کفر ثابت کیا ہے، ہم نے اس کا رَد کر دیا اور جواب دے دیا۔ ان کی یہ روش بالکل قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ. ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (حج، ۸،۹)

اور آدمیوں سے بہت سے آدمی ایسے بھی ہیں جو اللہ کے بارہ میں بغیر کسی علم کے خصومت اور جھگڑا کریں، جن کے پاس نہ علم ہے نہ ہدایت، اور نہ روشن کتاب ودلیل۔ وہ اپنی جانب کو پھیرے ہوئے (مسخ وتحریف میں مبتلا ہے) تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے بھٹکا دے۔

اللہ رب العزت امت کو ہر گمراہی سے بچائے، حق کو سمجھنے اور اس کو اختیار کرنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ رب العزت ہر شر اور فتنہ سے اور بالخصوص فتنۂ مسیح الدجال سے محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین!

www.khatmenubuwwat.org

ناچیز نے اپنی پوری ذمہ داری اور وثوق کے ساتھ حضرات قارئین کو اس بات پر متنبہ کرنا ضروری سمجھا اور دیانت کے اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس مقدمہ میں فریق مخالف نے جو کہا، ادارہ کو اس کی اشاعت کی تاکید کی، تاکہ لیل ونہار کا فرق دیکھ لیا جائے اور حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری کی بحث کو پڑھ کر یہ فرمانِ خداوندی ذہن ودماغ میں رچ جائے:

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ. (انبیاء،۱۸)

کہ بلکہ ہم تو اسی طرح حق کو باطل کے اوپر دے مارتے ہیں۔ پھر وہ حق (اپنی ضرب سے) باطل کا بھیجا نکال ڈالتا ہے اور ناگہاں (ہر ایک دیکھ لیتا ہے کہ) باطل مٹ چکا اور نیست ونابود ہوگیا۔

تو یہ جواب الجواب الحمدللہ حق وصداق اور ایمان وتوحید کا ایک بھاری اور مضبوط گرز ہے، جس سے باطل کی قائم کی ہوئی چٹانیں پاش پاش ہوگئیں۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهُ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ وَصَلَّى اللّٰهُ علٰى صفوة البرية خاتم الانبياء والمرسلين سيدنا ومولانا محمد وعلى اٰلهٖ واصحابهٖ اجمعين.

احقر محمد مالک کاندھلوی
شیخ الحدیث، جامعہ اشرفیہ، لاہور
سرپرست اعلیٰ اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)
لاہور

www.khatmenubuwwat.org

بحث تحریر مدعا علیہ

مدخلہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۳۳ء لغایت ۵؍مارچ ۱۹۳۴ء

www.khatmenubuwwat.org

www.khatmenubuwwat.org

عقائد جماعتِ احمدیہ

گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں بالوضاحت یہ ثابت کر دیا ہے کہ مدعا علیہ پکا مسلمان اور مومن ہے اور ضروریات دین سے کسی ضرورت حقہ کا قطعاً منکر نہیں ہے۔ اس طرح اس کے مطاعؑ و مقتدأ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کی تمام جماعت شریعت کی رُو سے کسی اسلامی عقیدہ کی منکر نہیں ہے۔ اور شریعت کی رُو سے جن باتوں کو ماننے اور کرنے سے ایک انسان مسلمان اور مومن ہوتا ہے، وہ سب باتیں ان میں پائی جاتی ہیں اور بقول مسیح موعود علیہ السّلام وہ بہانگ دُہل اعلان کرتے ہیں:

ما مسلمانیم از فضل خدا! — مصطفیؐ ما را امام و مقتدا!
اندریں دیں آمدہ از ما دریم! — ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم!
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفانِ ما از جام اوست!
آں رسول کش محمدؐ ہست نام — دامنِ پاکش بدست ما مدام!
اقتدائے قول او در جانِ ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست

(سراج منیر، مطبوعہ ۱۸۹۷ء وضرورۃ الامام ٹائٹل)

جن امور کے ماننے یا کرنے سے شریعت اسلامی کی رُو سے کوئی انسان مسلمان و مومن ہوسکتا ہے، وہ گواہان مدعا علیہ نے قرآن مجید اور احادیث وفقہ کی رُو سے بالتفصیل اپنے بیانات میں ذکر کر دیے ہیں۔ خلاصہ کے طور پر ان امور کا ذکر کرتا ہوں۔ (۱) خدا تعالیٰ پر ایمان، (۲) ملائکہ پر ایمان، (۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان، (۴) اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان، (۵) آخرت پر ایمان، (۶) قضاء وقدر پر ایمان، (۷) کلمہ شہادتین کا اقرار، (۸) نماز کا قیام، (۹) زکوٰۃ کی ادائیگی، (۱۰) روزہ ماہِ رمضان، (۱۱) بشرط استطاعت حج بیت اللہ۔

اور یہ امور مندرجہ ذیل آیات واحادیث سے ثابت ہیں:

(۱) اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (الٰی) الْمُفْلِحُوْنَ (بقرۃ، ۴، ۵)، (۲) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍمِّنْ رُّسُلِهٖ (بقرۃ، ۲۸۵)، (۳) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بنی الاسلام علٰی خَمْسٍ شہادۃِ ان لا الٰہ الا اللّٰہ واَنَّ محمَّدًا عبدہٗ ورسولہٗ واقام الصلٰوۃ وایتاء الزکٰوۃ والحج وصوم رمضان۔

(مشکٰوۃ بحوالہ بخاری[۱] مسلم کتاب الایمان)

۱۔ بخاری رقم الحدیث ۸، مسلم ۱۶، ترمذی ۲۶۰۹، سنن نسائی ۵۰۰۱، مسند احمد ۴۷۹۸

www.khatmenubuwwat.org

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث بخاری و مسلم میں مروی ہے، جس میں ذکر ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر حضورؐ سے چند سوال کیے اور حضورؐ نے ان کے جوابات دیے۔ جبرئیل علیہ السّلام کے چلے جانے کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے۔ جاءکم یعلمکم دینکم. جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ ان کے سوالوں میں سے ایک سوال ایمان کے متعلق اور ایک اسلام کے متعلق بھی تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جبرئیلؑ کے سوال:

(ما الایمان) پر فرمایا: ان تؤمن باللّٰہ وملائکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الأخر وتومن بالقدر خیرہٖ وشرہٖ. اور سوال (ما الاسلام) کے جواب میں فرمایا: الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ وتقیم الصلٰوۃ وتؤتی الزکٰوۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا.

(مشکٰوۃ، ص ۱، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، کتاب الایمان)[۱]

چنانچہ گواہ مدعیہ نمبر۲ جرح کے جواب میں ان کو تسلیم کر چکا ہے۔

اور کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر مع شرح طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن کے صفحہ ۳،۴ پر ہے:

اصل توحید وما یصحُّ الاعتقاد علیہ یجبُ ان یقول اٰمنت باللّٰہ وملائکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والبعثِ بعدالموت والقدر خیرہ وشرہٖ من اللّٰہ تعالٰی والحساب والمیزان والجنۃ والنار حق کلہٖ.

پھر اس کے صفحہ ۳۴ پر اس کی شرح میں جو ابو منصور محمد بن محمد حنفی ماتریدی سمرقندی نے کی ہے، لکھا ہے: فمن اراد ان یکون من امۃ محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فقال بلسانہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ وصدق بقلبہ معناہ فھو مؤمن وان لم یعرف الفرائض والمحرمات...... چنانچہ یہ سب باتیں بفضلہٖ تعالٰی جماعت احمدیہ میں پورے طور پر پائی جاتی ہیں اور احمدی ان پر عامل ہیں۔ اور یہی عقائد و اعمال بانی جماعت احمدیہ علیہ التحیۃ کے تھے۔ اور آپ نے انہی کے ماننے اور کرنے کی اپنی جماعت کو تلقین کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱) اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ غیظ و غضب میں آ کر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔

اٰمنت باللّٰہ وملآئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والبعث بعد الموت واشھد ان لآ الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمد اعبدہٗ ورسولہٗ فاتقوا اللّٰہ ولا تقولوا الست مسلمًا واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون.

(ازالہ اوہام، حصہ اوّل، صفحہ، ۱۸۹۱ء)

(۲) ''اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں، جو اہل سنت والجماعت مانتے

۱۔ سنن ابی داؤد ۴۶۹۵، مسلم ۱، مسند احمد ۳۶۷

ہیں۔ اورکلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں۔[1]

(۳) پھر فرماتے ہیں، ”ہم وہ لوگ ہیں جن کا مقولہ ہے، لآ الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ آمنا باللّٰہ وملٰئکتہٖ ورسلہٖ وکتبہٖ والجنة والنار والبعث بعد الموت. یعنی ہم ایمان لائے ہیں خدا تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اور جنت و نار پر اور حشر ونشر پر۔“[2]

(۴) فرماتے ہیں، ”التعلیم للجماعة لا یدخل فی جماعتنا الا الذی دخل فی دین الاسلام واتبع کتاب اللّٰہ وسنن نبینا خیر الانام وآمن باللّٰہ ورسلہ الکریم الرحیم وبالحشر والنشر والجنة والجحیم وبعد ویقر بانہ لن یبتغی دینًا غیر دین الاسلام ویموت علٰی ھذا الدین عین الفطرة متمسکا بکتاب اللّٰہ العلّام. ویعمل بکل ما ثبت من السنة والقرآن واجماع الصحابة الکرام.“[3]

یعنی ہماری جماعت میں سے وہی ہوسکتا ہے جو دینِ اسلام میں داخل ہو اور خدا تعالیٰ کی کتاب اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنتوں کی پیروی کرے اور اللہ پر اور اس کے رسول کریم ورحیم پر ایمان لائے۔ اور ایمان لائے حشر ونشر اور جنت و نار پر۔ اور وعدہ کرے اور اقرار کرے کہ وہ بجز اسلام کو کسی اور دین کو ہرگز اختیار نہ کرے گا۔ اور مرے گا اسی دین پر مضبوط پکڑتے ہوئے خدائے علیم کی کتاب کو۔ اور کہ عمل کرتا رہے گا ہر اس چیز پر جو ثابت ہو سنت نبویؐ اور قرآن پاک سے اور صحابہ کرام کے اجماع سے۔

(۵) اور آپ تقدیر کے متعلق اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ”(خدا کی) قضا وقدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی آگے قدم رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔“[4]

پھر فرماتے ہیں:

قبضۂ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا!
پھیر دے میری طرف آ جائیں پھر بے اختیار

ان حوالوں کے علاوہ دیگر حوالہ جات کے لیے جن میں عام عقائد واعمال کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو (نور الحق، حصہ اوّل، ص ۵، اور کشتی نوح، ص ۱۴، اور تبلیغ رسالت، ج ۲، ص ۲۱، اور التبلیغ آئینہ کمالات اسلام، ص ۳۸۷، ۳۸۸، اور کتاب مواہب الرحمان، ص ۶۸، اور ایام الصلح، ص ۸۶، ۸۷۔ ان سب حوالہ جات کے لیے دیکھنا چاہیے: مطبوعہ بیان گواہ نمبر ا مدعا علیہ، ص ۴-۷)

جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اقوال اس امر میں بالکل واضح ہیں کہ آپ اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ ازروئے شریعت اسلام کسی مسلمان مومن میں جن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے، وہ جماعت احمدیہ اور بانیٔ جماعت میں من کل الوجوہ پائی جاتی ہیں۔ تو اس سے احمدی مدعا علیہ کا قطعی طور پر مسلمان ہونا ثابت ہے۔

۱۔ آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن، ج ۴، ص ۳۱۳
۲۔ انوار الاسلام، روحانی خزائن، ج ۹، ص ۳۵
۳۔ مواہب الرحمٰن، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۳۱۵
۴۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۱

www.khatmenubuwwat.org

(۱)

مختار مدعیہ کا اعتراض

مختار مدعیہ نے حوالہ جات منقولہ بالا کے متعلق ۱۰/اکتوبر کی بحث میں یہ اعتراض کیا ہے کہ مدعا علیہ کے گواہوں نے مرزا صاحب کے بعض حوالہ جات، جن میں اسلامی عقائد ماننے کا اقرار ہے، کل نو پیش کیے ہیں۔ جن سے بتایا ہے کہ مرزا صاحب کے عقائد بھی مسلمانوں کے ہیں۔ یہ ہمارے لیے مفید ہیں کہ پہلے تو وہ مسلمان تھے۔ لیکن بعد میں ان عقائد سے پھرے۔ جب تک مرزا صاحب کے دماغ میں نبوت کا خیال نہیں تھا اور دعویٰ نہیں کیا تھا، اس وقت تک یہ اسلامی عقائد کے بڑھ چڑھ کر دعاوی ہیں۔ مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا اور پیش کردہ کتب ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں۔

سو یہ مختار مدعیہ کا ایک صریح مغالطہ ہے اور اس کے ساتھ ہی اپنی جہالت کا اعتراف۔ کیونکہ گواہان مدعا علیہ نے جن کتب کے حوالجات پیش کیے ہیں، ان میں ۱۸۹۱ء کے بعد کی کتب کے حوالے بھی درج ہیں۔ جب کہ بقول گواہ مختار مدعیہ نمبر۲ حضرت مسیح موعود مسلمان نہیں رہے تھے۔ کیونکہ اس نے ۲۴/اگست کو بجواب سوالِ عدالت تسلیم کیا ہے کہ ازالہ اوہام کی تالیف تک مرزا صاحب مسلمان تھے۔ اور ازالہ اوہام ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔ اس لیے ۱۸۹۱ء کے بعد کی کتب کا حوالہ جب کہ گواہ مدعیہ نمبر۲ کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ مسلمان نہیں رہے تھے۔ اور نیز ان حوالہ جات میں ایک حوالہ مواہب الرحمان، مطبوعہ ۱۹۰۳ء کا اور ایک حوالہ کشتی نوح، مطبوعہ ۱۹۰۲ء کا بھی ہے۔ جو ۱۹۰۱ء کے بعد لکھی گئی ہیں، جبکہ بقول مختار مدعیہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے دعویٰ نبوت کر دیا تھا اور کافر ہو گئے تھے۔ لیکن حق برزبان جاری مختار مدعیہ کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ ان حوالہ جات میں جن عقائد کا ذکر ہے، ان سے واقعی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کی جماعت کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ اسلامی عقائد ہیں۔ مگر یہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے ہیں، اس لیے ان سے استدلال کرنا درست نہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ گواہان مدعا علیہ کا استدلال اسی صورت میں غلط ثابت ہوسکتا ہے کہ مختار مدعیہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتابوں سے ان کی تردید دکھا دیتا۔ مگر چونکہ وہ کوئی تردید پیش نہیں کر سکا، اس لیے یہ حوالہ جات بدستور قائم ہیں اور گواہانِ مدعا علیہ کا ان سے استدلال کرنا بالکل صحیح اور برمحل ہے۔

پھر مختار مدعیہ نے کہا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے مواہب الرحمان، مطبوعہ ۱۹۰۳ء پیش کی گئی ہے۔ لیکن مدعیہ کی طرف سے کفریہ عقائد ثابت کرنے کے لیے بدر ۵/مارچ ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا ہے (یہ اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ شمس) اور توحید کے خلاف ۱۵/مئی ۱۹۰۷ء (یعنی حقیقۃ الوحی، شمس) کا حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کی کوئی تحریر مدعا علیہ کی طرف سے پیش نہیں کی گئی۔ جس میں ایمان کا اقرار اور عقائد کفریہ سے انکار ہو۔

گواہان مدعا علیہ نے جو حوالے پیش کیے ہیں ان میں جن عقائد کا ذکر ہے، انہی پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام آخر تک قائم رہے اور ان کی تردید مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب سے پیش نہیں کی۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ آخر تک آپ کے وہی عقائد رہے جو اپنی پہلی کتابوں میں لکھ چکے تھے۔ اور اس بات کو ہر عقلمند بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ جب ایک شخص اپنے عقائد

www.khatmenubuwwat.org

اپنی کسی کتاب میں بیان کر دے اور پھر اس کے بعد کی کسی کتاب میں ان کی تردید نہ کرے تو اس کے وہی عقائد سمجھے جائیں گے جو اس نے اپنی پہلی کتاب میں لکھے تھے۔ لیکن اس واضح جواب کا ہوتے ہوئے بھی مختار مدعیہ کی تسلی نہ ہو تو اس کے لیے میں حقیقۃ الوحی، جو ۱۹۰۷ء میں چھپی ہے اور چشمۂ معرفت جو ۱۵ر مئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی، چند تحریریں ذیل میں لکھ دیتا ہوں۔

چنانچہ آپ آیت: یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ سے لے کر الْمُفْلِحُوْنَ (بقرۃ،۴،۵) تک لکھ کر فرماتے ہیں: ''خدا اِن آیات میں فرماتا ہے کہ متقی وہ لوگ ہیں کہ جو پوشیدہ خدا پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز کو قائم کرتے ہیں، اور اپنے مالوں میں سے کچھ خدا کی راہ میں دیتے ہیں، اور قرآن شریف اور پہلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، وہی ہدایت کے سر پر ہیں، اور وہی نجات پائیں گے۔ ان آیات سے یہ تو معلوم ہوا کہ نجات بغیر نبی کریم پر ایمان لانے اور اس کی ہدایات نماز وغیرہ کے بجا لانے کے نہیں مل سکتی۔ اور جھوٹے ہیں وہ لوگ جو نبی کریم کا دامن چھوڑ کر محض خشک توحید سے نجات ڈھونڈتے ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی، ص۱۳۳-۱۳۴)

اور فرماتے ہیں: ''اللہ وہ ہے جس نے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھیجا، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاوے تبھی اس کا ایمان معتبر اور صحیح سمجھا جائے گا۔ جب کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لاوے۔''[1]

اور فرماتے ہیں: ''میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔''[2]

اور فرماتے ہیں: ''پس گناہ سے محفوظ رہنے اور صدق اور وفاداری اور محبت میں ترقی کرنے کے لیے جس امر کو تلاش کرنا چاہیے وہ محض اسلام میں موجود ہے۔''[3]

اور فرماتے ہیں: ''اس نے (یعنی خدا نے۔ شمس) محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ میں اس کے عظیم الشان نبی اور اس کے قوی الطاقت کلام کی پیروی کرتا ہوں اور اس سے محبت رکھتا ہوں۔ اور وہ خدا کا کلام جس کا نام قرآن شریف ہے۔ جو ربانی طاقتوں کا مظہر ہے۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔''[4]

اور فرماتے ہیں: ''ہم لوگ جو قرآن شریف کے پیرو ہیں اور ہماری شریعت کی کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن شریف ہے، اس لیے ہم خدا تعالیٰ سے اکثر عربی میں الہام پاتے ہیں۔ تا وہ اس بات کا نشان ہو کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے، وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ سے ملتا ہے اور ہم ہر ایک امر میں اسی ذریعہ سے فیض یاب ہیں۔''[5]

اور آیت: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ (بقرۃ،۲۸۵)، جس میں تمام ایمانیات کا ذکر ہے اور جسے گواہانِ مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں قرآن مجید سے ایمانیات ثابت کرنے کے لیے ذکر کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مضمون ملحقہ چشمۂ معرفت، صفحہ ۶ میں مع ترجمہ تحریر فرمایا ہے۔ اور ہندوؤں کو اسلام کی طرف رغبت دلاتے ہوئے فرمایا ہے۔

ایسا ہی آپ لوگ بھی صدقِ دل سے اس کلمہ پر ایمان لائیں کہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۴۶
۲۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۶۷
۳۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۳۱۲
۴۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۴۱۰
۵۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۲۱۹ - ۲۱۸

www.khatmenbuwwat.org

اور حقیقۃ الوحی سے جو اُمور مختار مدعیہ نے اپنی کمال نادانی سے خلاف توحید سمجھ کر پیش کیے ہیں، اکثر ان سے براہین احمدیہ میں موجود ہیں جب کہ گواہان مدعیہ اور مختار مدعیہ کے نزدیک بھی آپ مسلمان تھے۔ جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا۔

اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مدعیہ کی طرف سے بدر ۵/ مارچ ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا ہے جس میں دعویٰ نبوت کا ذکر ہے، لیکن مدعا علیہ کی طرف سے اس کے بعد کی کوئی تحریر پیش نہیں کی گئی۔ صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ مدعا علیہ کی طرف سے اخبار عام ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا۔ اور یہ ایک خط ہے جو آپ نے ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی وفات سے تین دن قبل ایڈیٹر اخبار عام کے نام تحریر فرمایا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:

’’میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہو کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں۔ اور شریعت اسلامیہ کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے، بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو، دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے، تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شوشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔ صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشین گوئی کرنے والا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنی تحقیق نہیں ہو سکتے ان معنوں سے میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں، تا کہ ہمارے سیّد و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہو گا، اور نبی بھی ہوگا۔‘‘

یہ آخری مکتوب ہے جو اپنی وفات سے تین دن پیشتر آپ نے تحریر فرمایا۔ اس میں آپ نے صاف طور پر تحریر فرمایا ہے، ’’میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شوشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔‘‘ اور آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنا سیّد و آقا بیان فرمایا۔ اور ہر ایک بات سے جس کی وجہ سے اسلام سے قطع تعلق ہو بیزاری کا اعلان فرمایا۔ پس اس آخری تحریر سے ثابت ہے کہ آپ کا مذہب سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں تھا۔ اور مدعا علیہ کو بھی اقرار ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ جیسا کہ جواب دعویٰ سے ظاہر ہے۔ اس لیے دعویٰ مدعیہ خارج ہونا چاہیے۔

www.khatmenubuwwat.org

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے بعض الہامات پر اعتراضات

مذکورہ بالا حوالہ جات سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا عقیدہ توحید باری کے متعلق بالکل واضح ہے۔لیکن مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہامات سے غلط مفہوم لے کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ آپ اسلامی توحید کے قائل نہیں ہیں، بلکہ اپنے آپ کو خدا کے ساتھ شریک اور اس کی مانند ٹھہراتے ہیں، اور خدا تعالیٰ کو ایسی صفات سے متصف مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے شایاں نہیں ہیں۔

(۱)

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔[۱]

مختار مدعیہ نے اس کشف سے یہ استدلال کیا ہے کہ باقی جماعت احمدیہ (نعوذ باللہ) خدا ہونے کے مدعی ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں الوہیت نہیں ہوسکتی ولی ہو یا نبی۔ اور ایسا شخص جو یہ کہتا ہو وہ اگر کروڑ مرتبہ بھی لا الٰہ الا اللہ کہے تو وہ قابلِ قبول نہیں۔ اس لیے مرتد ہوا اور اس کا نکاح فسخ ہونا چاہیے۔

حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس کشف اور رؤیا سے یہ کبھی نہیں سمجھا کہ آپ خدا بن گئے ہیں اور نہ کبھی آپ نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

یہ ایک نہایت رکیک اور ذلیل مغالطہ ہے جو روزِ روشن میں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس امر کو مختار مدعیہ نے حضرت اقدسؑ کی طرف منسوب کیا ہے، وہ آپ کا عقیدہ نہیں، بلکہ وہ ایک رؤیا ہے۔ چنانچہ جو الفاظ مختار مدعیہ نے آئینہ کمالات اسلام سے پڑھے ہیں، اُن میں بھی یہ امر موجود ہے کہ ”میں نے خواب میں دیکھا اور خواب میں ہی میں نے یقین کیا کہ میں خدا ہوں۔“ کیا یہ عبارت صاف طور پر نہیں بتاتی کہ اس سے پہلے کشف کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے اپنی خدائی کا دعویٰ کا اظہار مقصود نہیں، بلکہ ایک کشف اور رؤیا ہے جو تعبیر طلب ہے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ جو امر خواب میں دیکھا جائے وہ حقیقت پر محمول کیا جانا ضروری نہیں۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السّلام نے خواب میں دیکھا کہ چاند، سورج، ستارے مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے باپ سے کہا، يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ. (یوسف،۴) اے میرے باپ! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اور آیت: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ (حج، ۱۸) سے ثابت ہے کہ ستارے اور سورج و چاند صرف خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور کسی کے لیے نہیں۔ تو کیا مختار مدعیہ یہاں بھی یہ نتیجہ نکالے گا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے جو رؤیا میں سورج، چاند اور ستاروں کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا تو انہوں نے درحقیقت خدائی کا دعویٰ کیا۔

۱۔ کتاب البریہ، روحانی خزائن، ج ۱۳، ص ۱۰۳

www.khatmenubuwwat.org

(۲) اصل بات یہ ہے کہ رؤیا میں ایسے نظارے دکھلائے جاتے ہیں جو عالم اعیان میں اگر ہوں تو شریعت کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا رؤیا میں دیکھنا کہ آپ کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں۔ (بخاری، کتاب الرؤیا، مسلم، الجزء الثانی، ص ۲۷۸، کتاب الرؤیا) حالانکہ سونے کا پہننا مرد کے لیے ناجائز نہیں، بلکہ حرام ہے۔

(۳) اسی طرح ارشاد رحمانی میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے متعلق ان کے مرید دیوبندیوں کے مسلم مقتدا مولوی محمد علی مونگیری لکھتے ہیں، ''کہ آپ نے فرمایا کہ ہم نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ اپنی والدہ سے صحبت کی اور اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ یہ دیکھ کر ہم بہت گھبرائے۔ حضرت سے عرض کیا۔ فرمایا کہ اس خواب کو دیکھنے والا ولی ہوگا۔ ماں کی صحبت سے اشارہ خاکساری ہے۔ اور بھائی کے قتل سے مراد نفس کا مار ڈالنا ہے۔ صوفیہ نے لکھا ہے کہ تا از مادر خود جفت نشود و برادر خود نہ کشد کامل نشود۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت![1] عرصہ ہوا والدہ سے صحبت کرتے ہوئے تو میں نے بھی اپنے آپ کو دیکھا تھا، مگر بھائی کا قتل کرنا مجھے یاد نہیں پڑتا۔ فرمایا کہ اتنی ہی کسر ہے۔'' (ارشاد رحمانی و فضل یزدانی، ص ۵۷)

(۴) اور بھی ایسی مثالیں بہت سی موجود ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں، **رأیت ربی فی صورة شابٍ امرد قطط له وفرةٌ من شعرٍ وفی رجلَیه نعلان من ذهب.** (الحدیث) (الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۱۶۳۔ نیز احادیث المصنوع فی احادیث الموضوع، ص ۱۴، مطبع فاروق دہلی) کہ میں نے اپنے رب کو ایک بے ریش جوان کی شکل میں دیکھا، جس کے بال کان کی لَو تک پہنچے ہوئے تھے اور اس کے پاؤں میں سونے کا جوتا تھا۔ اور اس کے متعلق المصنوع فی احادیث الموضوع الامام العلامۃ نور الدین علی بن سلطان القاری الہروی، مطبوعہ مجتبائی، ص ۱۳ میں لکھا ہے کہ ''**حدیث ابن عباس صحیح لا ینکرهٗ الا معتزلیٌّ.**'' کہ ابن عباسؓ کی یہ حدیث صحیح ہے اور سوائے معتزلہ کے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ اور علامہ محمد طاہر بھی فرماتے ہیں کہ حدیث: ''**رأیت ربی فی صورة شاب له وفرة صحیح.**'' (تذکرۃ الموضوعات بر حاشیہ المصنوع فی احادیث الموضوع، ص ۷، یعنی یہ حدیث صحیح ہے)۔

کیا مختار مدعیہ حضرت یوسف علیہ السّلام اور خاص کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رؤیا کے متعلق بھی یہی کہے گا کہ نبیوں کا خواب چونکہ وحی ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا حقیقت پر محمول ہونا چاہیے۔ اور وہ یہ تسلیم کرے گا کہ اللہ تعالیٰ بے ریش نوجوان کی صورت میں ہے اور سونے کے جوتے پہنا کرتا ہے۔ اور یہی رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اعتقاد تھا؟ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

''ایسے کشوف اور حالات دوسروں پر بھی گزرے ہیں۔''

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے صرف یہی ظاہر نہیں کر دیا کہ یہ خواب ہے، بلکہ آئینہ کمالات اسلام میں اس رؤیا کا ذکر کر کے فرماتے ہیں، ''**رأیتنی فی المنام انی عین اللّٰہ**، کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو خدا دیکھا۔ **واعنی بعین اللّٰہ رجوع الظِّل الٰی اَصلِهٖ وغیبوبتهٖ فیه کما یَجری مثل هٰذهِ الحالاتِ فی بعض الاوقات علی المحِبّین.**''[2]

۱۔ اعلیٰ حضرت سے مقصود شاہ محمد آفاق قدس سرہٗ ہیں۔ (ارشاد رحمانی، ص ۴۸)

۲۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۵۶۴

www.khatmenubuwwat.org

یعنی اپنے آپ کو عین اللہ دیکھنے سے ظل کا اپنے اصل کی طرف رجوع اور اس میں غائب اور محو ہو جانا مراد ہے، جیسا کہ اس قسم کے حالات بعض اوقات عاشقانِ الٰہی پر طاری ہو جات ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ واقعہ آپ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ دوسرے مقربانِ بارگاہ الٰہی بھی اس سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جیسے آپ نے اس رؤیا میں یہ دیکھا ہے، کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا۔ اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں۔ یا اس شے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثناء میں مَیں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ میرا کوئی بھی ذرّہ باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا کہ میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی اور اس کی ربوبیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے۔ (عربی الفاظ) **وضربت حول قلبی سرادقات الحضرة ودقق نفسی سلطان الجبروت** سو نہ تو میں میں رہا اور نہ میری کوئی تمنا باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی۔ (عربی عبارت) **انهدمت عمارة نفسی کلها وتراء ت عمارات ربّ العالَمین وانمحت اطلال وجودی وعفت بقایا انا نیتی وما بقیت ذرة من هَوِیَّتِی۔**

میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضاء میرے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء ہیں۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں۔ اس حالت میں مَیں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام، نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو پہلے تو میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا، جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشائے حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا کہ **اِنّا زیّنّا السمآء الدنیا بمصابیح۔**[1]

یہ وہ کشف ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ حالانکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے دیکھا ہے۔ ایسا ہی حضرت سیّد عبدالکریم جیلی اپنی کتاب الانسان الکامل، جلد ا، صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں:

> **ومنهم ای من اهلِ تجلی الصفات من تجلّی اللّٰه علیه بصِفَةَ القدرةَ وتونت الاشیاء بقدرتهٖ فی العالم الغَیبی وکان علٰی انموذجه فی العالم العینی وفی هذا التجلّی سمعتُ صَلصلة الجرسِ فانحل ترکیبی واضْمَحلّ رسمی وانمحٰی اسمِی فکُنتُ لشدة مالاقیتُ مثل الخرقة البالیة المعلقة فی الشجرة العالیةِ تذهبُ بها الرّیح الشدیدةُ شیئًا فشیئًا لا ابَصر شهودًا الا برقًا ورعودًا وسهابًا یمطر بالانوار وبحارًا تموج بالنّارِ والتَقتِ السماءُ والارضُ وانا فی الظلماتِ**

ا۔ کتاب البریہ، روحانی خزائن، ج ۱۳، ص ۱۰۵-۱۰۴

بَعضها فوق بعضٍ فلم تزل القدرة تخترع بی ما هو الا قوی فالاقوی وتخترق بی ما هو الا هوی فالا هوی الیی ان ضرب الجلالُ علیَّ سرادق المتعال ولَج جمل الجَمال فی سم الخیال ففتق فی المنظر الا علی رتق الید الیمنٰی فحینئذٍ تکوّنتِ الاشیاء وزال العماء ونودی بعد ان استوی الفُلک علی الجودیّ ایها السماء والارض ائتِیا طوعًا او کرهًا قالتا اتینا طائعین.

ترجمہ: اوران کاملین میں سے جن پر الٰہی صفات کی تجلی ہوئی وہ بھی ہیں۔ جن پر خدا تعالیٰ نے صفت قدرت کی تجلی فرمائی، جس سے اشیاء عالم خارجی کے نمونہ پر عالم غیبی پر ہویدا ہوئیں۔ پھر کہتے ہیں کہ جب مجھ پر یہ تجلی ہوئی تو میں نے گھنٹی کی آواز سنی۔ پس میرے جسم کی ترکیب و بناوٹ جاتی رہی اور میں اپنے سارے وجود سے معدوم ہوگیا، میرا نام ونشان باقی نہ رہا۔ اوراس دباؤ کی شدت کے سبب میں ایک بلند درخت میں لٹکے ہوئے چیتھڑے کی طرح ہوگیا، جس کو تند ہوا تھوڑا تھوڑا کر کے اڑائے لے جارہی تھی۔ میں ظاہر میں سوائے چمکوں اورگرجوں کے کوئی چیز نہ دیکھتا تھا اور بادل انوار برسا رہا تھا۔ اورسمندر آگ میں موجیں مار رہا تھا۔ اور آسمان اور زمین ایک دوسرے میں داخل ہوکرملیں گے اور میں سخت اندھیروں میں ہوگیا۔ پس قدرت میرے ذریعہ سے اقوی سے اقوی چیز بناتی گئی اورمحبوب سے محبوب چیزوں کو پھاڑتی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت عزت وجلال کے خیمے مجھ پر لگائے گئے...... پس اس وقت اشیاء پیدا ہوئیں اور بادل جو دھواں سا تھا، صاف ہوگیا۔ اور بعد اس کے جو کشتی جودی مقام پر ٹھہر گئی۔ آواز دے گئی کہ اے آسمان اور زمین! تم دونوں طوعاً یا کرہاً میری اطاعت کرو۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم بخوشی خاطر اطاعت کرتے ہیں۔

یہ کشف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کے اس کشف سے جس پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے۔ بالکل ہی مطابق ہے۔ کیا مختار مدعیہ اس پر بھی یہی استدلال کرے گا کہ حضرت سیّد عبدالکریم جیلی نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔

اورحضرت اقدسؑ نے اس کشف کے آخر میں یہ بھی فرما دیا ہے۔

”لا نعنی بهذهِ الواقعة کما یعنی فی کتب اصحاب وحدة الوجود وما نعنی بذالک ما هو مذهب الحلولیّینَ بل هٰذهِ الواقعة توافق حدیث النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم اعنی بذالک حدیث البخاری فی مرتبة قرب النوافل لعباد اللّٰه الصالحین.“ (آئینہ کمالات اسلام، ص ٦٦)

ہماری مراد اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدۃ الوجود کی کتب میں مراد لی جاتی ہے۔ اور نہ ہی ہماری مراد قائلین حلول کا مذہب ہے۔ بلکہ یہ واقعہ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیث کے موافق ہے۔ جو بخاری میں اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کے لیے مرتبہ قربِ نوافل میں بیان ہوئی ہے۔

اور وہ بخاری کی حدیث یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”لا یزال عبدی یتقرب اِلیّ بالنوافل حتی اُحِبهٗ فاذا اَحببتُه کنتُ سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها.“

(بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ج ۴، ص ۹۳)

www.khatmenubuwwat.org

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں کہ پس جب میں اس سے محبت کروں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ گواہ مدعیہ تو اس رؤیا اور کشف سے دعویٰ الوہیت نکالتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کتاب البریہ میں یہی کشف بیان کر کے اس سے مسیح کی الوہیت کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''اب حضرات پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں۔ اور ان الہامات کا یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن سے وہ اس کی خدائی نکالتے ہیں، ان الہامات سے بڑھ کر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کسی کی خدائی ایسے الہامات سے نکل سکتی ہے تو میرے الہامات سے نعوذ باللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی۔ اور سب سے بڑھ کر ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدائی ثابت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ آپ کی وحی میں صرف یہی نہیں کہ جس نے تجھ سے بیعت کی اس نے خدا سے بیعت کی۔ اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اور آپ کے ہر ایک فعل کو اپنا فعل ٹھہرایا ہے۔ اور یہ کہہ کر کہ: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى. (نجم۳،۴) آپ کے تمام کلام کو اپنا کلام ٹھہرایا ہے، بلکہ ایک جگہ تو تمام لوگوں کو آپ کے بندے قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے: قُلْ يٰعِبَادِىَ. (زمر، ۵۳) یعنی کہہ دو کہ اے میرے بندو!''[1]

اور دیوبندیوں کے مسلم مقتدا اور پیشوا جناب مولانا محمد اسماعیل شہید اسی کے قریب قریب فرماتے ہیں:

''اور بفحوائے حدیث: انا عند ظن عبدی بی و انا معہٗ اذ ذکرنی.

(میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں اور میں اسی کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے)۔ بعوض قلق اور اضطراب کے کہ جدائی میں اٹھایا تھا، خلعتِ مکالمہ اور سرور اس کو حاصل ہوتا ہے اور اس کی وحشت انس سے بدل جاتی ہے۔ اور مقامات فناء اور بقاء کے پردۂ اخفاء سے ظاہر ہوجاتے ہیں۔ اس وقت دریائے وحدت میں ڈوب کر اس کی عجب حالت ہوجاتی ہے اور کلمہ انا الحق (یعنی میں خود خدا ہوں) اور لیس فی جُبَّتِی سِوَی اللّٰہ (یعنی میرے جبہ میں سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں ہے) کہنے لگتا ہے۔ چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ جب ایک ہولے کے ٹکڑے کو آگ میں ڈالتے ہیں اور آگ چاروں طرف سے احاطہ کرتی ہے تو اجزائے لطیفہ آگ کے نفس و جوہر لوہے میں اثر کر کے اس کو اپنا ہم شکل اور ہم رنگ اور ہم صفت بنا لیتے ہیں۔ تب جلانا اور بھوننا جو آگ کی خاصیت میں سے ہے، اس لوہے کو حاصل ہوجاتا ہے۔ اور ظاہر میں بھی وہ لوہا آگ کے اتصال سے سرخ ہوکر مثل آگ کے بن جاتا ہے۔ اگرچہ دراصل وہ لوہے کا لوہا ہی ہے۔ لیکن بسبب ہجوم آگ کے صرف آثار اور احکام آگ کے اس کو حاصل ہوگئے ہیں۔ گو وہ آثار اور احکام ابھی تک بھی آگ ہی کے ہیں۔ لیکن اگر لوہے کو اس وقت زبان ہوتی تو وہ ضرور پکار اُٹھتا کہ میں وہ آگ ہوں جس سے کاروبار طبّاخوں اور لوہاروں اور سناروں وغیرہ ارباب صنائع کے انجام پاتے ہیں۔ پس اسی طرح پر

۱۔ کتاب البریہ، روحانی خزائن، ج۱۳، ص ۱۰۵

www.khatmenubuwwat.org

جذب کوشش رحمانی نفسِ کاملہ اس طالب کو بحر احدیت کی طرف کھینچتی ہے تو پھر یہ مشت خاک مثلِ پارۂ آہن اپنی اصلیت کو فراموش کر کے کلمہ انا الحق وغیرہ کہنے لگتا ہے۔ کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ حضر علیہ السّلام نے کہا تھا کہ **وما فعلتهٗ عن امری.** یعنی (کشتی کا توڑنا وغیرہ) میں نے خودنہیں کیا۔ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میں اس وقت اپنے بندے کا کان ہو جاتا ہوں کہ سنتا ہے مجھ سے، اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں کہ دیکھتا ہے مجھ سے، اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ پکڑتا ہے مجھ سے، اور میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں کہ بولتا ہے مجھ سے۔ مگر یہ بات بہت باریک اور مسئلہ نہایت نازک ہے۔ اس کے پیچھے پڑنا نہیں چاہیے۔ لیکن جب کسی سالک پر یہ باتیں ظاہر ہوں تو وہ اس سے انکار بھی نہ کرے کیونکہ جب وادی مقدس میں آگ نے کہا تھا: **انی انا لله رب العالمین** (یعنی میں رب جہانوں کا ہوں)۔ اگر نفس کاملہ اس اشرف موجودات کا کہ نمونہ ذات الٰہی کا ہے۔ کلمہ انا الحق کہے تو جائے تعجب نہیں ہے۔ (سوانح احمدی، ص ۷۸-۷۹)

(۱) چنانچہ شیخ فریدالدینؒ صاحب عطار سرخیل صوفیہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: ''جو شخص حق میں محو ہو جاتا ہے، وہ حقیقت میں سرتاپا حق ہی ہوتا ہے۔ اور اگر وہ آدمی خود نہ رہے اور سب حق کو ہی دیکھے تو یہ عجیب نہیں ہوتا۔'' (تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۴۹)

(۲) کتاب خزائن اسرار الکلم شرح فصوص الحکم کے مقدمہ کے صفحہ ۲۳،۲۴ میں لکھا ہے:

''آیت: **اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ** (فتح،۱۰) سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم عین اللہ تھے۔ اور صحابہ کرام وقت اس بیعت کے مشاہد حق تعالیٰ کے تھے۔ پیچ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کہ مظہر اکمل اس کے ہیں۔ پھر تاکید فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس معنی کی اور کہا کہ ہاتھ اللہ کا اوپر ہاتھ صحابہ مبایعین کے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم عین اللہ ہیں۔ مشاہدے میں صحابہ مبایعین کے اور ہاتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہاتھ اللہ کا ہے۔ اس مشاہدے میں۔''

سلف صالحین کے اس قسم کے بہت سے اقوال ہیں۔ لیکن اختصار کی غرض سے انہی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اور اب میں اس رؤیا کی جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے دیکھی، حکمت بتلاتا ہوں۔

اس رؤیا میں درحقیقت اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جو اس مقدمہ میں پیش ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مسلمان اور صراطِ مستقیم پر تھے۔ یا نعوذ باللہ صراطِ مستقیم سے برگشتہ اور کافر۔ سو یہ رؤیا جواب ہے۔ اس سوال کا کہ آپ صراطِ مستقیم پر تھے اور پکے مسلمان تھے۔ چنانچہ آج سے چھ سو سال پیشتر علامہ عبدالغنی النابلسی اپنی کتاب تعطیر الانام فی تعبیر الاحلام میں لکھت ہیں: ''**من رأی کانه صار الحق سبحانهٗ وتعالیٰ اهتدی الی الصراط المستقیم.**'' (تعطیر الانام، ج ۱، ص ۹) جو شخص دیکھے کہ گویا وہ خود خدا ہو گیا ہے۔ تو وہ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا۔ یعنی وہ صراطِ مستقیم پر ہوگا۔ یہ تعبیر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے خود نہیں کبھی بلکہ آپ کے وجود سے کئی سو سال پیشتر کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ خواب میں انسان اپنے آپ کو خدا دیکھ سکتا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

ع کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

یہ تو ایک کشف تھا اب ہم حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ دربارۂ توحید الٰہی درج کرتے ہیں۔ آپ اپنا الہام ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''یعنی تو کہہ دے کہ اے لوگو! میں تمہاری مانند ایک بشر ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اور تمام خیر قرآن میں ہے۔''[۱]

اور فرماتے ہیں: ''اے سننے والو! سنو کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اس کے ہو جاؤ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو، نہ آسمان میں نہ زمین میں...... وہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں۔ اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور جس کی طرف کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں۔ اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں۔''[۲]

اور فرماتے ہیں: ''تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی۔ جس نے میرے لیے زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھے اس زمانہ کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں، نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔''[۳]

(۲)

خالق الارض والسماء ہونے کا دعویٰ

مختار مدعیہ کے علاوہ گواہ مدعیہ نمبر الف نے اس کشف کے آخری حصہ پر، جس میں زمین و آسمان کے خلق کا ذکر ہے، یہ اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خالق جانا۔ اور اگر کوئی شخص خدائی کا دعویٰ کرے اور اپنے آپ کو خالق جانے، وہ اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے۔

مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ خواب ہے۔ کیونکہ گواہ مذکور نے آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۵۶۴ کے الفاظ **ورایتنی فی المنام** لکھوا کر یہ ترجمہ لکھوایا ہے کہ ''میں نے خواب میں دیکھا۔'' اور جو معاملہ خواب میں دکھائی دے اس کو واقعہ پر محمول کرنا اور خواب دیکھنے والے کا عقیدہ قرار دینا حد درجہ کی سفاہت ہے۔ یا پرلے درجے کی شرارت۔ مختار مدعیہ کے اس کشف پر اعتراض کے جواب میں اوپر بتا دیا جا چکا ہے، لہٰذا اس جگہ ہمیں صرف تین باتوں پر غور کرنا باقی ہے:

۱۔ کیا خواب میں آپ نے موجودہ زمین و آسمان کے بنانے کا ذکر کیا ہے؟

۲۔ اگر نئے زمین و آسمان بنانے کا ذکر ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟

۱۔ دافع البلاء، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۲۷
۲۔ الوصیت، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۳۰۹
۳۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۲۰

www.khatmenubuwwat.org

۳۔ کیا آپ اپنے آپ کو موجودہ زمین وآسمان کا خالق سمجھتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو؟

پہلی بات کے متعلق تو خود کشف کے الفاظ سے ثابت ہے کہ اس میں موجودہ زمین وآسمان کا ذکر نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اس حالت میں مَیں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔''

اب دوسری بات کے معلوم کرنے کے لیے کہ آپ نے نئی زمین اور نئے آسمان سے کیا مراد بیان فرمائی ہے۔ میں حضرت اقدس کی وہ عبارت پیش کرتا ہوں جس میں آپ نے اس کشف پر مولویوں کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ کشفی رنگ میں مَیں نے دیکھا کہ میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا۔ اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں۔ اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ اس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے۔''[۱]

اور فرماتے ہیں: ''خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنا دے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے، جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اس کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ دنیا نے خدا کی اس نئی تجلی سے دشمنی کی۔''[۲]

اور فرماتے ہیں: ''ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔''[۳]

اور فرماتے ہیں: ''مجملاً صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ اس قدر ان کو جنبش دینے کے لیے کچھ آسمانی کارروائی ظہور میں آئے گی اور ہولناک نشان ظاہر ہوں گے۔ تب لوگ جاگ اٹھیں گے کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے۔ کیا یہ وہی زمانہ نہیں جو قریب قیامت ہے۔ جس کی نبیوں نے خبر دی ہے۔ اور کیا یہ وہی انسان نہیں جس کی نسبت اطلاع دی گئی تھی کہ اس امت میں سے وہ مسیح ہو کر آئے گا جو عیسیٰ بن مریم کہلائے گا۔ تب جس کے دل میں ذرّہ بھی سعادت اور رُشد کا مادہ ہے، خدا تعالیٰ کے غضبناک نشانوں کو دیکھ کر ڈرے گا۔ اور طاقت بالا اس کو کھینچ کر حق کی طرف لے آئیں گی۔ اور اس کے تمام تعصب اور کینے جل جائیں گے، جیسا کہ ایک خشک تنکا بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑ کر بھسم ہو جاتا ہے۔ غرض اس وقت ہر ایک رشید خدا کی آواز سن لے گا اور اس کی طرف کھینچا جائے گا۔ اور دیکھ لے گا کہ اب زمین اور آسمان دوسرے رنگ میں ہے۔ نہ وہ زمین ہے اور نہ وہ آسمان۔ جیسا کہ مجھے پہلی اس سے ایک کشفی رنگ میں دکھلایا گیا تھا کہ میں نے ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان بنایا۔ ایسا ہی یہ عنقریب ہونے والا ہے۔ اور کشفی رنگ میں یہ بنانا میری طرف منسوب کیا گیا ہے۔ کیونکہ خدا نے اس زمانہ کے لیے مجھے بھیجا ہے۔ لہٰذا اس نئے آسمان اور نئی زمین کا میں ہی موجب ہوا۔ اور ایسے استعارات خدا کی کلام میں بہت ہیں۔''[۴]

اور نئے آسمان اور نئی زمین کا محاورہ حضرت اقدسؑ ہی کا کشف میں موجود نہیں، بلکہ ایک عظیم الشان تغیر کے لیے پہلی کتابوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ انجیل میں پطرس حواری کا قول ہے: ''اس کے وعدے کے مطابق ہم ایک نئے آسمان اور

۱۔ چشمہ مسیحی، روحانی خزائن، ج۲۰، ص۳۷۵
۲۔ کشتی نوح، خزائن ۱۹، ص۷
۳۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۱۰۲
۴۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج۲۱، ص۱۰۹

نئی زمین کا انتظار کرتے ہیں، جن میں راست بازی لبی رہے گی۔" (پطرس،۳/ ۱۳) اور عہد نامہ قدیم میں یسعیاہ نبی کی کتاب میں لکھا ہے: "دیکھو میں نئے آسمان اور نئی زمین کو پیدا کرتا ہوں۔ اور جو آگے تھے ان کا پھر ذکر نہ ہوگا اور وہ خاطر میں پھر نہ آویں گے۔ تم میری اس نئی خلقت سے ابدی خوشی اور شادمانی کرو۔" (یسعیاہ، ۶۵/ ۱۷، ۱۸)

اور علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

"اب چرخ کی ہیں نئی ادائیں چلنے لگیں اور ہی ہوائیں
چھیڑے جو گئے نئے افسانے نغمہ وہ رہا نہ وہ ترانے
پھونکا ہے فلک نے اور افسوں اب رنگ زمانہ ہے دگر گوں
سیارے ہیں اب نئی چمک کے وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورت ملک و دیں نئی ہے افلاک نئے زمین نئی ہے"

(مثنوی صبح امید، ص ۵)

ان تصریحات کی موجودگی میں ہر ایک عقلمند بخوبی جان سکتا ہے کہ شاہد نے جو نتیجہ اس رؤیا سے نکالا ہے، وہ حضرت اقدسؑ کی تحریروں کے بالکل برعکس ہے۔ اور آپ کے منشاء کے صریح خلاف اور یہ اس نے صرف عدالت کو مغالطہ دینے کے لیے کیا ہے۔ ورنہ آئینہ کمالات اسلام میں اسی رؤیا کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ صریح ارشاد بھی موجود ہے:

"والُقِی فی لبی ان ھذا الخلق الذی رأیتہٗ اشارۃ الی تائیدات سماویّۃٍ وارضیۃٍ وجعل الاسباب مرافقۃً للمطلوب وخلق کل فطرۃٍ مناسبۃ مستعدّۃ لِلُلحوقِ بالصالحین الطّیّبین والقی فی بالی انّ اللّٰہ ینادی کل فطرۃ صالحۃٍ من السماء ویقول کُونی علی عُدّۃٍ لنصرۃِ عبدی وارحَلُوا الیہ مسارعین."[۱]

اور میرے قلب میں یہ القا کیا گیا کہ رؤیا میں نئے آسمان اور نئی زمین کی خلق کا جو میں نے مشاہدہ کیا ہے۔ اور یہ سماوی اور ارجی تائیدات اور اسباب کو مطلوب کے موافق بنانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور ہر فطرت جو پاکباز صالحین کے ساتھ ملنے کی استعداد رکھتی ہے۔ اس کو طیار کرنا ہے۔ اور میرے دل میں یہ بھی ڈالا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک نیک فطرت کو آسمان سے آواز دے گا اور کہے گا کہ تو میرے بندے کی نصرت کے لیے تیار ہو جا اور اس کی طرف تیزی سے جاؤ۔

پس شاہد مدعیہ کا اس تشریح کو عمداً نظر انداز کر کے عدالت کو مغالطہ دینا اسے ایک ثقہ شاہد کی حیثیت سے بالکل گرا دیتا ہے۔

تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب اس اقرار سے بھری پڑی ہیں کہ زمین و آسمان و مافیہما کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ چنانچہ آپ آئینہ کمالات اسلام ہی میں جس سے شاہد نے حوالہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"اِنّی اعتقد من صَمِیم قلبی انَّ للعالَم صانعا قدیرًا واحدًا قادرًا کریما مقتدرًا علی کُلِّ ما

۱۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۵۶۶

ظَهَروا ختفى.“[1]

کہ میں صمیم قلب سے اعتقار رکھتا ہوں کہ اس جہاں کا ایک واحد صانع ہے جو ہر ایک ظاہری اور پوشیدہ چیز پر مقتدر اور قادر ہے۔

اور فرماتے ہیں: ”جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا، کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو۔“[2]

اور فرماتے ہیں: ”یعنی ہمارا خدا وہ خدا ہے جس نے چھ دن میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور پھر عرش پر قرار پکڑا۔ یعنی اوّل اس نے اس دنیا کے تمام اجرام سماوی اور ارضی کو پیدا کیا اور چھٹے دن میں سب کو بنایا۔ (چھ دن سے مراد ایک بڑا زمانہ ہے) اور پھر عرش پر قرار پکڑا۔ یعنی تنزہ کے مقام کو اختیار کیا۔“[3]

اور فرماتے ہیں:

”اے خالق ارض و سما بر من در رحمت کشا
دانی تو آں در و مراکز دیگراں پنہاں کنم“

(درثمین)

اور فرماتے ہیں:

اے قدیر و خالق ارض و سما!
اے رحیم و مہربان و رہنما![4]

(۳)

اللہ تعالیٰ کو تیندوے سے تشبیہ دی

گواہ مدعیہ نمبر۲ نے اپنے بیان میں ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کو تیندوے سے تشبیہ دی ہے۔ حالانکہ وہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (شوریٰ، ۱۱) کا مصداق ہے۔ یہ گواہ مدعیہ کا نہایت ہی قابلِ نفرت مغالطہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا قطعاً یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تیندوے کی طرح ہے۔ بلکہ آپ کا عقیدہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (شوریٰ، ۱۱) کے مطابق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”وہ وہی واحدۂ لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ اور وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔

۱۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۳۸۴
۲۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۲۰
۳۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۱۱۹
۴۔ حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن، ج ۱۴، ص ۴۳۴

اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں، وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے، اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثّل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کرسکتا ہے۔ مگر اس کے لیے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔''[1]

اور فرماتے ہیں: ''خدا کا اپنی صفات میں انسان سے بالکل علیحدہ ہونا قرآن شریف کی کئی آیات میں تشریح کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک یہ آیت ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ. (شوریٰ، ۱۱) یعنی کوئی چیز اپنی ذات اور صفات میں خدا کی شریک نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''[2]

اور فرماتے ہیں: ''پس سمجھانے کے لیے پہلی صفت کا نام غضب اور دوسری صفت کا نام محبت رکھا گیا ہے۔ لیکن نہ وہ غضب انسانی غضب کی طرح ہے اور نہ وہ محبت انسانی محبت کی طرح ہے۔ جیسا کہ وہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ. (شوریٰ، ۱۱) یعنی خدا کی ذات اور صفات کی مانند کوئی چیز نہیں۔''[3]

ان حوالہ جات سے جو ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں، ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مانند کوئی چیز نہیں۔ لیکن جیسا کہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے جزا و سزا کی کیفیت سمجھانے کے لیے غضب اور محبت کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور فرمایا ہے: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (بقرۃ، ۲۰۰) جیسے تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو، ویسے اللہ کو یاد کرو۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات میں تصرف کی حقیقت سمجھانے کے لیے تخیل اور فرض کے طور پر ایک مثال دی ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں: ''اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھانے کے لیے تخیلی طور پر ہم فرض کرسکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بیشمار ہاتھ پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہاء طول اور عرض رکھتا ہے۔ اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔ یہ وہی اعضاء ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالم نام ہے۔'' (توضیح المرام، ص ۷۵)

آگے فرماتے ہیں: ''پس یہی ایک عام فہم مثال اس روحانی امر کی ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ مخلوقات کی ہر ایک جزو خدا تعالیٰ کے ارادوں کی تابع اور اس کے مقاصد مخفیہ کو اپنے خادمانہ چہرہ میں ظاہر کر رہی ہے۔ اور کمال درجہ کی اطاعت سے اس کے ارادوں کی راہ میں محو ہو رہی ہے۔''[4]

اور حدیث میں آتا ہے: ''ان اللّٰہ یقبل الصدقۃ فُیربّھا کما یُربّی احدکم فلوہ.'' (متفق علیہ، تفسیر مظہری، ص ۳۱۳)

کہ خدا تعالیٰ صدقہ کو قبول کرتا ہے اور اس کو ایسے بڑھاتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی بچہ شتر کی پرورش کر کے اسے بڑھاتا ہے۔ پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہاں اللہ تعالیٰ کی تشبیہ ایک اونٹ کے بچے کے مربی سے دی ہے۔ اور قرآن مجید میں اللہ

۱۔ الوصیت، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۱۰-۹
۲۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۲۷۳
۳۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۴۷-۴۶
۴۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۹۰

www.khatmenubuwwat.org

تعالیٰ فرماتا ہے: اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ (نور، ۳۵) کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اور اس کے نور کی کیفیت سمجھنا چاہتے ہو تو اس کے نور کی مثال ایک طاقچہ کی ہے، جس میں چراغ ہو، اور چراغ پھر شیشہ میں، جو چمکیلے ستارے کی مانند ہے۔ اور احادیث میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا ہے کہ نورٌ انّی اراہُ. کہ وہ تو نور ہے، میں اسے کیونکر دیکھ سکتا ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تو مثال بیان کرتے ہوئے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ یہ مثال تخیلی طور پر اور فرض کر کے بیان کی گئی ہے۔ پس اس مثال دینے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت اقدسؑ خدا تعالیٰ کے بے مانند اور بے مثل ہونے کے منکر ہیں۔ ایسا ہی ہوگا۔ جیسے کوئی شخص آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق اپنی سفاہت سے یہ کہہ دے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو بچہ شتر کے مربی سے تشبیہ دی ہے۔ جیسا کہ کسی کا یہ کہنا لغو و باطل ہوگا، ویسا ہی گواہ مدعیہ کا اور مولانا محمد قاسم صاحب بھی فرماتے ہیں کہ ''اولیاء خدا اور مقربان الٰہی کی محبت وہ حقیقت میں خدا ہی کی محبت کا ایک ٹکڑا ہے، کوئی غیر شئی نہیں۔'' (ہدیۃ الشیعہ، ص۶۳) تو کیا مختار مدعیہ مولانا محمد قاسم پر بھی کفر کا فتویٰ دے گا کہ انہوں نے خدا کو بندے کی مانند قرار دیا اور اس کی محبت کو خدا کی محبت۔

اس سے زیادہ اور سنئے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ **ویدہ التی یبطش بھا.** اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ **ورجلہ التی یمشی بھا.** اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع) اور ایک اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہے گا، **یا ابن ادم مرضت فلم تعدنی.** کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔ تو ابن آدم کہے گا: **کیف اعودک وانت رب العالمین.** کہ میں تیری کیونکر عیادت کر سکتا ہوں، حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ تو خدا تعالیٰ جواب دے گا کہ کیا تجھے میرے فلاں بندے کی مرض کا علم نہ ہوا تھا، مگر تم نے اس کی تیمارداری نہ کی۔ کیا تجھے علم نہیں کہ اگر تو اس کی عیات کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا، مگر تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ ابن آدم کہے گا، اے رب! میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا اور تو رب العالمین ہے۔ فرمایا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا اور تو نے اسے کھانا نہ دیا۔ اگر تو اسے کھانا دیتا تو آج وہ کھانا میرے پاس دیکھتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پینے کے لیے پانی مانگا مگر تو نے نہ دیا۔ تو وہ کہے گا، اے رب! میں تجھے کیسے پلاتا اور تو رب العالمین ہے۔ فرمایا، تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا، مگر تو نے اسے نہ پلایا۔ اگر تو اُسے پلاتا تو آج میرے پاس بھی پاتا۔ (مسلم)

اب دیکھو کہ اس حدیث میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اپنے بندے کے قائم مقام ٹھہرا کر اپنے حق میں بیمار، بھوکا اور پیاسا کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اب کیا شاہد مدعیہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے بھی فتوے کی مشین گن کا رُخ پھیر دے گا۔

www.khatmenubuwwat.org

(۴)

رَبُّنَا عَاج

مختار مدعیہ نے اس الہام کے متعلق کہا ہے کہ اس سے شرک فی الصفات لازم آتا ہے۔ اور اس امر کے اثبات کے لیے اس نے ایک فارسی شعر پڑھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ لفظ عاج بتوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہ لفظ فارسی ہے۔ حالانکہ ہر وہ شخص جو عربی زبان سے کچھ بھی مس رکھتا ہو، جانتا ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تو اس کے کوئی معنی نہیں کیے اور مختار مدعیہ نے خود یہ بات تسلیم کی ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اس کے کوئی معنی نہیں کیے۔ پس ایسی حالت میں مخالف کو کوئی حق نہیں کہ اپنی طرف سے اس کے کوئی معنی کر کے ملہم پر اعتراض کرے۔ مختار مدعیہ کا یہ اعتراض بالکل ویسا ہی ہے، جیسا کہ مخالفین اسلام مکر اور خدع اور استہزاء کے معنی اپنی طرف سے لے کر اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) مکار اور دھوکہ باز اور مسخرہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن عقلمند سمجھتا ہے کہ مخالفین قرآن ان الفاظ کے جو معنی کرتے ہیں، صحیح نہیں۔ بلکہ وہی معنی صحیح ہیں جو معتقدین حقیت قرآن کریں۔ اسی طرح مذکورہ بالا الہام کے معنی صحیح ہو سکتے ہیں جو ملہم یا ملہم کے پیرو کریں۔ چنانچہ اس کے معنی عربی زبان کی رُو سے یہ ہیں۔ عاج کا مادہ عَجوَۃٌ ہے۔ اور اس کے معنی منتہی الارب میں شیر یکہ طفل یم را خوراند۔ اور یہی معنی منجد میں لکھے ہیں۔ اس لحاظ سے اس الہام کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہمارا رَب وہ ہے جو ہماری یتیمی کی حالت میں ہم کو خاص دودھ پلانے والا ہے۔ یعنی جب کہ ایمان ثریا پر چلا گیا اور زمینی کوئیں علماء اور صوفیہ کے خشک ہو چکے تھے۔ ہمارے رب نے اس کسمپرسی کی حالت میں ہمارا ہاتھ پکڑا اور آسمانی دودھ سے سیراب فرمایا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثل طفل شیر خوار

دوسرا مادہ عاج کا عج ہے جس کے متعلق صراح اور منتہی الارب میں لکھا ہے۔ ''عجَّ عَجًّا وعَجِیجًا. برداشت آواز را وبانگ کردو منہ الحدیث افضل الحجِّ العَجُّ والثَّجُّ. یعنی برداشتن آواز وقربان کردن ہدیہ را'' یعنی ہمارا خدا آواز بلند کرنے والا ہے۔ یعنی اس کے احکام کا ہی غلبہ ہوگا۔ عاج کو فارسی لفظ قرار دے کر غلط معنی بیان کرنا دوسرا مغالطہ ہے، جو عدالت کو دیا گیا۔

(۵)

اَنْتَ مِنّی بمنزلۃ توحیدی وتفرِیدی

اس الہام سے مختار مدعیہ نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی توحید اور تفرید میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ یہ مفہوم بالکل غلط اور ملہم کی تشریحات کے خلاف ہے۔ بمنزلۂ توحید ے یہ کسی طرح ثابت

www.khatmenubuwwat.org

نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کوئی کسی سے کہے تو میرے لیے بمنزلۂ فرزند ہے۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ درحقیقت اس کا فرزند ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ سمجھا جائے گا کہ میں تجھ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسی کہ فرزند سے رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس وقت جب کہ آپ کے مخالف آپ کو مٹانے کے درپے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ آپؑ کا کسی جگہ خیر کے ساتھ ذکر نہ ہو، اور آپ کی تباہی کے لیے ہر قسم کے منصوبے اور تدابیر سوچ رہے تھے۔ ان الفاظ میں بشارت دی کہ انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی. کہ تو مجھے ایسا ہی پیارا ہے جیسا کہ مجھے اپنی توحید پیاری ہے۔ اور جب تو مجھے اس حد تک محبوب ہے تو پھر تجھے کون تباہ کر سکتا ہے۔ دشمنوں کی ساری کوششیں عبث اور حاسدوں کے تمام منصوبے لاحاصل ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ الہام مذکور کی تشریح میں خود بھی فرماتے ہیں:

''تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو۔ سو جیسا کہ میں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں، ایسا ہی تجھے دنیا میں مشہور کروں گا۔ اور ہر ایک جگہ جو میرا نام جائے گا تو تیرا نام بھی ساتھ ہوگا۔''[1]

اور ایسا ہی ہوا۔ دنیا کے مخالفین باوجود اپنی انتہائی مخالفتوں کا خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کو روک نہ سکے۔ پس ملہم کی تشریح کے خلاف الہام کے معنی کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ حضرت اقدسؑ توحید کے قائل ہیں اور آپ نے اپنی جماعت کو توحید ہی کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''خدا نے چودھویں صدی کے سر پر اپنے ایک بندے کو جو یہی لکھنے والا ہے، بھیجا۔ تا اس کے نبیؐ کی سچائی اور عظمت کی گواہی دے۔ اور خدا کی توحید اور تقدیس کو دنیا میں پھیلا دے۔'' (نسیم دعوت، ص ٦٦)

اور آپ جماعت کو تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لیے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو۔'' (کشتی نوح، ص ١١) اور فرماتے ہیں: ''خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے، بلکہ عملی طور پر کرو۔ تا کہ خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔'' (الوصیت، ص ٨) اور توحید کو حقیقی مدار نجات قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''نجات دو امر پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ کامل یقین کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت پر ایمان لاوے۔ دوسرے یہ کہ ایسی کامل محبت حضرت احدیت جل شانہٗ کی اس کے دل میں جاگزین ہو کہ جس کے استیلاء اور غلبہ کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت عین اوس کی راحتِ جان ہو، جس کے بغیر وہ جی ہی نہ سکے۔ اور اس کی محبت تمام اغیار کی محبتوں کو پامال اور معدوم کر دے۔ یہی توحید حقیقی ہے۔''[2]

١۔ اربعین نمبر٣، روحانی خزائن، ج ١٧، ص ٤١٢

٢۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ٢٢، ص ١٢٠

www.khatmenubuwwat.org

(۶)

انت اسمِیَ الاعلیٰ[۱]

اس الہام سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا اسم اعظم قرار دیا ہے اور جو شخص اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا اسم اعظم بتائے، وہ مشرک ہے۔ اور مختار مدعیہ کی خیانت ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کی اس الہام کی تشریح کو نظر انداز کر دیا ہے، جو یہ ہے: ''تو میرے اسم اعظم کا مظہر ہے۔ یعنی ہمیشہ تجھ کو غلبہ ہوگا۔''[۲]

پس اسمی الاعلیٰ سے یہی مراد ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے اسم اعلیٰ کے مظہر ہوں گے۔ آپ کو دشمنوں پر ہر مقام میں غلبہ حاصل ہوگا۔

(۷)

انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق[۳]

اس الہام سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کے مرتبہ کو کوئی نہیں جانتا، حالانکہ اس کا ترجمہ حضرت اقدسؑ نے اربعین میں یہ کیا ہے، ''اور مجھ سے تو وہ مقام اور مرتبہ رکھتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔'' اس سے خدا کے ساتھ شرکت کا دعویٰ نکالنا ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سیدھا رستہ دکھائے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے اس مقام اور مرتبہ کو جاننے کی توفیق عطا فرمائے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس الہام میں خبر دی ہے کہ دنیا اس مقام اور مرتبۂ تقرب کو، جو تجھے مجھ سے حاصل ہے، نہیں جانتی۔

(۸)

اِنّما اَمرکَ اذَا اردتَ شَیْئًا ان تقولَ لہٗ کن فیکُون[۴]

اس الہام سے مختار مدعیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو خدا کا شریک قرار دیتے ہیں۔ اور یہی بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ آپ کے الہامات اس بات کی بڑے زور سے تردید کرتے اور بتاتے ہیں کہ آپ کو ہرگز یہ دعویٰ نہیں ہے۔ چنانچہ استفتاء، صفحہ ۸۶ میں یہ الہام درج ہے اور اس کے ماقبل کے الہامات کے ساتھ ملا کر اگر یہ الہام پڑھا جائے تو مختار مدعیہ کا یہ اعتراض خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ اور یہی بات استفتاء کے حوالہ کی بناء پر گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے جرح کے جواب میں کہی تھی، جسے مختار مدعیہ نے گواہ مدعا علیہ کا مغالطہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ خود مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے۔ کیونکہ اس

۱۔ اربعین نمبر۳، روحانی خزائن، ج۱۷، ص۴۲۳
۲۔ تریاق القلوب، روحانی خزائن، ج۱۵، ص۳۱۵
۳۔ اربعین نمبر۳، روحانی خزائن، ج۱۷، ص۴۱۰
۴۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۰۸

www.khatmenubuwwat.org

وقت پہلے گواہ کے سامنے استفتاء کا حوالہ پیش کیا گیا ہے جس کے جواب میں گواہ نے یہ بیان کیا تھا کہ یہ خطاب اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور یہ بالکل صحیح تھا۔ چنانچہ وہاں الہامات کی وہی ترتیب ہے جو حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۰۵ میں ہے۔ اور وہ یہ ہے: ''**رب انی مغلوبٌ فانتصر، فسحّقهم تسحیقًا.** زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ **انما امرک اذا ارت شیئا ان تقول له کن فیکون.** جن کا تحت اللفظ ترجمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۰۵ میں یوں درج ہے: ''اے میرے خدا! میں مغلوب ہوں، میرا انتقام دشمنوں سے لے۔ پس ان کو پیس ڈال کہ وہ زندگی کہ وضع سے دور جا پڑے ہیں تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔'' اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں جو ضمائر خطاب ہیں وہ جناب الٰہی کے متعلق ہیں۔ پھر انہی الفاظ میں آپ کو یہ بھی الہام ہوا: **انما امرنا اذا اردنا شیئا ان تقول له کن فیکون.** یعنی ہمارے امور کے لیے ہمارا یہ قانون ہے کہ جب ہم کسی چیز کا ہو جانا چاہتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔ (تریاق القلوب، ایڈیشن اوّل، ص ۱۹۱؛ البشریٰ، ج ۴، ص ۵۰) اس کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی تمام تحریریں یہی بتاتی ہیں کہ کن فیکون کے ایسے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ کرے، وہ فی الفور ہو جائے، صرف خدا تعالیٰ ہی کو حاصل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہو، پس ساتھ ہی وہ ہو جاتی ہے۔ پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر ایک چیز کی بادشاہی ہے۔'' (جنگ مقدس، طبع سوم، ص ۱۵) اور فرماتے ہیں: ''نہ ایک دفعہ، بلکہ بیسیوں دفعہ میں نے خدا کی بادشاہت کو زمین پر دیکھا اور مجھے خدا کی اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ **له ملک السموات والارض.** یعنی زمین پر خدا کی بادشاہت ہے اور آسمان پر بھی۔ اور پھر اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ. (یٰسین، ۸۲) یعنی تمام زمین و آزمان اس کی اطاعت کر رہے ہیں۔ جب ایک کام کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا، تو فی الفور وہ کام ہو جاتا ہے۔'' (کشتی نوح، ص ۳۵)

ہاں آپ نے براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص ۹۵[1] میں یہ تحریر فرمایا ہے: ''افسوس بعض نادانوں نے عبودیت کے اس تعلق کو جو ربوبیت کے ساتھ ہے جس سے ظلی طور پر صفات الٰہیہ بندے میں پیدا ہوتی ہیں۔ نہ سمجھ کر میری اس وحی میں اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ **انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون.** یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا۔ یہ میری طرف سے نہیں ہے اور اس کی تصدیق اکابر صوفیاء اسلام کر چکے ہیں، جیسا کہ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بھی فتوح الغیب میں بھی لکھا ہے اور عجیب تر یہ کہ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی یہی آیت پیش کی ہے۔ افسوس لوگوں نے صرف اسی ایمان پر کفایت کر لی ہے اور پوری معرفت کی طلب ان کے نزدیک کفر ہے۔''

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

قال اللّٰه فی بعض کتبه یا ابن آدم انا اللّٰه لا اله الا انا اقول للشیئی کن فیکون اطعنی اجعلک تقول لشیئی کن فیکون وقد فعل ذالک بکثیر من انبیائهٖ واولیائهٖ وخواص عبادهٖ.

(مقالہ نمبر ۱۳، فتوح الغیب)

۱۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج ۲۱، ص ۱۲۴

www.khatmenubuwwat.org

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتب میں کہا ہے کہ اے ابن آدم! میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہیں۔ ایک چیز کو کہتا ہوں، ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر، میں تجھ سے ایسا کروں گا کہ تو ایک چیز کو کہے گا ہو، تو وہ ہو جائے گی۔ اور ایسا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے انبیاء اور اولیاء اور خواص بندوں سے کیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

"قال اللّٰہ عزوجل واتقوا اللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ ثم یرد علیک التکوین...... مُتکون بالاذن الصریح الذی لا غبار علیه." (فتوح الغیب، مقالہ نمبر۱۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور خدا تعالیٰ تم کو سکھائے گا، پھر تجھے تکوین سپرد کی جائے گی۔ سپ تو اذن صریح سے جس پر کوئی غبار نہ ہوگ، تکوین یعنی پیدا کرے گا۔

پس جو بات حضرت مسیح موعودؑ نے بیان کی ہے، اس کے متعلق سیّد عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایسی تکوین تو بہت سے مقربین بارگاہ الٰہی کو حاصل ہوئی۔ پس کیا مختار مدعیہ عبدالقادر جیلانی کے متعلق بھی یہی کہے گا کہ انہوں نے خدا کے شریک ہونے کا دعویٰ کیا، اس لیے وہ لا الہ الا اللہ سے منکر اور مرتد تھے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو تکوین کشتگان محبت الٰہی سے صادر ہوتی ہے۔ اس میں اور خدا تعالیٰ کی تکوین میں فرق ہے۔ ایسے انسان کا کُن کہنا ہمیشہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا، جیسا کہ خدا تعالیٰ کا بلکہ ایسے لوگوں کا کُن کہنا اس وقت منتج ہوتا ہے، جب کہ وہ بقا کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایسے ہوتے ہیں جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں۔ ان کی تموج کے وقت کی حرکات اپنی نہیں ہوتیں، بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''لقاء کا مرتبہ جب کسی انسان کو میسر آ جاتا ہے تو اس مرتبہ کے تموج کے اوقات میں الٰہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہیں اور ایسے شخص کی گہری محبت میں جو شخص ایک حصہ عمر کا بسر کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ یہ اقتداری خوارق مشاہدہ کرے گا۔ کیونکہ اس تموج کی حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلی طور پر انسان میں آ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کا کُن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تکلف پیدا کرتا ہے، ایسا ہی اس کا کُن بھی اس تموج اور مدّ کی حالت میں خطا نہیں جاتا۔ اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ان اقتداری خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص شدت اتصال کی وجہ سے خدائے عز و جل کے رنگ سے ظلی طور پر رنگین ہو جاتا ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام، ص ۶۸، ۶۹)

اور اسی حالت کی مثالیں مختلف انبیاء میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے سونٹا مارنے سے سمندر پیچھے ہٹ گیا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بدر میں ایک مٹھی کنکریوں کی پھینکی، جو ایک آندھی کی شکل بن گئی اور آپ نے ایک برتن میں انگلیاں رکھیں اور ان سے پانی نکلنے لگا تھوڑا سا پانی اتنا بڑھا کہ سینکڑوں آدمیوں نے پیا اور پھر بھی وہ باقی رہا۔ اسی طرح کھانا بڑھانے کے خوارق احادیث میں کثرت سے بیان ہوئے ہیں۔ پس یہ تکوین اس تموج اور مدّ کی حالت میں ہوتی ہے، جس کی طرف مذکورہ بالا

www.khatmenubuwwat.org

عبارت میں آپ نے اشارہ فرمایا ہے اور یہ جائے اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ حکمۃ الاشراق، مطبوعہ ایران، صفحہ ۷ میں لکھا ہے:

”الم تران الحدید الحامیة تتشبَّه بالنار لمجاورتها وتفعل فعلها فلا تتعجب من نفسٍ استشرقت واستضائت بنور اللّٰه فاطاعا الا کران طاعتا للقدسیّین فتؤمِی فیحصل الشیئی بایماء بها وتَصَوّر میقع الشیئی بحسب تصورها ومثل هذا فلیعمل العاملون.“

یعنی کیا تجھے معلوم نہیں کہ گرم لوہا آگ کی مجاورت میں آگ کے مشابہ ہو جاتا ہے اور آگ کا کام کرتا ہے۔ پس تو اسی طرح اس نفس سے تعجب نہ کر کہ جو خدا تعالیٰ کے نور سے روشن ہو کر چمک اٹھا ہے۔ اور مخلوقات اس کی ویسی اطاعت کریں جیسی کہ عالم قدسی میں رہنے والوں کی اطاعت کرتے ہیں۔ پس وہ خدا کے نور سے منور نفس اشارہ کرتا ہے تو وہ چیز اس کے اشارہ سے موجود ہو جاتا ہے۔ اور تصور کرتا ہے تو اس کے تصور کے مطابق وہ چیز واقع ہو جاتی ہے۔ اور عمل کرنے والے کو ایسا ہی عمل کرنا چاہیے۔ پھر یہ حالت صرف اسی صفت کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ دوسری صفات علم وغیرہ کا بھی ایسے کامل نفس سے ظہور ہو جاتا ہے۔

اور اذا اِرَدّت سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہر وقت مقربان بارگاہ الٰہی کا یہ مقام دیا جاتا ہے۔ اور یہ قضیہ شرطیہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ مہملہ ہے۔ جو قوت میں قضیہ جزئیہ کے ہوتا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی شرح اکمال، جلد ۷، صفحہ ۷۱ میں بذیل حدیث: **اذا اَحبَّ اللّٰه عبدًا وضع له القبول فی الارض** لکھا ہے: **”انما هی المهملة فی قوة الجزئیة فالمعنی قد یکون اذاحب اللّٰه عبدًا وضع له القبول فی الارض وانما کانت مهملةً لانَّ اذا وانَّ اهمالٌ فی الشرطیته علی ما تقرر فی المنطق.“**

یعنی یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی قبولیت زمین میں کر دیتا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے نہ کہ ہر وقت۔ کیونکہ یہ قضیہ مہملہ قوت جزئیہ میں ہے۔ پس اسی طرح کامل انسان کا کُن دائمی طور پر نتیجۂ مقصودہ پیدا نہیں کرتا، بلکہ تموج اور مدّ کی حالت میں جو انسان کو لقا کے مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے، جس کی طرف آیت (**وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی** (انفال، ۱۷)) میں یہی اشارہ پایا جاتا ہے اور اس وقت بندہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا، بلکہ الٰہ طاقت اس کے اندر کام کر رہی ہوتی ہے۔ مگر افسوس کہ روحانیت کے مراتب عالیہ سے محروم اور معرفت الٰہ سے نابینا لوگ ایسی باتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ افسوس کہ جو امور انسانی کمال کا ثبوت سمجھے جاتے تھے اور کتب بزرگان جس کے تذکرہ سے معمور ہیں۔ آج ناواقفی اور بیگانگی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بڑے بڑے مدعیان علم انہی پر معترض ہیں۔ اگر مختار مدعیہ کا قول صحیح سمجھا جائے تو مذکورہ بالا تمام بزرگ مشرک قرار پاتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک!)

www.khatmenubuwwat.org

(۹)

میکائیل جس کے معنی عبرانی زبان میں خدا کی مانند ہیں![1]

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی اس عبارت مندرجہ اربعین نمبر۳، صفحہ ۲۵ پر کہ دانیال نبی نے میرا نام میکائیل رکھا ہے۔ اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں، خدا کی مانند۔ یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ کا اپنے متعلق ایسا یقین کرنا، لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ (شوریٰ، ۱۱) کے خلاف ہے۔ اور یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ جس جگہ سے اعتراض کیا گیا ہے، اسی جگہ اس کی تشریح بھی موجود ہے۔ چنانچہ اربعین نمبر۳ میں آپ اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے یہ نہیں فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں۔ بلکہ آپ نے اس کی توضیح یہ بیان فرمائی ہے: ''دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے۔ اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں، خدا کی مانند۔ یہ گویا اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے: انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی وحَانَ ان تعان وتعرف بین النّاس. یعنی تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں، جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو۔ سو جیسا کہ میں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں، ایسا ہی تجھے دنیا میں مشہور کروں گا۔ اور ہر ایک جگہ جو میرا نام جائے گا، تیرا نام بھی ساتھ ہوگا۔'' (اربعین نمبر۳، ص ۲۵) پھر آنے اس کا ذکر کرتے ہوئے اپنے آپ کو آدم کا مثیل اور آدم کے رنگ میں ظاہر ہونے والا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''خدا نے آدم کی مانند اس عاجز کو پیدا کیا اور اس عاجز کا نام آدم رکھا، جیسا کہ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے: اردتُ ان اَستخلِف فخلقتُ ادم. اور نیز یہ الہام: فَخلقَ ادمَ فاکرمَہٗ. اور آدم کی نسبت توریت کے پہلے باب میں یہ آیت ہے: تب خدا نے کہا، ہم نے انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنایا۔ دیکھو توریت، ب ۱، آیت ۶۔ اور پھر کتاب دانیال ب ۱۷ میں لکھا ہے: اور اس وقت میکائل (جس کا ترجمہ ہے خدا کی مانند) وہ بڑا سردار جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لیے کھڑا ہے، اٹھے گا (یعنی مسیح موعود وآخری زمانہ میں ظاہر ہوگا) میکائیل یعنی خدا کی مانند درحقیقت توریت میں آدم کا نام ہے۔ اور حدیث نبوی میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود آدم کے رنگ پر ہوگا۔'' (تحفہ گولڑویہ، طبع اوّل، ص ۱۰۶) اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ موعود نے میکائیل نام سے صرف یہ مراد لی ہے کہ مسیح موعودؑ آدم کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔ اور حدیث میں بھی آیا ہے: خلقَ اللّٰہ ادم علیٰ صورتہ. (مسلم، ابواب البر، ج ۲، ص ۳۹۷) کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید بھی فرماتے ہیں: ''اگر نفس کاملہ اس اشرف موجودات کا کہ نمونہ ذات اللہ کا ہے، کلمہ انا الحق کہے تو جائے تعجب نہیں ہے۔'' (سوانح احمدی، ص ۷۹) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی مخلوقات میں سے صرف آدمؑ ہی ایسی مخلوق تھی جو خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن سکتی تھی۔ دوسری مخلوق تمام صفات الٰہیہ کا مظہر نہیں بن سکتی تھی۔

۱۔ اربعین نمبر۳، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۴۱۳

www.khatmenubuwwat.org

اس لیے آدم ہی کو خلیفۃ اللہ فی الارض کا خطاب ملا۔ اور اگر ایسے نام کا اپنے آپ کو مصداق قرار دینے سے شرک لازم آتا ہے، یا یہ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ (شوریٰ، ۱۱) کے خلاف ہے تو جمیع مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ میکائیل فرشتہ ہے، جس کا ذکر قرآن مجید کی آیت: مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبۡرِیۡلَ وَمِیۡکٰئلَ (بقرۃ، ۹۸) میں ہے۔ اور میکائیل کے معنی عربی ڈکشنری میں خدا کی مانند لکھے ہیں، جیسا کہ اقرب الموارد، جلد ۲ میں لکھا ہے: ''میکائیل اسم ملک عبرانیۃ مرکبۃ معناھا من مثل اللّٰہ.'' میکائیل ایک فرشتے کا نام ہے اور یہ نام عبرانی زبان کا لکھا ہے۔ اور یہ مرکب ہے جس کے معنی ہیں خدا کی مانند۔ لہٰذا اگر فرشتے کا نام میکائیل (خدا کی مانند مانا) آیت: لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ کے خلاف نہیں ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا نام کسی نبی کی کتاب میں میکائیل آ جانا لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ کے خلاف کیونکر ہونے لگا؟ اور اگر لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ کے خلاف ہے تو پھر تمام مسلمان جو قرآن شریف کی رُو سے میکائیل فرشتے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں، مشرک قرار پائیں گے۔ اور اس کی نوبت جہاں تک پہنچتی ہے، قابلِ غور ہے۔ علاوہ اس کے یہ بھی واضح رہے کہ پیشگوئیوں میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا آنا خدا کا آنا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ استثناء، ب ۳۳ کی پیشگوئی کی خدا فاران پر سے ظاہر ہوا، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر لگائی گئی ہے۔ جیسا کہ مختار مدعیہ کے مقبول و مسلم مسلمان اور علیہ الرحمۃ سر سیّد احمد خان نے خطبات احمدیہ اور شیخ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الجواب الصحیح میں اور دیگر اکثر علماء نے اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ تو حضرت اقدسؑ نے اپنے آپ کو خدا کی مانند قرار دیا، نہ کسی جگہ اس کے لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ کے برخلاف کچھ لکھا ہے۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں: ''خدا کا اپنی صفات میں انسان سے بالکل علیحدہ ہونا قرآن شریف کی کئی آیات میں تصریح کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ یہ آیت ہے: لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ وَّھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ. (شوریٰ، ۱۱) یعنی کوئی چیز اپنی ذات اور صفات میں خدا کی شریک نہیں، اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''[۱]

(۱۰)

کَانَّ اللّٰہ نَزلَ من السَّمآء[۲]

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الہام، مظھر الحق والعُلا کَانَّ اللّٰہ نزل من السماء سے غلط مفہوم لے کر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے لڑکے کو جس کے متعلق یہ الہام ہے، خدا ماننا پڑتا ہے۔ اور یہ بھی مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے۔ کیونکہ اس الہام سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے جو مختار مدعیہ نے لی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنی متعدد کتب میں خود اس کی تفسیر فرما چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے اترنے سے مراد خدا تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہے۔ یعنی اس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے جلال کا ظہور ہوگا۔

۱۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۲۷۳

۲۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۸۰؛ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۹۹

www.khatmenubuwwat.org

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

(۱) **مظهر الحق والعلا كان الله نزل من السماء.** جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا، وہ جلد از جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔[۱]

(۲) **مظهر الحق والعلا كان الله نزل من السماء يظهر بظهوره جلال رب العالمين ياتيك نور ممسوح بعطر الرحمان.** (آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۷۸) یعنی ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں، جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا۔ گویا آسمان سے خدا اُترے گا۔ اور خدا کے آسمان سے اترنے کو رحمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایام اللہ سے خدا کے غضب کے دن ہوتے ہیں، جیسا کہ آیت: وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ (ابراہیم، ۵) میں مراد ہے۔ اور حدیث میں آتا ہے: **ينزل ربنا تبارك وتعالٰى كُلّ ليلة الى السماء الدنيا حتى يبقى ثلث الليل (الأخر الحديث).**[۲]

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کے تیسرے پہر سمائے دنیا کی طرف اترتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صفات اجسام سے منزہ اور نزول اور ہبوط اور صعود وغیرہ سے بالکل پاک ہے، کیونکہ نزول صعود اجسام کا خاصہ ہے، لیکن خدا تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ اسی وجہ سے شارحین نے لکھا ہے: **المراد نزول الرحمة وقربهٗ تعالٰى بانزال الرحمة وافاضة الانوار واجابة الدعوات واعطاء المسائل ومغفرة الذنوب.** (حاشیہ مشکوٰۃ، مجتبائی، دہلی، ص ۱۰۹) خدا تعالیٰ کے اترنے سے مراد رحمت کا نزول ہے اور خدا تعالیٰ کے رحمت اتارنے اور انوار کے عطا کرنے اور دعاؤں کے قبول کرنے اور مانگی ہوئی چیزوں کو دینے اور گناہوں کو بخشنے کے ساتھ خدا تعالیٰ کا قرب مراد ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس الہام میں ’’گویا کہ خدا تعالیٰ آسمان سے اترا‘‘ یہی مراد ہے کہ اس وقت خدا تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوگا، اور اس کا جلال چمکے گا اور حق ظاہر ہوگا۔

(۱۱)

کشف

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس کشف پر جس میں خدا کو دیکھنے اور خدا کے کاغذ پر دستخط کرنے کا ذکر ہے، یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے خدا تعالیٰ کو جسمانی ماننا پڑتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ جسمانیات سے پاک ہے اور اس کی تشبیہ کسی سے نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ایسے کشف کو صحیح ماننے والا کیونکر لا الٰہ الا اللہ کا معتقد ہوسکتا ہے۔ مگر یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے صاف طور پر لکھا ہے کہ میں نے تمثیلی طور پر خدا تعالیٰ کو دیکھا اور بطور تمثل خدا تعالیٰ کو

۱۔ مجموعہ اشتہارات، ج ۳، ص ۱۰۱

۲۔ ينزل رَبُّنَا تبارك...... صحیح البخاری، رقم ۱۱۴۵، صحیح مسلم، رقم ۱۶۸

www.khatmenubuwwat.org

خواب میں دیکھنا ہرگز قابلِ اعتراض نہیں۔ اوراس سے کسی طرح خدا تعالیٰ کا نسبہ بالجسمانیات ثابت نہیں ہوتا۔ اور تمثّل کے طور پر خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:"رأیتُ رب العزة فی المنام علیٰ صورة امی." کہ میں نے اپنے رب کو اپنی ماں کی صورت پر دیکھا۔ مختار مدعیہ کے قول کی رُو سے حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ، نعوذ باللہ من ذالک، مشرک کافر مرتد ٹھہرتے۔ (بحر المعانی، مصنفہ حضرت سیّد محمد بن نصیر الدین جعفری المکی الحسینی، ص۶۴)

مختار مدعا علیہ نے زبانی بحث کے بعد یہ تحریر پیش کی کہ اسے شاملِ مسل کیا جاوے۔ فریق ثانی کو اِس پر اعتراض ہے۔ اس کے متعلق کل فریقین کی بحث سن کر اسے طے کیا جائے۔ مسل کے ساتھ ہے۔ ۱۷ر دسمبر ۱۹۳۳ء، محمد اکبر

مجھے علماء دیوبند کے متعلق اس اعتراض کا، جو حنفی سنی علماء نے ان پر کیا تھا، یقین نہیں آتا تھا کہ وہ بزرگوں کی وقعت و عظمت نہیں کرتے۔ لیکن مختار مدعیہ کے ان اعتراضات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعتراض بے حقیقت نہیں ہے۔ اندھیر کی بات ہے کہ اکابر علماء امت جن امور کو لکھتے اور انسانی کمالیت میں شمار کرتے ہیں، انہی کو دیوبندی علماء نے شرک وکفر اور اِرتداد قرار دیا ہے۔ میں اس موقعہ پر بیسیوں بزرگوں کا خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا پیش کرسکتا ہوں۔ لیکن بخیال اختصار ایک ایسے شخص کو پیش کرتا ہوں، جس کی بزرگی سے مختار مدعیہ اور اس کے کسی ہم خیال کو انکار کی جرأت نہیں ہوسکتی اور وہ مولانا محمد قاسم صاحب بانیِ مدرسہ دیوبند ہیں۔ جن کے غلام غلامان ہونے پر مختار مدعیہ نمبر۲ نے عدالت کے روبرو فخر ومباہات کا اظہار کیا ہے۔ سوانح عمری مولانا محمد قاسم صاحب مؤلفہ مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی کے صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ ''جناب مولوی محمد قاسم صاحب نے ایامِ طفلی میں یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ جل شانہٗ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ان کے دادا نے یہ تعبیر فرمائی کہ تم کو اللہ تعالیٰ علم عطاء فرمائے گا اور بہت بڑے عالم ہوگے، اور نہایت شہرت حاصل ہوگی۔'' مختار مدعیہ کے مسلک کی رُو سے یہ خواب ان کے آقا مولانا محمد قاسم صاحب کو مشرک، کافر و مرتد قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اس سے بقول مختار مدعیہ خدا کا مجسم ہونا پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ کی گود کے الفاظ اس کا جسمانیات سے تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ مختار مدعیہ اور گواہانِ مدعیہ خود مانتے ہیں کہ ہر شب کے آخری حصہ میں خدا تعالیٰ دنیا کے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، ص ۱۰۹، ترمذی، ج۱، ص ۵۹) پھر ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کا ہنسنا بھی ممکن ہے۔ (مسلم، ج۱، ص۹۲، باب اثبات الشفاعتہ، وابن ماجہ، ج۱، ص ۳۹) اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی ننگی کرے گا۔ ان کے نزدیک یہ سب کچھ ممکن ہے اور خدا تعالیٰ کی شان کے مناسب ہے۔ لیکن اگر محال اور خدا کی شان کے منافی ہے تو اُسے حضرت مسیح موعودؑ کا تمثّلی طور پر کشف میں دیکھنا! معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعیہ نے غالباً اس فتویٰ کی رُو سے جو فقہ کی مشہور معروف کتاب البحر الرائق، جلد ۵ میں لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا، وہ کافر ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کو کافر قرار دینے کے شوق میں یہ اعتراض کیا تھا۔ اور انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ خیر سے مولوی محمد قاسم صاحب بھی خواب دیکھ چکے ہیں۔ افسوس! پھر علماء اور اولیاء ہی نہیں بلکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کو بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا، جس کے بال کانوں کی لَو تک تھے اور پاؤں میں سونے کا جوتا تھا۔ اور حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (الیواقیت والجواہر، ج۲، ص۱۶۳)

www.khatmenubuwwat.org

اور بحر المعانی، مصنفہ حضرت سیّد محمد بن نصیر الدین کے صفحہ ۷۵ میں یہ روایت لکھی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

رأیتُ ربی لیلة المعراج علی صورة شاب امرد.

کہ معراج کی رات میں نے اپنے رب کو بے ریش نوجوانوں کی شکل پر دیکھا۔ معلوم نہیں مختار مدعیہ اپنے اس مسلک کے لحاظ سے کہ خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھنے والا مشرک کافر مرتد ہے۔ اور اگر وہ کروڑ مرتبہ بھی کلمہ پڑھے تو قابلِ قبول نہیں، اس حدیث کو دیکھنے کے بعد کیا فتویٰ دے گا۔

(۱۲)

انت منّی بمنزلة ولدی

مختار مدعیہ نے اس الہام سے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ بھی اس کا ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ اس الہام کو درج کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس کی تشریح بھی ساتھ ہی بیان کر دی ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اور کسی کو خدا کا بیٹا قرار دینا کفر ہے۔ چنانچہ دافع البلاء، ص ۶ میں یہی الہام **انت منی بمنزله ولدی** درج فرما کر حاشیہ میں فرماتے ہیں: یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا: **يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ** (فتح،۱۰) ایسا ہی بجائے **قل یاعباد اللّٰه** کے **قل یا عبادی** کہا۔ اور یہاں بھی فرمایا کہ **فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ.** (بقرۃ،۲۰۰) پس خدا کی اس کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ۔ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ اور یقین کرو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے، تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ **قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اله واحد والخیر کله فی القران.** (دافع البلاء، حاشیہ، ص ۶، ۷)

کیا اس تشریح کو دیکھنے کے بعد کوئی امانت و دیانت سے حصہ رکھنے والا انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اس الہام کی رُو سے فرزند خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ حضرت اقدس تو اس تشریح میں فرما رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کفر ہے۔ اور مختار مدعیہ اس سے عدالت کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر حضرت اقدسؑ حقیقۃ الوحی، ص ۸۶ میں یہی الہام مذکورہ درج کر کے حاشیہ میں فرماتے ہی کہ ”خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اور یہ کلمہ بطور استعارہ کے ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں ایسے ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا ٹھہرا

www.khatmenubuwwat.org

رکھا ہے۔ اس لیے مصلحت الٰہی نے یہ چاہا کہ اس سے بڑھ کر الفاظ اس عاجز کی نسبت استعمال کرے، تا عیسائیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے مسیح کو خدا بناتے ہیں، اس امت میں بھی ایک ہے، جس کی نسبت اس سے بڑھ کر ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اور حقیقۃ الوحی، ص۶۳ میں فرماتے ہیں: پہلی کتابوں میں جو کامل راستبازوں کو خدا کا بیٹے کر کے بیان کیا گیا ہے، اس کے بھی یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ درحقیقت خدا کے بیٹے ہیں، کیونکہ یہ تو کفر ہے اور خدا بیٹے اور بیٹیوں سے پاک ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ ان کامل راست بازوں کے آئینہ صفائی میں عکسی طور پر خدا نازل ہوا تھا۔ اور ایک شخص کا عکس جو آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے، استعارہ کے رنگ میں گویا وہ خدا کا بیٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بیٹا باپ سے پیدا ہوتا ہے، ایسا ہی عکس اپنے اصل سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جب کہ ایسے دل میں جو نہایت صافی ہے اور کوئی کدورت اس میں باقی نہیں رہی، تجلیات الٰہیہ کا انعکاس ہوتا ہے تو وہ عکس تصویر استعارہ کے رنگ میں اصل کے لیے بطور بیٹے کے ہو جاتی ہے۔ اسی بناء پر توریت میں کہا گیا ہے کہ یعقوب میرا بیٹا، بلکہ میرا پلوٹھا بیٹا ہے۔ اگر عیسائی لوگ اسی حد تک کھڑے رہتے کہ جیسے ابراہیمؑ اور اسحاق اور اسماعیل اور یعقوب اور یوسف اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان وغیرہ خدا کی کتابوں میں استعارہ کے رنگ میں خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں، ایسا ہی عیسیٰ بھی ہے تو ان پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ استعارہ کے رنگ میں ان نبیوں کو پہلے نبیوں کی کتابوں میں بیٹا کر کے پکارا گیا ہے۔ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ نہ تو وہ تمام نبی خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خدا ہیں، بلکہ یہ تمام استعارات ہیں محبت کے پیرایہ میں ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کی کلام میں بہت ہیں۔ اور آپ تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۴۶ میں فرماتے ہیں: اس بناء پر خدا میں فانی ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ یہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے، بلکہ اس لیے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ وہ بچے کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس مرتبہ کی طرف صرف قرآن میں اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا. (بقرۃ،۲۰۰) یعنی خدا کو ایسے محبت اور دلی جوش سے یاد کرو جیسا کہ بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔ اسی بناء پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اب یا بیٹا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے۔ سو اولیاء اللہ کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں، یہ صرف استعارہ ہے، ورنہ خدا تعالیٰ اس سے پاک اور لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (اخلاص،۴) ہے۔

(۱۳)

ایک ضمنی اعتراض کا جواب

مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ خدا کے نیک بندوں کو مجازی طور پر اطفال اللہ تو کہہ سکتے ہیں لیکن ولد کا لفظ مجازی طور پر بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ یہ بھی اس کا ایک مغالطہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کو آیت قرآنی: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (بقرۃ،۲۰۰) میں مجازی طور پر اب یعنی باپ کے قائم مقام رکھ کر اسے باپوں کی طرح یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو یاد کرنے والوں کو استعارہ کے

www.khatmenubuwwat.org

رنگ میں ولد اور ابن کے قائم مقام نہ ہونے اور اس کو ناجائز قرار دینے کی کیا وجہ ہے؟ علاوہ اس کے حضرت اقدسؑ نے اپنے الہام میں ولد کے معنی طفل ہی کے کیے ہیں۔ چنانچہ اطفال حق کے الفاظ جو اولیاء کے حق میں استعمال کیے گئے ہیں۔ ان کو استعارہ کے طور پر قرار دے کر آپ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ اطفال سے پاک ہے اور لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (اخلاص،۴) ہے۔ مختار مدعیہ کو جاننا چاہیے کہ ابن اور ولد کا لفظ ہم معنی ہیں۔ اور قرآن مجید میں جیسے حقیقی معنوں میں مسیح کو ابن اللہ کہنے کی مذمت کی گئی ہے، ویسے ہی ولد اللہ کہنے کی۔ اور جیسے ابن کا لفظ مجازی طور پر پیارے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، ویسے ولد کا لفظ بھی۔ چنانچہ الیواقیت، جلد ۲،صفحہ ۱۳۹ میں لکھا ہے: ”**کما یقول الشخص لاجنبی انت اخی او ولدی علی طریق التقریب ولاکرام ثم لا یرثه اذمات ولا یحرم علی بناته واخواتهٗ.**“

یعنی جیسے کوئی شخص ایک اجنبی کو اپنا بھائی یا اپنا بچہ تقریب اور اکرام کی خاطر کہہ دے تو پھر وہ شخص نہ تو اس کے مرنے پر اس کا وارث ہوتا ہے اور نہ اس پر اس کی بیٹیاں اور بہنیں حرام ہوتی ہیں۔ اس حوالہ سے معلوم ہو گیا کہ ولد استعمال مجازی طور پر ہو سکتا ہے۔ اب اگر ابن اللہ کے الفاظ کا مجازی طور پر استعمال کسی نبی کے لیے دکھا دیا جائے تو مختار مدعیہ کے لیے گنجائش چون و چرا نہیں رہ سکتی۔ پس ہم تمام دیوبندیوں کے مسلم مقتداء پیشوا حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا حوالہ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص۸ سے پیش کرتے ہیں۔ وازاں جملہ آنیست کہ خدا تعالی در ہر ملت انبیاء وتابعان ایشاں ”را بہ لقب مقرب ومحبوب تشریف دادہ است ومنکر آں ملت را بصفت مبغوضیت نکوہیدہ است دوریں باب بہ لفظے شائع در ہر قوم تکلم واقع شد اگر لفظ ابنا نمبرا بجائے محبوباں ذکر شد چہ عجب۔“ اگرچہ شاہ صاحب کا حوالہ ہی کافی ہے۔ لیکن میں ایک حوالہ دیوبند کے شیخ الہند مولانا رحمت اللہ مہاجر بیت اللہ کا بھی پیش کرتا ہوں۔ آپ اپنی کتاب ازالۃ الاوہام، ص۵۲۰ میں فرماتے ہیں: ”فرزند عبارت از عیسیٰ علیہ السّلام ہست کو انصاری آنجناب راحقیقۃً ابن اللہ میدانند واہل اسلام آنجناب را ابن اللہ بمعنی عزیز وبرگزیدۂ خدا میشمارند۔“ اگرچہ اس حوالہ نے بات انتہا تک پہنچا دی، لیکن مختار مدعیہ کو اچھی طرح اس کا گھر دکھانے کے لیے میں ایک حوالہ مولوی محمد قاسم صاحب کا بھی پیش کیے دیتا ہوں، جن کے غلامان غلام ہونے کا مختاران مدعیہ کو فخر حاصل ہے۔ فرماتے ہیں: ”خدا تعالیٰ کا تعدد محال ہے، اس لیے خدا کے لیے بیٹے کا ہونا یا ماں باپ کا ہونا یا بھائی کا ہونا بھی بے شک منجملہ محالات ہوگا۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ جیسے رعیت کے لوگ اپنے حاکموں اور بادشاہوں کو بوجہ مزید التفات ماں باپ کہہ دیا کرتے ہیں اور بادشاہ اور حاکم ان کو فرزندی کا خطاب دے دیا کرتے ہیں۔ ایسے ہی اگر گہ و بیگاہ کسی بزرگ ولی نے خدا تعالیٰ کو باپ کہہ دیا ہو، یا خداوند تعالیٰ نے کسی اچھے بندے کو جیسے انبیاء یا اولیاء فرزند کہہ دیا تو اس کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ خدا تعالیٰ ان بزرگوں پر مہربان ہے۔ حقیقی ابوت یا نبوت ایسی جا پر سمجھ لینا اور خدا تعالیٰ کو حقیقی باپ اور ان کو حقیقی بیٹا سمجھنا سخت بے جا ہوگا۔“ (حجۃ الاسلام، مطبوعہ مجتبائی، ص۱۱)

میں نہیں سمجھتا کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی یا ولی کو بیٹے کے لفظ سے مخاطب کرنا ان کے مقتداؤں اور پیشواؤں کی تحریروں سے اس شد و مد کے ساتھ جائز ثابت ہوتا ہے تو پھر مختار مدعیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مذکورہ بالا الہام پر اعتراض کی کونسی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۱۴)

اسمع ولدی

(البشریٰ،ص ۴۹)

مختار مدعیہ نے اس کو الہام قرار دے کر حضرت مسیح موعودؑ کی طرف ولد اللہ ہونے کا دعویٰ منسوب کیا ہے۔اور مختار مدعیہ کا ایک نہایت ہی رکیک مغالطہ ہے۔ کیونکہ جرح کے جواب سے گواہ نمبرا نے اصل حقیقت ظاہر کر دی تھی۔ باوجود اس کے مختار مدعیہ نے پھر اسے پیش کیا ہے،جس سے اس کی نیت نہایت صفائی سے ظاہر ہو رہی ہے۔ درحقیقت یہ حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی الہام نہیں ہے۔ اصل الہام اسمع واری ہے۔ اس کا قطعی ثبوت یہ ہے کہ منقول عنہ کتاب میں اسمع ولدی نہیں، بلکہ اسمع واری ہے۔اور ظاہر ہے کہ جب اصل کتاب میں وہ الفاظ نہیں جو نقل میں ہیں،تو نقل صحیح نہیں سمجھی جاسکتی۔ چنانچہ اگر کوئی مسلم شخص قرآن مجید کی آیت نقل کرنے میں غلطی کر جائے تو کسی مخالف کا اس غلط نقل کو قرآن مجید کی آیت قرار دینا کسی عقلمند انسان کے نزدیک درست نہیں ہوگا۔اصل صحیح اور نقل غلط قرار دی جائے گی۔ یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔ چنانچہ البشریٰ میں اسمع ولدی کا حوالہ یہ دیا گیا ہے۔’’منقول از مکتوبات احمدیہ، جلد اوّل،ص ۲۳۔‘‘ اب مکتوبات احمدیہ جس سے یہ حوالہ دیا گیا ہے، اس کی اصل عبارت یہ ہے:’’آج قبل تحریر اس خط کے یہ الہام ہوا، کذب علیکم الخبیث کذب علیکم الخنزیر. عنایت اللّٰہ حافظک انی معک اسمع واری، الیس اللّٰہ بکاف عبدہ فبرّأہ اللّٰہ ممّا قالوا وکان عند اللّٰہ وجیھا. ان الہامات میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کوئی ناپاک طبع آدمی اس عاجز پر کوئی جھوٹ بولے گا یا بولا ہے۔مگر عنایت اللہ حافظ ہے۔‘‘ اب صاف ظاہر ہے کہ البشریٰ، جلد اوّل،ص ۴۹ میں کاتب کی غلطی سے اسمع واری کی جگہ اسمع ولدی لکھا گیا ہے۔اور چونکہ اصل میں اس کا ترجمہ یہ نہ تھا، غلطی سے مؤلف نے ترجمہ بھی ظاہری کتاب کے مطابق کر دیا اور اس کے مؤلف بابو منظور الٰہی ملازم محکمہ تار ریلوے نے دیباچہ میں لکھ دیا ہے کہ وہ کوئی عربی دان نہیں ہیں۔انہوں نے جمع الہامات کا کام محض اپنے شوق اور ثواب کی نیت سے کیا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں کثرت سے اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اتخاذ ولد سے پاک ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

(۱)’’خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے سب سے زیادہ مرتبے پر وہ لوگ ہیں جن کا نام نبی اور رسول ہے۔ بیشک وہ خدا تعالیٰ کے پیارے اور مقبول ہیں۔نہایت درجہ کے عزت دار ہیں۔اسی میں کھوئے گئے اور اسی کا روپ بن گئے۔اور خدا تعالیٰ کا جلال وغیرہ ان سے ظاہر ہوا۔خدا ان میں اور وہ خدا میں،مگر تاہم ان میں سے ہم حقیقتاً نہ کسی کو خدا کہہ سکتے ہیں اور نہ خدا کا بیٹا۔‘‘[۱]

(۲) اور فرماتے ہیں:’’وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے، جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے، نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا بیٹا۔وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔‘‘[۲]

۱۔ شہادت القرآن، روحانی خزائن، ج ۶،ص ۳۷۹

۲۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹،ص ۱۰

www.khatmenubuwwat.org

(۳) اور فرماتے ہیں: ''یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔''[۱]

(۱۴)

اخطی واُصیب

مختار مدعیہ کے پیش کردہ الہامات کے علاوہ دو الہام گواہ نمبر ا- الف نے اپنے بیان میں پیش کیے ہیں اور ان کے پیش کرنے میں گواہ نے وہی مغالطہ کا طریق اختیار کیا ہے جو مختار مدعیہ نے کیا۔ چنانچہ اس نے حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۰۳ سے الہام اخطی واصیب ذکر کر کے یہ نتیجہ لکھوایا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس الہام کی رُو سے خدا تعالیٰ کو غلطی کرنے والا قرار دیا ہے اور نتیجہ نکالنے میں اس نے دیدہ دانستہ عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کی ایسی تشریح کی ہے جو ملہم کے منشاء کے بالکل برخلاف ہے۔ اور یہ نتیجہ نکالنے کے شوق میں اس نے اس الہام کا وہ ترجمہ اور تشریح جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے خود فرمائی ہے، بالکل نظر انداز کر دی ہے۔ حالانکہ اس کی موجودگی میں کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا، اور وہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا جو گواہ مدعیہ نے نکالا ہے۔ اور ترجمہ اور تشریح حقیقۃ الوحی کے اس صفحہ پر جہاں سے گواہ نے یہ الہام نقل کیا ہے، مذکور ہے، چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اس الہام کا ترجمہ یہ نہیں کیا کہ: ''میں غلطی کرتا ہوں'' بلکہ آپ نے ترجمہ یوں کیا ہے: ''اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ بھی دوں گا، اور کبھی ارادہ پورا کروں گا'' اب دیکھنا چاہیے کہ اس الہام کو ان معنوں میں لے کر کون سا اعتراض باقی رہ جاتا ہے۔

اور حضرت اقدسؑ اس الہام کی تشریح میں اسی صفحہ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:

اس وحی الٰہی کے ظاہر الفاظ یہ معنی رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی۔ یعنی جو میں چاہوں گا، کبھی کروں گا اور کبھی نہیں۔ میرا ارادہ پورا ہو گا اور کبھی نہیں۔ ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کے کلام میں آ جاتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں لکھا ہے کہ میں مومن کی قبض روح کے وقت تردّد میں پڑتا ہوں۔ حالانکہ خدا تردّد سے پاک ہے۔ اس طرح یہ وحی الٰہی کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ کبھی میں اپنی تقدیر اور ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں۔ اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔

اور حضرت اقدسؑ نے عبارت بالا میں جس حدیث کا ذکر فرمایا، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب الی قولہ تعالیٰ وما ترددت شیئی انا فاعلہٗ ترددی عن نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہ مسائتہ.'' (بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع)

ا۔ دافع البلاء، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۲۷

www.khatmenubuwwat.org

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ کوکسی کام میں جسے میں کرنا چاہتا ہوں، (پس وپیش) نہیں ہوتا جتنا اپنے مسلمان بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو (بوجہ تکلیف جسمانی کے) برا سمجھتا ہے اور مجھے بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔

اور یہ حدیث قدسی ہے۔ یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ اب اگر اس حدیث کو بھی گواہ مدعیہ کے طرز پر لیا جائے تو خدا تعالیٰ کا متردّد ہونا لازم آئے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ تردّد سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اور وہ کبھی غلطی نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ کا الہام ہے: (۱) ان ربی لا یَضِلُّ ولا ینسی. کہ میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔ (اربعین نمبر۲، ص ۳۱) (۲) لایخفی علی اللّٰہ خافیةٌ. کہ خدا تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ (البشریٰ، ج ۱، ص ۳۱) (۳) وانه یعلم النسر و اخفٰی لا الٰه الا هو یعلم کل شیءٍ ویری. اور اللہ جانتا ہے سر کو اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ چیز کو۔ کوئی معبود نہیں بجز اس کے اور وہ ہر شے کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ (البشریٰ، ج ۲، ص ۵۸) پس اخطی واصیب کے ایسے معنی لینا جو ملہم کے ترجمہ اور تشریح اور دیگر الہامات کے خلاف ہوں، ایک ایسی جسارت ہے جس کے متعلق کچھ کہنے سے نہ کہنا، بہتر ہے۔

(۱۵)

الارض والسماء معک کما هو معی[۱]

گواہ مدعیہ نمبر ا نے اس الہام سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر یہ بہتان باندھا ہے کہ گویا مرزا صاحب نے اس الہام سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر جانا ہے۔ حالانکہ نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا عقیدہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر ہیں اور نہ آپ کی جماعت آپ کے متعلق ایسا اعتقاد رکھتی ہے اور نہ آپ نے اس الہام سے کبھی یہ مطلب لیا ہے۔ اور آپ نے جو مطلب اس الہام کا بیان فرمایا ہے، وہ آپ کی کتاب براہین احمدیہ، حصہ پنجم میں درج ہے، جو یہ ہے۔ فرماتے ہیں: ''یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آئندہ بہت سی قبولیت ظاہر ہوگی اور زمین کے لوگ رجوع کریں گے اور آسمانی فرشتے ساتھ ہوں گے۔ جیسا کہ آج کل ظہور میں آیا۔''[۲]

اور بطور قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں: ''جو شخص بڑا صدق لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ اس کے لیے بڑے بڑے کام دکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے زمین و آسمان کو اس کے لیے غلاموں کی طرح کر دیتا ہے اور اس کے منشاء کے مطابق دنیا میں تصرف کرتا ہے۔'' (چشمہ معرفت، ص ۵۱-۵۲)

۱۔ هو اس تاویل سے واحد ہے کہ اس کا مرجع مخلوق ہے۔ (سراج منیر، حاشیہ، ص ۸۱) (۲) هو کا ضمیر واحد بتاویل ما فی السماوات والارض ہے۔ (براہین احمدیہ، حصہ چہارم، ص ۴۸۷)

۲۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج ۲۱، ص ۷۸

www.khatmenubuwwat.org

اور جاننا چاہیے کہ زمین وآسمان کی معیت سے یہ مراد ہے کہ زمین وآسمان سے آپ کی تائید کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں اور وہ آپ کی صداقت اور سچائی کی شہادت دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:

”آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق مِن استادہ اند“

(آئینہ کمالات اسلام، ص ۳۵۸)

اور فرماتے ہیں:

آسماں میرے لیے تو نے بنایا اک گواہ! چاند اور سورج ہوئے میرے لیے تاریک و تار
تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لیے تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار
آسماں پر دعوت حق کے لیے اک جوش ہے ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح نیز بشنود از زمین آمد امام کا مگار

اور اس قسم کی معیت سے شرک مراد لینا حد درجہ کی نادانی ہے، کیونکہ اگر زمین وآسمان کی معیت سے جو خدا تعالیٰ کی مخلوق ہے، شرک لازم آتا ہے۔ تو جو خدا تعالیٰ کی معیت کا مدعی ہو وہ زیادہ مشرک ہونا چاہیے۔ حالانکہ اس معیت سے نہ تو گواہان مدعیہ یہ مراد لیتے ہیں اور نہ مختار مدعیہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ. (حدید،۴) کہ جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (نحل، ۱۲۸) کہ خدا تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. (توبہ، ۴۰) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ہمارے ساتھ ہے۔ اور حدیث میں تو اللّٰہ ثالثھما فرما کر خدا اپنے کا تیسرا ٹھہرا ہے۔ پس معیت کے لفظ سے حاضر و ناظر ہونا لازم نہیں آتا۔ اور لفظ کما مشابہت تامہ کا مقتضی نہیں ہے۔ جیسا کہ آیت: اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلاً شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً. (مزمل، ۱۵) اور درود شریف کما صلیت علی ابراھیم میں کما سے مراد مشابہت تامہ نہیں۔ بلکہ الہام میں کما سے صرف اتنی مشابہت مقصود ہے کہ جیسے زمین وآسمان خدا تعالیٰ کے وجود پر شاہد ہیں ویسے ہی وہ بوجہ ان نشانات اور تائیدات کے جو خدا کی طرف سے تائید مسیح موعود ان میں ظاہر ہوتے ہیں، حضرت مسیح موعود کی صداقت پر شاہد ہیں۔ اور اس الہام سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی طرف خدا کی طرح حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ منسوب کرنا بعید از عقل ہی نہیں، پرلے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ کرنا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۱۶)

اصلی واصوم، اسھر وانام، واجعل لک انوار القدوم، واعطیک ما یدوم انّ اللّٰہ مع الذین اتقوا

(البشریٰ، ج ۲،ص ۷۹)

مختار مدعیہ نے اس الہام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہیں جو خدا کی شان کے بالکل مخالف ہے۔اور آیت: لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (بقرۃ،۲۵۵) کے مخالف ہیں۔اور یہ بھی اس کا ایک مغالطہ ہے۔کیونکہ پہلے حصہ الہام میں مذکورہ امور خدا تعالیٰ کے متعلق نہیں بلکہ ملہم کی شان کا اظہار کر رہے ہیں۔اور دوسرا حصہ خدا تعالیٰ کے متعلق ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ اپنی تجلی کے نور تجھ میں دکھلاؤں گا۔اور تجھے وہ نعمت دوں گا جو ہمیشہ رہے گی۔تحقیق خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔اس دوسرے حصہ میں جن انعامات کا ذکر کیا ہے۔اس کی وجہ پہلے حصہ الہام میں ملہم کی حالت ذکر کر کے بیان کی گئی ہے کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔حدیث بخاری میں آتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ان اشخاص کی باتیں پہنچیں جن میں سے ایک نے کہا تھا کہ میں تو ساری رات خدا تعالیٰ کی عبادت ہی کرتا رہوں گا اور سوؤں گا نہیں۔اور دوسرے نے یہ کہا تھا کہ میں کبھی نکاح ہی نہیں کروں گا اور ایک نے یہ کہا تھا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا۔تو آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔میں نے نکاح بھی کیا ہے اور میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے۔(بخاری، ج ۳، کتاب النکاح)

تو اس بات کا الہام کے پہلے حصہ میں ملہم کی زبان پر ذکر کیا ہے کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں، اور جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔یعنی میں خدائی کا دعویدار نہیں، بلکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلنے والا ایک مسلمان بندہ ہوں اور یہاں قُل محذوف ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد جگہوں میں قل محذوف ہوتا ہے۔سورۃ فاتحہ بھی انہی میں سے ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بندوں کو سکھایا ہے کہ وہ کہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الی آخر سورة الفاتحه. (دیکھو: ہدیۃ الشیعہ،ص ۲۵۵)

جیسے مختار مدعیہ نے ملہم کے صریح اقوال کے خلاف الہام کا مطلب لے کر عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی، ویسے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مدعیہ کے چار گواہوں کے علاوہ دو گواہوں میں سے نمبر الف نے عدالت کو مغالطہ دینے کی سعی کی ہے اور اس الہام کے لیے البشریٰ، جلد ۲، صفحہ ۷۹ کا حوالہ دے کر مطلب یہ لکھوایا: ''اور جس طرح میں قدیم اور ازلی ہوں، اسی طرح تیرے لیے میں نے ازلیت کے انوار کر دیے ہیں اور تو بھی ازلی ہے۔'' حالانکہ نہ یہ الہام کا مطلب ہے اور نہ ہی البشریٰ میں یہ ترجمہ لکھا ہے۔اس میں اس فقرہ کا یہ ترجمہ درج ہے: ''اور تیرے لیے اپنے آنے کے نور عطا کروں گا اور وہ چیز تجھے دوں گا جو تیرے ساتھ

www.khatmenubuwwat.org

ہمیشہ رہے گی۔ خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔'' کیا ایسے گواہ جو بات کو اپنی طرف سے بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنے سے نہیں ڈرتے، وہ اس قابل ہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے۔

اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر نیند آئی ہے۔ آپ کی تحریرات کے صریح مخالف ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

۱۔ ''خدا تعالیٰ ہر ایک نقصان سے پاک ہے۔ جس پر کبھی موت اور فنا طاری نہیں ہوئی، بلکہ اونگھ اور نیند سے جو فی الجملہ موت سے مشابہ ہے، پاک ہے۔'' (براہین احمدیہ، حصہ چہارم، ص ۴۳۱)

۲۔ اور فرماتے ہیں: ''جیسا کہ موت اس پر (یعنی خدا تعالیٰ پر) جائز نہیں، ایسا ادنیٰ درجہ کا تعطل حواس بھی جو نیند اور اونگھ سے ہے، وہ بھی اس پر جائز نہیں۔ مگر دوسروں پر جیسا کہ موت وارد ہوتی ہے، نیند اور اونگھ بھی وارد ہوتی ہے۔'' (چشمۂ معرفت، ص ۲۶۱-۲۶۲)

(۱۷)

اعطیت صفة الاحیاء والافناء من الرب الفعّال[۱]

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مذکورہ بالا قول سے مختار مدعیہ نے یہ غلط استدلال کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس قول سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی صفت محی ومُمیت میں شریک مانا ہے۔ اور اپنی تائید میں حضرت عیسیٰؑ سے احیاء میت کو ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ دیکھو مسیح نے صاف کہا ہے کہ میں یہ خلق اور احیاء باذن اللہ کرتا ہوں، مگر مرزا صاحب نے یہ بھی ذکر نہیں کیا۔

میں عدالت پر مختار مدعیہ کے اس مغالطہ دہی کو واضح کرنا چاہتا ہوں جو عمداً کی گئی ہے۔ اور بتانا چاہتا ہوں کہ اسی عبارت میں **من الرب الفعال** کے الفاظ موجود ہیں جو مختار مدعیہ نے بالقصد ترک کر دیے ہیں۔

اور تو اس عبارت میں **اعطیت** کے لفظ سے ہی یہ بات ظاہر تھی کہ حضرت اقدسؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان صفات کے پانے کا اظہار فرما رہے ہیں۔ مگر آپ نے **من الرب الفعال** کے لفظ سے اس مفہوم کو بالکل واضح کر دیا تھا۔ لیکن مختار مدعیہ نے مغالطہ دینے کی غرض سے دانستہ الفاظ **من الرب الفعال** ترک کر کے اعتراض کر دیا اور اس فقرہ کا وہ مفہوم لینا جو مختار مدعیہ نے بیان کیا ہے قائل کی منشاء کے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ آپ نے اس قول کی تشریح خطبہ الہامیہ، صفحہ ۲۸ میں ان الفاظ سے کر دی ہے:

''وبیدی حربةٌ لابیدبها عادات الظلم والذنوب وفی الاخری شربة لاعبد بها حیاة القلوب فأس للاغناء وانفاس للاحیاء.''

اور میرے ہاتھ میں ایک حربہ ہے جس کے ساتھ میں ظلم اور گناہوں کی عادات کو ہلاک کرتا ہوں۔ اور دوسرے ہاتھ میں

۱۔ خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن، ج ۱۶، ص ۵۶-۵۵

www.khatmenubuwwat.org

ایسا پانی ہے جس کے ساتھ میں قبول کو زندہ کرتا ہوں۔ کلہاڑی تو فناء کرنے کے لیے ہے اور انفاس طیبہ زندہ کرنے کے لیے مجھے دیے گئے ہیں۔

انہی دونوں باتوں کا مذکورہ بالا قول میں ذکر ہے۔ نہ کہ خدا تعالیٰ کی صفت احیاء اور افناء میں شریک ہونے کا۔

(۱۹)

نئی زندگی انہی کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو![۱]

اس عبارت سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو متغیر و متبدل مانتے ہیں۔ اور یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کو ازلی ابدی اور غیر متغیر و غیر متبدل مانتے ہیں۔ اور نیا خدا ہونے سے ہرگز آپ کی یہ مراد نہیں ہے کہ خدا پرانا ہو گیا تھا اور اب نیا ہو گیا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اور ایک نیا رنگ عبودیت کا اختیار کرتا ہے جس کو نئی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر نئے رنگ کی تجلی فرماتا ہے، اور بندہ سے اس کا معاملہ ایک نیا معاملہ ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''پیروی کرنے کے لیے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا، نہ کوئی اس کا بیٹا۔ وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے۔ اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے۔ اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں۔ انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آئے تو اس کے لیے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے، مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آ جاتا ہے، بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے۔ لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت، جو انسان سے ظہور میں آتی ہے، خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔''[۲]

اور فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام سے مجھے آگاہی بخشی کہ خدا وہ ذات ہے جو اپنی تمام صفات میں کامل ہے اور ازل سے ایک ہی رنگ اور ایک ہی طریق پر چلا آتا ہے۔ نہ اس میں حدوث ہے، نہ وہ پیدا ہوتا ہے، نہ مرتا ہے۔''[۳]

پس مختار مدعیہ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے مذکورہ بالا قول سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آپ خدا تعالیٰ کو متغیر و متبدل مانتے ہیں، بالکل لغو اور قطعاً لغو و باطل ہے۔ اور ایسی صاف باتوں پر ایسے فضول اعتراضات ہر منصف مزاج کے لیے باعث افسوس ہیں۔

۱۔ ضمیمہ تریاق القلوب، روحانی خزائن، ج ۱۵، ص ۴۹۷　　۲۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۱-۱۰

۳۔ شہادت القرآن، روحانی خزائن، ج ۶، ص ۳۷۹

www.khatmenubuwwat.org

(۲۰)

متشابہات

ان اعتراضات کا جواب دینے کے بعد جو مختار مدعیہ نے اس امر کے ثبوت میں پیش کیے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتے اور خدا تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں جو ان کے شان کے شایان نہیں ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ الٰہی کلام ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے، ایک محکم، دوسرا متشابہ۔ اور خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَاتَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ. (آل عمران، ۷)

کہ جن کے دلوں میں زیغ اور کجروی کا مادّہ ہوتا ہے وہ محکمات کو چھوکر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں۔ اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فتنہ برپا ہو اور لوگ حق سے منحرف ہو جائیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی دونوں قسم کا کلام پایا جاتا ہے۔ اور بعض کوتاہ اندیش متشابہات کو ظاہری معنوں میں لے کر جادۂ مستقیم سے منحرف ہوگئے اور خدا تعالیٰ کو بھی ایک مجسم چیز کی طرح سمجھنے اور اس کے لیے ہاتھ، آنکھ وغیرہ ماننے لگے اور یہ سمجھا کہ وہ واقعی عرش پر ایک بادشاہ کی طرح بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن سمجھدار اور عارفانِ الٰہی نے ایسے کلمات کو محکمات کے تابع کیا، اور ان کے ایسے معنی کیے جو محکمات کے مخالف نہ تھے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں کاملین امت محمدیہ کو بھی متشابہات ورثہ میں ملے جن پر خشک ملاؤں نے جہالت و نادانی سے اعتراضات کیے اور ان کے موردوں کو کافر اور مرتد اور واجب القتل ٹھہرایا۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: ''قرآن مجید میں بھی متشابہات مثل ید و استواء علی العرش وغیرہ واقع ہیں کہ جس سے بعض فرقوں نے اللہ تعالیٰ کا جسم ثابت کیا اور گمراہ ہوئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی گمراہی سے واقف تھا، بلکہ ان کلمات کے سرزد ہونے میں متابعت سنت پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت خاتمیت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی فرمایا: **ضحک اللّٰہ، وان اللّٰہ خلق آدم علیٰ صورتہ ودامت ربی فی سکک المدینة علیٰ صورة امرد شاب، ووضع اللّٰہ علیٰ کتفی فوجدت بردھا.** حالانکہ انبیاء خصوصاً جناب سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کمال صحو (ہوش) میں تھے۔'' (مقامات امام ربانی، ص ۵۰)

اگر مختار مدعیہ کی طرزِ استدلال صحیح سمجھی جائے تو امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی اس منقولہ حدیث سے خدا کا مجسم ہونا اس سے بہت بڑھ کر ثابت ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ مختار مدعیہ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے متشابہات الہامات سے آپ کے منشاء اور کھلی کھلی تشریحات کے خلاف معنی لے کر ثابت کرنا چاہا ہے۔ کیونکہ اس میں **ضحک اللّٰہ** کے لفظ ہیں، جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہنسا۔ اور مختار مدعیہ کی طرزِ استدلال کے لحاظ سے ہنسنے کے لیے ان چیزوں کی جن سے ہنسنے کا فعل منحصر ہے، یعنی رخسار اور لب وغیرہ کی ضرورت ہے اور جس میں یہ چیزیں پائی جائیں، اس کے مجسم ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔ اس طرح اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنی صورت پر پیدا کرے، اس کے خدا کی مشابہ ہونے میں کیا کلام

www.khatmenubuwwat.org

ہوسکتا ہے۔ اور اس کے صورت میں خدا کی مانند ہونے سے کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے۔ اور مختار مدعیہ کے نزدیک یہ سب امور موجب کفر وارتداد ہیں۔ اور حضرت مجدد ثانیؒ کی تحریر میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو مدینہ کی گلیوں میں ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا۔ اور اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں پر رکھا اور میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور یہ تمام باتیں بھی مختار مدعیہ کے عجیب وغریب مگر خلاف اہل اسلام طرز استدلال کی رُو سے خدا کو مجسم ٹھہراتی ہیں۔ کیونکہ بے ریش نوجوان اس کا ہاتھ اور اس کی ٹھنڈک وغیرہ امور سب تجسم کو چاہتے ہیں۔ اور صرف مجدد الف ثانی ہی کو جنہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے، نعوذ باللہ، مشرک کافر اور مرتد نہیں ٹھہراتی، بلکہ نعوذ باللہ دور دور اور بہت دور تک نوبت پہنچاتی ہے۔ دیوبندی مولوی بظاہر تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کو بڑے شد و مد سے اپنا قبلہ وکعبہ بتاتے ہیں، مگر جب دوسروں کو کافر کہنے کا شوق زور کرتا ہے تو ان پر بھی ہاتھ صاف کر جاتے ہیں۔

یہ تو حدیث تھی، اگر قرآن شریف کو بھی دیکھا جائے تو مدعیہ کے طرزِ استدلال کے لحاظ سے اس کی آیات سے بھی مختار مدعیہ کا چلایا ہوا سلسلہ کفر بہت دور تک پہنچتا ہے۔ مثلاً اس میں **استوی علی العرش**، یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے، اور آیت: **وَیَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّکَ فَوۡقَھُمۡ یَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ**. (حاقہ، ۱۷) یعنی اس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ اور **یَدٰہُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ**. (مائدہ، ٦٤) یعنی خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ اور **یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ**. (فتح، ۱۰) یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سعد بن معاذؓ کی وفات پر فرمانا، **اھتز لہ عرش الرحمٰن**. کہ اس وفات سے خدا کا عرش ہل گیا۔ اگر ان آیات اور احادیث کے معنی کرنے میں بھی وہی طرز استدلال اختیار کیا جائے جو مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متشابہ الہامات اور مبہم ومجمل عبارات کے لیے اختیار کی ہے تو احادیث نبویہ اور آیات قرآنیہ سے بھی خدا کا مجسم ہونا پایا جاتا ہے اور جس طرزِ استدلال کی یہ حالت ہو، اس کے باطل ہونے کے متعلق کسی اور امر کے پیش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔

آخر میں اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الہامات میں بھی محکم اور متشابہ دونوں قسم کا کلام ہے اور یہ کوئی قابلِ اعتراض امر نہیں۔ حسب قاعدہ متشابہ کو محکم کے تابع کرنا چاہیے۔ یعنی متشابہ کے ایسے معنی کرنے چاہئیں جو محکم کے خلاف نہ ہوں۔ اور ملہم نے اپنے کسی متشابہ الہام کے معنی خود بیان کر دیے ہوں تو کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچ سکتا کہ وہ ان معنوں کے خلاف کوئی اور معنی نکالے۔ متشابہ تو الہام ہے، کسی مبہم یا ذوالوجوہ عبارت کے معنی بھی منشاء متکلم کے خلاف نہیں نکالے جا سکتے۔ اور یہ وہ اصل ہے جس سے دنیا میں کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ حتیٰ کہ دیوبندیوں کے ابن شیر خدا علی المرتضیٰ در بھنگی سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند مختار مدعیہ نمبر۲ بھی بضرب دہل اس کی تصدیق وتائید کا اعلان فرما رہے ہیں۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ آپ اپنی طرف سے خلاف منشاء متکلم کلام کے معنی تجویز فرماتے ہیں۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ**. (السحاب المدرار، ص۴۳) پھر اور لکھتے ہیں: ’’علاوہ ازیں تصنیف را مصنف نیکوکند بیان۔ جب مصنف خود فرماتے ہیں کہ میرا مطلب یہ ہے تو اب کسی کو چون و چرا کی گنجائش کیا ہے۔‘‘ (السحاب المدرار، ص ۵۵) اور مفتی دیوبندی مولوی محمد شفیع صاحب واہ

مدعیہ نمبر ا نے بھی ۲۰راگست کو جرح کے جواب میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ اگر مختلف اقوال مذکور ہوں تو مبہم قول کو مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔ پس اس اصل مسلمہ فریقین کے مطابق کسی متشابہ الہام یا مجمل ومبہم عبارت کے وہی معنی درست سمجھے جائیں گے جو منشاء ملہم ومتکلم کے موافق ہوں، نہ وہ جو اس کے شدید ترین دشمنوں نے اس کے منشاء اور کھلی کھلی تشریحات کے خلاف اس پر غلط و باطل اتہام لگانے کے لیے گھڑے ہوں۔ اور ملہم یا متکلم ومصنف کے بیان کردہ معنی کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے معنی قابلِ التفات نہیں ہوں گے، خواہ وہ معنی کرنے والے دیوبند کے کوئی فاضل ہوں، یا کسی اور مقام کے کوئی نا قابل اور اسی اصل کے لحاظ سے حضرت اقدسؑ کی وہ تشریح بھی درج کرتا ہوں جو حضور نے الہام، **الهام انت منی بمنزلة اولادی** کے متعلق بیان فرمائی ہے، تا اصل حقیقت واضح سے واضح تر ہو جائے اور وہ یہ ہے:

''یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے، اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرتؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا: **يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ**، (فتح،۱۰) ایسا ہی بجائے **قل یاعباد اللّٰہ** کے **قل یعبادی** بھی کہا۔ اور یہ بھی فرمایا: **فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ**. (بقرۃ،۲۰۰) پس خدا کی اس کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو، اور حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے، تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے:

''**قل انما انا بشر مثلکم یوحٰی الی انما الٰهکم اله واحد والخیر کله فی القراٰن.**''[۱]

یہ ہے مختار مدعیہ کے اعتراضات کی حقیقت اور انہی اعتراضات کی بنیاد پر کچھ عقائد وضع کر کے اس نے حضرت اقدسؑ کی طرف منسوب کیے اور عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بار بار اس امر کو دُہرایا تھا کہ یہ اعتقاد رکھنے والے اگر کروڑ مرتبہ بھی کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تو وہ قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ لیکن مندرجہ بالا بیانات سے کالشّمس فی نصف النہار ظاہر ہو گیا ہے کہ مختار مدعیہ کے اعتراضات سراسر مغالطہ دہی پر مبنی تھے اور توحید الٰہ کے خلاف جو عقائد اس نے حضرت اقدس علیہ السّلام کی طرف منسوب کیے تھے۔ وہ حضرت اقدسؑ کے عقائد نہیں تھے۔ بلکہ مختار مدعیہ نے حضرت اقدسؑ کے منشاء کے خلاف اپنے باطل استدلال سے خود پیدا کر کے حضرت اقدس کی طرف منسوب کر دیے تھے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کے کلمہ توحید کے مطابق ایمان رکھنے میں شک کرنے کی سرِمو بھی گنجائش نہیں رہی۔

ا۔ دافع البلاء، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۲۷

www.khatmenubuwwat.org

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

مختار مدعیہ نے کلمہ کے دوسرے جزو یعنی محمد رسول اللہ سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو اسی طرح منکر قرار دینا چاہا ہے جس طرح پہلے جزو کے متعلق چاہا تھا۔ اور اس امر میں بھی عدالت کو اسی طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے جس طرح کہ پہلے کی تھی۔ اور اس لغو و باطل امر کو ثابت کرنے کے لیے کہ نعوذ باللہ آپ کلمہ کے جزو دوم یعنی محمد رسول اللہ کے بھی منکر ہیں جو بحث اس نے عدالت کے سامنے کی ہے وہ اس کے پہلے جزو کی بحث سے بھی زیادہ مخدوش و لغو اور باطل ہے۔

قبل اس کے کہ میں اس کے ایک ایک اتہام کے متعلق علیحدہ علیحدہ کلام کروں، عدالت سے اس طرف توجہ مبذول کرنے کی خصوصیت سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی شخص کا عقیدہ اس کے صاف الفاظ سے معلوم کیا جا سکتا ہے، نہ کہ اس کے مخالفوں کے ان معانی سے جو انہوں نے اس کی کسی متشابہ یا مجمل و مبہم عبارت سے اس کی منشاء اور اس کی کھلی کھلی تصریحات کے بالکل ہی خلاف نکالے ہوں، خاص کر ایسی حالت میں جبکہ اس شخص کے کفر و اسلام کا مسئلہ زیر بحث ہو۔ لیکن مختار مدعیہ نے نہ تو پہلے جزو کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کوئی ایسی عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ میں انکار توحید باری موجود ہو۔ اور نہ دوسری جزو کے متعلق کوئی ایسی عبارت پیش کی ہے جس کے الفاظ سے انکار رسالت نکلتا ہو۔ بلکہ متشابہ الہامات کا تشریحات ملہم کے خلاف مفہوم لے کر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کو کلمہ کے دونوں جزوں سے انکار ہے۔ اس کارروائی سے نہایت صفائی کے ساتھ یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ باوجود بہت بڑی کوشش کے مختار مدعیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ایسی عبارت بھی نہیں مل سکی جس کے الفاظ میں انکار توحید و رسالت موجود ہو۔ یہ دونوں خبروں کے متعلق اس نے جو الہامات یا عبارات پیش کی ہیں، ان کے غلط مفہوم سے نتیجہ کے طور پر یہ بات نکالی ہے اور یہ امر قطعاً قابلِ التفات نہیں ہے اور اس سے کسی طرح کسی کا کفر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

مختار مدعیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ایسی ایک عبارت بھی نہیں مل سکی جس کے الفاظ میں انکار رسالت و توحید موجود ہو۔ لیکن آپ کی ایسی بیشمار عبارتیں موجود ہیں جن کے الفاظ میں اقرار رسالت و توحید موجود ہے۔ اور اس کے منکر کو کافر کہا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس نے عدالت کو مغالطہ دینا چاہا ہے اور اس پر مختار مدعیہ نمبر۲ نے بھی بہت زور دیا ہے کہ جو عبارات جس مفہوم میں انہوں نے پیش کی ہیں، انہی کا دیکھ لینا کافی ہے اور دیگر عبارات کے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایسی بات ہے جس کو صحیح قرار دینے سے امان اٹھ جاتا ہے اور کوئی شخص بھی کفر کے فتوے سے نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ کسی شخص کی متشابہ اور مجمل عبارات کے خود ساختہ معنی لے کر اور اس کی منشاء تصریحات اور دیگر عبارات کو نظر انداز کر کے فتویٰ دیا جائے تو بڑی آسانی سے کفر کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے، مگر یہ کفر کا فتویٰ درحقیقت اس پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس پر فتویٰ دیا جائے، اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو۔ متشابہ و مبہم اور ذوالوجوہ عبارت پر کسی طرح کفر کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا، بلکہ ایسی

www.khatmenubuwwat.org

عبارتوں سے وہی معنی لیے جاتے ہیں اور لیے جانا چاہئیں جو صاحب عبارت کے منشاء اور اس کی تشریحات اور اس کی دوسری محکم و بیّن عبارتوں کے خلاف نہ ہوں۔

چنانچہ ۲۰/اگست ۱۹۳۲ء کو گواہ مدعیہ نمبر ا نے جرح کے جواب میں یہ اصل تسلیم کیا ہے، ''ایک مصنف کے قول کا ماقبل و مابعد جب تک معلوم نہ ہوا اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کیا جائے، اس وقت تک کوئی ایک جملہ کسی کتاب کا پیش کر دینا عقیدہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔'' اور ۲۱/اگست کو بجواب مکرر جرح اس نے اس قول کی یہ تشریح کی ہے کہ ''اگر مصنف کے ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال مذکورہ ہوں، ان میں سے ایک قول مبہم ہے تو اس مبہم قول کو مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔'' اسی طرح گواہ نمبر ۴ نے بھی ۳۱/اگست کو بجواب جرح اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ ''متکلم کے مبہم کلام کو اس کے مصرح کلام پر حمل کیا جائے گا۔'' چونکہ مختار مدعیہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متشابہ الہامات اور مجمل عبارات کے جو معنی اس نے خود گھڑے ہیں، وہ آپ کے منشاء وتشریحات کے بالکل خلاف ہیں۔ اور صرف نہیں، بلکہ ان کے خلاف آپ کی بیشمار عبارتیں بھی موجود ہیں اس لیے اس نے حضرت مسیح موعودؑ کی عبارتوں کے متناقض و متعارض ہونے پر بڑا زور دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ہر اَمر کے متعلق آپ کے کلام میں تناقض موجود ہے۔ اور کوئی ایسا قول نہیں جس کے خلاف دوسرا قول بھی موجود نہ ہو۔ لیکن یہ اس کا سراسر مغالطہ ہے۔ اور اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متشابہ الہامات و مجمل اقوال کے جو غلط معنی اس نے گھڑے ہیں، وہ صحیح قرار پائیں۔ اور آپ کے جو اقوال اس کے ان گھڑے ہوئے غلط معنی کے خلاف پیش کیے جائیں وہ متناقض و متعارض متصور ہو کر نظر انداز ہو جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض وتعارض نہیں ہے۔ آپ کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے، جیسا کہ اس بحث سے ظاہر ہوگا۔ اب میں مختار مدعیہ کے ایک ایک قول کو لیتا اور اس کا جواب دیتا ہوں۔

(۱)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی ہیں!

مختار مدعیہ نے پہلا مغالطہ تو یہ دیا ہے کہ آخری نبی ہونا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب نے آپ کے آخری ہونے سے انکار کیا ہے، لہٰذا آپ کلمہ کے جزو ثانی کے منکر ہوئے اور دائرۂ اسلام سے خارج۔

جاننا چاہیے کہ قرآن مجید واحادیث کی رُو سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جن معنوں کی رُو سے آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے، ان معنوں کے لحاظ سے آپ نے کبھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آخری ہونے سے انکار نہیں کیا، بلکہ آپ فرماتے ہیں: ''نوع انسان کے لیے اب روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں، مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں،

www.khatmenubuwwat.org

مگر محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ سوتم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔'' اور فرماتے ہیں: ''نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ آسکے، ہم مرتبہ کوئی اور ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے، مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے۔'' (کشتی نوح، ص ۱۳)

اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان معنی سے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آخری شرعی نبی ہیں اور آپ کی اتباع کے بغیر انسان کسی روحانی مقام پر فائز نہیں ہوسکتا، کبھی انکار نہیں کیا اور حضورؐ کی یہ خصوصیت بحیثیت آخری نبی ہونے کے قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے۔

میں مختار مدعیہ کے اس مغالطہ کو کہ (حضرت) مرزا صاحب نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آخری نبی ہونے سے انکار کیا ہے، ظاہر کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود کا یہ ارشاد کہ:

اوّل آدم آخرشاں احمد است
اے خنک آنکس کہ بیند آخری!

اور یہ ارشاد کہ:

احمد آخر زماں کو اوّلیں را جائے فخر!
آخریں را مقتداو ملجاو کہف و حصار

اور آپ کا یہ ارشاد: ''ملائک یعنی جبریل علیہ السّلام آخر الرسل صلّی اللہ علیہ وسلّم پر یہی ظاہر ہوا کہ ملائک کے اس فعل رمی شہب سے علت غائی رمی شیاطین ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام، حاشیہ، ص ۱۲۶) پیش نہیں کرتا۔ جو مختار مدعیہ کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ پہلا شعر براہین احمدیہ کا اور دوسرا آئینہ کمالات اسلام کا ہے۔ اور یہ دونوں کتابیں ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں، جب کہ بقول مختار مدعیہ آپ نے کوئی کفریہ دعوے نہیں کیے تھے۔ یعنی براہین احمدیہ ۱۸۸۵ء کی ہے اور آئینہ کمالات اسلام ۱۸۹۳ء کی ہے، بلکہ حقیقۃ الوحی کا حوالہ پیش کرتا ہوں جو ۱۹۰۷ء میں آپ کی وفات سے صرف ایک سال پہلے کی شائع شدہ کتاب ہے۔ اور جب کہ بقول مختار مدعیہ آپ تمام کفریہ دعوے کر چکے تھے تا مختار مدعیہ کی مغالطہ اندازی عام و خاص سب پر الم نشرح ہو جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''تمام نبیوں نے جو بنی اسرائیل میں آتے رہے۔ اس پیشگوئی کے یہی معنی سمجھے تھے کہ وہ آخر الزمان نبی بنی اسرائیل سے پیدا ہوگا۔ مگر وہ نبی بنی اسماعیل میں سے پیدا ہوگیا۔''[۱]

اور صفحہ ۴۶ پر فرماتے ہیں: ''سو تقویٰ کے دائرہ سے باہر قدم مت رکھو۔ کیا جیسا کہ یہود نے اور ان کے نبیوں نے سمجھا تھا آخری نبی بنی اسرائیل میں سے آیا؟ یا الیاس نبی دوبارہ زمین پر آگیا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہود نے دونوں جگہ غلطی کھائی۔''

اور فرماتے ہیں: ''اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا، اور آدم کو پیدا کیا اور رسول اللہ بھیجے اور

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۴۷

www.khatmenubuwwat.org

کتابیں بھیجیں۔ اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔‘‘[1]

یہ بیان کر دینے کے بعد کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنے آقا و مولا افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آخری نبی مانا ہے، یہ کہہ دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ جس حدیث میں آخر الانبیاء آیا ہے، وہ کوئی زیادہ قوی حدیث نہیں ہے، بلکہ اس کے راویوں میں سے ایک راوی اسماعیل بن رافع ہے، جسے امام احمدؒ اور یحییٰ بن معین اور ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور دارقطنی وغیرہ نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔ اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی تمام احادیث میں تامل ہے۔ (میزان الاعتدال، ج۱،ص ۹)

اور اس کے دوسرے راوی عبدالرحمان المحاربی کے متعلق ابن معین نے کہا ہے کہ وہ منکر حدیثیں اور غیر معروف اور مجہول لوگوں سے روایت کرتا ہے۔ ابو حاتم نے کہا، سچا تو ہے لیکن مجہول شخصوں سے روایت کرتا ہے جس سے اس کی تمام احادیث خراب ہو جاتی ہیں۔ اور وکیع نے کہا ہے کہ وہ لمبی حدیثیں یاد نہیں رکھ سکتا، اور امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ وہ مدلس ہے۔ (میزان الاعتدال، ج ۲،ص ۱۰۴)

باوجودیکہ یہ روایت اتنی مضبوط نہیں ہے کہ یقینی طور پر صحیح مان لی جائے۔ تاہم اس کے معنی بالکل واضح ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے جو اسلام کا دشمن اور اس کی تخریب میں ساعی ہوگا، اپنے آپ کو آخر الانبیاء فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی امت کو آخر الامم یعنی آپ ایسے آخری نبی ہی کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو مستقل امت بنانے والا ہو۔ پس احمدیہ جماعت مذکورہ بالا معنوں کے لحاظ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آخری نبی ہونے کی خصوصیت کو تسلیم کرتی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ کلمہ میں تو محمد رسول اللہ کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ اور مختار مدعیہ آخری نبی ہونے کے اقرار کو کلمہ کی جزو میں داخل کر رہا ہے۔ حالانکہ نہ تو قرآن میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے آخری نبی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور نہ کسی مشہور متواتر حدیث میں۔ بلکہ جس حدیث میں آخر الانبیاء کا لفظ آیا ہے، وہ بھی خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی ہے، جس پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ کیونکہ عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر باور نہ ہو تو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ اپنے مسلم عالم کا قول پڑھ لیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں: ’’اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے، نہ کہ ظنیات صحاح کا۔ چہ جائیکہ ضعاف اور موضوعات کا۔‘‘ (البراہین القاطعہ،ص ۸۹)

اور مختار مدعیہ کا کہنا کہ گواہان مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات پر ایمان لانے کو ضروری مانا ہے۔ یہ ایک مغالطہ ہے۔ گواہان مدعا علیہ میں سے کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ جو خصوصیات نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہوں اور نہ کسی حدیث متواتر سے۔ بلکہ لوگوں نے اپنی طرف سے چند مفروضات گھڑ کر ان کا نام خصوصیات رکھ لیا ہو، ان پر بھی ایمان لانا ضروریات مومن میں سے شمار کیا جائے۔

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲،ص ۱۴۵

www.khatmenubuwwat.org

(۲)

خاتم النبیّین کے معنی!

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلمہ کے جزو ثانی کی انکار کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ خاتم النبیّین کے معنی کے منکر ہیں، چونکہ خاتم النبیّین کے معنی کے متعلق گواہان مدعا علیہ نے مفصل طور پر اپنے بیانوں میں بحث کر دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے کو بصدق دل یقین کرتے ہیں اور اس کے جو معنی قرآن مجید اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہؓ اور ائمہؒ اور لغت عرب کی رُو سے ثابت ہوتے ہیں، ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس مختار مدعیہ کا یہ ادعا کہ احمدی خاتم النبیّین کے معنی کے منکر ہونے کی وجہ سے کلمہ کے جزو ثانی کے منکر ہیں، لغو اور بیہودہ ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۳)

معراج جسمانی کا انکار

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کی جماعت کے کلمہ کی جزو ثانی سے منکر ہونے کی ایک وجہ یہ قرار دی ہے کہ وہ معراج جسمانی کے منکر ہیں۔ اور تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ کو عرش تک معراج جسمانی ہوئی تھی، جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ دوسری معراجوں کا یہاں ذکر نہیں اور اگر کوئی اپنے لیے یا کسی اور کے لیے ویسی معراج مانے تو شرک فی الرسالۃ ہوگا اور مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ یہ آنحضرت کا ایک کشف تھا۔ اور ایسے کشوف میں خود مؤلف بھی صاحب تجربہ ہے۔ اس قول سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے لیے ایک نہیں، بلکہ کئی معراج ثابت کیے ہیں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معراج جسمانی کا انکار کیا ہے۔ اس لیے آپ کلمہ کی جزو ثانی کے منکر ہوئے کیونکہ معراج نبوی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات میں سے ہے اور اس انکار کی وجہ سے کافر و مرتد ہوئے، لہٰذا مدعیہ کا نکاح فسخ ہونا چاہیے۔

مختار مدعیہ کے اس اعتراض میں تین باتیں قابلِ غور ہیں:

۱۔ کیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معراج جسمانی ہوئی، اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف صالحین اور تمام علماء اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے۔

۲۔ کیا پہلے انبیاء میں سے یا اولیاء امت میں سے کسی کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرح معراج ہوئی۔

۳۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے یہ لکھا ہے کہ مجھے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی معراج کی طرح معراج ہوئی۔

پہلی بات کے متعلق خود مختار مدعیہ نے سرسیّد احمد خان صاحب کو مسلمان سمجھتے ہوئے اور ان کے نام کے ساتھ علیہ الرحمۃ کا فقرہ استعمال کرتے ہوئے جو بزرگانِ دین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اقرار کیا ہے کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معراج جسمانی کے منکر تھے اور اسے رویا مانتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں صریح طور پر لکھا ہے:

''اگر ہماری یہ رائے صحیح نہ ہو اور ابن عباس نے عین کا لفظ رویا کے ساتھ اسی مقصد سے بولا ہے کہ رویا سے رؤیت یا تعین فی الیقظہ مراد ہے، تو وہ بھی منجملہ اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی الیقظہ کے قائل ہوئے ہیں۔ مگر ہم اس گروہ میں ہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے۔'' (تفسیر سرسیّد، ص ۱۰۷)

جب مختار مدعیہ کے نزدیک سرسیّد معراج جسمانی کے منکر ہو کر مسلمان ہی نہیں بلکہ ایک بزرگ مسلمان ہیں، جو خطاب علیہ الرحمۃ کے مستحق ہیں، تو وہ اسی بناء پر کسی اور کو دائرۂ اسلام سے خارج اور کلمہ شہادتین کے منکر کس طرح قرار دے سکتا ہے۔ ہمیں تو اس تفریق وتخالف کی اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السّلام نے، جو کہ مسیح موعود اور مہدیٔ معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور قدیم نوشتوں کی بنا پر ضروری تھا کہ اس زمانہ کے مولوی حسد اور تعصب کی وجہ سے انہیں کافر و مرتد قرار دیں۔

دوسری بات کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ فریق مخالف کے ایک مسلم عالم کی تحقیق بیان کر دوں۔ علامہ سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی، جلد۴، صفحہ ۲۹۳ میں بذیل عنوان ''معراج جسمانی تھی یا روحانی، خواب تھا یا بیداری'' تحریر فرماتے ہیں:

''اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ سورہ اسراء (معراج) کی اس آیت کی نسبت: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْ یَا الَّتِیۤ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل، ۶۰) کہ میں نے جو رویا (دکھاوا) تجھ کو دکھایا، اس کو ہم نے لوگوں کے لیے صرف آزمائش بنایا ہے۔

بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ یہ معراج کے متعلق ہے۔ رؤیا عربی زبان میں ''دکھاوا'' کو کہتے ہیں۔ یعنی ''جو دیکھنے میں آئے''۔ اور عام طور سے اس کے معنی ''خواب'' کے ہیں۔ اس لیے جو فریق معراج کو خواب بتاتا ہے، وہ اس آیت کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس کی اس روایت میں ان کی تصریح ہے کہ رویا آنکھ کا دیکھنا تھا، جو معراج میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دکھایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ محض خواب نہ تھا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند ابن حنبل اور حدیث کی دیگر کتابوں میں جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں، ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان روایتوں کے الفاظ یا تو خواب و بیداری دونوں پہلوؤں سے خاموش ہیں، یعنی ان میں مطلقاً اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ خواب تھا یا بیداری۔ اور یا یہ کہ ان میں خواب منام اور رؤیا کی تصریح ہے۔ بخاری، مسلم اور مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابوذرؓ کی جو روایت ہے اور حضرت انسؓ کی اسی روایت میں جو شریک کے واسطہ سے ہے، یہ تصریح تمام مذکور ہے کہ یہ واقعہ آنکھوں کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت میں پیش آیا۔ بخاری میں یہ حدیث کتاب التوحید اور باب صفۃ النبی دو مقامات میں ہے، اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

''سمعت عن انس بن مالک یقول لیلۃ اُسری برسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم...... حتی اتوہ لیلۃ

www.khatmenubuwwat.org

اخری فیما یری قلبه وتنام عینه ولا ینام قلبه وكذالك الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلوبهم." (**کتاب التوحید**)

انس بن مالک کو میں نے اس شب کا واقعہ جب آپ کو کعبہ کی مسجد سے لے جایا گیا (معراج) بیان کرتے ہوئے سنا...... یہاں تک کہ ایک اور رات کو وہ (تین شخص) آئے، اس حالت میں کہ آپ کا دِل دیکھتا تھا اور آپ کی آنکھ سوئی ہوئی تھی، لیکن آپ کا دِل نہیں سوتا تھا۔ اور اس طرح پیغمبروں کی آنکھیں سوتی ہیں، مگر اُن کے دل نہیں سوتے۔"

اسی معنی کی دوسری حدیث جو باب صفۃ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں آئی ہے، درج کی ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

"بخاری نے اس باب میں اس حدیث کو یہیں تک لکھا ہے، لیکن کتاب التوحید میں اس کے بعد معراج کے تمام واقعات بیان کر کے آخر میں حضرت انس کا یہ فقرہ روایت کیا ہے: **فاستقیظ وهو فی المسجد الحرام.** پھر آپ بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے۔"[1]

صحیح مسلم میں یہ روایت نہایت مختصر ہے۔ سند کے بعد صرف اس قدر لکھ کر کہ "آپ مسجد حرام میں سوتے تھے"، اس کو ختم کر دیا ہے۔ اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ "شریک نے اس روایت کو گھٹا بڑھا دیا ہے اور آگے پیچھے کر دیا ہے۔" اس لیے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ شریک کی یہ تنہا زیادت قبول نہ ہوتی، مگر وہ اس بات میں تنہا اور مفرد نہیں ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت مالک بن صعصعہ انصاری خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: **بینما انا عند البيت بين النائم واليقظان.** (صحیح بخاری، باب ذکر الملائکہ وصحیح مسلم باب الاسراء) کہ میں کعبہ کے پاس خواب بیداری کی درمیانی حالت میں تھا۔

صحیح بخاری باب المعراج اور مسند ابن حنبل میں مالک بن صعصعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: **بینما انا فی الحطی مضطجعا.** اسی اثناء میں کہ خانہ کعبہ کے مقام حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔

اس کے بعد ان روایتوں میں معراج کے تمام واقعات مذکور ہیں۔ بیچ اور آخر میں بیداری کا کچھ ذکر نہیں ہے۔ دلائل بیہقی میں ایک روایت ہے جس میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے واسطہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "میں عشاء کے وقت خانہ کعبہ میں سو رہا تھا۔ ایک آنے والا (جبرائیل) آیا اور اس نے مجھے آ کر اُٹھایا اور میں اٹھا۔" اس کے بعد واقعہ معراج کی تفصیل ہے۔ لیکن اس کا دوسرا ہی راوی جھوٹا، دروغ گو اور نا قابلِ اعتبار ہے۔ اور اس میں جو منکر اور غرائب امور بیان کیے گئے ہیں، وہ سرتا پا لغو ہیں۔ ابن اسحاق نے سیرت میں اور ابن جریر طبری نے تفسیر (سورہ اسراء) میں حضرت حسن بصری سے بھی اس قسم کی روایت کی ہے کہ میں سو رہا تھا کہ جبرائیل نے پاؤں سے ٹھوکر مار کر مجھے اٹھایا۔ لیکن اس کا سلسلہ حضرت حسن بصری سے آگے نہیں بڑھتا۔ بہرحال جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ صحیح روایتون میں یا تو مطلق خواب و بیداری کی تفصیل نہیں اور یا خواب و بیداری کی درمیانی حالت کی تصریح ہے۔

سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری میں محمد بن اسحاق کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتیں

۱۔ **فرج عن سقف بیتی......** صحیح بخاری، رقم ۳۴۹، صحیح مسلم، رقم ۲۶۳

www.khatmenubuwwat.org

ہیں، جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ بزرگوار معراج کو روحانی اور رویائے صادقہ کہتے ہیں۔ (ص۲۹۳-۲۹۶) جو لوگ معراج کو بیداری کا واقعہ سمجھتے ہیں، ان کے متعلق لکھتے ہیں وہ قرآن مجید کی کسی نص یا حدیث کے کسی صحیح متن سے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش نہیں کرتے، بلکہ وہ زیادہ تر عقلی استدلال کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن جریر سے لے کر امام رازی تک سب نے یہی کہا ہے۔ اس فرقہ کے عقلی دلائل چار ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں ہے کہ: سُبحٰنَ الَّذِیْ اَسرٰی بِعَبْدِہٖ. (بنی اسرائیل،۱) پاک ہے وہ خدا جو (شب معراج میں) لے گیا اپنے بندہ (عبد) کو۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اپنے ''بندہ'' کو لے گیا۔ بندہ یا عبد کا اطلاق جسم پر یا جسم و روح دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ تنہا روح کو عبد یا بندہ نہیں کہتے۔

۲۔ واقعات معراج میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ براق پر سوار ہوئے، آپ نے دودھ کا پیالہ نوش فرمایا۔ سوار ہونا، پینا، یہ سب جسم کے خواص ہیں اس لیے یہ معراج جسمانی تھی۔

۳۔ اگر واقعہ معراج رویا اور خواب ہوتا تو کفار اس کی تکذیب کیوں کرتے۔ انسان تو خواب میں خدا جانے کیا کیا دیکھتا ہے، محال سے محال چیز بھی اس کو عالم خواب میں واقع بن کر نظر آتی ہے۔

۴۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہا ہے کہ: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْ یَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ. (بنی اسرائیل،۶۰) سو اس مشاہدہ معراج کو ہم نے لوگوں کے لیے معیار آزمائش بنایا ہے۔ اگر یہ عام خواب ہوتا تو یہ آزمائش ایمان کی کیا چیز تھی اور اس پر ایمان لانا مشکل کیا تھا۔

معراج کے جسمانی اور واقعہ بیداری ہونے پر یہ دلائل حد درجہ کمزور اور بے بنیاد ہیں۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مجرد روح پر بندہ اور عبد کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ جسم انسانی تو ہر لحظہ اور ہر آن بکھر رہا ہے اور فنا ہو رہا ہے۔ بندہ ازل اور عبد مطلق تو یہی جان بے جسم اور روح بے جسد ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت پاک تم کو یاد ہوگی: یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ. ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً. فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ. وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ. (فجر،۲۷-۳۰) اس آیت میں دیکھو کہ نفس و جان و روح کو صاف بندہ اور عبد کہا گیا ہے۔ اسی طرح سورہ مائدہ میں ہے: اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ. (مائدہ،۱۱۸) اس آیت میں قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ اپنی امت کے متعلق عباد کا لفظ فرمائیں گے۔ حالانکہ اس دن خاکی جسد نہ ہوں گے۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جب کسی مومن بندے کی روح نکال کر فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں تو اگلے فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ پاک روح کون سی ہے۔ فیقولون فلان بن فلان. وہ کہتے ہیں، یہ فلاں بیٹا فلان کا ہے۔ آخرکار جب وہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں۔ فیقول اللّٰہ عزوجل اکتوبا کتاب عبدی فی علیین. خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس ''بندہ'' کے اعمالنامہ میں یہ لکھ دو کہ اس کی جگہ علیین میں ہے۔ (مشکوٰۃ،ص۱۴۲)

اس میں بھی صرف روح کے لیے لفظ عبد کا استعمال ہوا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب انسان خواب کا ذکر کرے تو صیغہ وہی استعمال کیا جاتا ہے جو روح مع الجسد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (شمس)

www.khatmenubuwwat.org

یہ کہنا کہ سوار ہونا اور دودھ پینا جسم کے خواص ہیں اس لیے معراج جسمانی تھی، سرتا پا مغالطہ ہے۔ یہ تو جب کہا جا سکتا ہے جب کوئی یہ کہے کہ براق اور دودھ بھی ہماری اس دنیا کی مادی سواری اور ایک جوہر سیال تھا۔ اگر یہی اعتراض کرنا ہے تو تم یہی کیوں نہیں کہتے کہ نفس آنا جانا، کہنا سننا بھی خواص جسمانی ہیں اس لیے یہ معراج جسمانی تھی۔ لیکن تم کو معلوم ہو کہ ہم جس عالم کی باتیں کر رہے ہیں، وہاں نہ ہم ان پاؤں سے چلتے ہیں، نہ ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں، نہ ان کانوں سے سنتے ہیں، نہ اس جسم سے سوار ہوتے ہیں اور نہ اس منہ سے کھاتے اور پیتے ہیں...... اسی طرح جس طرح آپ کا یہ سفر روحانی تھا، براق، دودھ اور معراج کے دیگر مناظر و مشاہد بھی روحانی تھی۔

تیسرا استدلال کہ اگر یہ خواب ہوتا تو کفار تکذیب کیوں کرتے، بھی صحیح نہیں۔ اس کے متعدد وجوہ ہیں:

۱۔ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم، صحابہ اور مسلمان (نعوذ باللہ) اس رویا کو محض خواب و خیال کا رُتبہ دیتے تو کفار کو تکذیب کی حاجت نہ تھی۔ مگر چونکہ ان کو معلوم تھا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو کچھ اس عالم میں دیکھتے ہیں، وہ اس کو واقع اور حقیقت جانتے ہیں اس لیے ان کو اعتراض تھا۔ اور واقعات معراج میں سیر بیت المقدس کے سوا اور تمام باتیں دوسرے عالم کی تھیں، جن کے صدق و کذب اور حق و بطلان کی کوئی صورت ان کے پاس نہ تھی، اس بناء پر انہوں نے معراج کے تمام واقعات اور مناظر میں سے بیت المقدس کا حال پوچھا۔ اگر آپ اس کو (نعوذ باللہ) غلط بتاتے تو اور باتوں کو بھی وہ لوگوں میں اسی طرح غلط، باطل اور بے حقیقت ثابت کرتے۔

۲۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ قریش خدا کی عظمت و تقدس کو مانتے تھے۔ فرشتوں پر یقین رکھتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ وغیرہ پیغمبروں کی نیکی اور بڑائی بھی انہوں سے سنی تھی۔ اور اپنے خیال میں وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نعوذ باللہ جھوٹا، کاذب اور دروغ گو، لامذہب اور بے دین جانتے تھے، اس لیے ان کے ذہن میں یہ بات بھی نہیں آ سکتی تھی کہ ایسا آدمی ایسا مقدس، ایسا باعظمت، ایسا روحانی اور ایسا پاکیزہ خواب دیکھ سکتا ہے۔

۳۔ اور اصل بات یہ ہے کہ یہ مشاہدہ جس کو خواب کہہ کر تعبیر کر رہے ہو، حقیقت کی رُو سے خواب نہ تھا، بلکہ جسم سے منقطع ہو کر روح کی سیر تھی اور قریش کے لیے اس کا سمجھنا آسان نہ تھا۔ آخری استدلال تو تمام تر طرفداران رؤیا کے حق میں ہے کہ خود خداوند تعالیٰ اس کو رؤیا سے تعبیر کرتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْ يَا الَّتِیٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ. (بنی اسرائیل، ٦٠) ہم نے جو رؤیا تجھ کو دکھایا، اس کو لوگوں کے لیے آزمائش بنایا۔ کسی چیز و ایمان و اعتراف کی آزمائش کا معیار بنانے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ بظاہر اس پر ایمان لانا مشکل اور حیرت انگیز ہی ہو۔ مدینہ جا کر قبلہ بیت المقدس کی بجائے کعبہ ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی عجوبہ اور عقل کے خلاف چیز نہیں، تاہم اس کو بھی اللہ تعالیٰ ایمان کی آزمائش کا معیار قرار دیتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ تمام کج بحثیاں اور لفظی نزاعیں اس لیے پیدا ہوئی ہیں کہ لوگوں نے رؤیا کی حقیقت پر غور نہیں کیا۔ وہ انبیاء کے رؤیا کو بھی عام انسانی خواب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دراصل صرف لفظ کا اشتراک ہے، ورنہ اس کی حقیقت بالکل جداگانہ ہے۔ یہ وہ

www.khatmenubuwwat.org

''رویا'' ہے جس میں گو آنکھیں بند ہوتی ہیں مگر دل بیدار ہوتا ہے۔ کیا یہی عام رؤیا کی حقیقت ہے، یہ وہ حالت ہے جو بظاہر خواب ہے مگر دراصل ہوشیاری۔ بلکہ مافوق ہوشیاری ہے، بلکہ عام خواب اور اس میں مشابہت صرف اس قدر ہے کہ اس عالم مادی اور کاروبار جو اس ظاہری سے پہلے میں تغافل ہے تو دوسرے میں تعطل ہے۔ لیکن عالم ارواح اور کائنات ملکوت میں پہلے کو دخل نہیں تو دوسرے میں سراپا ہشیاری، بیداری، حقیقت بینی، ہمسفریٔ ناموس، سیر سماوات، لقائے ارواح، رویت حق سب کچھ ہے۔ اس لیے صحابہ یا راویوں میں سے جن لوگوں نے اس کو ''منام'' یا ''رویا'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، وہ درحقیقت مجاز واستعارہ ہے۔ ورنہ اصل مقصود یہی کیفیت روحانی اور یہی حالت ملکوتی ہے اور یہی سبب ہے کہ ہمارے ظاہری حواس کے مادی قوانین طبعی کی رُو سے جو چیزیں محال معلوم ہوتی ہیں، وہ اس عالم میں محال نہیں ہیں۔ اس آیت پاک کو: **وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْ یَا الَّتِیٓ اَرَیْنٰکَ.** (بنی اسرائیل، ۶۰) ہم نے جو رؤیا (معراج) تجھ کو دکھایا، لوگ رؤیا کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے صحاح میں روایت ہے کہ یہ آیت معراج کے متعلق ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ یہ بھی اس روایت میں کہتے ہیں کہ رؤیائے چشم تھا۔

اصل الفاظ روایت کے بیان کر کے لکھتے ہیں:

''اس پر یہ لغوی بحث چھڑ گئی کہ رویا لغت میں ''آنکھ کے دیکھنے'' کو نہیں کہتے۔ فریق مخالف کہتا ہے کہ حضرت ابن عباس سے بڑھ کر لغت عرب کا واقف کار اور کون ہوسکتا ہے۔ جب وہ رویائے عین[1] کہتے ہیں تو کس کو انکار ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں راعی اور متنبی بعض شعراء نے ظاہری آنکھ سے دیکھنے کو بھی رؤیا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں اوّل تو راعی اور متنبی لغت

۱۔ رؤیا کا لفظ لغتاً عالم خواب کے ساتھ مخصوص ہے، جس میں جسد عنصری حرکت نہیں کرتا۔ چنانچہ مفردات راغب میں جس کے متعلق مختار مدعیہ نے بھی کہا ہے کہ اس سے بڑھ کر قرآنی مشکل الفاظ کے حل کرنے کے لیے اور کوئی لغت نہیں لکھا ہے کہ رؤیا وہ ہے جو خواب دیکھا جاتا ہے۔ لسان العرب میں ہے، **الرویا ما رائیته فی منامک.** کہ رویا کے معنی خواب میں دیکھنے کے ہیں۔ اور شہاب علی الشفاء، جلد۲، ص ۲۵۷ پر رؤیا کے معنی لکھے ہیں۔ **مایری فی المنام من الاحلام مصدر یختص بذالک ویقال فی غیرہ رویة بالتاء ورأی.** کہ رویا خواب میں دیکھنے کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس کے سوا میں رؤیت یا رائ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہر جگہ خواب کے معنوں ہی میں آیا ہے۔ پارہ ۱۶، ع ۱۱ و ۱۶ اور پارہ ۱۳، ع ۵ و پارہ ۲۳، ع ۷ و پارہ ۲۶، ع ۱۲+ ایک فاضل دیوبندی فرماتے ہیں: **الرؤیا یستعمل فی المنام خاصةً.** کہ رؤیا خواب میں دیکھنے کے ساتھ مخصوص ہے۔ (تسہیل البیان، ص ۳۰۴، مصنفہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی) مجمع البحار میں ہے: **الرؤیا مایری فی المنام** کہ جو خواب میں دیکھا جاتا ہے اسے رؤیا کہتے ہیں۔ اور امام ابومحمد القاسم ابن علی الحریری نے رؤیا کو بمعنی رؤیت فی الیقظہ استعمال کرنا غلط بتایا ہے اور متنبّی کے شعر پر اعتراض کیا ہے۔ **وقد انکرہ الحریری تبعا لغیرہ وقالوا انما یقال رؤیا فی المنام وما التی فی الیقظة فیقال رویة.** کہ حریری کے سوا اور بہت سے علماء نے بھی اس استعمال سے انکار کیا ہے۔ اور رؤیا کو خواب ہی سے مخصوص مانا ہے۔ اور جب بیداری میں ہو تو اسے رؤیت کہتے ہیں۔ (فتح الباری، جلد ۸، ص ۲۷۸) پس رؤیا کا لفظ اگر کشف پر، جو بیداری میں ہوتا ہے، بولا گیا ہے تو اس کا استعمال مجازاً ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

کے لیے سند نہیں ہیں۔ اور اگر ہوں بھی تو ان کے شعر سے یہ سمجھنا کہ رؤیا کا لفظ رویت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ وہ اسی خواب اور خیالی دیدار اور دکھاوے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر کا مطلب جہاں تک ہم سمجھ سکتے ہیں، ایک بلیغ اشارہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں مشاہدات معراج کو ''رویا'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ رویا کے معنی عام طور سے ''خواب'' کے ہیں جو محض تخیل بھی ہوسکتا ہے۔ اس شبہ کو رَفع کرنے کے لیے اور رویا یا معراج کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے انہوں نے ''رویا'' کو رویائے عینی کہہ کر اس کی تفسیر کی۔ یعنی یہ معراج صرف ظاہری حیثیت سے آنکھ کا خواب تھا، ورنہ درحقیقت وہ قلب کا مشاہدہ تھا۔ اور اسی حد تک واقعی اور قطعی تھا۔ جس حد تک ظاہری آنکھوں کا مشاہدہ ہوسکتا ہے۔'' (ص ۲۹۷-۳۰۱)

پھر لکھتے ہیں: ''حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس حقیقت کو اِن الفاظ میں ادا کیا ہے: **وقد نقل ابن اسحاق عن عائشةؓ ومعاویةؓ انهما قالا انما کان الاسراء بروحه ولم یفقد جسدهٗ ونقل عن الحسن البصری نحو ذالک... الخ.** یعنی ابن اسحاق نے حضرت عائشہؓ ومعاویہؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ معراج میں آپ کی روح لے جائی گئی اور آپ کا جسم کھویا نہیں گیا (یعنی وہ اسی دنیا میں اپنی جگہ پر موجود تھا) اور حسن بصریؒ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔ لیکن یہ جاننا چاہیے کہ یہ کہنا کہ معراج منام (خواب) تھا اور یہ کہنا کہ بذریعہ روح کے تھی، جسم کے ساتھ نہ تھی، ان دونوں میں بڑا فرق ہے...... اور جو لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آسمان پر چڑھایا گیا، ان میں دو فرقے ہیں۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ آپ کو معراج روح و بدن دونوں کے ساتھ ہوئی۔ اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ صرف روح کے ساتھ ہوئی اور بدن کھویا نہیں گیا، یعنی اس عالم سے) ان لوگوں کا یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ خواب تھا۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ خود بذاتہ روح کو معراج ہوئی۔'' (ص ۳۰۳) پھر لکھتے ہیں:

''علماء اسلام میں کم از کم ایک شخص تو ایسا ہے جو صوفی اور صاحب حال بھی ہے اور محدث اور متکلم بھی۔ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، آپ حجۃ اللہ البالغہ میں معراج کی حقیقت ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

''واسریٰ به سے لے کر واللّٰه اعلم تک (ترجمہ) آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا، پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدا نے چاہا، اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا، لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے اور جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے۔ اس لیے جسم پر روح کے احکام جاری ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے۔ اور اس لیے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی۔ اور اسی طرح کے واقعات حضرت حزقیل اور موسیٰ علیہما السّلام کے لیے ظاہر ہوئے تھے اور اولیاء امت کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو خدا کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہے، جو رؤیا میں ان کو معلوم ہوئی۔ واللہ اعلم۔''

اس کے بعد شاہ صاحب نے معراج کے مشاہدات میں سے ایک ایک کی تعبیر کی ہے۔ خود احادیث صحیحہ اور معتبر روایات میں جہاں یہ واقعہ مذکور ہے کہ آپ کے سامنے دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کیے گئے تو آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ اس پر فرشتے نے کہا کہ تم نے فطرت کو اختیار کیا، اگر شراب کا پیالہ اٹھاتے تو تمہاری تمام امت گمراہ ہو جاتی۔ اس عالم تمثیل میں گویا فطرت کو دودھ اور ضلالت کو شراب کے رنگ میں مشاہد کر گیا کیا ہے۔ (ص ۳۰۶،۳۰۳)

www.khatmenubuwwat.org

مذکورہ بالا عبارت سے امام ابن القیم اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا مذہب معلوم ہوگیا کہ معراج اس جسم عنصری کے ساتھ نہ تھا بلکہ روح کے ساتھ تھا۔ اور انہیں دونوں بزرگوں کو بمنزلہ شاہدین عادلین ٹھہرا کر ان کی عبارت کو مولوی ثناء اللہ صاحب، تفسیر ثنائی، جلد ۵، صفحہ ۲۶ میں نقل کر کے لکھتے ہیں: ''پس ان بزرگوں کے کلام سے جواز ثابت ہوتا ہے۔'' پھر لکھتے ہیں: ''غالباً اس رائے کو اختیار کرنے کے وجوہات میں یہ بھی ایک وجہ ان بزرگوں کو پیش آئی ہوگی کہ آسمانی سیر کی حدیثوں میں ذکر آتا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ملاقات ہوئی۔ پھر اگر آپ اس جسم مطہر کے ساتھ تھے تو وہ بھی ایسے ہی ہوں گے۔ حالانکہ ان کا اس جسم خاکی کو چھوڑ دینا شہادت تواتر کے علاوہ قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے۔ **فافهم ولا تعجل.**''

پھر لکھتے ہیں: ''بڑا اعتراض تو آسمانی سیر جسمانی پر تھا، جس کا حل شاہ ولی اللہ صاحب اور حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہما نے کر دیا۔ کیونکہ ان حضرات کی تقریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ عنصری جسم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا آسمان پر نہیں گیا۔'' (ص ۲۶)

اس عبارت سے مولوی ثناء اللہ صاحب کا مذہب معراج کے متعلق واضح ہے کہ جسم عنصری کے ساتھ معراج نہیں ہوا۔ لیکن صفحہ اوّل میں جلی حروف سے لکھتے ہیں: ''اسراء اور معراج دو واقعہ الگ الگ ہیں اور یہ دونوں بیداری میں بجسدہ الشریف ہوئے ہیں۔'' پس ابتدا میں تو لکھ دیا کہ جسد کے ساتھ معراج ہوا تھا، لیکن آخر میں جا کر انکار کر دیا اور کہا کہ میرا مذہب تو معراج کے متعلق وہی ہے جو شاہ ولی اللہ صاحب اور حافظ ابن القیمؒ کا ہے۔ بہرحال اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے، سلف صالحین میں سے اکابر صحابہ اور ائمہ نے معراج کو اس جسم عنصری سے تسلیم نہیں کیا۔

اور علامہ زمخشری نے بھی تفسیر کشاف میں یہ اختلاف نقل کیا ہے: ''**واختلف فی انه کان فی الیقظة ام فی المنام، فعن عائشةؓ انها قالت واللّٰه ما فقد جسد رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ولکن عرج بروحه، وعن معاویة انما عرج بروحهٖ وعن الحسن کان فی المنام رویاهٗ صلّی اللّٰه علیه وسلّم**'' (کشاف، ص ۵۸۷) یعنی معراج میں اختلاف ہوا ہے کہ وہ بیداری میں تھا، یا خواب میں۔ عائشہؓ سے تو یہی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا، بخدا! آپ کا جسم شریف گم نہیں ہوا، بلکہ آپ کی روح کا عروج ہوا تھا اور یہی مذہب حضرت معاویہؓ کا تھا اور امام حسنؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ خواب میں آپ نے رؤیا دیکھی تھی۔

اسی طرح حذیفہؓ سے مروی ہے کہ اس نے کہا: **ذالک رؤیا وانه ما فقد جسد رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم وانما اسری بروحهٖ وحکی هذا القول ایضًا عن عائشة ومعاویة.** (تفسیر کبیر، جلد ۵، ص ۳۷۸) اس سے ثابت ہے کہ حذیفہؓ بھی جسمانی معراج کے قائل نہ تھے۔

نوٹ: حضرت عائشہؓ کی روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ معراج کے وقت تو وہ چھوٹی تھیں تو ان کی شہادت کیسے قبول کی جاسکتی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جسم مبارک موجود تھا، یا غائب، چنانچہ دفع العجاج، صفحہ ۲۸ میں مختار مدعیہ نمبر ۲ مولوی مرتضٰی حسن دربھنگی بھی حضرت عائشہؓ کا مذہب یہی لکھتے ہیں: **ما فقد جسمه.** اور صفحہ ۴۳ میں لکھتے ہیں، جسم مبارک غائب نہیں ہوا اور روحانی اسراء ہوئی۔ پھر وہی اعتراض کرتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کی رات کے قصہ کی نسبت کیسے فرما سکتے ہیں کہ آپ کا جسم مبارک غائب تھا یا موجود۔ یہ اعتراض بھی قابلِ التفات نہیں ہے۔ کیونکہ **مافقد** بصیغۂ مجہول کہنا صرف عینی شہادت پر ہی محمول نہیں ہوسکتا،

www.khatmenubuwwat.org

بلکہ سماع کی صورت میں بھی کہنا صحیح اور درست ہے۔ اور ممکن ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے انہوں نے یہ بات سنی ہو۔ چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں: ”فاذا لم تشاهد ذالک عائشة دلّ علی انها حدثت عن غیرها من الصحابة فحدیثها من مرسلات الصحابة فهو صحیح ایضا کما علیه المحدثون۔“ (الخفاجی) یعنی اگر حضرت عائشہؓ نے خودنہیں دیکھا تو ضرور ہے کہ انہوں نے کسی اور سے روایت کی ہے، اور وہ صحابی ہوسکتا ہے۔ پس یہ حدیث مرسلات صحابہ میں سے ہو تو بھی صحیح ہے۔ جیسا کہ محدثین کا مذہب ہے۔ (شہاب علی الشفاء، ج ۲،ص ۳۰۵)

مختار مدعیہ نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ معراج جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں، وہ جسمانی ہوا تھا۔ دوسرے معراجوں کے متعلق ہم نہیں کہتے۔ اور یہ قول بھی محققین کے نزدیک مردود ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جو متعدد معراج مانتا ہے اس نے سخت ٹھوکر کھائی اور لغو کام کیا۔ فقدابعد واغرب وهرب الی غیر مهرب ولم یتحصل علی مطلب۔ (ابن کثیر، ج ۱،ص ۴۰) اور زاد المعاد، جلد اوّل میں اس قول کو باطل اور خبط محض لکھا ہے۔ نیز علامہ زرقانی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ (شرح مواہب، ج ۱،ص ۳۰۸)

بہرحال اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں سے اکابر صحابہ اور ائمہ نے معراج کو بغیر جسم عنصری کے مانا ہے۔ اور اسی امر کے قائلین میں سے جن کا ذکر ہو چکا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (۲) حضرت معاویہؓ۔ (۳) حذیفہؓ۔ (۴) امام حسن بصریؒ۔ (۵) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ۔ (۷) اور سرسیّد کو خود مختار مدعیہ مان چکا ہے کہ وہ معراج جسمانی کے منکر تھے اور مسلمان ہیں۔ اور مولوی ثناء اللہ کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی ثابت ہے کہ معراج اس جسم عنصری کے ساتھ نہ تھا۔ اور اگر معراج کے واقعات پر بھی غور کیا جاوے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عالم اعیان کا واقعہ نہیں ہوسکتا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

۱۔ آپؐ نے فرمایا: فرج سقف بیتی۔ (مشکوٰۃ،ص ۵۲۹) کہ فرشتہ چھت پھاڑ کر آپ کے پاس آیا۔ اوّل تو فرشتہ کے آنے کے لیے چھت پھاڑنے کی ضرورت نہیں۔ نیز وہ پھٹی ہوئی چھت صبح کو دیکھی نہیں گئی اور نہ کسی روایت میں ہی آیا ہے کہ وہ درست کی گئی۔

۲۔ پھر تمام فوت شدہ انبیاء کی ملاقات کا ہونا اور آپ کی اقتداء میں نماز کا ادا کرنا سیر روحانی کے ہونے کی دلیل ہے۔

۳۔ آپ کا سینہ آب زمزم سے دھوکر پاک کیا گیا۔ اور آپ کا قلب چیر کر ایمان اور حکمت سے بھرا گیا۔ حالانکہ جسم عنصری میں نہ تو سینہ کے چیرے جانے کا کوئی نشان تھا، نہ دل کے چاک کیے جانے کا کوئی اثر۔

۴۔ ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ غور کرو کیا ایمان اور حکمت مادی چیزیں ہیں، جنہیں برتن میں لانے کی ضرورت پڑی۔

۵۔ سدرۃ المنتہٰی کے پاس آپ نے دو دریا باطنی اور دو ظاہری دیکھے۔ امّا الظاهران فالنیل والفرات۔ (مشکوٰۃ،ص ۵۲۷) ظاہری نیل اور فرات تھے، حالانکہ نیل اور فرات زمین پر ہیں نہ کہ آسمان پر۔

۶۔ دودھ اور شراب کے دو پیالے جب پیش کیے گئے اور حضور سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دودھ کو اختیار کیا تو جبرائیل

www.khatmenubuwwat.org

علیہ السّلام نے دودھ اور شراب کی تعبیر کر دی کہ دودھ سے مراد فطرت اور شراب سے مراد ضلالت ہے۔

۷۔ جب کفار نے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے تو تمثیلاً بیت المقدس آپ کے سامنے لایا گیا۔ (مشکوٰۃ،ص ۵۳۰)

۸۔ سب ارواح کا پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ کے دائیں بائیں دیکھنا (مشکوٰۃ،ص ۵۲۹) حالانکہ سب ارواح تو پہلے آسمان پر نہیں ہیں۔

۹۔ وسمع فیه صریف الاقلام. (مشکوٰۃ،ص ۵۲۰) قلموں کی آواز بھی اس پر دلالت کرتی ہے، ورنہ جو اُمور اللہ تعالیٰ کے حضور لکھے جاتے ہیں وہ ہمارے جیسے قلم اور دواتوں سے نہیں لکھے جاتے۔

۱۰۔ آپ جنت میں گئے تو آگے کسی کے چلنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ دیکھا تو وہ بلالؓ ہے۔ (مشکوٰۃ،ص ۵۷۵)

اور پھر براق، جس کا قد خچر اور گدھے کے درمیان تھا، منتہائے نظر پر اس کا قدم پڑھنا یہ سب امور ایسے ہیں جو بتاتے ہیں کہ یہ کشفی اور روحانی معاملہ تھا۔ اور کوئی نص شرعی ایسی نہیں جو ہمیں مجبور کرے کہ تمام واقعات ظاہر پر حمل کیے جائیں اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ان تمام واقعات کی تعبیر اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھی ہے۔

اب جب کہ معلوم ہو گیا کہ متقدمین کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا معراج جسم عنصری کے ساتھ تھا یا نہیں۔ تو اگر کوئی شخص معراج جسم عنصری کے ساتھ ہونے کا قائل نہ ہو تو اسے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بحیثیت حکم ہونے کے جو معراج کی حقیقت بیان کی ہے، وہ اس امر میں قطعی اور فیصلہ کن ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''ایسا ہی ایک اور غلطی جو مسلمانوں کے درمیان پڑ گئی ہے۔ وہ معراج کے متعلق ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معراج ہوا تھا۔ مگر اس میں جو بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ صرف ایک معمولی خواب تھا، سو یہ عقیدہ غلط ہے۔ اور جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ معراج میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے، سو یہ عقیدہ بھی غلط ہے۔ بلکہ اصل بات اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ معراج کشفی رنگ میں ایک نورانی وجود کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ ایک وجود تھا مگر نورانی، اور ایک بیداری تھی مگر کشفی اور نورانی، جس کو اس دنیا کے لوگ نہیں سمجھ سکتے، مگر وہی جن پر یہ کیفیت طاری ہوئی ہو۔'' (تقریر احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے، ص ۱۳)

اسی طرح فرماتے ہیں: ''وامّا معراج رسولنا صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فکان امرا اعجاز یا من عالم الیقظة الروحانیه اللّطیفة الکاملة، فقد عرج رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم بجسدہٖ الی السماء وھو یقظان لا شک فیه ولا ریب، ولکن مع ذالک ما فقد جسمه من السریر کما شھد علیه بض ازواجہٖ رضی اللّیه عنھن وکذالک کثیر من الصحابة.'' (حمامۃ البشریٰ، ص ۳۴)

یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معراج ایک اعجازی امر تھا، اور ایک کامل لطیف بیداری کے عالم میں ہوا اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے جسم کے ساتھ بیداری کی حالت میں آسمان پر چڑھے، لیکن باوجود اس کے آپ کا جسم مبارک آپ کی چارپائی سے علیحدہ نہیں ہوا، جیسا کہ آپ کی ایک بیوی نے اور بہت سے دیگر صحابہ نے اس امر کی شہادت دی ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

۱۔ پس آپ کا مذہب معراج کے بارہ میں وہی ہے جو سلف صالحین کا تھا کہ معراج کشف میں ہوا، جس میں جسم عنصری نہیں ہوتا، بلکہ جسم نورانی ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ آیا ایسا معراج دیگر انبیاء یا اولیاء میں سے بھی کسی کو ہوا۔ مولانا سلیمان ندوی صاحب فرماتے ہیں: ''انبیاء علیہم السّلام کے روحانی حالات اور واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں کو آغاز نبوت کے کسی خاص وقت اور مخصوص ساعت میں یہ منصب رفیع حاصل ہوتا ہے...... اور اپنے رتبہ اور درجہ کے مناسب مقام پر کھڑے ہو کر فیض ربانی سے معمور اور غرقِ دریائے نور ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مقربان خاص کو یہ درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ حریم خلوت گاہ قدس میں بار پا کر قاب قوسین (دو کمانوں کا فاصلہ) سے بھی زیادہ نزدیک تر ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے اپنے منصب کا فرمان خاص لے کر اسی کاشانۂ آب و خاک میں واپس آجاتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب نبوت عطا ہوئی ہے تو ارشاد ہوتا ہے: وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (انعام،۷۵) اور اسی طرح ہم ابراہیم کو زمین و آسمان کی بادشاہی دکھاتے ہیں۔ یہ سیر ملکوت یعنی آسمان و زمین کی بادشاہی کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہی اسراء اور معراج ہے۔''

پھر اس کے بعد حضرت یعقوب کا معراج تکوین، ب ۲۸ سے نقل کر کے لکھتے ہیں: ''حضرت موسیٰؑ کو طور پر جلوہ حق کا جو پرتو نظر آیا وہی ان کی معراج ہے۔ اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل کے مشاہدات ربانی اور سیاحت روحانی کی تفصیل سے تورات کے صفحات معمور ہیں۔ عیسائیوں کا مجموعہ انجیل میں یوحنا رسول کا مکاشفہ بتفصیل مذکور ہے۔ اور اس میں آثار قیامت جزا و سزا اور جنت و دوزخ وغیرہ کے متعلق اکثر ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو قرآن مجید کے بالکل مطابق ہیں۔ اور ان کو تمام مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ مجوس اپنے پیغمبر زردشت کے متعلق بھی معراج کا ایک طویل افسانہ سناتے ہیں، جس میں زیادہ تر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے واقعات معراج کے نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، پیروان بدھ بھی نخل حکمت کے سایہ میں بدھ کے مشاہدہ ربانی کا ایک قصہ بیان کرتے ہیں۔'' (سیرۃ النبی، ج ۴،ص ۲۷۱،۲۷۲)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ دیگر انبیاء کو بھی اسی طرح معراج ہوئی، جس طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرق مراتب کا ہے۔ لیکن بعض کو قاب قوسین او ادنیٰ تک بھی معراج ہوئی۔ امت محمدیہ کے اولیاء میں سے بھی بعض نے ایسی معراج کا دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گر چو احمد در شب معراج وصل — از حرم تا صوب اقصیٰ میروم
از زمیں تا سدرہ و ز سدرہ بعرش — بر براق برق آسا میروم
از فلک بگذشت و از انس و ملک — از دنا سوئے تدلّی میروم
قاب قوسین است او ادنی حجاب — بے حجب تا حق تعالیٰ میروم

(دیوان خواجہ معین الدین چشتیؒ،ص ۵۴)

www.khatmenubuwwat.org

اسی طرح صفحہ ۶۵ پر فرماتے ہیں:

گر عروج جاں معینے بایدت برنہ فلک　　　　در رکابِ خواجہ لولاک میباید شدن!

کیا مختار مدعیہ خواجہ معین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی کہے گا کہ وہ کافر و مرتد تھے، اس لیے کہ وہ اپنے لیے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جیسا معراج ثابت کر کے شرک فی الرسالت کے مرتکب ہو کر کلمہ کے جزو ثانی کے منکر ہوئے۔

تیسری بات کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معراج کی طرح کئی معراجوں کا اپنے لیے دعویٰ کیا: سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معراج کی طرح معراج ہوئی۔ اور جس عبارت سے غلط استدلال کر کے مختار مدعیہ نے آپ پر یہ افتراء کیا ہے، وہ عبارت یہ ہے:

''سیر معراج اس جسم کثیت (عنصری، خاکی۔ شمس) کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجے کا کشف تھا، جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہیے۔ ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے۔ پس چونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نفس ناطقہ کی اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی تھی، اس لیے وہ اپنی معراج سیر میں معمورۂ عالم کی انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے، پہنچ گئے۔ سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا، جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے، بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے، میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا۔ اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں۔ بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے۔ جو درحقیقت بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔'' (ازالہ اوہام، حاشیہ، ص ۴۷)

مختار مدعیہ نے اس حوالہ کو ایسے طریق پر پیش کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنے کشفوں کے مقابلہ پر معراج کو استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ مختار مدعیہ کا دیدہ دانستہ عدالت کا مغالطہ دینے کی کوشش کرنا ہے، کیونکہ اس حوالہ کے خط کشیدہ الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معراج ایسا مانتے ہیں جس میں آپ کا ذاتی[1] طور پر کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ اور یہ کہ آپ کا معراج عرشِ عظیم تک ہوا تھا۔

اور حضرت مسیح موعودؑ کے اس قول سے کہ اس قسم کے کشفوں میں خود مؤلف صاحب تجربہ ہے۔ یہ قطعاً مراد نہیں ہے کہ آپ کو ویسے معراج ہوا جیسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو، بلکہ آپ نے صرف یہ بتانے کے لیے کہ کشف کی حالت درحقیقت بیداری سے زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوئی ہے، اپنے کشوف کا ذکر کیا ہے کہ میں بھی اس میں صاحب تجربہ ہوں، نہ یہ کہ آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مجھے بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرح معراج ہوئی، نہ ایک بلکہ کئی، جیسا مختار مدعیہ سمجھتا ہے۔

۱۔ ذاتی طور پر کی شرط میں نے اس لیے لگا دی ہے کہ تا وہ اولیاء جو باتباع آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے لیے معراج کو ثابت کرتے ہیں، وہ اس سے مستثنیٰ سمجھے جائیں۔ جیسا کہ خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

عروج جان معینے بر اوج او ادنیٰ　　　　بجز متابعت مصطفیٰ نمے بینم!

(دیوان خواجہ معین الدین چشتیؒ، ص ۴۵)

(۴)

معجزۂ شق القمر!

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلمہ کے جزء ثانی کے قائل نہ ہونے کے ثبوت میں آپ کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے:

له خسف القَمُر المنيرُو اِن لى
غسا القمران المشرقان اَتُنكِر

کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے لیے شق القمر کا معجزہ اقویٰ طور پر ثابت کیا ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے کمزور کر کے دکھایا ہے اور اس سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین لازم آتی ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کافر ہوئے اور دائرۂ اسلام سے خارج اور یہاں یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ چاند گہن مراد ہے۔ کیونکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا ہی نہیں۔

آخری حصہ کے جواب میں تو صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ جو شخص علم طبیعیات سے اس درجہ ناواقف ہو، اور دورۂ ارضیہ کے قانون سے اس قدر غافل ہو اور باوجود ہر سال چاند گہن کا مشاہدہ کرنے کے یہ دعویٰ کرے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا نہیں، اس کو سمجھانا عقلمندوں کی قدرت سے باہر ہے۔ لیکن مختار مدعیہ کی کتب اسلامیہ اور تاریخ سے ناواقفیت ثابت کرنے کے لیے ایک حوالہ دے دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں۔ تفسیر روح المعانی جس کے حوالے گواہان مدعیہ نے پیش کیے ہیں۔ اس میں لکھا ہے، اور لکھا بھی وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بیان فرمایا ہے: "**ويؤيد كونه ليلة البدر ما اخرجه الطبرانى وابن مردويه من طريق عكرمة عن ابن عباس قال كسف القمر على عهد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فقالوا سحر القمر فنزلت اقتربت الساعة الى مستمر.**" (روح المعانی، ج ۸، ص ۲۷۱) اس بات کی تائید کہ شق القمر چودھویں رات کو ہوا، اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابن عباس سے بطریق عکرمہ طبرانی اور ابن مردویہ نے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہد میں چاند گہن ہوا تو انہوں نے کہا کہ چاند پر جادو چل گیا ہے تو سورۃ قمر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

اس شعر میں تو آپ نے اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کے لیے آسمان پر چاند کا نشان ظاہر ہوا اور میری صداقت ظاہر کرنے کے لیے چاند اور سورج کا نشان اسے مخالف کیا پھر بھی تو میری صداقت کا انکار کرے گا، اس شعر میں نہ تو کوئی ایسا لفظ پایا جاتا ہے جس سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین لازم آتی ہو اور نہ حضرت مسیح موعودؑ کا افضل ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ آپ نے اس شعر سے ماقبل اس امر کی تصریح فرمادی ہے کہ میرا اپنا کوئی کمال نہیں ہے، بلکہ جو کچھ مجھے

www.khatmenubuwwat.org

ملا ہے، وہ اس لیے کہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا روحانی فرزند ہوں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

وانّی ورثتُ المال مالَ محمَّدٍ

فما انا الّا الٰہٗ المتخیر

اور میں محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں، پس اس کی آل برگزیدہ ہوں، جس کو ورثہ پہنچے گا۔ اور فرماتے ہیں:

فلا والذی خلق السماء لاجله   له مثلنا ولد الی یوم یُحشرُ

وانّا ورثنا مثل ولد متاعهٗ   فای ثبوتٍ بعد ذٰلک یحضرُ

مجھے اس کی قسم جس نے آسمان بنایا۔ ایسا نہیں کہ اس کی اولاد نہ ہو، بلکہ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے میری طرح اور بھی بیٹے ہیں اور قیامت تک ہوں گے۔ اور ہم نے اولاد کی طرح وراثت پائی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کون سا ثبوت ہے جو پیش کیا جائے۔

اس سے اگلے شعر میں چاند اور سورج گہن کا ذکر فرماتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نشان بھی آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے ورثہ میں ملا ہے۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں:

وأنی لظلّ ان یخالف اصله

فما فیه فی وجهه یلوح ویظهر

اور سایہ کیونکر اپنے اصل سے مخالف ہوسکتا ہے۔ پس وہ روشنی جو اس میں ہے، وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔

لہٰذا آپ کے لیے جو نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکت سے ہیں، اگر روایتوں میں یہ خبر نہ ہوتی کہ چاند اور سورج کا گہن مہدی موعود کی صداقت کی دلیل ہوگی تو وہ نشان کیونکر ہوسکتا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی متعدد کتب میں اس پیشگوئی کا ذکر کر کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدح وثنا کی ہے اور درود بھیجا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے۔ چنانچہ آپ کتاب نور الحق، حصہ دوم میں فرماتے ہیں:

ترجمہ از اشعار عربی۔ تیرے پر جان قربان ہو، اے بہتر مخلوقات ہم نے تیری خبر کا نور اندھیرے میں دیکھ لیا، ہم نے سورج اور چاند کو دیکھ لیا، جیسا کہ تو نے اشارہ کیا تھا۔ بتحقیق دونوں کو گرہن لگ گیا، تا خلقت منور ہو، ہمیں خدا تعالیٰ کی مدد تیرہ سو برس گزرنے کے بعد آئی (ص ۵۸) اور ہم بیٹوں کی طرح وارث ہیں اور بزرگوں کے تمام مال کے وارث ہوگئے ہیں۔ (ص ۵۹)

بخدا میں کافر نہیں، میری جان اس نبی پر قربان ہے جو صاحب مقام محمود ہے۔ اور میرا دل نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ میں اپنے دل کو اسی کے لیے سراسیمہ دیکھتا ہوں اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر میرے دل کے لیے آرام ہے۔ اور میری جان کے لیے مثل طعام کے ہے۔ اور میرا دشمن بے شرمی سے ناحق بدگوئی کر رہا ہے۔ (ص ٦٠)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تو کسوف خسوف کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمایا ہوا نشان قرار دیتے ہیں۔ اور اس پر

www.khatmenubuwwat.org

آپ کا شکریہ بجالاتے ہیں۔ لیکن مختار مدعیہ اس کو موجب توہین آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم قرار دیتا ہے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عربی زبان میں خسوف کا لف خرق اور شق کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ قاموس میں ہے، **خسف الشیئی خرقه، وخرق الثبوت شقه** اورتاج العروس میں اس استعمال کا مجاز قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: **ومن المجاز خسف الشیئی یخسفهٗ خسفًا ای اخرقهٗ.**

حضرت مسیح موعودؑ نے شعر میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذکر کے ساتھ تو خسف القمر فرمایا ہے اور اپنے لیے غسا القمران اور غسا القمران کے معنی سورج اور چاند کا تاریک ہو جانا ہے۔ اور اُردو ترجمہ میں خسوف کا لفظ ہی رہنے دیا۔ کیونکہ وہ دونوں پر صادق آتا ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معجزۂ شق القمر کا ذکر آپ نے متعدد کتب میں کیا ہے۔ سرمہ چشم آریہ میں اس معجزہ کے ثبوت میں ایک لمبی محققانہ بحث کی ہے۔ اور آئینہ کمالات اسلام میں آپ نے تحریر فرمایا ہے: ''ایسا ہی دوسرا معجزۂ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا شق القمر ہے...... جو اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔ کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی۔ کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو ایسی طاقت سے بھری ہوئی تھی، وقوع میں آ گیا تھا۔''[1]

پھر آپ فرماتے ہیں: ''ایسا ہی شق القمر کا عالی شان معجزہ جو خدائی ہاتھ کو دکھلا رہا ہے۔ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی انگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے۔ یہ سراسر فضول باتیں ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف تو فرماتا ہے: **اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ. وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ.** (قمر،۱-۲)

یعنی قیامت نزدیک آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور کافروں نے یہ معجزہ دیکھا اور کہا کہ یہ پکا جادو ہے۔ جس کا آسمان تک اثر چلا گیا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ یہ میرا دعویٰ نہیں۔ بلکہ قرآن شریف تو اس کے ساتھ ان کافروں کو گواہ قرار دیتا ہے جو سخت دشمن تھے اور کفر پر ہی مرے تھے۔ اب ظاہر ہے، اگر شق القمر وقوع میں نہ آیا ہوتا تو مکہ کے مخالف لوگ اور جانی دشمن کیونکہ خاموش بیٹھ سکتے تھے۔ وہ بلاشبہ شور مچاتے کہ ہم پر یہ تہمت لگائی ہے۔ ہم نے تو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے نہیں دیکھا۔ اور عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ وہ لوگ اس معجزہ کو سراسر جھوٹ اور افتراء خیال کر کے پھر بھی چپ رہتے۔ بالخصوص جب کہ ان کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس واقعہ کا گواہ قرار دیا تھا، اس حالت میں ان کا فرض تھا کہ اگر یہ واقعہ صحیح نہیں تھا تو اس کا رَد کرتے نہ یہ کہ خاموش رہ کر اس واقعہ کی صحت پر مہر لگا دیتے۔ اس سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا۔'' (ضمیمہ چشمۂ معرفت،ص۴۲)

اور چشمہ معرفت، صفحہ ۲۲۳ میں فرماتے ہیں:

''اگر شق القمر ظہور میں نہ آیا ہوتا تو ان کا حق تھا کہ وہ کہتے کہ ہم نے تو کوئی نشان نہیں دیکھا اور نہ اس کو جادو کہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر ضرور ظہور میں آیا تھا، جس کا نام شق القمر رکھا گیا۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایک عجیب قسم کا خسوف تھا، جس کی قرآن شریف نے پہلے خبر دی تھی۔ اور یہ آیتیں بطور پیشگوئیوں کے ہیں۔ اس صورت میں شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ

۱۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج۵،ص ۶۶

www.khatmenubuwwat.org

میں ہوگا۔ کیونکہ خسوف وکسوف میں جو حصہ پوشیدہ ہوتا ہے، گویا وہ پھٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے۔ ایک استعارہ ہے۔''[1]

پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بھی خسوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ اور مراد شق القمر کا معجزہ ہے، جس کا یقینی اور قطعی ہونا آپ اپنی متعدد کتب میں ذکر فرما چکے ہیں۔

شق القمر کے معجزہ میں جو اختلاف ہوا ہے، اس کا ذکر سید سلیمان صاحب ندوی نے بھی سیرۃ النبی، جلد۴، صفحہ ۳۸۳ میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''بعض عقل پرست مسلمانوں نے قرب قیامت سے یہ تاویل کی ہے کہ اس آیت سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہد میں شق قمر کا ثبوت نہیں ہوتا، بلکہ یہ قیامت کے واقعہ کا ذکر ہے۔''

اس عبارت میں ان لوگوں کو بھی جو عہد نبوی میں شق القمر کے وقوع کے ہی قائل نہیں، مسلمان کہا ہے۔ اور صفحہ ۳۸۷ میں لکھتے ہیں: ''بعض متکلمین نے جن میں ایک ولی اللہ شاہ صاحب بھی ہیں، لکھا ہے اور امام غزالی کا بھی ادھر ہی رجحان معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت چاند میں شگاف نہیں ہوا تھا، بلکہ لوگوں کو ایسا نظر آیا۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: **سئل اھل مکہ فاراھم القمر فرقتین.** (صحیح مسلم) اہل مکہ نے آپ سے نشانی طلب کی تو آپ نے چاند دو ٹکڑے دکھایا۔'' الغرض یہ واقع ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کے لیے شق القمر کا نشان کفار کے مطالبہ پر دکھایا گیا۔ اور یہ بھی واقع ہے کہ روایت میں مہدی معہود کی صداقت کا ایک نشان ماہِ رمضان میں سورج چاند کا گہن قرار دیا گیا ہے اور وہ گہن ۱۳۱۱ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ پس یہ دو نشان ہیں جو ظاہر ہوئے اور ان کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اور انہی دونوں کا آپ نے اپنے شعر:

له خسف القمر المنير وان لی
غسا القمر ان المشرقان اتنکر

میں ذکر کیا ہے۔ اور اس میں نہ تو معجزہ شق القمر کا استخفاف ہے نہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین۔

(۵)

اثرک اللہ علٰی کل شیءٍ

مختار مدعیہ نے اس الہام کو خلاف منشا ملہم لے کر عدالت کو مغالطہ دینا چاہا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ اپنے آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس لیے بھی کلمہ کی جزو ثانی کے منکر ہوئے۔

اس الہام کا اصل ترجمہ جو خود حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی، صفحہ ۸۹[2] میں کیا ہے، یہ ہے: ''خدا نے تجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔'' اب ظاہر ہے کہ اس الہام سے مراد صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں آپ کو ہر ایک چیز میں سے

۱۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۲۳۲
۲۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۹۲

www.khatmenubuwwat.org

چن لیا ہے۔ اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دیگر انبیاء میں سے چن لیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے حق میں فرماتا ہے: وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًامِّنَ الْعٰلَمِيْنَ. (مائدہ،۲۰) کہ تمہیں وہ کچھ دیا جو کسی کو جہانوں میں سے نہیں دیا، اور فرمایا: وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ. (بقرۃ،۴۷) کہ میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اور اسی طرح عام بنی اسرائیل کے حق میں فرمایا: وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ. (دخان،۳۲) یعنی ہم نے ان کو علم کے ساتھ جہان والوں میں سے چن لیا ہے۔ کیا مختار مدعیہ اس کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور امت محمدیہ پر بھی ان کو فضیلت دی گئی تھی۔ تمام مفسرین ان آیات کی تفسیر میں عالمی زمانهم۔ یعنی ان کے زمانہ کے عالم مراد لیتے ہیں۔ پس اگر مختار مدعیہ انصاف پسند یا تعصب سے خالی ہوتا تو بآسانی سمجھ سکتا تھا کہ اس الہام سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر آپ کی فضیلت نہیں نکلتی۔ کیونکہ اس الہام سے پہلے صفحہ ۸۳ پر یہ الہام درج ہے: ''پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔'' اور اس کے بعد صفحہ ۹۵ پر یہ الہام درج ہے: ''کل برکة من محمدٍ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فتبارک من علم وتعلّم.'' یہ تو تمام برکت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہے، پس بہت برکتوں والا ہے جس نے اس بندہ کو تعلیم دی اور بہت برکتوں والا ہے جس نے تعلیم پائی۔ پہلے الہام سے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سیّد الانبیاء ہونا ظاہر ہے۔ اور دوسرے الہام سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا استاد ہونا اور مسیح موعودؑ کا شاگرد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہونا ثابت ہے اور درمیان میں الہام: اٰثرک اللّٰہ علٰی کل شیءٍ ہے۔ جس سے مختار مدعیہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ گویا آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ نتیجہ نہ تو صرف حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے عقیدہ کے ہی خلاف ہے۔ جس کا آپ نے اپنی کتب میں متعدد جگہ اظہار فرمایا ہے، بلکہ اس الہام سے پہلے اور پچھلے الہام کے بھی خلاف ہے۔

(۶)

آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا

اس الہام سے بھی مختار مدعیہ نے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ گویا آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے افضلیت کا دعویٰ ہے۔ کیونکہ اسی قسم کے فقرات صوفیہ اور دوسروں کی کتابوں میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔ اگر ان کا مفہوم مختار مدعیہ کی طرز پر لیا جائے تو تمام صوفیاء کرام اور اولیاء کرام کو انبیاء اور اولیاء کی توہین کا مرتکب ماننا پڑے گا۔ چنانچہ ایسے ہی اقوال کو لے کر بعض سفہاء اور کم علم لوگوں نے بزرگانِ دین پر اعتراضات کیے ہیں۔ حالانکہ قائلین کا وہ منشاء نہ تھا جو معترضین نے اس سے پیدا کیا۔ چنانچہ مولوی محمد منظور صاحب نے اپنی کتاب ''سیف یمانی'' میں بزرگان دیوبند کے بعض ایسے فقرات کی تشریح لکھی ہے جن کی بناء پر ہندوستان اور عرب کے علماء نے ان کے مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب مذکور اپنی کتاب سیف یمانی، صفحہ ۱۳۹ میں رسالہ ''عقائد وہابیہ دیوبندیا'' مؤلفہ مولوی نثار احمد صاحب کانپوری سابق مفتی آگرہ کے ایک اعتراض کا جواب

www.khatmenubuwwat.org

دینے کی غرض سے لکھتے ہیں: ''آپ (یعنی مفتی نثار احمد صاحب) نے تقویۃ الایمان سے حضرت شہید مرحوم (مولانا اسماعیل شہید) کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔'' اس کے بعد آپ نے اپنی طرف سے یہ منطق جاری کی ہے کہ ہر بڑے چھوٹے میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور تمام حضرات انبیاءؑ، اولیاء کرام داخل ہیں، لہٰذا یہ ان تمام حضرات کی توہین ہے۔''

یہ عبارت لکھ کر مولوی محمد منظور صاحب تقویۃ الایمان کے جملہ کا وہ مطلب بیان کرتے ہیں جو ان کے خیال میں صحیح ہے۔ لکھتے ہیں: ''اس وقت ہمارے سامنے سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین کے ملفوظات مسمی بفوائد الفواد ہیں، اس کے صفحہ ۱۰۱ پر ہے، ایمان کسے تمام نشود تا ہمہ خلق نزد او ہم چناں نماید کہ پشک شتر۔'' یعنی کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک ساری مخلوق اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ ہو۔ اور حضرت شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف، صفحہ ۴۵ پر ہے: ''لایکمل ایمان امرأحتی یکون الناس عنده کالاباعر. یعنی کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ لوگ اس کے نزدیک مینگنیوں کی طرح نہ ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ کی وہ منطق ان دونوں عبارتوں میں بھی جاری ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے۔ کیا تمام مخلوق اور تمام لوگوں میں حضرت انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء کرام داخل نہیں۔ اور اگر جاری ہوتی ہے تو کیا آسمان ولایت کے یہ دونوں آفتاب و ماہتاب بھی آپ کے نزدیک ایسے ہی کافر ہیں جیسے کہ حضرت شہید مرحوم۔ بَیِّنُوا توجروا۔'' پس باوجودیکہ شہید مرحوم کی عبارت میں ہر مخلوق اور خواجہ نظام الدین صاحب کی عبارت میں ہمہ خلق کے الفاظ موجود ہیں، لیکن پھر بھی علماء دیوبند تمام مخلوقات مراد نہیں لیتے، لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے الہام جس میں سب تخت یا کل یا تمام تختوں کے اترنے کا بھی ذکر نہیں، بلکہ کئی تختوں کے اترنے کا ذکر ہے، اس سے ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک کے کل تخت مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ الہام بھی گذشتہ الہام کی طرح الہام ''پاک محمد مصطفیٰ کا سردار'' (حقیقۃ الوحی، ص ۸۳) اور الہام کل برکةٍ من محمد صلّی اللّٰه علیه وسلّم فتبارک من علم و تعلم (حقیقۃ الوحی، ص ۹۵) کے درمیان صفحہ ۸۹ پر ہے۔ اس کے معنی اوّل و آخر کے الہامات کے خلاف کسی طرح نہیں ہوسکتے۔ اس سے مراد اولیاء امت محمدیہ کے تخت ہیں اور آپ کا درجہ ان سب سے بلند ہے۔ کیونکہ آپ خاتم الاولیاء ہیں، جیسے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقام اور رُتبہ سب انبیاء سے بلند تر ہے، کیونکہ آپ خاتم النبیّین ہیں۔ بے شک آپ کو نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔ لیکن یہ مستقل نبوت نہیں، بلکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے یہ مرتبہ آپ کو نصیب ہوا ہے، اس لیے ان تختوں سے مراد وہی تخت ہیں جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں کاملین امت محمدیہ کو ملے۔ پس انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ جیسے انہوں نے اپنے بزرگوں کے کلام پر اعتراض کرنے کے بجائے توجیہات کو قبول کرتے، جو ان کی ان توجیہات سے جو انہوں نے اپنے بزرگوں کے کلام سے اعتراض دور کرنے کے لیے کیں، بہت ظاہر اور واضح تھیں، اس طرح پیران پیر کا ایک یہ ارشاد بھی موجود ہے: ''قدمی هٰذهٖ علٰی رقبة کل ولی.'' (مقامات امام ربانی، ص ۱۰۴) کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے استفسار کیا کہ ''پیران پیر صاحب کا قدم سب پیروں کی گردن پر ہے۔ اس کی کوئی اصلیت طریقت و تصوف میں بھی ہے یا نہیں۔'' مولوی صاحب نے یہ جواب دیا

کہ پیران پیر کا قدم ہونا سب کی گردن پر اس سے مراد ان کی بزرگی اور بڑائی ہے۔ اس میں کیا حرج ہے جو ان سے بڑے ہیں، ان کا قدم حضرت پیران پیر کی گردن پر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ اوّل، ص ۷۷، مطبوعہ جید برقی پریس، دہلی)

حضرت سیّد عبدالقادرؒ کے قول میں تو کسی کا استثناء نہیں تھا۔ لیکن مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے جواب سے ظاہر ہے کہ جس عبارت میں بظاہر کوئی استثناء نہ بھی ہو تو بھی قائل کے حالات اور اس کے گروہ کے دوسرے افراد کو مدنظر رکھ کر استثناء ہوسکتا ہے۔

(۷)

اٰتانی مالم یُؤت احدًا من العالمین

مختار مدعیہ نے اس الہام سے بھی وہی نتیجہ نکالا ہے جو نمبر ۵ و ۶ سے نکالا کہ اس میں حضرت مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ چیز دی ہے جو گذشتہ اور موجودہ زمانوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی۔ اور اس میں صریح توہین نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہے۔ مختار مدعیہ کا اس الہام سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی آیت: وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (بقرۃ، ۴۷) اور آیت: وَّاٰتٰئکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًامِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (مائدہ، ۲۰) سے یہ نتیجہ نکالے کہ بنی اسرائیل کو گذشتہ اور موجودہ تمام اقوام اور انبیاء پر فضیلت ہے اور ان کو وہ کچھ عطا ہوا جو غیر اسرائیلی انبیاء کو نصیب نہیں ہوا۔ لیکن جیسے ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے ویسے ہی مختار مدعیہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مذکورہ بالا الہام سے توہین انبیاء یا توہین آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نتیجہ نکالنا غلط اور باطل۔ مختار مدعیہ نے یہ الہام حقیقۃ الوحی سے پیش کیا ہے اور حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

''اور مجھ کو وہ چیز دی جو اس زمانہ کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی۔''[ا]

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تو العالمین سے اس زمانہ کے لوگ مراد لیتے ہیں، اور مختار مدعیہ باوجود اس تشریح کے خلاف منشاء ملہم یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس سے گذشتہ اور موجودہ زمانہ کے تمام لوگ مراد ہیں۔

(۸)

علم میں مقابلہ

مختار مدعیہ نے ایک یہ بھی الزام قائم کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ دجال اور خر دجال وغیرہ کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں، وہ آپ پر پورے طور پر منکشف نہیں ہوئیں۔ پس جس نے یہ کہا کہ آنحضور پر منکشف نہ ہوئیں اور مجھ پر ہوئیں تو ایسے شخص کا آنحضرت پر ایمان کیسا؟ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ علم دیا گیا ہے۔

ا۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۱۰

www.khatmenubuwwat.org

یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک صریح مغالطہ ہے جس حوالہ کی بنا پر اس نے یہ اعتراض کیا ہے اس میں تفاضل علمی کا کہیں ذکر نہیں اور نہ اس قضیہ میں علمی فضیلت کا سوال ہی اٹھ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے جو لکھا ہے، وہ احادیث کے بالکل مطابق ہے اور ائمہ اسلام کا بھی وہی مذہب ہے۔ عقائد کی کتب میں لکھا ہے: "**ان النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قد یجتھد فیکون خطا کما ذکرہٗ الا صولیون وکان النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یشاور الصحابۃ فیمالم یوح الیہ وھم یراجعونہ فی ذٰلک...... وفی الحدیث ما حدثتکم عن اللّٰہ سبحانہٗ فھو حق وما قلت فیہ من قبل نفسی فانما انا بشرٌ اخطی واصیب.**" (نبراس، ص۳۹۲) کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کبھی کبھی اجتہاد بھی کرتے تھے اور وہ کبھی خطا ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ اصولیوں نے لکھا ہے اور ان امور میں ان کے متعلق آپ پر وحی نازل نہ ہوئی ہو آپ صحابہ سے مشورہ لے لیا کرتے تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہوں وہ تو درست ہوتی ہے، یعنی اس میں غلطی کا احتمال نہیں۔ ہاں جو بات میں اس وحی الٰہی کی تشریح میں اپنی طرف سے کہوں تو میں انسان ہوں، اجتہاد میں غلطی بھی ہوتی ہے۔ اور شرح فتوح الغیب، صفحہ۳۱۴ میں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"انبیاء را اجتہادات مے باشند و گاہے خطاء نیز مے افتد" اور علامہ محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی انبیاء سے اجتہادی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "حضرت داؤد علیہ السّلام سے جو بالاتفاق نبی ہیں اور معصوم ہیں، اجتہاد میں غلطی ہوئی۔" (ہدیۃ الشیعہ، ص۲۴۸)

جو باتیں آئندہ زمانے سے تعلق رکھتی ہوں، ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء پر ان کا انکشاف کر دے۔ بلکہ ایسی پیشگوئیوں میں اکثر ابہام ہوتا ہے اور اس کی اصل حقیقت اور اصل مراد اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کہ اس کا وقوع ہو۔ چنانچہ احادیث میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں، جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ازالہ اوہام، ص۲۸۱ میں کیا ہے۔ جنہیں مختصراً عرض کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں: "انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو و خطا ہے۔ مثلاً اس خواب کی بنا پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مومنوں کے لیے موجب ابتلاء کا ہوئی تھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس امید پر کہ اب کے سفر میں طواف میسر آ جائے گا، مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل در منزل طے کر کے اس بلاد مبارکہ تک پہنچے، مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا اور اس وقت اس رویاء کی تعبیر ظہور میں نہ آئی اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خواب وحی میں داخل ہے۔ پس اس کے معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ اسی طرح جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیویوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنے شروع کیے تھے تو آپ کو اس غلطی پر متنبہ نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی یہی رائے تھی کہ درحقیقت جس بیوی کے لمبے ہاتھ ہیں، وہی سب سے پہلے فوت ہو گی۔ اس وجہ سے باوجودیکہ آپ کے روبرو ہاتھ ناپے گئے۔ مگر آپ نے منع نہ فرمایا کہ یہ حرکت خلاف منشاء پیشگوئی ہے۔ جیسا کہ فتح الباری، جلد۳، صفحہ۳۲۹ میں ایک روایت ہے۔ **فلم ینکر علیھن.**

اسی طرح ابن صیاد کی نسبت صاف طور پر وحی نہیں کھلی تھی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اوّل اوّل یہی خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے: **عن نافع کان ابن عمر یقول واللّٰہ ما اشک ان مسیح الدجال ابن صیّاد**

ابو داؤد. (مشکوٰۃ) یعنی حضرت ابن عمر خدا کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ مجھے ابن صیاد کے دجال ہونے میں ذرا شک نہیں۔ اور بخاری اور مسلم میں محمد بن المنکدر رسے روایت ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو اس بات پر قسم کھاتے ہوئے سنا کہ ابن صیاد ہی الدجال ہے تو میں نے کہا کہ تم قسم کھاتے ہو تو انہوں نے جواب دیا: **انی سمعت عمر یحلف علٰی ذٰلک عند النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فلم ینکرہ النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم.** کہ میں نے عمر کو اس بات پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے قسم کھاتے ہوئے سنا اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ اے عمر! تم غلط کہہ رہے ہو۔ اور مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح میں علامہ قطب الدین فرماتے ہیں۔ حال اس (ابن صیاد) کا مبہم ہے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر بھی اس بات میں وحی نہیں اتری۔ اور ایسا ہی نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔ حلف عمر نزد رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم و غایت مبنی بر ان اوست وسکوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بجہت آں بود کہ دی در الوقت متردد بود۔ (حجج الکرامہ، ص ۴۱۷)

۴۔ ایسا ہی سورۃ روم کی پیشگوئی کے متعلق جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی تھی، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صاف فرمایا کہ بضع کا لفظ لغت عرب میں نو برس تک اطلاق پاتا ہے اور میں بخوبی مطلع نہیں کیا گیا کہ نو برس کی حد کے اندر کس سال تک یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔

۵۔ ایسا ہی وہ حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں: **فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجرفاذا ھی المدینۃ یثرب،** صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی اجتہاد سے پیشگوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا، وہ غلط نکلا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنہ، جلد ۱۰ کے صفحہ ۲۹۶ و ۲۹۷ پر مذکورہ بالا حدیث نقل کرتے ہیں۔

عن عائشۃ ان النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال لھا اریتک فی المنام فی سرقۃ من حریر ویقول ھذہ امراتک فاکشف عنھا فاذا ھی انت فاقول ان یک ھذا من عند اللّٰہ یمضہ.[1]

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ کی صورت قبل از نکاح مشاہدہ کرائی گئی اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہوگی۔ آنحضرت کو (باوجودیکہ اصل الہام میں شک نہ تھا اور انبیاء کا الہام منامی ہی کیوں نہ ہو، ہمیشہ یقینی ہوا کرتا ہے) اس الہام کی تعبیر و مراد سمجھنے میں اشتباہ واقع ہوگیا اور آپ نے فرمایا کہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہو (یعنی بظاہر معنی کے اس صورت سے عائشہ صدیقہ ہی مراد ہے) تو خدا اس کو سچا کرے گا۔

جب ان دونوں الہاموں کے (جو متعلق بہ تبلیغ و تکلیف نہیں) معنی سمجھنے میں سیّد الملہمین و خاتم المرسلین و خاتم النبیّین کو شک و اشتباہ واقع ہوا اور الہام دوئم کے معنی سمجھنے میں تو آپ کا خیال واقع کے بھی خلاف نکلا۔

اس قسم کی مثالیں پیش کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:

''ان تمام باتوں سے یقینی طور پر یہ اصول قائم ہوتا ہے کہ پیشگوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں انبیاء علیہم السّلام بھی کبھی غلطی کھاتے ہیں۔ لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں، کیونکہ ان کی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ اور وہ نبیوں کو

۱۔ **اریتک فی المنام......** صحیح بخاری، رقم ۳۶۸۲

www.khatmenubuwwat.org

عملی طور پر بھی سکھائے جاتے ہیں۔ غلطی کا احتمال صرف ایسی پیشگوئیوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی کسی خاص مصلحت کی وجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے اور مسائل دینیہ سے ان کا کچھ علاقہ نہیں ہوتا، یہ ایک نہایت دقیق راز ہے، جس کے یاد رکھنے سے معرفت صحیحہ مرتبہ نبوت کی حاصل ہوتی ہے۔ اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل حقیقت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صورت متشابہہ اور امور متشاکلہ کے طرزِ بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے، اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں، اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جائیں تو شانِ نبوت میں کچھ جائے حرف نہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام، ص ۲۸۲)

چونکہ بعض پیشگوئیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جن کی کیفیت وقوع کا پتہ واقع ہونے پر لگتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ تحریر فرمانا کہ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر دجال اور خر دجال وغیرہ کی حقیقت موبمو منکشف نہ ہوئی ہو تو اس میں کوئی حرف نہیں اور اب اگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ان کشوف کی حقیقت ان پیشگوئیوں کے مصداق کے ظہور کے بعد ظاہر ہو گئی تو اس سے حضرت اقدس کے علم کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علم سے زیادہ ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اگر یہی چیزیں آنحضرت کے وقت ظہور پذیر ہو جاتیں تو سب سے پہلے آپ ہی پر ان کشوف کی حقیقت منکشف ہوتی۔ ہاں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوی ممکن ہے، آپ کو سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور آپ جس قدر اپنی فراست سے غیب محض کو سمجھ سکتے تھے۔ اتنا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:

’’ہمارے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فراست اور فہم تمام امت کی مجموعی فراست اور فہم سے زیادہ ہے، بلکہ ہمارے بھائی اگر جلدی سے جوش میں نہ آجائیں تو میرا تو یہی مذہب ہے جس کو دلیل کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں کہ تمام نبیوں کی فراست اور فہم آپ کی فراست اور فہم کے برابر نہیں، مگر پھر بھی بعض پیشگوئیوں کی نسبت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے ان کی اصل حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام، ص ۱۶۷) پس اگر پیشگوئیوں کو سمجھنے میں قبل از وقوع کسی شخص کو غلطی واقع ہو اور اس پر بعد از وقوع اس کی اصل کیفیت وقوع کا انکشاف تام نہ ہو لیکن اس کی وفات کے بعد کسی پر حقیقت منکشف ہو جائے تو جس پر حقیقت منکشف ہوتی ہو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ اس شخص سے جس پر قبل از وقوع حقیقت منکشف نہیں ہوئی تھی، علم میں زیادہ ہے۔ کیونکہ اگر پیشگوئی کرنے والا شخص بھی اگر وقوع کے وقت زندہ ہوتا تو وہ اس سے پہلے ہی سمجھ لیتا۔ تعجب کی بات ہے کہ یہ اعتراض ان اشخاص نے کیا ہے جن کے متقداء اور پیشواء آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو، بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔‘‘ (حفظ

www.khatmenubuwwat.org

الایمان، ص ۷، مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی) بتاؤ یہ کہنا صریح گالی نہیں، کیا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو صرف اتنا ہی علم غیب دیا گیا ہے جتنا کہ ہر پاگل اور چوپائے کو حاصل ہے۔ اور لکھتے ہیں: شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ (براہین قاطعہ، مؤلفہ خلیل احمد انبیٹھوی، مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی، ص ۵۱) اس میں ابلیس لعین کا مقابلہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کر کے شیطان ملعون کا علم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علم سے زیادہ بتلایا ہے، کیا اس میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین نہیں ہے اور یہ عبارت سوء ادبی کی مشعر نہیں ہے۔

(۹)

انا فتحنا لک فتحا مبینا

مختار مدعیہ نے خطبہ الہامیہ، صفحہ ۱۹۳[۱] کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا زمانہ میں گزر گیا۔ اور دوسری فتح باقی رہی کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اور مقدر تھا کہ اس وقت مسیح موعود کا وقت ہو اور اس کی طرف خدا تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ. (بنی اسرائیل، ۱)

اور اس نے اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نعوذ باللہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے آنحضرت کی فتح مبین کو استخفاف کی نظر سے دیکھا ہے اور اپنی فتح کو بتایا ہے۔ حالانکہ یہ نتیجہ نکالنا سراسر باطل اور خلاف منشاء متکلم ہے۔

جس فتح مبین کی طرف آپ نے مذکور بالا عبارت میں اشارہ فرمایا ہے، اس کے متعلق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی تھی اور بزرگانِ امت محمدیہ بھی یہی مانتے چلے آتے ہیں۔ اور خود مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود اور مہدی کے زمانے میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر ایسی فتح اور غلبہ حاصل ہوگا جو پہلے کسی زمانے میں نہیں ہوا، بلکہ ان کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح اور مہدی دیگر مذاہب والوں سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے اور جو مسلمان نہیں ہوگا، اُسے تلوار کے گھاٹ اتاریں گے۔ اور دنیا میں سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب نہ ہوگا۔ اگرچہ ہمارے نزدیک دین کے مقابلہ میں جبر کرنا مذہب اسلام کی رُو سے جائز نہیں ہے، لیکن اتنا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام دلائل قاہرہ اور حجج باہرہ کی رُو سے تمام ادیان پر غالب آئے گا اور اور جن ممالک میں اسلام کی تبلیغ واشاعت نہ ہوتی تھی، وہاں بھی شمس اسلامی طلوع کرے گا اور ظلمات میں زندگی بسر کرنے والوں کو بھی اپنی شعاعوں سے نورانی بنائے گا۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ کرۂ معمورہ کے لوگ اسلام کو اختیار کریں گے اور دنیا میں دیگر مذاہب کے پیرو اتنی قلیل تعداد میں رہ جائیں گے کہ وہ معدوم کے حکم میں ہوں گے۔ چنانچہ مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ کے مسلم مقتدا مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید اپنی کتاب منصب امامت، صفحہ ۵۶ میں لکھتے ہیں:

۱۔ خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن، ج ۱۶، ص ۲۸۸

www.khatmenubuwwat.org

''قال اللّٰہ تعالیٰ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ظاہراست کہ ابتدائے ظہور دین در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم بوقوع آمدہ واتمام آں از دست حضرت مہدی واقع خواہد گردید۔''

اور فرماتے ہیں: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. ظاہر است کہ تبلیغ رسالت بہ نسبت جمیع ناس از آنجناب متحقق نگشتہ بلکہ امر دعوت از آنجناب شروع گردیدہ یوماً فیوماً بواسطہ خلفاء راشدین وائمہ مہدیین روبتزائد کشید تا اینکہ بواسطہ امام مہدی اتمام خواہد رسید۔''

کیا یہاں بھی مختار مدعیہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق وہی فتویٰ دے گا کہ انہوں نے نعوذ باللہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ظہور دین کی ابتداء تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف منسوب کی لیکن کامل غلبہ اور اتمام ظہور دین مہدی کی طرف منسوب کیا اور اس طرح کہا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آیت: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اعراف، ۱۵۸) کے حکم کے مطابق تمام لوگوں تک تبلیغ رسالت متحقق نہیں ہوئی، بلکہ تبلیغ رسالت بھی مہدی کے ذریعہ سے پوری ہوگی۔ جس کے کھلے ہوئے معنی یہ ہیں کہ اسلام کی اشاعت اور غلبہ کی حالت شروع میں ہلال کی مانند تھی، پھر خلفاء کے ذریعے سے ترقی پکڑتی گئی۔ یہاں تک کہ مہدی موعود کے زمانہ میں اپنے کمال کو پہنچ جائے گی اور بدر کی حالت کے مشابہ ہو گی۔ اگر مختار مدعیہ یہ سمجھ لیتا کہ نبی کے اتباع کے ذریعے جو فتوحات اور دین کو ترقیات حاصل ہوتی ہیں، وہ دراصل اسی نبی کی طرف منسوب ہوتی ہیں اور اس میں اس نبی کی توہین نہیں بلکہ تکریم اور اعزاز ہوتا ہے تو وہ یہ اعتراض نہ کرتا بلکہ سمجھتا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایک امتی کے ہاتھ پر ان فتوحات کا حاصل ہونا آنحضرت ہی کی فتح ہے کیونکہ آنحضرت کے وقت میں جو فتح حاصل ہوتی وہ بھی اسلام کی فتح تھی۔ اور مسیح موعود کے زمانہ میں جو فتح مقدر ہے وہ بھی اسلام ہی کی فتح ہے، جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دین ہے۔ پس آپ کے دین کی فتح آپ کی ہی فتح ہے جو آپ کے ایک روحانی فرزند کے ہاتھ پر ہوگی۔ اور اس میں آپ کی کوئی توہین نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اس عبارت کے آگے صفحہ ۲۰۰ پر فرماتے ہیں:

''اور چونکہ مسیح موعود نبی کریم کے وجود کا آئینہ اور برکات کی اشاعت اور تمام دینوں پر اسلام کے غلبہ سے آنجناب کے امر کا تمام کرنے والا تھا، لہٰذا نبی کریم نے اس کی کوشش کو پسند کیا، جیسا کہ باپ بیٹوں کی کوشش کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور وصیت فرمائی کہ آنجناب کا سلام اس کو پہنچایا جائے اور اس سلام سے یہ اشارہ ہے کہ سلامتی اور بلندی مسیح کے شاملِ حال ہوگی۔''

مختار مدعیہ ان فتوحات کو جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعہ حاصل ہیں، تسلیم کرتا ہے اور اس سے آنحضرت کی کوئی ہتک نہیں سمجھتا، لیکن حضرت مسیح موعود کے زمانہ کی فتوحات سے وہ آنحضرت کی ہتک نکالنا چاہتا ہے اور اس کا سبب تعصب کے سوا اور کچھ نہیں۔

www.khatmenubuwwat.org

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مندرجہ ذیل دس الہامات کا ذکر کیا ہے:

۱۔ هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ. (توبہ،۳۳)[1]

۲۔ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ. (کوثر،۱)[2]

۳۔ عَسٰٓی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا. (بنی اسرائیل،۷۹)[3]

۴۔ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ. (انبیاء،۱۰۷)[4]

۵۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰهُ. (آل عمران،۳۱)[5]

۶۔ وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی. (انفال،۱۷)[6]

۷۔ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی. اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی. (نجم۳،۴)[7]

۸۔ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡهِمۡ. (انفال،۳۳)[8]

۹۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡٓ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا. (بنی اسرائیل،۱)[9]

۱۰۔ لولاک لما خلقت الافلاک.[10]

ان الہامات کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان میں جن مقامات اور مراتب کا ذکر ہے، وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات ہیں اور جو ان خصوصیات کا انکار کرے اس کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان کیا؟ وہ اگر ہزار مرتبہ بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو قابلِ قبول نہیں۔

سو ان تمام امور کا جواب گواہ مدعا علیہ نمبر۱ کے بیان میں مفصل مذکور ہے۔ اور اس میں ائمہ اور اکابر اولیاء امت محمدیہؐ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگر وہ مرتبہ یا مقام بطریق وراثت جس لائق کہ ملہم ہے علی حسب المنزلت اس کو نصیب ہوگا اور اس امر و نہی وغیرہ میں وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حال میں شریک سمجھا جائے گا۔ اس لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱۔

ان صفحات میں اس امر کی تائید میں کہ مقام محمود وغیرہ مراتب میں اولیاء اللہ کو حصہ ہے اور اولیاء امت بھی بطریق وراثت ان میں آپ کے شریک ہو سکتے ہیں۔ ایک حوالہ مولانا عبدالعلی صاحب بحر العلوم کا اور ایک شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا اور

۱۔ اربعین نمبر۲، روحانی خزائن، ج۱۷، ص۳۵۲
۲۔ اربعین نمبر۲، روحانی خزائن، ج۱۷، ص۳۸۴
۳۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۱۰۵
۴۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۸۵
۵۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۸۲
۶۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۷۳
۷۔ اربعین نمبر۲، روحانی خزائن، ج۱۷، ص۳۸۵
۸۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۲۴۳
۹۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۸۱
۱۰۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۱۰۲

www.khatmenubuwwat.org

ایک شیخ عبدالرزاق صاحب قاشانی کا اور ایک سیّد عبدالقادر جیلانی اور ایک خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کیا ہے اور آیات قرآن کریم کے الہام ہونے کے جواز پر ایک حوالہ ''اثبات الالہام والبیعۃ'' کتاب کا جو مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کی تصنیف ہے اور ایک حوالہ فتوح الغیب کا اور ایک مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی کا ایک علم الکتاب کا کیا ہے، جن کے جواب میں ۱۱/اکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ اولیاء اللہ نے یہ نہیں کہا کہ ہم پر آیات نازل ہوئیں صرف ایک حوالہ علم الکتاب کا ہی پیش کیا تھا کہ ان پر آیات اتری ہیں اور مصنف کتاب خود اقراری ہی کہ یہ اقتباس ہیں نہ کہ الہام اور گواہ نمبر ا مدعا علیہ نے بجواب جرح ۱۱/ مارچ یہ تسلیم کیا ہے کہ اقتباس کسی کے کلام کو اپنے کلام میں لانے کو کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعیہ کو قرآن مجید کی آیات سے دلچسپی نہیں ہے، ورنہ وہ یہ کہنے کی جرأت نہ کرتا کہ علم الکتاب کے حوالے کے سوا آیات قرآنی کے نزول کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا گیا، کیونکہ فتوح الغیب کے حوالہ میں جو جملہ: **انک الیوعم لدینا مکینٌ امین** ہے اور مقامات امام ربانی کے حوالہ میں **انا مبشرک بغلام ن اسمۂ** اور اثبات الالہام والبیعۃ ،صفحہ۱۴۲، ۱۴۳ کے حوالہ میں جو عربی کلام درج ہے۔ وہ سب آیات قرآنی ہیں جن کا اولیاء اللہ پر نازل ہونے کا جواز تسلیم کیا گیا ہے اور وہ اولیاء اللہ کو الہام ہوئی ہیں۔ اور مختار مدعیہ نے گواہ نمبر ا مدعا علیہ کی طرف جو اقتباس کی تعریف منسوب کی ہے۔ اس میں دیدہ دانستہ خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ گواہ نمبر ا مدعا علیہ نے اقتباس کا یہ مطلب ''کسی کے کلام کو اپنی کلام میں لانا'' بیان کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ اقتباس الہام کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔
(دیکھو جرح ۱۱/ مارچ ۱۹۳۳ء)

اس قید کے بڑھانے کی وجہ یہ تھی کہ خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے جو آیات اقتباس کی ہیں تو وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ بذریعہ الہام خاص آپ کے قلب پر القا کی گئی ہیں۔ چنانچہ علم الکتاب کی عبارت کے شروع میں یہ الفاظ ہیں: ''**وامرنی فی قلبی بالالهام الخاص**'' کہ خداوند تعالیٰ نے میرے دل میں الہام خاص کے ساتھ حکم کیا اور الہام خاص کی تعریف انہوں نے یہ بیان کی ہے:

''الہام خاص آنست کہ اوسبحانہٗ بر بندگان خاص در حالت قرب مع اللہ یا بر قلوب ایشان بیدخل فکر و اندیشہ دبے توسط حواس دیگر بالقائے رحمانی مے اندازود درنائی نفوس ایشان کلمات بے صدائی خود میسر آید...... ویابعض اوقات بوساطت ملائکہ بآواز وصوت ہم پیغام خود حق سبحانہٗ باولیاء خویش مے رساند وایں را آواز سروش نیز مے خواند واحساس ایں سروش گاہ بگوش ظاہری ہم کردہ مے شود واکثر ہمہ گوش باطن مے شنود۔ ہر جا کہ اولیاء لفظ الہام را بحال خود بیان کردہ اند مراد از آں ہمیں الہام خاص است۔ (علم الکتاب، ص۸۲) جب الہام خاص کی تعریف معلوم ہوگئی تو اب ہر انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جن آیات قرآنیہ کے متعلق خواجہ علیہ الرحمۃ نے امرنی فی قلبی بالالہام الخاص کہا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ خدا نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے۔ اس عبارت کے بعض فقرات خود دلالت کر رہے ہیں کہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے ان سے یہ باتیں کی ہیں۔ چنانچہ اسی عبارت کے بعض فقرات کا ترجمہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے پکارا اور کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور اے خدا کی آیت میں تیری عبودیت کا شاہد ہوں تو میری الوہیت کا شاہد بن اور بے شک تو میرا عبد اور مرا اور میرے رسول کا مقبول ہے۔ پس جس نے تیری اطاعت کی اس نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔ الی آخر المکالمۃ۔ اسی طرح دوسری عبارت جو صفحہ ۶۴ سے درج

www.khatmenubuwwat.org

کی گئی ہے، اس کے بھی ابتدا میں لکھا ہے: **وقال بالالهام الشافی.** کہ خدا تعالیٰ نے مجھے الہام شافی کے ذریعہ کہا کہ یہ میری کتاب لے جا...... اور اپنے قریبی خاندان کے لوگوں کو ڈرا اور اس عبارت میں فرماتے ہیں: (۱) **وانی لا اقول الا ما امرنی بہٖ ربی.** اور میں سوائے اس کے جو میرا رَب مجھے حکم دیتا ہے اور کچھ نہیں کہتا۔

(۲) ولقد القی اللّٰہ علیٰ قلبی من آیات بینات مع انی لست حافظ القرآن.

اور خداوند تعالیٰ نے میرے قلب میں کھلی کھلی آیات القا کی ہیں۔ حالانکہ میں قرآن کا حافظ نہیں ہوں۔ لفظ القا جو اس عبارت میں استعمال کیا گیا ہے اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ الہام خاص یا از اقسام وحی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وحی کے لیے بھی القاء کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جیسے فرمایا۔ **ویلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہٖ** کہ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے کلام القا کرتا ہے۔ اور یہ بات کہ خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی کا اطلاق نہیں کیا جائے گا تو یہ ایک صوفیہ کی اصطلاح ہے، جیسے گواہ نمبرا نے اپنے بیان میں ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی سوانح مولانا روم میں لکھتے ہیں: ’’فرق مراتب کے لحاظ سے یہ اصطلاح قرار پائی گئی ہے کہ انبیاء کی وحی کو وحی کہتے ہیں اور اولیاء کی وحی کو الہام۔‘‘ اور اس کی تفصیل مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید نے اپنی کتاب منصب امامت میں اچھی طرح کی ہے اور گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں صفائی کے ساتھ پیش کر دیا۔

(۱)

هو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی و دین الحق لیظهرہٗ علی الدین کلہٖ

یہ قرآن مجید کی آیت ہے جس میں دین اسلامی کے دیگر ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور یہی آیت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر بذریعہ الہام نازل ہوئی تا ظاہر ہو کہ اس کامل غلبہ کا وقت آ گیا ہے اور اس کے سامان بھی آپ کو عطا کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ آپ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

’’وہ خدا جس نے اپنے فرستادہ کو بھیجا اس نے دو امر کے ساتھ اس کو بھیجا ہے کہ ایک تو یہ کہ اس کو نعمت ہدایت سے مشرف فرمایا ہے۔ یعنی اپنی راہ کی شناخت کے لیے روحانی آنکھیں اس کو عطا کی ہیں، اور علم لدنی سے ممتاز فرمایا ہے۔ اور کشف اور الہام سے اس کے دل کو روشن کیا ہے اور اس طرح پر الٰہی معرفت اور محبت اور عبادت کا جو اس پر حق تھا اس حق کی بجا آوری کے لیے آپ اس کی تائید کی ہے اور اس لیے اس کا نام مہدی رکھا، دوسرا امر جس کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے، وہ دین الحق کے ساتھ روحانی بیماروں کو اچھا کرنا ہے۔ یعنی شریعت کے صدہا مشکلات اور معضلات حل کر کے دلوں سے شبہات دور کرنا ہے۔ پس اس لحاظ سے اس کا نام عیسیٰ رکھا...... کیونکہ جب اس کو یہ خدمت سپرد ہے کہ وہ اسلام کی خوبی اور فوقیت ہر ایک پہلو سے تمام مذاہب پر ثابت کر دے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ علم محاسن وعیوب مذاہب اس کو دیا جائے اور اقامت حجج اور افحام خصم میں ایک ملکہ خارق عادت اس کو

www.khatmenubuwwat.org

عطا ہو اور ہر ایک پابند مذہب کو اس کے قبائح پر متنبہ کر سکے اور ہر ایک پہلو سے اسلام کی خوبی ثابت کر سکے اور ہر ایک طور سے روحانی بیماروں کا علاج کر سکے۔[1]

سراج منیر، صفحہ ۳۶[2] میں آپ اس الہام کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''یعنی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے، کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے، ان پر ظلم ہوا اور خدا ان کی مدد کرے گا۔ یہ آیت قرآنی الہامی پیرایہ میں اس عاجز کے حق میں ہے اور رسول سے مراد مامور اور فرستادہ ہے جو دین اسلام کی تائید کے لیے ظاہر ہوا۔ اس پیشگوئی کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے جو اس مامور کو مبعوث فرمایا ہے یہ اس لیے کہ تا کہ اس کے ہاتھ سے دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ بخشے اور ابتداء میں ضرور ہے کہ اس مامور اور اس کی جماعت پر ظلم ہو، لیکن آخر میں فتح ہوگی اور یہ دین مامور کے ذریعے سے تمام ادیان پر غالب آجائے گا اور دوسری تمام ملتیں دلائل بینہ کے ساتھ ہلاک ہو جائیں گی۔ دیکھو یہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئی ہے اور یہ وہی پیشگوئی ہے جو ابتداء سے اکثر علماء کہتے آئے ہیں کہ مسیح موعود کے حق میں ہے اور اس کے وقت میں پوری ہوگی اور براہین احمدیہ میں سترہ برس مسیح موعود کے دعویٰ سے پہلے درج ہے۔ تا خدا ان لوگوں کو شرمندہ کرے کہ جو اس عاجز کے دعویٰ کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں۔'' پس اس آیت کا حضرت مسیح موعود اور مہدی پر الہام ہونا قابل اعتراض بات نہیں ہے، کیونکہ اس آیت کے متعلق تفسیروں میں بھی مذکور ہے کہ اس آیت کا حقیقی مصداق اور اظہار الدین علی المخالفین مسیح موعود اور مہدی معہود کے وقت میں ہوگا۔ چنانچہ مولانا اسماعیل صاحب شہید منصب امامت میں فرماتے ہیں:

قال اللّٰہ تعالٰی **هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ.** ظاہر است کہ ابتدائے ظہور دین در زمان پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم بوقوع آمدہ واتمام آن از دست حضرت مہدی واقع خواہد گردید۔ (منصب امامت، ص ۵۶)

چونکہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا ہے۔ اور اس آیت میں جس غلبہ کا وعدہ دیا گیا ہے اس کا کمال اور اتمام مسیح موعود اور مہدی کے زمانہ میں وقوع پذیر ہونا تھا۔ اس لیے اس آیت کا آپ پر الہاماً نازل ہونا جائے اعتراض نہیں ہوسکتا۔

(۲)

انا اعطینک الکوثر!

مختار مدعیہ نے اس الہام کی بنا پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حوضِ کوثر جس کی توصیف احادیث میں آتی ہے جسے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے لیے مخصوص قرار دیا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے لیے تجویز کیا۔ مختار مدعیہ کا مقصد اگر عدالت کو مغالطہ دینا نہ ہوتا تو وہ ضرور ایسے اعتراضات سے اجتناب کرتا، کیونکہ خود مسیح موعود علیہ السّلام نے کسی جگہ بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حوضِ کوثر دیا ہے، بلکہ آپ نے حقیقۃ الوحی میں کوثر سے مراد کثرت لی ہے اور اسی الہام کا یہ ترجمہ کیا ہے: ''ہم نے کثرت سے تجھے دیا۔''

۱۔ اربعین نمبر۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۵۶
۲۔ سراج منیر، روحانی خزائن، ج ۱۲، ص ۴۲

www.khatmenubuwwat.org

چنانچہ یہ الہام براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جب کہ آپ کو یہ مولوی مسلمان سمجھتے تھے اور خود مولوی محمد حسین بٹالوی نے براہین احمدیہ کا ریویو کرتے ہوئے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس اعتراض کا مندرجہ ذیل جواب دیا: ''اور آیت نمبر ۸ کا مخاطب قرآن میں تو وہ (مؤلف براہین احمدیہ۔شمس) آنحضرت ہی کو سمجھتے ہیں۔ اور کوثر سے اس آیت میں حوضِ کوثر میدان محشر (جس کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وعدہ دیا ہے اور یہ وعدہ آنحضرت کے سوا کسی نبی کو نہیں دیا گیا، چہ جائے ولی) مراد خداوندی سمجھتے ہیں۔ اور جب انہیں الفاظ سے خدا تعالیٰ نے ان کو مخاطب فرمایا تو انہیں (نہ آیت قرآن میں) وہ اپنے آپ کو مخاطب سمجھ کر کوثر سے وہ معارف کثیرہ (جو خدا نے ان کو عطا فرمائے ہیں) مراد خداوندی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ بصفحہ ۵۱۷ کتاب ان الفاظ ملہمہ کا ترجمہ وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''ہم نے تجھے معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں۔ اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے۔'' اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے انجام آتھم، صفحہ ۵۸ میں بھی اس الہام کا یہ ترجمہ کیا ہے: ''ہم نے تجھے بہت سے حقائق اور معارف اور برکات بخشے ہیں۔''

(۳)

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

مختار مدعیہ نے اس الہام سے بھی عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ نے اس آیت قرآنی کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرایا ہے، حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ مختار مدعیہ نے دافع البلاء، صفحہ ۶ کا حوالہ دیا ہے اور صفحہ ۸ پر جو اس کا ترجمہ درج ہے، وہ دانستہ نظر انداز کیا ہے۔ جس پر درحقیقت کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ اور وہ یہ ہے:

''وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی۔''

حضرت اقدسؑ نے اس کے یہ معنی کیے ہیں لیکن مختار مدعیہ و گواہان مدعیہ کے مسلم پیشوا شیخ عبدالرزاق قاشانی نے تو مہدی معہود کے لیے بھی مقام محمود تجویز کیا ہے۔ چنانچہ شرح فصوص الحکم میں تحریر فرماتے ہیں: ''**فله المقام المحمود.**'' (شرح فصوص الحکم، مطبوعہ مصر، ص ۵۳) کہ مہدی کے لیے بھی مقام محمود ہے۔

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں: **وهو المقام المحمود الذی لا یشارکه فیه لهٗ من الانبیاء والرسل الا اولیاء امته.** (ہدیہ مجددیہ، ص ۷۰) اور مقامِ محمود میں آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک اور وارث نہیں ہوتا، مگر وہ اولیاء جو کہ آپ کی امت سے ہوں۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مقامِ محمود میں انبیاء مرسلین سابق تو آپ کے شریک نہیں ہو سکتے۔ مگر آپ کی امت کے اولیاء شریک ہیں۔ کیا مختار مدعیہ ان بزرگوں کو بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات کا منکر قرار دے کر کلمہ کا منکر، کافر و مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ٹھہرائے گا۔

www.khatmenubuwwat.org

(۴)

وما ارسلناک رحمة للعالمین

اسی الہام سے بھی مختار مدعیہ نے وہی مغالطہ دینا چاہا ہے جو پہلے الہاموں سے۔ گویا حضرت مرزا صاحبؒ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیت کو اپنی طرف منسوب کر کے کلمہ کی جزو ثانی کا انکار کر دیا۔ حالانکہ یہ صریح کذب ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ قرآنی آیت کا مصداق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ چشمۂ معرفت میں فرماتے ہیں:

''پھر دوسری جگہ فرمایا: وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ. (انبیاء، ۱۰۷) یعنی ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کے لیے تجھے نہیں بھیجا، بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحم کی جائے۔ پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے، ایسا ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام دنیا کے لیے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لیے رحمت ہیں۔ اور آپ کی ہمدردی تمام دنیا سے ہے، نہ کہ کسی خاص قوم سے۔''[۱]

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا ہے۔ اور پہلے علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مہدی بھی رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرح رحمۃ للعالمین ہوگا۔ چنانچہ علامہ سیّد محمد شریف محمد بن رسول حسینی برزنجی ثم المدنی اپنی کتاب الاشاعۃ لاشراط الساعۃ، مطبوعہ مصر، صفحہ ۱۶۸ میں لکھتے ہیں:

''**فالمهدی رحمة الله کما کان رسول الله صلّی الله علیه وسلّم قال الله تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمةً للعالمین، والمهدی یقفو اثره ولا یخطئ فلا بدان یکون رحمة.**'' یعنی مہدی خدا تعالیٰ کی رحمت ہے۔ جیسا کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم خدا کی رحمت تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور مہدی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا، اس لیے ضروری ہے کہ وہ بھی رحمت ہو۔

اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے تو جو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ کے مسلّم مقتدا اور پیشوا ہیں۔ علماء اسلام کو بھی رحمۃ للعالمین میں شریک سمجھا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نہیں ہے، بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء و دیگر علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں، اگرچہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سب میں اعلیٰ ہیں، لہٰذا اگر دوسرے کے لیے اس لفظ کو بتاویل بول دے تو جائز ہے۔ فقط بندہ رشید احمد۔'' (فتویٰ رشیدیہ، حصہ دوئم، ص ۱۲)

اب کیا مختار مدعیہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حق میں جو ان کا مقتدا ہے اور خاتم الاکابر اور خاتم المحدثین ہے۔ (دیکھو مرثیہ شیخ الہند محمود حسن بروفات مولوی رشید احمد صاحب) کافر اور مرتد اور کلمہ کی جزء ثانی کے منکر ہونے کا فتویٰ دے گا۔ کیونکہ مختار مدعیہ جس بات کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صفت خاصہ بتاتا ہے۔ اس کے سب سے بڑے مقتدا نے اس کے متعلق صاف الفاظ میں کہہ

۱۔ مضمون ملحقہ چشمۂ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۳۸۸

دیا ہے کہ لفظ رحمت للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نہیں ہے۔افسوس کہ مختار مدعیہ کو اپنے گھر کا بھی پتہ نہیں ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مذکورہ بالا الہام سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین لازم نہیں آتی۔ اور نہ آپ کی وہ خصوصیت جو قرآنی آیت میں مذکور ہے، زائل ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اس الہام کے مصداق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع اور پیروی کی برکت سے ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیے جاتے ہیں، وہ بلا ریب حسب مراتب رحمۃ للعالمین ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے آپ نے اس الہام کا یہ ترجمہ کیا ہے: ’’اور ہم نے دنیا پر رحمت کرنے کے لیے تجھے بھیجا ہے۔‘‘[1] اور دوسرا ترجمہ یہ کیا ہے: ’’میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ تا سب لوگوں کے لیے رحمت کا سامان پیش کروں۔‘‘ (البشریٰ، ج ۱، ص ۳۰)

(۵)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

مختار مدعیہ کے اس الہام پر اعتراض کا بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں اس آیت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی مراد ہیں لیکن اس الہام میں موجودہ زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے کہ وہ آپ کی پیروی کریں۔ کیونکہ آپ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیرو ہو کر محبوبیت کے درجہ تک پہنچے ہیں۔ اس لیے آپ کی پیروی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی ہے جیسا کہ خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ نے علم الکتاب، صفحہ ۶۱ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ **فمن اطاعک فقد اطاع اللّٰہ والرسول** کہ جس نے تیری اطاعت کی اس نے خدا اور رسول کی اطاعت کی۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس الہام کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنی: قرآن میں وہ (مؤلف براہین) یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت کے خطاب میں ہے۔ اور اس میں آنحضرت کا اتباع امت پر لازم کیا گیا ہے۔ اور جب ان ہی الفاظ سے خدا نے ان کو ملہم ومخاطب کیا تو ان الفاظ میں (نہ قرآن میں) وہ اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں۔ اور اپنے اتباع سے اتباع آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مراد قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ بصفحہ ۵۰۴ کتاب ان الفاظ کا ترجمہ ان الفاظ سے فرماتے ہیں کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، یعنی اتباع رسول مقبول کرو، تا خدا تم سے بھی محبت کرے۔ (اشاعۃ السنۃ، ج ۷، ص ۲۱۹)

پس اصل بات یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنے فرمان:

یک قدم دوری ازاں عالی جناب نزد ما کفر است وخسران و تباب

کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اس لیے آپ کی پیروی عین نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ مؤلف کو محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر وافضل الرسل یہ منصب عطا ہوا ہے۔ (اشاعۃ السنۃ نمبر ۷، ج ۷،

[1] اربعین نمبر ۳، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۴۱۳

www.khatmenubuwwat.org

حاشیہ، ص ۲۲۰)

نیز فرماتے ہیں: ''سو میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لیے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا۔ اگر میں اپنے سیّد و مولا فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا۔''[۱] اور اس الہام میں مولویوں کی تکفیر کا رَد بھی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نشان آسمانی، بار دوم، صفحہ ۳۵ میں اس الہام کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''اور ایک طرف مولوی لوگ فتوے پر فتویٰ لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اس الہام پر متواتر زور دے رہا ہے۔'' یعنی مخالفین کو اس الہام میں جواب دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عاشق صادق اور اس کا شیدائی ہے اس لیے اس کی پیروی اور اس کی تقلید انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔

(۶)

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

مختار مدعیہ نے اس الہام پر جو اعتراض کیا ہے، اس کا بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں یہ آیت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہی حق میں ہے اور جس واقعہ کی طرف آیت قرآنی میں اشارہ ہے اس الہام میں اس واقعہ کی طرف ہی اشارہ نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام قرآنی آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

''ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں، بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی، مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی۔ اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کی طرف اللہ جل شانہٗ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (انفال، ۱۷) یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا، بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی در پردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔''[۲]

اور اپنے الہام کی یہ تشریح فرمائی ہے:

۳ر مئی ۱۹۰۵ء وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (تشریح) حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا، اس سے اشارہ ان اشتہارات کی طرف معلوم ہوتا ہے جو حال میں شائع ہو رہے ہیں۔ (البشریٰ، ج ۲، ص ۹۷، بحوالہ بدر، ج ۱، نمبر ۴، ص ۱)

پس یہ اعتراض کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معجزہ کو اپنی طرف منسوب کر لیا، بالکل غلط اور محض بہتان ہے۔

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۶۴
۲۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۶۵

www.khatmenubuwwat.org

(۷)

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی. اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی.

مختار مدعیہ کا اس الہام پر بھی وہی اعتراض ہے جو پہلے الہاموں پر کیا ہے۔اس لیے ہماری طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید کی آیت کے مصداق تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی ہیں۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس الہام سے یہ مراد ہے کہ آپ کے الہامات خدا کی طرف سے ہیں، چنانچہ آپ الہام کا ترجمہ اس سے پہلے دو الہاموں کے ساتھ یہ کرتے ہیں: ''پس تم قرآن کو چھوڑ کر کس حدیث پر چلو گے۔ہم نے اس بندہ پر رحمت نازل کی ہے۔اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا، بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔''[1] اور اس سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کوئی توہین لازم نہیں آتی۔ بلکہ آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کی اولاد روحانی آپ کے نقشِ قدم پر چل کر اور آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر ایسے مقام پر پہنچتی ہے اور عالی شان مرتبہ پاتی ہے۔ جس میں ان کی وحی شیطانی دخل اور خواہشات نفسانی سے بالکل منزہ کی جاتی ہے۔اور یہ مقام علی قدر مراتب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اولیاء کو ملتا رہا ہے۔ چنانچہ خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''الہام خاص آنست کہ اوسبحانہٗ بر بندگان خاص در حالت قرب مع اللہ یا قلوب ایشاں بے دخل فکر واندیشہ و بے توسط حواس دیگر بالقائے رحمانی مے انداز دو درنائے نفوس ایشاں کلمات بے صدائے خود میسر آید۔ ولیکن اولیاء راایں حالت دائم میشود و ہیچ گاہ خود درمیان نمے باشند وآئینہ وار مرتبہ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی مے گردند وہمہ کلمات چنیں اشخاص الہامات الٰہی است وناشی از مشاہدہ وآ گاہی یا بعض اوقات بوساطت ملائکہ بآواز وصوت ہم پیغام خود حق سبحانہ باولیاء خویش مے رساند وایں را آواز سروش نیز مے خوانند واحساس ایں صدائے سروش گاہ بگوش ظاہری ہم کردہ میشود و اکثر ہمہ گوش باطن مے شنود۔'' (علم الکتاب،ص۸۲) یہ جب مقام حسب مراتب پہلے اولیاء کو ملتا رہا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس مقام کے فائز ہونے پر اعتراض کیا معنی؟ اس کو کلمہ کے خلاف بتانا کیسا؟

(۸)

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡھِمۡ

اس الہام پر مختار مدعیہ کے اعتراض کا جواب بھی وہی ہے کہ قرآن مجید میں خطاب تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہی ہے اور قرآن مجید کی آیت میں اور معنی ہیں اور اس الہام میں اور معنی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا الہام یہ ہے: **ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم انہ اوی القریۃ لو لا الاکرام لھلک المقام.** (دافع البلاء،ص۶) اور اس کا ترجمہ آپ نے یہ فرمایا ہے: ''خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے، حالانکہ تو ان میں رہتا ہے وہ اس گاؤں کو طاعون کی دست برد اور اس کی تباہی سے بچائے گا۔اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا، اور تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔''[2]

۱۔ اربعین نمبر۲، روحانی خزائن، ج۱۷،ص ۳۸۵ ۔ ۲۔ دافع البلاء، روحانی خزائن، ج۱۸،ص ۲۲۷

www.khatmenubuwwat.org

پس آیت قرآن مجید جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق ہے اس سے مراد اہلِ مکہ ہیں اور اس الہام سے قادیان کے باشندے مراد ہیں۔''

(۹)

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

مختار مدعیہ کے اس اعتراض کا بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں جس اسراء کا ذکر ہے، وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ مختص ہے۔ اور اس الہام میں جس اسراء کا ذکر ہے، وہ اور ہے۔ چنانچہ آپ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کرایا۔ یعنی ضلالت اور گمراہی کے زمانے میں جو رات سے مشابہ ہے، معرفت اور یقین تک لدنی طور پر پہنچایا۔'' (البشریٰ، ج ا، ص ۲۸)

اور براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۸۵ پر اس کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''ایک ہی رات میں سیر کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کر دی اور صرف چار پہر میں اس کے سلوک کو کمال تک پہنچایا۔''

پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسراء اور رنگ کا ہے، جس کا آیت قرآن میں ذکر ہے۔ اور اس الہام میں جس اسراء کا ذکر ہے، وہ اور قسم کا ہے۔

چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی کے متعلق بھی ان کے مکتوبات کے حوالے سے لکھا جو کمالات اوروں کو سالہا سال میں پیش آتے ہیں۔ حضرت کو آناً فاناً بسیر محبوبی و مرادی حاصل ہوئے۔ (سوانح عمری امام ربانی، مؤلفہ محمد حسین ابن قدوۃ الراسخین حضرت مولانا مولوی شیخ قادر بخش صاحب، مطبوعہ لاہور، ص ۱۱)

(۱۰)

لولاک لما خلقت الافلاک

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس الہام کو بھی مختار مدعیہ نے قابلِ اعتراض ٹھہرایا ہے، حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس کی تشریح میں فرمایا دیا ہے:

''ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے، یعنی ملائک کو اس کے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ پس یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے۔''[1]

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ان آسمانوں سے مراد روحانی آسمان لیتے ہیں جو ہر عظیم الشان مصلح کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل مصداق **لولاک لما خلقت الافلاک** کا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وجود باجود ہی ہے کیونکہ آپ نوع انسانی کے جو کہ اشرف انواع مخلوقات ہے، اکمل اور اعلیٰ فرد ہیں۔ جس پر تمام کمالات انسانی کا خاتمہ ہے۔ لیکن ظلی

ا۔ حقیقۃ الوحی، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۰۲

www.khatmenubuwwat.org

طور پر جو اپنے اندر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمال رکھتا ہے، وہ بھی **لولاک لما خلقت الافلاک** کا ظلی طور پر مصداق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں: **قتل المؤمن اعظم عند اللّٰہ من زوال الدنیا۔**[1] اور ابن ماجہ میں یہ حدیث ان الفاظ سے آئی ہے: **قال لزوال الدنیا اھون علی اللّٰہ من قتل مؤمن بغیر الحق** اس کی شرح میں علامہ سندی یہ قول درج کرتے ہیں:

”المراد بالمؤمن الکامل الذی یکون عارفا باللّٰہ تعالٰی وصفاتہ فانہ المقصود من خلق العالم لکونہ مظھرًا لایات اللّٰہ واسرارہ وما سواہ فی ھذا العالم الحِسِّی من السمٰوٰت والارج مقصود لاجلہ ومخلوق لیکون مسکنًا لہٗ ومحلا لتفکرہ ونصار زوالہ اعظم من زوال التابع۔“ (ابن ماجۃ، ج ۲، مصری، حاشیہ، ص ۷۰)

کہ حدیث میں مؤمن سے کامل مومن مراد ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا عارف ہو۔ کیونکہ پیدائش عالم سے وہ ہی مقصود ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اسرار کا مظہر ہے۔ اور اس کے علاوہ جو عالم محسوسات میں زمین وآسمان ہیں اس کی خاطر ان کے بنانے کا مقصد کیا گیا اور اسی لیے وہ پیدا کیے گئے کہ تا وہ کامل مومن کا جائے سکونت اور محل تفکر ہوں، لہٰذا کامل مؤمن کا زوال عظیم ہے تابع کے زوال سے۔

پس مذکورہ پر یہ کہہ دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ مختار مدعیہ تو اس امر کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیت قرار دے کر اس میں کسی اور کا اپنے آپ کو شریک بتانا خواہ وہ ظلی طور پر ہی کیوں نہ ہو، کفر اور ارتداد قرار دیتا ہے۔ لیکن اس کے مسلم مقتدا و پیشوا و خاتم المحد ثین جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سرے سے اس حدیث کی صحت ہی کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ اس کے متعلق ایک سائل کے اس سوال کے جواب میں کہ **اوّل ما خلق اللّٰہ نوری** اور **لولاک لما خلقت الافلاک** صحیح حدیثیں ہیں یا وضعی، ان کو وضعی بتاتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، صفحہ ۱۴۰ پر لکھتے ہیں۔ یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے **اوّل ماخلق اللّٰہ نوری** کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔ فقط۔“ اس سے ظاہر ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے نزدیک نہ تو یہ حدیث صحاح میں ہے اور نہ اس کی کچھ اصل ہے۔ اب کیا مختار مدعیہ مولوی رشید احمد صاحب کو جو حدیث لولاک کی صحت ہی کے منکر ہیں اور اس کو وضعی اور بے اصل سمجھتے ہیں، کلمہ کی جزء ثانی کا منکر قرار دے کر ان پر کفر اور ارتداد کا فتویٰ دے گا؟

(۱۱)

عینیت کا دعویٰ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ

مختار مدعیہ نے حقیقۃ النبوۃ، صفحہ ۲۶۲ سے مذکورہ بالا الہام پیش کر کے کہا ہے کہ (حضرت) مرزا صاحب نے صفات میں شرکت پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت کی ذات میں بھی شرکت کا دعویٰ کیا ہے اور عین محمد ہونے کا دعویٰ کیا۔ ملاحظہ ہو: حقیقۃ النبوۃ،

۱۔ **قتل المؤمن اعظم......** سنن النسائی، رقم ۳۹۹۰

www.khatmenubuwwat.org

صفحہ ۲۶۲، کہ اس وحی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے، ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی جانتا ہے کہ آپ نے کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ میں جسمانی لحاظ سے وہی محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہوں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ میں ظلی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔ میں ان کا خادم ہوں اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ اور میں آپ کا ظل ہوں اور آپ اصل ہیں، یعنی میں آپ کی خدمت شاگردی اور آپ کی اتباع میں اس قدر فنا ہوا ہوں کہ گویا میرا وجود آپ کے وجود سے بلحاظ روحانیت علیحدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک غلطی کے ازالہ میں ہی مصرح ہے، جس کا حوالہ مختار مدعیہ نے دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں ہیں۔ بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شاملِ حال ہے، یعنی محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔ یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔

اور فرماتے ہیں: ''خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ اس طور سے خاتم النبیّین کی مہر نہیں ٹوٹی۔''[۱]

گواہ نمبر ا نے اپنے بیان میں اس سوال کا جواب مفصل دے دیا ہے اور علماء سلف کے اقوال سے ثابت کر دیا ہے کہ جب انسان اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہو کر دوئی کو اٹھا دیتا ہے تو اس وقت اتحاد محبّ و محبوب ہوتا ہے۔ اور اس مشابہت تامہ کی وجہ سے اس کو محبوب کا نام دیا جانا ان کے اتحاد کی دلیل ہوتا ہے۔ چنانچہ مقامات امام ربانی، صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے: ''حقیقت محمدی یہ مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ ذاتیہ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہے۔ اس مقام میں تابع کو اپنے متبوع سے اسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا متبعیت درمیان سے اٹھ گئی اور امتیاز تابع و متبوع زائل ہو جاتا ہے۔ اور ایسا متوہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔ وہم آغوش ایک کنار و ایک بستر ہیں۔ مگر تابع اپنے تئیں طفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے۔''

اور مہدی کے متعلق تو لکھا ہے کہ اس کا باطن محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا باطن ہو گا۔ (شرح فصوص الحکم، مطبوعہ مصر، ص ۵۲، ۵۳) اور اسی طرح مولانا عبدالعلی صاحب بحرالعلوم نے لکھا ہے:

''بایزید چوں قطب وقت بود عین رسول علیہ السّلام بود۔ چرا کہ قطب نمے باشد مگر بر قلب محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم و ہر کہ قلب کسی بود عین آنکس است۔'' (مثنوی دفتر چہارم، حاشیہ، ص ۱۵۰)

اب کیا مختار مدعیہ بحرالعلوم مولانا عبدالعلی صاحب کو بھی جو بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو عین محمد کہہ رہے ہیں، کافر و مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دینے کی جرأت کرے گا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بیان گواہ نمبر ا (ص ۱۱۴-۱۱۶)

۱۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۱۲

www.khatmenubuwwat.org

(۱۲)

شعر

مختار مدعیہ نے عینیت کا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ شعر تریاق القلوب سے پیش کیا ہے:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

اور اس شعر کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس شعر سے نہ تو عینیت کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے اور نہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کوئی توہین۔ کیونکہ اس شعر میں آپ نے اپنا مقام بیان فرمایا ہے کہ میں مسیح بھی ہوں اور خدا تعالیٰ مجھ سے کلام بھی کرتا ہے اور بروزی طور پر میں محمد واحمد بھی ہوں، جیسا کہ آپ نے دوسرے مقامات میں تشریح فرمائی ہے کہ محمد واحمد کا نام خدا کی طرف سے مجھ کو بروزی طور پر عطا کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خادم اور آپ کا قائم مقام ہوں۔ چنانچہ اسی قصیدہ میں آپ فرماتے ہیں:

پناہ بیضۂ اسلام آں جواں مردیست   کہ خوں بدل ز پئے دین مصطفیٰ باشد!
بروئے یار کہ ہرگز نہ رتبتے خواہم!   مگر اعانت اسلام مدعا باشد!

(تریاق القلوب، ص۳، ۵)

چنانچہ اس کی تائید تریاق القلوب، صفحہ ۷ سے بھی ہوتی ہے، جہاں آپ فرماتے ہیں:

''اے تمام وہ لوگو! جو زمین پر رہتے ہو۔ اور اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال و تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں، جن کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے۔''

اور براہین احمدیہ، حصہ پنجم کے صفحہ ۸۹[۱] میں فرماتے ہیں: ''ایسا ہی براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام احمد اور محمد بھی رکھا۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم نبوت ہیں، ویسا ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے۔''

پس قائل کی تشریحات کے خلاف اس کے قول کی تشریح کرنا کسی طرح جائز اور قابلِ قبول نہیں ہے۔

۱۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج۲۱، ص۱۱۶

www.khatmenubuwwat.org

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا جواب

یہ سب الہامات جو مختار مدعیہ نے بطور اعتراض پیش کیے ہیں اور ان سے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جو کلمہ کی جزء ثانی سے انکار کو مستلزم ہیں۔ ان سب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے براہین احمدیہ میں جس میں یہ الہامات درج ہیں، یہی شبہ پیش کر کے جواب رقم فرمایا ہے:

''اس جگہ یہ وسوسہ دل میں نہیں لانا چاہیے کہ کیوں کر ایک ادنیٰ امتی آل رسول مقبول کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہو سکے۔ بلاشبہ یہ سب بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنخضرت کے کمالات قدسیہ سے شریک و مساوی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دَم مارنے کی جرأت نہیں۔ چہ جائیکہ کسی اور کو آنخضرت کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔ مگر اے طالب حق ارشدک اللہ تم متوجہ ہو کر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور تا ہمیشہ اس کے نور اور اس کی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم و لاجواب کرتی رہیں۔ اس طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گزرے ہوتے ہیں۔ خدا ان کو فانی اور ایک مصفّٰی شیشہ کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے۔ یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے۔ (براہین احمدیہ، حصہ سوم، حاشیہ در حاشیہ، ص ۲۴۲، ۲۴۳)

اور فرماتے ہیں: ''ان کلمات کا حاصل مطلب تلطفات اور برکات الٰہیہ ہیں جو حضرت خیر الرسل کی متابعت کی برکت سے ہر ایک کامل مومن کے شاملِ حال ہو جاتی ہیں۔ اور حقیقی طور پر مصداق ان تمام آیات کا آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دوسرے سب طفیلی ہیں۔ اور اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک مدح و ثنا جو کسی مومن کے الہامات میں کی جائے۔ وہ حقیقی طور پر آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدح ہوتی ہے اور وہ مومن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصہ لیتا ہے۔ اور وہ بھی محض خدا تعالیٰ کے لطف و احسان سے نہ کسی اپنی لیاقت و خوبی سے۔'' (براہین احمدیہ، حصہ چہارم، حاشیہ در حاشیہ، ص ۴۸۷، ۴۸۹)

اور آپ اپنے الہام **کل برکة من محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فتبارک من علم وتعلم** کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''یعنی ہر ایک برکت جو اس عاجز پر بہ پیرایۂ الہام و کشف وغیرہ نازل ہو رہی ہے، وہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل اور ان کے توسط سے ہے۔'' (ازالہ اوہام، ص ۳۴۲)

www.khatmenubuwwat.org

اور فرماتے ہیں: ’’خداوند کریم نے اسی رسول مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے ومخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے۔ اور بہت سے حقائق و معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے۔ اور بار ہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات وعنایات اور یہ سب تفضلات و احسانات اور یہ سب تلطاف وتوجہات اور یہ سب انعامات و تائیدات اور یہ سب مکالمات ومخاطبات بیمن و متابعت ومحبت حضرت خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں:

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد　　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم‘‘

(براہین احمدیہ، ص ۵۴۰)

آپ کی متعدد تصریحات سے ظاہر ہے کہ آپ پر ان انعامات کا نزول ببرکت متابعت مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ کے مخدوم اور متبوع ہیں اور آپ ان کے خادم اور تابع ہیں۔

دوسرا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایسے الہامات اپنی کتاب اربعین نمبر ا اور انجام آتھم میں تحریر میں فرما کر مخالفین کو مباہلہ اور بالمقابل دعا کرنے کے لیے دعوت دی ہے۔ چنانچہ الهام الارض والسماء معک کما هو معی،[۱] اربعین نمبر ۲، ص ۹، انجام آتھم، ص ۲۵ میں، اور انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی،[۲] اربعین نمبر ۲، ص ۲۹، انجام آتھم، ص ۵۱، اور انت اسمی الاعلی،[۳] اربعین نمبر ۲، ص ۲۹، اور انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق،[۴] اربعین نمبر ۲، ص ۲۸، انجام آتھم، ص ۵۱، اور کان اللّٰہ نزل من السماء،[۵] انجام آتھم، ص ۶۳، اور انا فتحنا لک فتحا مبینا،[۶] اربعین نمبر ۲، ص ۸، انجام آتھم، ص ۵۸، اور هو الذی ارسل رسولهٗ بالهدیٰ ودین الحق لیظهرهٗ علی الدین کله،[۷] اربعین نمبر ۲، ص ۸، انجام آتھم، ص ۵۸، اور انا اعطیناک الکوثر،[۸] اربعین نمبر ۲، ص ۳۵۰، انجام آتھم، ۵۸۔ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین،[۹] اربعین نمبر ۳، ص ۲۳، قل ان کنتم تحبون اللّٰہ،[۱۰] اربعین نمبر ۲، ص ۲۹، انجام آتھم، ص ۵۲، اور سبحان الذی اسریٰ بعبده،[۱۱] انجام آتھم، ص ۵۲، اور ما ینطق عن الهویٰ،[۱۲] اربعین نمبر ۲، ص ۳۲ میں مندرج ہیں۔

۱۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۵۳
۲۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۸۲
۳۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۸۲
۴۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۸۰
۵۔ انجام آتھم، روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۶۲
۶۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۵۲
۷۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۵۲
۸۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۸۴
۹۔ اربعین نمبر ۳، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۴۱۰
۱۰۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۸۱
۱۱۔ انجام آتھم، روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۵۳
۱۲۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۸۵

www.khatmenubuwwat.org

اوران تمام الہامات پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے۔

’’انجام آتھم میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے یہ الہامات مع دیگر الہامات کے لکھ کر مولویوں کو مباہلہ کے لیے بلایا ہے۔اور جن لوگوں کو دعوت مباہلہ دی گئی ہے، ان میں سے چوتھے نمبر پر دیوبندیوں کے مقتدیٰ خاتم المحد ثین مولوی رشید احمد گنگوہی کا ذکر ہے۔اور مباہلہ کا طریق بھی اس کتاب میں ذکر کر دیا ہے۔‘‘

’’کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا اور دعا کروں گا کہ یا الٰہی! اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں، میرا ہی افترا ہے اور تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔ یا اگر شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو۔ اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آ جائے۔ تا میری ذلت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں۔ اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اے خدائے علیم وخبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں، تیرے ہی الہام ہیں۔ اور تیرے مونہہ کی باتیں ہیں۔ تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں، ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔ اور جب میں یہ دعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں، آمین۔

ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر شخص جو مباہلہ کے لیے حاضر ہو۔ جناب الٰہی میں یہ دعا کرے کہ اے خدائے علیم وخبیر! ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے، درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں۔ پس اگر یہ شخص درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر اور بے دین ہے اور اس کے یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افترا ہے۔ تو اس امت پر یہ احسان کر کہ اس مفتری کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے، تا لوگ اس کے فتنہ سے امن میں آ جائیں۔ اور اگر یہ...... تیری طرف سے ہے اور یہ تمام الہام تیرے ہی منہ کی پاک باتیں ہیں۔ تو ہم پر جو اس کو کافر اور کذاب سمجھتے ہیں دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر اور کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔ اور جب یہ دعا فریق ثانی کر چکے تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔‘‘

اور اس مباہلہ کے بعد اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جان بری کے آثار نہ پائے جائیں تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے اور میں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں گا۔ اور میں ابھی لکھ دیتا ہوں کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور مورد لعنت الٰہی یقین کرنا چاہیے...... میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جاوے کہ جب تمام لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں، ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا۔ اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار۔ اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔

www.khatmenubuwwat.org

اور اگر میں مر گیا تو ایک خبیث کے مرنے سے دنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائے گا۔

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان! خدا کی لعنت اُس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو کہ آمین۔''[۱]

اس دعوت کے مقابلہ میں مولویوں نے سکوت اختیار کیا اور مباہلہ کے میدان میں نہ نکلے اور اپنی خاموشی سے اور اس میدان مبارزت سے پیٹھ دکھا کر ان الہامات کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر مہر کر دی۔ اس دعوت مباہلہ پر پانچ سال گزرنے کے بعد پھر آپ نے اربعین نمبر۲ میں اپنے الہامات تحریر کر کے دعوت دی کہ وہ امرتسر یا بٹالہ میں ایک جلسہ کریں اور جس قدر ہو سکے معزز علماء اور دنیا دار جمع ہوں۔ اور متضرعانہ صورتیں بنائیں اور کوشش کریں کہ حضور دل سے دعائیں ہوں۔ اور گریہ و بکا کے ساتھ ہوں اور علماء میں سے کم از کم چالیس آدمی ہوں کہ چالیس کے عدد کو قبولیت دعا کے لیے ایک بابرکت دخل ہے۔ اور میں بھی اپنی جماعت کو لے کر آ جاؤں گا اور ان الفاظ میں دعا کی جائے:

''یا الٰہی! اگر تو جانتا ہے کہ یہ شخص مفتری ہے اور تیری طرف سے نہیں ہے، اور نہ مسیح موعود ہے اور نہ مہدی ہے۔ تو اس فتنہ کو مسلمانوں میں سے دور کر اور اس کے شر سے اسلام اور اہلِ اسلام کو بچا لے۔ اور جس طرح تو نے مسیلمہ کذاب کو اور اسود عنسی کو دنیا سے اٹھا کر مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا لیا۔ اور اگر یہ تیری طرف سے ہے اور ہماری عقلوں اور فہموں کا قصور ہے تو اے قادر! ہمیں سمجھ عطا فرما، تا ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ اور اس کی تائید میں کوئی ایسے امور اور نشان ظاہر فرما کہ ہماری طبیعتیں قبول کر جائیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ اور جب یہ تمام دعا ہو چکے تو میں اور میری جماعت بلند آواز سے آمین کہے۔''

اس کے بعد میں اسی رسالہ کو جس میں میرے الہامات درج ہیں، ہاتھ میں لے کر مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا کروں گا:

''کہ اے خدا! اگر یہ تیرا کلام نہیں ہے اور میں تیرے نزدیک کاذب اور مفتری اور دجال ہوں، جس نے امت محمدیہ میں فتنہ ڈالا ہے اور تیرا غضب میرے پر ہے تو میں تیری جناب میں تضرع سے دعا کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے ایک سال کے اندر زندوں میں سے میرا نام کاٹ ڈال۔ اور میرا تمام کاروبار درہم برہم کر دے۔ اور دنیا میں سے میرا نشان مٹا ڈال۔ اور اگر میں تیری طرف سے ہوں اور میں تیرے فضل کا مورد ہوں تو اے قادر کریم! اسی سال میں میری جماعت کو ایک فوق العادت ترقی دے اور فوق العادت برکات شاملِ حال فرما۔ اور میری عمر میں برکت بخش اور آسمانی تائیدات نازل کر۔ اور جب دعا ہو چکے تو تمام مخالف جو حاضر ہوں، آمین کہیں۔''

اے بزرگو! اور قوم کے مشائخ اور علمائے عصر! میں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اس درخواست کو ضرور قبول فرمائیں۔ کیونکہ اس دعا کا نفع نقصان کل میری ذات تک محدود ہے، مخالفین پر اس کا کچھ اثر نہیں۔''

مگر علماء اس طریق پر فیصلہ کرنے کے لیے بھی تیار نہ ہوئے اور اپنے فرار سے ثابت کر دیا کہ وہ الہامات جن پر مختار مدعیہ نے اعتراضات کیے ہیں، خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

۱۔ انجام آتھم، روحانی خزائن، ج۱۱، ص ۶۷

www.khatmenubuwwat.org

تیسرا جواب

براہین احمدیہ جب شائع ہوئی، اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے ریویو لکھا اور مطالب خلاصہ کتاب جس میں ایک عنوان مولف الہامات بھی ہے، لکھ کر ان الفاظ میں اس کتاب براہین احمدیہ کی تعریف کی۔ اور یہ عبارتیں میں صرف اس امر کے ثبات کے لیے پیش کرتا ہوں کہ جو الہامات براہین احمدیہ میں درج ہیں، قابلِ اعتراض نہیں، کتاب کی توثیق مقصود ہے۔

''یہ اس کتاب کا خلاصہ مطالب ہے۔ اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ **لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا.** اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی وقلمی ولسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتاویں جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کریں جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اُٹھایا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود والہام کا شک ہو، وہ ہمارے پاس آ کر اس کا تجربہ ومشاہدہ کرے۔ اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو۔'' (اشاعۃ السنۃ، نمبر ۶، ج ۷، ص ۱۶۹)

مؤلف براہین احمدیہ کے الہامات پر ایک دو مولویوں نے اعتراض کیے تھے، جن کا مولوی محمد حسین بٹالوی نے مفصل اور مدلل جواب دیا اور کہا کہ ایسے الہامات کا ہونا جائز ہے۔ اور اسی کتاب میں یہ الہامات بھی مندرج ہیں جن پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیے ہیں۔ چنانچہ البشریٰ میں بحوالہ براہین احمدیہ، یہ الہامات درج ہیں:

۱۔ **الارض والسماء معک کما ھو معی.**[۱] (البشریٰ، ص ۱۸)

۲۔ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔[۲]

۳۔ **ربنا عاج.**[۳] (البشریٰ، ص ۲۳)

۴۔ **انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق.**[۴] (ص ۴۶)

۵۔ **کان اللہ نزل من السماء.**[۵] یہ الہام ۱۸۸۰ء کا ہے۔ (البشریٰ، ج ۲، ص ۶)

۶۔ **انا فتحنا لک فتحا مبینا.**[۶] (البشریٰ، ص ۱۳ اور ۳۷)

۱۔ اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۳۵۳
۲۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۸۷
۳۔ براہین احمدیہ، حصہ چہارم، روحانی خزائن، ج ۱، ص ۶۶۳
۴۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۸۹
۵۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۹۹
۶۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۷۷

www.khatmenubuwwat.org

۷۔ هو الذی ارسل رسولهٗ بالهدٰی.[1] (البشریٰ،ص۱۲)

۸۔ انا اعطیناک الکوثر.[2] (البشریٰ،ص ۳۸)

۹۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا.[3] (البشریٰ، ج ۲،ص ۱۰، تاریخ نزول الہام ۱۸۸۸ء)

۱۰۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین.[4] (البشریٰ،ص ۳۰)

۱۱۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه.[5] (البشریٰ،ص ۱۲)

۱۲۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰه رمٰی.[6] (البشریٰ،ص ۱۲)

۱۳۔ وما کان اللّٰه لیعذبهم وانت فیهم.[7] (البشریٰ،ص ۱۳، اور ۳۶)

۱۴۔ سبحان الذیٓ اسریٰ بعبدهٖ.[8] (البشریٰ،ص ۲۸)

۱۵۔ محمد رسول اللّٰه والذین معهٗ اشدآء علی الکفار.[9] (البشریٰ،ص ۳۷)

بلکہ ان کے علاوہ براہین احمدیہ میں اور الہامات بھی اس قبیل سے ہیں۔ جیسے: انک علٰی صراط مستقیم. فاصدع بما تؤمر (البشریٰ،ص ۲۷)، انذر عشیرتک الاقربین ونا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی (ص ۲۰)، انک الیوم لدنیا مکین امین (ص ۲۸)، واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّٰی (ص ۳۳)، الم نشرح لک صدرک (ص ۴۵)، بیت الفکر بیت الذکر ومن دخله کان امنا (ص ۴۵) وغیرہ ہیں۔ لیکن اس وقت ان الہامات کے متعلق علماء نے یہ تسلیم کر لیا کہ امت محمدیہ کے ایک فرد پر ان الہامات کا نزول ہوسکتا ہے۔ اور ایسا ہونا قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ اور گواہ مدعیہ نمبر ۲ نے ازالہ اوہام کی ایک عبارت کے متعلق عدالت کے سوال کے جواب میں ۲۴؍اگست ۱۹۳۲ء یہ تسلیم کیا ہے کہ ''جب تک مرزا صاحب نے یہ عبارت لکھی تھی، اس وقت تک مرزا صاحب مسلمان تھے۔'' بس گواہ مدعیہ نمبر ۲ ازالہ اوہام کی تالیف کے زمانہ تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا مسلمان ہونا تسلیم کرتا ہے۔ اور مختار مدعیہ نمبر ا نے بھی دس اکتوبر کو بحث کرتے ہوئے یہ کہا ہے: ''وہ کفریات جو حقیقۃ الوحی سے پیش کی ہیں، اگر وہ اس وقت (یعنی خواجہ غلام فرید صاحب کے وقت) موجود تھیں تو یہ شہادت صحیح ہے۔''

چونکہ ہم نے ان الہامات کا جو مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا کفر ثابت کرنے کے لیے پیش کی ہیں، براہین احمدیہ اور ان کتب سے ثابت کر دیا ہے جو خواجہ صاحب کی زندگی میں شائع ہوئیں۔ لہٰذا گواہ مدعیہ نمبر ۲ اور مختار مدعیہ کے اقراروں کی بنا پر یہ الہامات قابلِ اعتراض نہیں ہیں۔''

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں　　　　زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہِ کنعاں کا

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲،ص ۷۴

۲۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲،ص ۱۰۵

۳۔ ایضاً

۴۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲،ص ۸۵

۵۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲،ص ۸۲

۶۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲،ص ۷۳

۷۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲،ص ۲۴۳

۸۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲،ص ۸۱

۹۔ براہین احمدیہ، حصہ چہارم، روحانی خزائن، ج ۱،ص ۶۱۶

www.khatmenbuwwat.org

ملائکہ

مختار مدعیہ نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ملائکہ کو ارواح کواکب مانتے ہیں۔ شریعت والے ملائکہ کو جن کے متعلق قرآن مجید میں عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ (انبیاء، ۲۶) وارد ہے، نہیں مانتے، کیونکہ عبد کا لفظ ذوالعقول پر اطلاق پاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص ملائکہ کو ارواح کواکب کہے اور ان کے وجود فی الخارج کا منکر ہو، اس کا ملائکہ پر ایمان کیا؟ اور وہ کیسے مومن کہلا سکتا ہے۔

مگر یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک صریح مغالطہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب میں فرشتوں پر ایمان لانے کا ذکر بڑی کثرت سے آیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

۱۔ از ملائک راز خبر ہائے معاد — آنچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است! — منکر آں مستحق لعنت است

(سراج منیر)

۲۔ تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں رازدار (براہین حصہ پنجم)

۳۔ اے میرے مولا تو اب فوج ملائک کو اتار (براہین حصہ پنجم)

۴۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق حشر اجساد حق اور جنت حق اور دوزخ حق ہے۔[۱]

۵۔ **واعتقد ان اللّٰہ ملئکۃ مقربین لکل واحد منھم** (مقام معلوم، آئینہ کمالات اسلام، ص ۳۳۴)
یعنی میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ خدا کے مقرب فرشتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک معین مقام ہے۔

۶۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا یہ راز ہے کہ بغیر اس کے توحید قائم نہیں رہ سکتی اور ہر ایک چیز کو اور ہر ایک تاثیر کو خدا تعالیٰ کے ارادہ سے باہر ماننا پڑتا ہے۔ اور فرشتہ کا مفہوم تو یہی ہے کہ فرشتے وہ چیزیں ہیں جو خدا کے حکم سے کام کررہے ہیں۔ پس جب کہ یہ قانون ضروری اور مسلم ہے تو پھر جبرئیل اور میکائیل سے کیوں انکار کیا جائے۔ (چشمۂ معرفت، ص ۱۳۷، مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

اور عجب بات ہے کہ مختار مدعیہ نے جس کتاب توضیح المرام سے فرشتوں کا انکار نکالا ہے، اس میں حضرت اقدس فرماتے ہیں: قرآن شریف نے جس طرز سے ملائک کا حال بیان کیا ہے، وہ نہایت سیدھی اور قریب قیاس راہ ہے اور جز اس کے ماننے سے کچھ بن نہیں پڑتا۔ (توضیح المرام، ص ۳۷، طبع دوم)

اور فرماتے ہیں: **وما منّا الا لہ مقام معلوم وانا نحن الصافون.**

فرشتے اپنے اصلی مقامات سے، جو ان کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں، ایک ذرّہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے،

۱۔ ایام الصلح، روحانی خزائن، ج ۱۴، ص ۳۲۳

www.khatmenubuwwat.org

جب کہ خدا تعالیٰ ان کی طرف سے قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ. وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ. (صافات، ۱۶۴،۱۶۵) (توضیح المرام، ص۳۲)

اور فرماتے ہیں: ملائک کو اس معنی سے ملائک کہتے ہیں کہ وہ ملائک اجرام سماویہ اور ملاک اجسام الارض ہیں، یعنی ان کے قیام اور بقا کے لیے ارواح کی طرح ہیں۔ اور نیز اس معنی سے بھی ملائک کہتے ہیں کہ وہ رسولوں کا کام دیتے ہیں۔[1]

اور ملائکہ کو روح کی طرح کہنے سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی یہ مراد نہیں کہ فی الواقعہ وہ روحیں ہیں اور ان کا علیحدہ کوئی وجود نہیں ہے۔ بلکہ روح کی طرح سے مراد یہ ہے کہ ملائکہ کو ان نورانی اور روشن ستاروں سے ایک مجہول الکنہ تعلق ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں: ''پس اس میں کچھ شک نہیں کہ بوجہ مناسبت نوری ونفوس طیبہ ان روشن اور نورانی ستاروں سے تعلق رکھتے ہوں گے کہ جو آسمانوں میں پائے جاتے ہیں، مگر اس تعلق کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ جیسے زمین کا ہر ایک جاندار اپنے اندر جان رکھتا ہے، بلکہ ان نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت اور روشنی کے جو روحانی طور پر انہیں حاصل ہے، روشن ستاروں کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے۔ اور ایسا شدید تعلق ہے کہ اگر ان نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا فرض کیا جائے تو پھر ان کے تمام قوی میں فرق پڑ جائے گا۔

انہیں نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خدا تعالیٰ تمام عالم کے لیے بطور جان کے ہے، ایسے ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں ہے)، وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لیے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں۔''[2]

اور توضیح المرام، صفحہ ۶۸ پر جو آپ نے فرمایا ہے: ''مثلاً جبرئیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں، جن میں سے ایک وحی کرنا بھی ہے۔'' تو یہاں بھی تعلق سے آپ کی مراد ایسا ہی تعلق ہے جو فرشتوں کو دوسرے اجسام سے ہے۔ چنانچہ آپ توضیح المرام، صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں: ''تیسرا کام جبرئیل کا یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کلام کا ظہور ہو تو ہوا کی طرح موج میں آکر اس کلام کو دل کے کانوں تک پہنچاتا ہے، یا روشنی کے پیرایہ میں افروختہ ہو کر اس کو نظر کے سامنے کر دیتا ہے، یا حرارۃ محرقہ کے پیرایہ میں تیزی پیدا کر کے زبان کو الہامی الفاظ کی طرف چلاتا ہے۔''[3]

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ جبرئیل علیہ السّلام سورج نہیں ہے، بلکہ سورج کے علاوہ ایک اور وجود ہے اور آئینہ کمالات اسلام میں آپ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے فرشتوں کا نام مدبرات ومقسمات امر رکھا ہے۔ اور ہر ایک عرض اور جوہر کے حدوث و قیام کا وہی موجب ہیں۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے عرش کو بھی وہی اٹھائے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ **ان کل نفس لما علیها حافظ** سے کلی طور

۱۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج۳، ص۶۸

۲۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج۳، ص۷۰ ۔ ۳۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج۳، ص۹۴

www.khatmenubuwwat.org

پر فرشتوں کا تقرر ہر ایک چیز پر ثابت ہوتا ہے۔ اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے بعض مقامات میں رمی شہب کا فاعل فرشتوں کو ٹھہرایا اور بعض دوسرے مقامات میں اس رمی شہب کا فاعل ستاروں کو ٹھہرایا، کیونکہ فرشتے ستاروں میں اپنا اثر ڈالتے ہیں، جیسا کہ جان بدن میں اپنا اثر ڈالتی ہے۔ ملائکہ کو اجرامِ سماوی بلکہ بعض فرشتوں کو جو عنصر ہیں، عناصر اور اجرام سماوی سے ایسا شدید تعلق ہے جیسا کہ ارواح کو قوالب کے ساتھ ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملائک آسمان پر ایک مستقل وجود رکھتے ہیں مگر کیا۔ یہ دوسری بات بھی اسی کتاب عزیز کی رُو سے سچی ثابت نہیں ہوتی کہ ملائکہ کا تعلق ہر ایک اجرام سماوی سے ایک حافظانہ تعلق ہے اور ہر ایک ستارہ اپنے بقاء اور قیام اور صدور افعال میں ملائکہ کی تائید کا محتاج ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ جو اپنے تئیں مولوی کہلاتے ہیں، یوں تو مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے بڑے سرگرم ہیں، مگر قرآن کریم کی تعلیم مبارکہ حکمیہ کو تدبر اور تعمق کی نظر سے نہیں دیکھتے، پھر حق کے سمجھنے میں کیونکر کامیاب ہوں۔''[1]

اور فرماتے ہیں: ''واضح ہو کہ یہ خیال کہ فرشتے کیوں نظر نہیں آتے، بالکل عبث ہے۔ فرشتے خدا تعالیٰ کی طرح ایک نہایت لطیف وجود رکھتے ہیں۔ پھر کس طرح ان آنکھوں سے نظر آئیں۔''[2]

ان تمام مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نزدیک فرشتے دراصل کواکب کی ارواح کا نام نہیں ہے۔ اور ان کے لیے روح یا جان کا لفظ جو استعمال کیا ہے تو وہ صرف اس لیے استعمال کیا ہے۔ تا ستاروں کے ساتھ ان کا شدید تعلق ظاہر ہو۔ اور ان میں جو تغیرات ہوتے ہیں، وہ سب فرشتوں کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب بھی آیت: وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ. وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (حاقہ، ۱۶، ۱۷) کی تفسیر میں یہی لکھتے ہیں کہ درحقیقت آسمان کی بقاء بباعث ارواح کے ہے، یعنی ملائک کے جو آسمان اور آسمانی اجرام کے لیے بطور روحوں کے ہیں۔ اور جیسے روح بدن کی محافظ ہوتی ہے اور بدن پر تصرف رکھتی ہے، اسی طرح ملائک آسمان اور آسمانی اجرام پر تصرف رکھتے ہیں۔ اسی طرح ملائک سماوی انہیں کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ سے صدور افعال کواکب ہے۔ پھر جب وہ ملائک جان کی طرح اس قالب سے نکل جائیں گے تو آسمان کا نظام ان کے نکلنے سے درہم برہم ہو جائے گا۔ جیسے جان کے نکل جانے سے قالب کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

اور شیخ محی الدین ابن العربی نے فتوحات مکیہ، باب ۶۰ میں سورج اور چاند ستاروں کو فرشتوں کی سواریاں قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ فرشتہ کے لیے ایک ستارہ ہے جو اس کی سواری ہے اور اس میں وہ خدا کی تسبیح کرتا ہے۔ (الیواقیت، ج ۲، ص ۵۵)

اب میں اس اعتراض کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الفاظ میں بھی دے دینا چاہتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''ومن اعتراضاتهم انهم قالوا ان هذا الرجل يحسب الملائكة ارواح الشمس والقمر والنجوم. اما الجواب. فاعلموا انهم قد اخطأوا فى هٰذا واللّٰه يعلم انى لا اجعل ارواح النجوم ملائكة بل اعلم من ربى ان الملائكة مدبرات للشمس والقمر والنجوم وكل ما فى السماء والارض وقل قال اللّٰه تعالىٰ وان كل نفس لما

۱۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۱۴۵   ۲۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۱۸۱

علیھا حافظ وقال والمدبرات امرا و مثل تلک الایات کثیر فی القران فطوبی للمتدبرین.''[۱]

یعنی مخالفین کا یہ اعتراض بھی ہے کہ یہ شخص ملائکہ کو سورج اور چاند اور ستاروں کی ارواح خیال کرتا ہے۔ جواباً واضح ہو کہ انہوں نے ایسا سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں ستاروں کی ارواح کو قرار نہیں دیتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ علم دیا گیا ہے کہ ملائکہ سورج اور چاند اور ستاروں اور ہر اُس چیز کے جو آسمان و زمین میں ہے، مدبر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ. (طارق،۴) اور فرمایا ہے: فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا. (نازعات،۵) اور ایسی آیات قرآن مجید میں بہت ہیں۔ پس سعادت ہے غور کرنے والوں کے لیے۔

اور مدعا علیہ کے اس سوال کا جو اس نے توضیح المرام کی عبارت کی بنا پر کیا ہے اور جس کا میں نے ابھی جواب دیا ہے، حضرت اقدس خود بھی جواب دے چکے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں مختار مدعیہ کے ہم رنگ مولویوں کا پہلے سوال درج کرتے ہیں اور پھر اس کا جواب تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال) ملائک اور جبرئیل علیہ السّلام کے وجود سے انکار کیا ہے۔ اور ان کی توضیح المرام میں کواکب کی قوتیں ٹھہرایا ہے۔

(جواب) یہ آپ کا دھوکا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہی عاجز ملائک اور جبرئیل کے وجود کو اسی طرح مانتا ہے جس طرح قرآن اور حدیث میں وارد ہے۔ اور جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی رُو سے ملائک کے اجرام سماوی سے خادمانہ تعلقات پائے جاتے ہیں۔ یا جو کام خاص طور پر انہیں سپرد ہو رہا ہے، اس کی تشریح رسالہ توضیح المرام میں ہے۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است　　　سخن شناس نہٴ دلبرا خطا اینجا است

(ازالہ اوہام، حصہ اوّل، طبع سوئم، ص۱۷۴)

اب جائے انصاف ہے کہ حضرت اقدس نے توضیح المرام کی عبارت کے متعلق اپنی قطعی و یقینی مراد اس قدر صراحت و وضاحت سے ظاہر فرما دی ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس قطعی اور یقینی مراد کو چھوڑ کر عدالت اور پبلک کو مغالطہ دینے کے لیے آپ کی عبارت توضیح المرام کے وہ معنی لیے جاتے ہیں جو قطعی و یقینی طور پر غلط ہیں اور پھر اپنے ان خود تراشیدہ لغو و باطل معنی کی بناء پر کفر کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ مجھے اس وقت مختار مدعیہ نمبر۲ کی جو گواہ مدعیہ نمبر۲ بھی ہے، اور ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند بھی رہ چکا ہے، ایک عبارت یاد آ گئی جو اس نے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے لیے لکھی تھی۔ میں حسب ضرورت موقع صرف ایک لفظ کی تبدیلی کے ساتھ اس کو پیش کر دینا مناسب وقت سمجھتا ہوں کہ حقیقتاً وہ اسی موقعہ کے لیے ہے نہ اس موقع کے واسطے جہاں وہ پیش کی گئی تھی۔ اور وہ یہ ہے دھوکہ دینے کے واسطے قطعی و یقینی مراد ہے، اعراض فرمایا جاتا ہے۔ اور جو قطعی اور یقینی غلط معنی ہیں، وہی مراد لے کر قطعی اور یقینی تکفیر فرمائی جاتی ہے۔ اے چودھویں صدی! جب تیرے علماء ایسے ہیں تو دجال کیسے ہوں گے۔ (السحاب المدرار، ص۴۵)

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کے بارہ میں مختار مدعیہ کے نزدیک سرسیّد کا، جن کو انہوں نے علیہ الرحمۃ کہا ہے، مذہب بھی بیان کر دیا جاوے۔ وہ فرماتے ہیں:

۱۔ حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن، ج۷، ص۲۹۶

www.khatmenubuwwat.org

قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے، ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ برخلاف اس کے پایا جاتا ہے۔ (۲) جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے۔ ان کا اصل وجود نہیں ہوسکتا، بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیے ہیں۔ ملک یا ملٰئکہ کہا ہے، جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ (تفسیر سرسیّد، ج ۱،ص ۴۹)

اور لکھتے ہیں: اصل یہ ہے کہ ان آیتوں میں خدا تعالیٰ انسان کی فطرت کو اور اس کے جذبات کو بتلاتا ہے اور جو قویٰ بہیمیہ اس میں ہیں ان کی برائی یا ان کی دشمنی سے اس کو آگاہ کرتا ہے۔ مگر یہ ایک نہایت دقیق راز تھا۔ جو عام لوگوں کی اور اونٹ چرانے والوں کے لیے قصے یا خدا اور فرشتوں کے مباحثہ کے طور پر اس فطرت کو بیان کیا ہے، تاکہ ہر کوئی خواہ اس کو فطرت کا راز سمجھے، خواہ فرشتوں اور خدا کا مباحثہ، خواہ شیطان اور خدا کا جھگڑا۔ اصل مقصد حاصل کرنے سے محروم نہ رہے۔ (تفسیر سرسیّد، ص ۵۳)

اب یہ امر خاص طور پر قابلِ ملاحظہ ہے کہ مختار مدعیہ فرشتوں کے متعلق وہ عقیدہ رکھنے پر جو میں حضرت اقدس کی تحریروں سے ادھر دکھا چکا ہوں، حضرت اقدس پر تو کفر کا فتویٰ دیتا ہے۔ اور سرسیّد احمد خان کو فرشتوں کی بابت باوجود یہ عقیدہ رکھنے کے جو ابھی میں نے ان کی تفسیر سے نقل کیا ہے۔ ان کو الفاظ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا مستحق قرار دیتا ہے۔

(۲)

نزول ملائکہ

شاہد مدعیہ نمبر ب نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر نزول ملائکہ کے متعلق یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ جبرئیل کے زمین پر نزول اور ملک الموت کے بذاتِ خود زمین پر اُتر کر قبض ارواح کرنے کے قائل نہیں ہیں اور جبرئیل کے نزول کو جو شوع میں وارد ہے، اس کی تاثیر کا نزول مانتے ہیں۔ اور جو صورت جبرئیل کی دیکھنے میں آتی ہے، اس کو جبرئیل کا عکس بتاتے ہیں۔

''اما الجواب''۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے نزول جبرئیل و ملک الموت کی اصل حقیقت نہایت مدلل طور پر توضیح المرام میں بیان فرما دی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''اس جگہ اس بات کا بیان کر دینا بے موقعہ نہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے، یہ درحقیقت ان عقائد سے جو اہلِ اسلام ملائک کی نسبت رکھتے ہیں، منافی نہیں ہے۔ کیونکہ محققین اہلِ اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اُترتے ہیں۔ اور یہ خیال بہ بداہت باطل ہے۔ کیونکہ اگر یہی ضرور ہوتا کہ ملائک اپنی اپنی خدمات کی بجا آوری کے لیے اپنے اصل وجود کے ساتھ زمین پر اُترا کرتے تو پھر ان سے کوئی کام انجام پذیر ہونا بغائت درجہ محال تھا۔ مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزار ہا ایسے لوگوں کی جانیں نکالتا ہے جو مختلف بلاد و امصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوسوں کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ اگر ہر ایک کے لیے اسباب کا محتاج ہو کر اور پیروں سے چل کر اس کے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا موقعہ ملے تو ایک سیکنڈ میں اتنی

www.khatmenubuwwat.org

بڑی کارگزاری کے لیے تو کئی مہینے کی مہلت بھی کافی نہیں ہوسکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص انسانوں کی طرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین کے یا اس کے کم عرصہ میں تمام جہاں گھوم کر چلا آوے، ہرگز نہیں۔ بلکہ فرشتے اپنے اصل مقامات سے جو ان کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں، ایک ذرّہ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ ان کی طرف سے قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ. وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ. (صافات،۱۶۴،۱۶۵)''[1]

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس عبارت میں جو حضرت عزرائیل وغیرہ فرشتوں کے نزول کی حقیقت بیان فرمائی ہے، وہ سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ تمام فرشتے اپنے مقام معلوم میں موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اپنے مستقر سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتا اور حضرت جبرئیل کا انبیاء کے پاس آنا صرف تمثیلی رنگ میں تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں: **یاتی الملک احیانا فی مثل صلصلة الجرس فیفصم عنی وقد وعیت ما قال وھو اشد علی ویتمثل لی الملک احیانا رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول.** (بخاری، ج ۲، ص۱۴۲، باب ذکر الملائکہ) کہ فرشتہ کبھی تو گھنٹی کی آواز کے تمثیل میں آتا ہے۔ اور یہ صورت مجھ پر سخت ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ وہ انسان کی تمثیل میں آتا ہے۔ تو وہ مجھ سے کلام کرتا ہے تو میں اس کی بات کو یاد رکھتا ہوں۔

اس سے بھی ثابت ہے کہ جبرئیل کا نزول تمثیلی طور پر ہی ہوتا ہے۔ خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی جبرئیل کے نزول کو تمثیلی رنگ میں ہی بتایا ہے۔ اور اسی طرح حضرت مریم کا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا. (مریم، ۱۷) یعنی وہ روح القدس فرشتہ حضرت مریم کے لیے انسانی صورت میں متمثّل ہو کر ظاہر ہوا۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کتاب ''مدارج النبوۃ'' مؤلفہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی سے جبرئیل کے تمثیلی نزول کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ شیخ بزرگ عبدالحق محدث کو جزائے خیر دیوے۔ کیونکہ انہوں نے بصدق دل قبول کر لیا کہ جبرئیل بذاتِ خود نازل نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک تمثیل وجود انبیاء علیہم السّلام کو دکھائی دیتا ہے اور جبرئیل اپنے مقام آسمان میں ثابت اور برقرار ہے۔ یہ وہی عقیدہ ہے جو اس عاجز کا ہے، جس پر حال کے کور باطن نام کے علماء کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ افسوس کہ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ اس بات پر تمام مفسرین نے بھی اتفاق کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السّلام اپنے حقیقی وجود کے ساتھ صرف دو مرتبہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دکھائی دیا ہے۔

اور ایک بچہ بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ اپنے اصل اور حقیقی وجود کے ساتھ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے تو خود یہ غیر ممکن تھا۔ کیونکہ ان کا حقیقی وجود تو مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے۔ اور ان کے بازو آسمان کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر وہ مکہ اور مدینہ میں کیونکر سما سکتے تھے۔''[2]

اور بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت: وَلَقَدْ رَاٰهُ بِا لْاُفُقِ الْمُبِيْنِ. (تکویر، ۲۳) اور آیت: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً (نجم، ۱۳) کی تفسیر میں فرمایا ہے:

۱۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۶۷-۶۶

۲۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۱۲۳-۱۲۲

فقالت انا اوّل هذه الامة سال عن ذٰلک رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم فقال لا انما هو جبرئيل لم اره على صورته التى خلق عليها غيرهاتين المرتين رايته منهبطًا من السماء ساداعظم خلقه بين السماء والارض.[1]

اس میں حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا ہے کہ میں اس امت کا سب سے پہلا فرد ہوں جس نے آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے خدا کو دیکھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا کو نہیں دیکھا، بلکہ جبرئیل کو دیکھا تھا۔ میں نے اسے حقیقی صورت میں جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے، سوائے ان دو مرتبہ کے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے اسے آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا اور اس کے عظیم الشان وجود سے زمین سے آسمان تک تمام افق بھرا ہوا تھا۔

اور بخاری میں ہے: **انه راى جبريل وله ستمائة جناح.**[2]

یعنی آپ نے جبرئیل کو دیکھا کہ اس کے چھ سو پَر تھے۔

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ جبرئیل وغیرہ ملائکہ اپنی حقیقی صورت میں نازل نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ ان کا زمین پر آنا بصورت انسانی تمثلی رنگ میں ہوتا ہے۔ ورنہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جبرئیل علیہ السّلام کو ان کی اصل صورت میں صرف دو ہی بار دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے، جب کہ وہ بکثرت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

علاوہ ان کے اور علماء امت نے بھی تسلیم کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السّلام مثالی طور پر دکھائی دیتے تھے اور خود نہیں اترتے تھے۔ چنانچہ ''روح المعانی'' میں لکھا ہے کہ ''آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح مقدس کا دکھائی دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض نے نزول جبرئیل کے متعلق کہا ہے۔''

ان جبريل عليه السّلام مع ظهوره بين يدى النبى عليه الصلوٰة والسلام فى صورة دحية الكلبى او غيره لما يفارق سدرة المنتهٰى. (روح المعانی، ج ۷، ص ۶۲)

یعنی: جبرئیل علیہ السّلام آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے دحیہ کلبی وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہٰی سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئے۔

یہ ہے قرآن شریف اور احادیث اور اکابر بزرگانِ اسلام کے بیان کی رُو سے نزول جبرئیل کی حقیقت اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا مسلک بھی اسی کے مطابق ہے۔ ایسی حالت میں اس عقیدہ کے متعلق حضرت اقدس پر اعتراض کرنا ان سب بزرگانِ دین پر جو یہی مسلک رکھتے ہیں، اعتراض کرنا ہے۔ بلکہ حضور انور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حق تعالیٰ عز اسمہ وجل شانہٗ کی ذات پاک پر بھی، کیونکہ حدیث وقرآن سے بھی جبرئیل علیہ السّلام کا نزول بطور تمثّل ہی ثابت ہوتا ہے نہ اس کے خلاف۔ گواہ مدعیہ نے جبرئیل کے تمثیلی نزول کو خلاف نزول وارد شرع تو قرار دیا، مگر نہ تو وہ کوئی حدیث یا آیت ایسی پیش کر سکا ہے جس سے جبرئیل وملک الموت کا ذاتی نزول ثابت ہوتا اور نہ اس نے ان دلائل میں سے جو تمثیلی نزول کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کی ہیں، کوئی دلیل توڑ کر دکھائی ہے۔ ایسی حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق یہ کہہ دینا کہ آپ ملائکہ کے نزول ورود شرع کو نہیں

۱۔ **فقالت انا اول هذه......** صحیح مسلم، رقم ۴۵۷

۲۔ **انه راى جبريل......** صحیح بخاری، رقم ۳۲۳۲

www.khatmenubuwwat.org

مانتے، لغو و باطل ہونے کے لحاظ سے قطعاً قابلِ التفات نہیں۔ ملائکہ اور جبرئیل کا نزول وارد شرع رہی ہے، جو قرآن و حدیث اور اقوال اکابر اُمت سے ظاہر ہے اور وہی حضرت اقدس مانتے ہیں۔

(۳)

نجوم کی تاثیر

اور شاہد مدعیہ نمبر ب نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ ''مرزا صاحب اس وجہ سے بھی مسلمان نہیں ہیں کہ وہ نجوم کی تاثیر کے قائل ہیں۔'' چنانچہ توضیح المرام، صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں: ''کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، نجوم کی تاثیر ہے۔''

اما الجواب۔ توضیح المرام کے صفحہ ۵ پر یہ عبارت نہیں ہے، البتہ صفحہ ۳۸ پر آپ فرماتے ہیں:

''آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات اور کواکب پائے جاتے ہیں، وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں۔ غرض یہ نہایت بچی ہوئی اور ثبوت کے چرخ پر چڑھی ہوئی صداقت ہے کہ تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔ اور جاہل سے جاہل ایک دہقان بھی اس قدر تو ضرور یقین رکھتا ہو گا کہ چاند کی روشنی پھلوں کو موٹا کرنے کے لیے اور سورج کی دھوپ ان کے پکانے کے لیے اور شیریں کرنے کے لیے اور بعض ہوائیں بکثرت پھل آنے کے لیے بلاشبہ موثر ہیں۔''[۱]

اس زمین میں نجوم کی تاثیر کا انکار کرنا تو تجربہ اور مشاہدہ کو غلط اور باطل ٹھہرانا ہے۔ اور یہ ایسی واضح بات ہے کہ جس کا انکار ایک کم فہم آدمی بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ عقائد کی کتاب ''نبراس'' میں لکھا ہے:

''اما القول بان الکواکب اسباب وعلامات بتسخیر الواجب تعالیٰ فلا کفر بل قد اعترف به المحققون کالامام الغزالی و صاحب الفتوحات.'' (نبراس، مطبوعہ میرٹھ، ص۱۹۲)

یعنی یہ کہنا کہ ستارے اللہ تعالیٰ کے مسخر کرنے کی وجہ سے بعض چیزوں کے حدوث یا تغیر کے لیے ذرائع اور علامات ہیں، تو یہ کفر نہیں ہے، بلکہ محققین نے اس امر کا اعتراف کیا ہے، جیسے امام غزالی اور شیخ محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ نے۔

اور اسی کتاب کے حاشیہ، صفحہ ۴۲۸ میں لکھا ہے:

''قد صرّح الشیخ الاکبر فی الفتوحات فی مواضع کثیرة بان حرکات الافلاک والکواکب واوضاعها موثرات وعلامات باذن الحق سبحانه فی العناصر وقال لو عرف الجهال المنکرون لهٰذا العلم فی قوله تعالیٰ لو النجوم مسخّرات بامرہٖ لما قالوا شیئًا عما قالوا.''

یعنی شیخ اکبر نے فتوحات کے بہت سے مقامات پر تصریح کی ہے کہ آسمانوں اور ستاروں کے حرکات اور اوضاع اللہ تعالیٰ کے اذن سے عناصر میں مؤثر ہیں یا بطور علامات کے ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر اس علم سے جاہل اور منکر لوگ جانتے

۱۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج۳، ص۷۱-۷۰

www.khatmenubuwwat.org

کہ نجوم بھی اللہ تعالیٰ کے زیر حکم خدمات میں لگے ہوئے ہیں تو جو اعتراض وہ کرتے ہیں نہ کرتے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ''حجۃ اللہ البالغہ''، جلد۲، صفحہ ۱۷۹ میں فرماتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے:

کہ انواء اور نجوم میں کسی حقیقت کا پایا جانا بعید امر نہیں ہے اور شریعت میں اس کو شغل بنا لینے سے منع کیا گیا ہے کہ اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ کیونکہ بعض تاثیرات تو بدیہیات اور اولیات میں سے ہیں۔ جیسے فصلوں کا اختلاف سورج اور چاند کے اختلافات کی وجہ سے ہے۔ اور ایسی اور تاثیرات اور بعض ایسی تاثیرات ہیں جو تجربہ اور حدس اور رصد سے معلوم ہوتی ہیں۔ پس جیسا کہ ہر ایک نوح کے لیے گرمی اور سردی، خشکی اور رطوبت کے لحاظ سے جو امراض کے دفعیہ کے لیے وقت ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔ مخصوص طبائع میں اسی طرح افلاک اور کواکب کی طبائع اور خواص ہیں، جیسے سورج کی حرارت اور چاند کی رطوبت۔ پس جب کوئی ستارہ اپنے محل میں آتا ہے تو اس وقت اس کی قوت زمین میں ظاہر ہوتی ہے۔ کیا تجھے علم نہیں کہ عورت عورتوں کے عادات اور اخلاق سے ایک ایسے سبب کی وجہ سے مختص ہوتی ہے جو اس کی طبیعت میں پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا ادراک کرنا مشکل ہے۔ اسی طرح مرد کی طبیعت میں ایک بات پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جرأت اور جمہوریت وغیرہ صفات سے مختص ہو گیا ہے۔ پس تجھے اس امر کا بھی انکار نہیں کرنا چاہیے کہ زہرہ اور مریخ کے قوی کے زمین پر حلول کرنے کے وقت ان پوشیدہ طبائع مذکورہ کی طرح تاثیر ہو۔

پس بقول شاہ ولی اللہ صاحب حدیث میں مطلقاً نجوم کی تاثیر سے انکار نہیں کیا گیا، بلکہ اس امر سے منع کیا گیا ہے کہ حقیقی طور پر نجوم اور انواء موثر سمجھے جائیں۔ اور خیال کیا جائے کہ نجوم ہی ان اشیاء کے حصول کی حقیقی علت اور سبب ہیں۔ چنانچہ شاہد مدعیہ نے جس کتاب سے یہ اعتراض کیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اسی میں اس امر کی تردید فرما دی ہے کہ نجوم حقیقی طور پر موٴثر نہیں ہیں، بلکہ حقیقی موٴثر اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ان کی تاثیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

یحسبون الشمس والقمر والنجوم مؤثرات بذاتها ولا مؤثر الا هو.[۱]

یعنی لوگ سورج اور چاند اور نجوم کو موٴثر بالذات خیال کرتے ہیں۔ درحقیقت سوائے ذات باری کے کوئی موٴثر بالذات نہیں۔

اس شاہد مدعیہ کے اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ہی نہیں، بلکہ تمام محققین امت پر ہے، اور اس کے اعتراض کو صحیح ماننے کی صورت میں مشاہدات اور تجارب صحیحہ کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

(۴)

''پاک تثلیث''

اور اس شاہد مدعیہ نمبر ب نے ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے روح القدس اور روح الامین سب انسانوں کی صفتیں بتائی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ یہی پاک تثلیث ہے جو خدا کی محبت اور آدمی کی محبت کے ملنے سے بطور نتیجہ پیدا ہوتی ہے۔

۱۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۸۹

www.khatmenubuwwat.org

شاہد مدعیہ کا یہ الزام کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ لکھا ہے کہ روح القدس اور روح الامین سب انسان کی صفتیں ہیں، بالکل غلط ہے۔آپ فرماتے ہیں:

’’اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت ہے، قوی ایمان سے ملی ہوتی ہے۔ جو اوّل بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں۔ ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے۔ ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔‘‘[1]

اور شاہد مدعیہ کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب تثلیث کے قائل ہیں، عدالت کو مغالطہ دینا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے یہاں تثلیث سے عیسائیوں کی تثلیث (یعنی تین خدا ہونا) مراد نہیں لی، بلکہ آپ فرماتے ہیں:

’’اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لیے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرّہ امکان کو جو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقۃ ہے۔ حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھہرا لیا ہے۔‘‘[2]

پس اس میں تو عیسائیوں کی تثلیث کی تردید ہے، نہ کہ اس کا اقرار۔ جس طریق پر حضرت اقدس نے لفظ تثلیث کا استعمال فرمایا ہے، وہ بالکل برمحل اور درست ہے۔ لیکن اس پر اعتراض کرنے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید مختار و گواہان مدعیہ اس کو کسی طرح بھی قابل استعمال نہیں جانتے۔ اور اگر یہی بات ہے تو حد درجہ کی لغویت ہے، کیونکہ اس طرح تو ثَانِیَ اثْنَیْنِ (توبہ،۴۰) کا استعمال بھی جائز نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ فرقہ ثانویہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ اور اس کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ (نحل،۵۱) کہ تم دو خدا مت بناؤ۔ اور پھر اس وجہ سے ازواج مطہرہ پاک جوڑے کا لفظ بھی نہیں بولنا چاہیے۔ اور مومنوں کے لیے من یکفر بالطاغوت میں کفر کے لفظ کا استعمال بھی جائز نہیں ہونا چاہیے تھا، تا کافروں سے مومنوں کی لفظ کفر میں مشابہت نہ ہو جائے۔ پس لفظی اشتراک کی وجہ سے عقیدہ ثابت نہیں ہو جاتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے عیسائیوں کے تثلیثی عقیدہ کی تردید اپنی متعدد کتب میں کی ہے، اور ملکہ وکٹوریہ کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

’’اس نے (یعنی خدا نے) میرے پر ظاہر کیا ہے کہ وہ اکیلا ہے اور غیر متغیر اور قادر اور غیر محدود خدا ہے، جس کی مانند اور کوئی نہیں۔‘‘ (تحفہ قیصریہ،ص ۱۷،طبع سوم)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر مخالفین کا یہ الزام کہ آپ نعوذ باللہ عیسائیوں والی تثلیث کے قائل ہیں، باوجود ملائکہ کے منکر ہیں، محض کذب صریح و افترا قبیح ہے۔

۱۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج ۳،ص ۶۱

۲۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج ۳،ص ۶۲

www.khatmenubuwwat.org

قرآن مجید کی توہین

(۱)

قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں[۱]

مختار مدعیہ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کی جماعت کو اللہ تعالیٰ کی کتب پر ایمان نہیں ہے۔ حضرت اقدس پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپ نے لکھا ہے: ''قرآن خدا کی کتاب ہے اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔'' اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مرزا صاحب نے قرآن مجید کو اپنے منہ کی باتیں قرار دیا ہے۔ تو لاریب انہوں نے پاک قرآن کی توہین کی ہے۔ لیکن یہ بھی منجملہ مختار مدعیہ کے بہت سے مغالطوں کے ایک مکروہ مغالطہ ہے۔ کیونکہ جس جملہ کے متعلق اس نے یہ یقین دلانا چاہا ہے کہ وہ مسیح موعود کا قول ہے، وہ درحقیقت حضور کا قول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا الہام ہے اور مختار مدعیہ نے اس کو حقیقۃ الوحی کے مجموعہ الہامات میں سے نقل بھی کیا ہے اور اس مقام پر یہ اپنے سابقہ الہاموں کے ساتھ اس طرح درج ہے:

''خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ رب الافواج اس طرف متوجہ کرے گا۔ اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔''[۲]

اور مجموعہ الہامات، صفحہ ۷۰ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۰۸ تک چلا گیا ہے۔ اور اس مجموعہ الہامات سے پہلے صفحہ ۶۹ میں حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمایا ہے: ''اب ہم وہ الہامات بطور نمونہ ذیل میں لکھتے ہیں۔'' اور اس کے بعد آپ نے مجموعہ الہامات شروع کیا ہے اور صفحہ ۸۴ پر الہام مذکورہ درج فرمایا ہے۔ اور جب یہ ثابت ہے کہ یہ الہام ہے تو اس میں ''میرے منہ'' سے حضرت اقدس کا منہ مراد نہیں ہوسکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا منہ مراد ہوسکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ یعنی خدا کے منہ کی باتیں ہیں۔ اس قسم کے اختلاف ضمائر کی مثالیں جابجا قرآن شریف میں موجود ہیں۔ نمونہ کے طور پر سورۃ فاتحہ ہی دیکھ لی جاوے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (فاتحہ،۱) میں تو غائب کا صیغہ رکھا گیا ہے اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ (فاتحہ،۴) میں مخاطب کا۔

غرض جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ یہ حضرت اقدس کا قول نہیں، بلکہ الہام الٰہی ہے۔ صرف اس امر کے علم سے کہ یہ الہام ہے، اس پر وہ اعتراض نہیں ہونا چاہیے جو کیا گیا ہے۔ اور مجموعہ الہامات کے اندر اس کے موجود ہونے سے اس کا الہام ہونا بخوبی ظاہر تھا۔ لیکن بات یہاں تک پہنچ کر ہی ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ اس کے متعلق حضرت اقدس سے سوال بھی کیا گیا ہے کہ اس

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۸۷

۲۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۸۷

www.khatmenubuwwat.org

الہام میں میرے منہ کی باتوں سے کس کے منہ کی باتیں مراد ہیں۔ اور ''میرے'' کی ضمیر کس کی طرف پھرتی ہے۔ تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا کہ:

''خدا کی منہ کی باتیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے، میرے منہ کی باتیں۔ اس طرح کی ضمائر کے اختلاف کی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔'' (ملاحظہ ہو: اخبار بدر، ۱۱ر جولائی ۱۹۰۵ء)

مگر بایں ہمہ مختار مدعیہ نے اس پر اعتراض کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے۔ ایک تو یہ الہام تھا، اس لیے منہ سے خدا تعالیٰ کا منہ مراد ہوسکتا تھا، نہ کسی اور کا۔ دوسرے ملہم نے ایک سوال کے جواب میں اس کی تشریح بھی فرما دی تھی کہ یہ الہام میں جو ''میرے منہ'' کے الفاظ ہیں، ان سے خدا تعالیٰ کا منہ مراد ہے۔ ایسے صاف لکھے ہوئے مضمون کی موجودگی میں اور پھر اس قدر تشریح کر دیے جانے کی حالت میں خلاف منشائے متکلم معنی لے کر ان پر رائے زنی کرنا جتنی قابل نفرت حرکت ہے، اس کے متعلق خود کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا، بلکہ مختار مدعیہ نمبر۲ کی رائے پیش کیے دیتا ہوں، وہ کہتا ہے:

''اگر ایسے صاحب کھلے ہوئے مضامین پر بھی اختیار ہے کہ جس کا جی چاہے عبارت کا مطلب کہہ دے اور فتویٰ دے دے تو اب مسلمانی تو دنیا میں رہنے کی نہیں۔ مگر اس کا نتیجہ بجز ذلت و رسوائی کچھ نہیں ہے۔ کوئی شخص کسی کے کہنے سے کافر نہیں ہو سکتا۔'' (السحاب المدرار، ص ۴۸)

(۲)

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ

مختار مدعیہ نے عدالت کو ایک یہ مغالطہ دینے کی بھی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی وحی کو قرآنی وحی کی طرح مانتے ہیں۔[۱] چنانچہ فرماتے ہیں:

''مجھ اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات وانجیل اور قرآن پر۔'' اور فرماتے ہیں:

ع　　　　ہمچو قرآن منزہ اش دانم!

اور یہ امر قرآن مجید کی آیت: فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ (اعراف، ۱۸۵) کے صریح خلاف ہے۔ مختار مدعیہ نے آیت تو پیش کر دی مگر اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ اگر مطلب سمجھتا تو یہ آیت کبھی پیش ہی نہ کرتا۔ کیونکہ آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ قرآن مجید کو چھوڑ کر وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ یعنی قرآن مجید کے مخالف کسی چیز پر ایمان لانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر آیت کا یہ مطلب نہ لیا جاوے تو احادیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور وحی غیر متلو اور قدسی احادیث وغیرہ سب کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی وحی قرآن مجید کے بالکل موافق ہے۔ اور اس کا کوئی کلمہ بھی قرآنی تعلیم کے معارض

۱۔　اربعین نمبر۴، روحانی خزائن، ج۱۷، ص ۴۵۴

www.khatmenubuwwat.org

نہیں ہے اور آپ کی وحی کے قرآن کی طرح منزہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ جیسے قرآنی وحی شیطانی دخل سے پاک ہے، ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی وحی بھی شیطانی دخل سے پاک ہے، نہ کہ دونوں وحیاں مرتبہ میں بھی برابر ہیں، کیونکہ یہاں تشبیہ مرتبہ کے لحاظ سے نہیں ہے، بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے اور شیطانی دخل سے پاک ہونے کے اعتبار سے ہے۔ جیسے کہ اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ (نساء،۱۶۳) میں بھی تشبیہ مرتبہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہونے کے لحاظ سے ہے۔ یعنی اس آیت شریفہ میں جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وحی کو حضرت نوح اور دوسرے انبیاء علیہم السّلام کی وحی کے مانند فرمایا ہے تو یہ فرمانا اس لیے نہیں ہے کہ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وحی دوسرے انبیاء کی وحی مرتبہ میں برابر تھی، بلکہ صرف اس لیے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وحی اور دوسرے انبیاء کی وحی اللہ کی طرف سے ہونے میں برابر تھیں۔ ورنہ مرتبہ کے لحاظ سے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وحی کا تمام انبیاء کی وحی سے بمدارج افضل ہونا ظاہر ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے اس قول کا ''کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ایمان ہے جیسے کہ تورات و انجیل اور قرآن پر'' یہی مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں سب برابر ہیں۔ مرتبہ میں برابری کا اس میں ذکر نہیں ہے۔ اور حضرت اقدس کے اس قول سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آپ نے اپنی وحی اور قرآنی وحی کو درجہ و مرتبہ میں ایک قرار دیا ہے، ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی آیت شریفہ مندرجہ بالا سے یہ نتیجہ نکالے کہ اس میں حضرت نوحؑ اور دیگر انبیاء علیہم السّلام کی وحی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وحی کو درجہ و مرتبہ میں برابر بتایا ہے۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود نے نہ ایک جگہ بلکہ جا بجا اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ قرآنی وحی تمام وحیوں سے افضل اور برتر ہے۔ اور کوئی وحی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''خدا کی لعنت ان پر جو یہ دعویٰ کریں کہ وہ قرآن مجید کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن کریم سراپا معجزہ ہے، جس کی مثل کوئی انس و جن نہیں لا سکتا۔ اور اس میں وہ معارف اور خوبیاں ہیں جنہیں انسانی علم ہرگز جمع نہیں کر سکتا، بلکہ وہ ایسی پاک وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور بھی کوئی وحی ہو...... اور خدا تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی، ایسی نہ کسی پر پہلے ہوئی اور نہ کبھی آئندہ ہوگی۔'' (الہدیٰ، ص۱۳۲)

اور فرماتے ہیں:

''سو جیسا کہ فطرت کی رُو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا، ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ اور ارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا۔ یہ وہ مقام عالی ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے، جس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے۔''[۱]

چونکہ تفصیل مسئلہ وحی میں آئے گی، اس لیے انہیں دو حوالوں پر اکتفاء کرتا ہوں، اور یہ دو بھی جو رُتبہ رکھتے ہیں، ہر منصف مزاج اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔

۱۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۶۴

www.khatmenubuwwat.org

(۳)

تحدی

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ آپ نے اپنے قصیدہ اعجاز احمدی کو بطور تحدی پیش کیا ہے۔ اور خطبہ الہامیہ کے ٹائٹل پیج پر آیت کا لفظ لکھا ہے اور یہ بھی کہ اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا، لہٰذا اس سے قرآن مجید کی توہین لازم آتی ہے۔

تعجب ہے کہ مختار مدعیہ تو اس سے توہین قرآن مجید نکال رہا ہے مگر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام یہ ارشاد فرماتے ہیں:

''ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا حقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں، اور وہ بلاغت جو ایک بیہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہو گئی تھی، اس کو کلام الٰہی کا خادم بنایا جائے۔''[۱]

اور جب آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ کو عربی انشاء پردازی کا معجزہ جس میں آپ تمام دنیا کے آدمیوں پر غالب رہے اور عرب وعجم میں کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکا، اس لیے عطا ہوا تھا کہ آپ حقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کر دیں۔ اور وہ بلاغت جو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی تھی اور جس کا رواج اسلام میں لغو اور بیہودہ طور پر رہ گیا تھا، کلام الٰہی یعنی قرآن شریف کی خادم بنائی جائے۔ اور اس سے قرآن شریف کی خدمت لی جائے تو مختار مدعیہ کا اعجاز احمدی کی اس تحدی پر کہ اس کا کوئی جواب نہیں لا سکتا، یہ اعتراض کہ اس سے قرآن شریف کی ہتک لازم آتی ہے، بالکل باطل ثابت ہو کر قطعاً ناقابلِ التفات ہو گیا۔

اور خطبہ الہامیہ کے ٹائٹل پیج پر جو آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ''اس میں نئے معارف اور حقائق بیان کیے گئے ہیں اور میری طرح فی البدیہ ایسی فصیح و بلیغ عبارت میں کوئی نہیں بول سکتا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے، کیونکہ یہ معارف اور اس کتاب کا ایک حصہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کیا گیا ہے۔'' اگر اس کے نشان ہوں گے مختار مدعیہ کے نزدیک قرآن مجید کی توہین لازم آتی ہے، تو اس لحاظ سے خود قرآن مجید کو بھی اپنی توہین کا مرتکب ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان فی خلق السموت والارض ...... لایات لقوم یوقنون.

اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں اور کشتیوں اور ہواؤں اور بادلوں میں یقین کرنے والی قوم کے لیے آیات ہیں اور اسی طرح فرمایا: وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ. وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. (ذاریات، ۲۰، ۲۱) کہ زمین میں بھی یقین کرنے والوں کے لیے بہت سی آیات اور نشانات ہیں۔ اور خود تمہاری جانوں میں بھی نشانات ہیں۔ پس کسی چیز کے آیت اور نشان ہونے سے قرآن مجید کی توہین لازم نہیں آتی۔

اور قصیدہ اعجازیہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ:

''میرے پیارے قادر! اور دلوں کے اسرار کے گواہ! میری مدد کر اور ایسا کر کہ یہ تیرا نشان دنیا میں چمکے اور کوئی مخالف

۱۔ نزول المسیح، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۴۳۷

میعادِ مقررہ میں قدر نہ ہو، اے میرے پیارے! ایسا ہی کر۔‘‘[1]

اور صفحہ ۳۷ پر تصریح فرمادی کہ چونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور صادق ہوں، اس لیے وہ مدت مقررہ میں قصیدہ نہیں بنا سکیں گے۔ ’’کیونکہ خدا تعالیٰ ان کی قلموں کو توڑ دے گا اور ان کے دلوں کو غبی کر دے گا۔‘‘[2]

اور صفحہ ۹۰ پر آپ نے یہ تحریر فرمادیا: ’’اگر بیس دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کی دسویں تاریخ کے دن کی شام تک ختم ہو جائے گی، انہوں نے اس قصیدہ اور اُردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا۔ تو یوں سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔ اس صورت میں میری جماعت کو چاہیے کہ مجھے چھوڑ دیں اور قطع تعلق کر دیں۔‘‘[3]

لیکن مخالفین مدت معینہ میں کوئی جواب نہ لکھ سکے اور ان کے قلم ٹوٹ گئے اور حضرت مسیح موعود کی صداقت پر یہ چمکتا ہوا نشان قیامت کے دن تک باقی رہ گیا۔ اور یہ یاد رہے کہ قرآن کریم کی تحدی اور اس تحدی میں فرق ہے۔ قرآن مجید میں کسی مہلت کا ذکر نہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی تحدی میں مہلت کا ذکر ہے۔ یعنی اس مہلت کے اندر اندر خدا تعالیٰ مولویوں اور عالموں کے دلوں اور قلموں پر ایسا تصرف کرے گا کہ وہ اس کتاب کے مقابلہ میں کچھ نہ لکھ سکیں۔ اور یہ امر یقینی خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان ہے۔ اور بحوالہ الہدیٰ، صفحہ ۳۶ میں ذکر کر چکا ہوں کہ:

’’خدا کی لعنت ان پر جو یہ دعویٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن کریم سراپا معجزہ ہے۔ جس کی مثل کوئی انس و جن نہیں لا سکتا۔ اور اس میں وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم ہرگز جمع نہیں کر سکتا۔‘‘

اور فرماتے ہیں: ’’كلما قلت من كمال بلاغتي في البيان فهو بعد كتاب الله القرآن.‘‘ (لجۃ النور)

یعنی جو کچھ میں نے بیان میں کمال بلاغت سے کہا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن کے بعد ہے، یعنی اس کے مرتبہ پر نہیں۔

پس مختار مدعیہ کا لفظ آیت اور قصیدہ اعجازیہ کے مقابلہ میں ویسا قصیدہ بنانے کے لیے تحدی سے قرآن مجید کی توہین نکالنا سراسر مغالطہ ہے۔

(۴)

کیا قرآن گالیوں سے پُر ہے؟

مختار مدعیہ اور گواہ مدعیہ نمبر الف کا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ آپ نے قرآن کو گالیوں سے پُر مانا ہے اور یہ لکھا ہے کہ: ’’پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ قرآن کریم گالیوں سے پُر ہے۔‘‘ اور اس قول سے قرآن مجید کی صریح توہین لازم آتی ہے۔

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۵۰
۲۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۴۸
۳۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۲۰۵

www.khatmenubuwwat.org

لیکن یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک صریح مغالطہ ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس کی منقولہ بالا عبارت بتا رہی ہے کہ اس کا پہلی عبارت سے تعلق ہے۔

اور چونکہ یہ عبارت پہلی عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے تو کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا، اس لیے مختار مدعیہ اور گواہ مدعیہ نے عمداً پہلی عبارت چھوڑ دی ہے۔ اور یہ ناتمام عبارت اس میں سے قطع کر کے اعتراض بے جا کے شوق کو پورا کرنے کی ایک نہایت ہی غیر صحیح راہ پیدا کی ہے۔ اب میں اصل عبارت پیش کرتا ہوں تا حقیقت الامر کا انکشاف ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:

''اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں۔ اور ان دو مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔ بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو، محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے، دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں، حالانکہ دشنام اور سب اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔ اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اس کے مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن گالیوں سے پُر ہے، کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بت پرستوں کے دل خوش ہوتے ہوں۔ بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدا تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ **اِنَّكُمْ وَمَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ،** (انبیاء، ۹۸) معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو ''شرالبریہ'' قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا، یہ معترض کے خیال کی رُو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا؟ کیا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں **وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ** (توبہ،۷۳) ہی فرمایا۔ کیا مومنوں کی علامات میں **اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ** (فتح، ۲۹) نہیں لکھا گیا۔ کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سور اور کتے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لونبڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزت دار، اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے۔ ان کو کریہہ اور نہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرامزادے ہو، حرامکار ہو، شریر ہو، بدذات ہو، بے ایمان ہو، احمق ہو، ریاکار ہو، شیطان ہو، جہنمی ہو، تم سانپ ہو، سانپوں کے بچے ہو، کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں؟ اس سے ظاہر ہے کہ معترض کا اعتراض نہ صرف مجھ پر اور میری کتابوں پر، بلکہ درحقیقت معترض نے خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں اور سارے رسولوں پر نہایت حد درجہ کے جلے سڑے دل کے ساتھ کیا ہے۔'' (ازالہ اوہام، بار پنجم، ص ۸، ۹)

اس عبارت میں بتایا گیا ہے کہ دشنام دہیہ و سب و شتم اور چیز ہے، اور بیان وامر واقعہ اور چیز۔ اور پھر دونوں کا فرق ظاہر کر کے جتایا گیا ہے کہ اگر بیان واقعہ کو محض اس کی تلخی کے سبب جو حق گوئی میں لازمی ہے، دشنام دہی میں داخل کر لیا جائے تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن گالیوں سے پُر ہے۔ کیونکہ بیان واقعہ مع اپنی تلخی اور ایذا رسانی کے قرآن شریف میں بھی جابجا

www.khatmenubuwwat.org

موجود ہے۔اور پھر ایسے بیان واقعہ کی متعدد مثالیں بھی پیش کر دی گئی ہیں۔

اب دیکھنا چاہیے کہ اس عبارت سے حضرت اقدس کا منشاء یہ ظاہر کرنا ہے کہ قرآن گالیوں سے پُر ہے۔ یا آپ ان لوگوں کو جو اپنی بد دماغی اور لغویت پسندی کی وجہ سے بیان واقعہ کو دشنام دہی میں داخل کر لینے کی مالیخولیا میں مبتلا ہیں۔ یہ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ امرحق پوش اور حق گوش لوگو! اپنی غلط پسندی اور بے راہ روی سے قرآن شریف جیسی تقدس اور حقیقی تہذیب سے معمور کتاب کو گالیوں سے پُر نہ ٹھہراؤ۔ کیونکہ جب تم اپنی حماقت و بلادت سے بیان واقعہ کو محض اس کی کسی قدر لازمی تلخی کی وجہ سے دشنام دہی میں داخل کرو گے تو پھر تمہیں ماننا پڑے گا کہ قرآن بھی گالیوں سے پُر ہے۔ کیونکہ بیان واقعہ معہ اپنی تلخی کے اس میں بھی موجود ہے۔علم و فہم سے معمولی سا حصہ رکھنے والے بھی نہایت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت اقدس تو بیان واقعہ کو دشنام دہی میں داخل کرنے والے ناعاقبت اندیش لوگوں سے یہ فرما رہے ہیں کہ اپنے اس غلط طرزِ عمل سے قرآن شریف کو گالیوں سے پُر ہونے کے اعتراض کا مورد نہ بناؤ۔ نہ یہ کہ آپ خود نعوذ باللہ قرآن شریف کو گالیوں سے پُر بتا رہے ہیں۔

جب ایسی بدیہی امر کے متعلق بھی مخالفین احمدیت کا یہ حال ہے کہ وہ اس کو بھی مغالطہ دہی کا ذریعہ بنانے سے نہیں چوکتے تو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نظری امور کے متعلق ان سعادتمندوں کا کیا حال ہوگا۔

بلاخوف تردید کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف کی عظمت و تقدس کے اظہار اور اس کے کامل و مکمل اور ہر لحاظ سے بے نظیر ہونے کے بیان اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تاکید اور اس کی تعریف و توصیف میں جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے قلم سے نکلا ہے،اس کی نظیر دوسری جگہ تلاش کرنی بالکل بے سود ہے۔ نمونہ کے طور پر ان کے چند ارشادات پیش کرتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں:

''حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کس سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ **الخیر کلہ فی القرآن** کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں ہے جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں۔ جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی نعمت تمہیں عنایت کی۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گزرے مضغہ کی طرح تھی۔قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔''[1]

اور فرماتے ہیں:

''کہ ہیچ شریعت بعد او نیست و نہ ہیچ کتاب ناسخ کتاب و شریعت اوست و ہیچکس مبدل کلمہ او نیست و ہیچ بارشے ہمچو بارانِ او نیست و ہر کہ بمقدار یک ذرہ از قرآن خارج باشد پس او از ایمان خارج شد۔''[2]

۱۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج۱۹،ص ۲۷-۲۶   ۲۔ مواہب الرحمٰن، روحانی خزائن، ج۱۹،ص ۲۸۷

www.khatmenubuwwat.org

القصہ آپ فرماتے ہیں:

ز عشاق و فرقان و پیغمبریم
بدین آمدیم و بدیں بگذریم!

(۵)

بشارت احمدؐ!

مختار مدعیہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد مندرجہ ''انوار خلافت''، صفحہ ۷۸ پر کہ آیت: مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (صف، ۶) میں احمدؐ سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ہیں[۱] اور حضرت عیسیٰ کی یہ بشارت اپنے مثیل یعنی مسیح محمدیؑ کے حق میں تھی۔ یہ اعتراض کیا ہے:

''کہ چونکہ مرزا محمود احمدؐ صاحب نے اس آیت میں احمدؐ سے حضرت مرزا صاحب مراد لی ہے، لہٰذا وہ اس آیت قرآنیہ کے منکر ہوئے۔''

مختار مدعیہ کا یہ استدلال نہایت ہی عجیب وغریب ہے کیونکہ قرآن شریف میں ایک ذکر شدہ پیشگوئی کا مصداق بیان کرنے سے آیت کا انکار لازم آئے گی تو کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ یہ استدلال اتنا محیر العقول ہے کہ فاضل جج جان ہائیکورٹ مدراس بھی اس پر اظہار تعجب کیے بغیر نہ رہ سکتے ہیں۔

غرض استدلال مذکور سوا اس کے کہ اہل نظر کو تھوڑی دیر کے لیے تفریح نامطبوع کا کام دے اور وہ اس پر اظہار تعجب کر لیں اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور صحت سے تو اس کو دوری کا تعلق بھی نہیں ہے۔ کیونکہ آیت: وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (صف، ۶) میں ایک ایسے رسول کہ آنے کی پیشگوئی ہے۔ جس کا نام احمدؐ ہو۔ اب اگر اس احمد کی تعیین کی جائے کہ احمدؐ سے فلان وجود مراد ہے اور وہ تعیین صحیح نہ ہو تو اس سے صرف یہ ثابت ہوگا کہ اسم احمدؐ کی جو تعیین کی گئی ہے وہ غلط کی گئی ہے۔ نہ یہ کہ جس آیت میں احمدؐ کے آنے کی پیشگوئی تھی، غلط تعیین کرنے والے نے اس آیت کا انکار کر دیا ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ کسی مذکور فی الخبر کی تعیین میں غلطی ہو جانی اور بات ہے اور اس خبر کا انکار اور بات ہے۔

مختار مدعیہ نے یہ ذہن نشین کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے یہ آیت ''اسمہ احمدؐ'' والی پیشگوئی کا مصداق بہرحال و بہرلحاظ حضرت مسیح موعودؑ ہی کو قرار دیا ہے۔ حضرت سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کسی اعتبار اور کسی لحاظ سے بھی نہیں۔ لیکن یہ مختار مدعیہ کا نرا مغالطہ ہے۔ اور اگرچہ یہی صحیح ہوتا تو بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی تعیین اسم احمدؐ از روئے دلائل صحیح ثابت نہ ہو سکتے کی حالت میں اس کا نام تعیین کی غلطی ہی رکھا جا سکتا تھا۔ نہ کہ آیت کا انکار، لیکن حقیقت الحال یہ ہے کہ

۱۔ انوار العلوم

جس طرح مختار مدعیہ کی وہ پہلی بات کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے بیان سے آیت کا انکار لازم آتا ہے، غلط اور باطل تھی۔ اسی طرح اس کی یہ دوسری بات بھی کہ آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کسی لحاظ سے بھی آیت موصوفہ کا مصداق قرار نہیں دیا، غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ آپ نے اس آیت کے دو مصداق قرار دیے ہیں۔ ایک بلحاظ اسم ذاتی کے۔ اسم وصفی کے لحاظ سے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مصداق بتایا ہے کہ احمدؐ آپ کا اسم وصفی تھا اور اسم ذات کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو کہ احمدؐ آپ کا اسم ذات تھا۔

چنانچہ اسم وصفی کے لحاظ سے حضور انور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مصداق اوّل آیت موصوفہ ہونے کی بابت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد یہ ہے:

''جس قدر پیشگوئیاں آپ کی امت کی نسبت ہیں، ان کے پہلے مظہر تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی ہیں، آپ احمدؐ نہ ہوتے تو مسیح موعود کیونکر احمد کہلا سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود کو تو جو کچھ ملا ہے، وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل ملا ہے۔ اگر ایک صفت کی نفی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کی جائے تو ساتھ ہی اس صفت کی نفی حضرت مسیح موعود سے بھی ہو جائے گی۔ کیونکہ جو چیز چشمہ میں نہیں ہے، وہ گلاس میں کہاں سے آسکتی ہے۔ پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم احمدؐ تھے اور (بلحاظ وصفی) اس پیشگوئی کے اوّل مظہر وہی تھے۔'' (القول الفصل، ص ۴۹)

اور آپ انوار خلافت میں فرماتے ہیں:

''یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو احمدؐ کہنے میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک نہیں اور اس سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم احمدؐ نہ تھے۔ آپ احمدؐ تھے اور ضرور تھے۔ لیکن احمدؐ آپ کی صفت تھی، نہ کہ آپ کا نام اور جو شخص کہے کہ احمدؐ آپ کی صفت نہیں تھی۔ وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے۔ اور اگر آپ احمد نہ ہوتے تو حضرت مسیح موعود احمد ہو ہی کیونکر سکتے تھے۔ کیونکہ آپ نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ آپ (آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ہی شاگردی میں حاصل کیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے یہ کہنا درست نہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام احمدؐ تھا۔'' (ص ۱۹)

ان عبارتوں میں نہایت صراحت کے ساتھ اقرار کیا گیا ہے کہ بلحاظ اسم وصفی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم احمدؐ تھے اور ضرور احمد تھے۔ ایسے کہ اگر حضور احمدؐ نہ ہوتے تو مسیح موعود بھی احمدؐ نہیں ہو سکتے تھے۔ اور بلحاظ اسم وصفی پیشگوئی اسمہٗ احمدؐ کا مصداق اوّل حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی ہیں۔ لیکن حضور کا اسم ذات احمدؐ نہ تھا۔

اور جن عبارتوں میں یہ بتایا ہے کہ بلحاظ اسم ذات اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

''آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام احمدؐ نہ تھا، بلکہ محمدؐ تھا...... کسی جگہ بھی قرآن کریم میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو احمدؐ نام سے یاد نہیں کیا گیا۔ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام احمدؐ ہوتا اور جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ والدہ کو الہام کے ذریعے سے یہ نام بتایا گیا ہوتا تو قرآن کریم میں جو وحی الٰہی ہے۔ اوّل تو احمدؐ نام ہی آتا۔ اور اگر محمدؐ بھی آتا تو احمدؐ بعض مقامات پر ضرور آتا۔

وہ عجیب الٰہی نام نہ تھا کہ قرآن کریم اس نام سے ایک دفعہ بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نہیں پکارتا۔ ہر جگہ محمدؐ ہی کے نام سے پکارتا ہے۔ جیسا کہ آیت: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران،۱۴۴)، اور آیت: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ (فتح،۲۹)، اور آیت: بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ (محمد،۲)، اور آیت: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ (احزاب،۴۰) سے ظاہر ہے۔ (شمس)

دوسری دلیل آپ کا نام احمدؐ نہ ہونے کی یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ کا نام احمد تھا۔ کلمہ شہادت جس پر اسلام کا دار و مدار ہے، اس میں بھی محمد رسول اللہ کہا جاتا ہے۔ کبھی احمدؐ رسول اللہ نہیں کہا جاتا۔ حالانکہ اگر آپ کا نام احمدؐ ہوتا تو کلمہ شہادت کی کوئی روایت تو یہ بھی ہوتی کہ اشھد ان احمد رسول اللّٰہ، پنج وقتہ اذان میں بھی ببانگ بلند محمدؐ رسول اللہ کہہ کر آپ کی رسالت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ کبھی احمدؐ رسول اللہ نہیں کہا جاتا۔ تکبیر میں بھی محمدؐ ہی آنحضرت کا نام آتا ہے۔ اور درود (اللھم صل علٰی محمد) میں بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو محمدؐ نام لے کر ہی یاد کیا جاتا ہے اور اس نام کے رسول پر خدا تعالیٰ کی رحمتیں بھیجی جاتی ہیں۔ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خطوط کی نقلیں موجود ہیں، ان سب میں آپ نے دستخط کی جگہ محمدؐ نام کی ہی مہر لگائی ہے۔ ایک خط میں بھی احمدؐ اپنا نام تحریر نہیں فرمایا (ہرقل کو جو ایک عیسائی بادشاہ تھا۔ جب آپ نے خط لکھا تو اس پر بھی آپ نے محمدؐ نام کی ہی مہر لگائی۔ حالانکہ اسے یہ بتانے کے لیے کہ میں مسیح علیہ السّلام کی بشارت کا مصداق ہوں احمدؐ نام کی مہر لگانا زیادہ مناسب تھا۔ شمس) اگر آپ کا نام احمدؐ ہوتا تو پھر صحابہ کرام کی گفتگو میں احادیث میں مذکور ہیں۔ لیکن ایک دفعہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ کسی صحابی نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو احمدؐ کہہ کر پکارا ہو۔ اور نہ ان کی آپس کی گفتگو ہی میں یہ نام آتا ہے، نہ تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ کا نام احمدؐ رکھا گیا تھا۔ بلکہ تاریخ سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ کا نام محمدؐ رکھا گیا تھا۔ آپ کے مخالف جس قدر تھے جن میں خود آپ کے رشتہ دار اور چچا بھی شامل تھے۔ سب آپ کو محمدؐ نام سے پکارتے تھے۔ یا شرارت سے مذمم کہہ کر پکارتے تھے کہ وہ بھی محمدؐ کے وزن پر ہے۔ غرض جس قدر بھی غور کریں اور فکر کریں آپ کا نام قرآن کریم سے احادیث سے کلمہ سے اذان سے تکبیر سے درود سے آپ کے خطوط سے معاہدات سے تاریخ سے صحابہ کے اقوال سے محمدؐ ہی معلوم ہوتا ہے، نہ کہ احمدؐ۔ پھر اس قدر دلائل کے ہوتے ہوئے کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا نام احمدؐ تھا۔ (انوار خلافت، ص۲۱-۲۳)

اور فرماتے ہیں:

''آیت: مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ (صف،۶) میں ایک ایسے رسول کی پیشگوئی ہے جس کا نام احمدؐ ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صفت احمد تھی، نام احمدؐ نہ تھا۔ اور دوسرے جو نشان اس کے بتائے گئے ہیں۔ وہ اس زمانہ میں پورے ہوئے اور مسیح موعود پر پورے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا نام احمد تھا۔ اور آپ احمد کے نام پر ہی بیعت لیا کرتے تھے۔ اور خدا نے بھی آپ کا نام احمد رکھا تھا۔ اور آپ نے اپنے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں سے ملا۔ اس لیے سب باتوں پر غور کرتے ہوئے وہ شخص جس کی نسبت خبر دی گئی تھی۔ مسیح موعود ہی ہیں، ہاں اس لحاظ سے کہ آپ کے کل کمالات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے لیے ہوئے تھے۔ اولین مصداق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قرار دینا ضروری ہے۔ مگر اس لیے کہ آپ صفت احمدیت

www.khatmenubuwwat.org

کے سب سے بڑے مظہر تھے۔ اس لیے آپ کا نام احمد تھا۔ کیونکہ درحقیقت آپ کا نام احمدؐ نہ تھا۔'' (القول الفصل، ص ۲۹)

اور فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم احمد تھے اور سب سے بڑے احمد تھے۔ کیونکہ آپ سے بڑا کوئی مظہر صفت احمدؐیت کا نہیں ہوا۔ لیکن آپ کا نام احمدؐ نہ تھا۔ اور اسمہ احمد کا مصداق (بلحاظ اسم ذات احمد ہونے کے) مسیح موعود ہے۔ ہاں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف بھی یہ پیشگوئی بوجہ آقا اور استاد ہونے کے اشارہ کرتی ہے۔'' (القول الفصل، ص ۳۱)

اور فرماتے ہیں، انوار خلافت، صفحہ ۱۱۹ میں:

''کسی شخص کا پیشگوئی کا مصداق ہونا دلائل سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جب دلائل اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔ تو رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس میں کسی وجہ سے ہتک نہیں ہوئی؟ یہ کہنا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام احمدؐ نہیں، آپ کی ہتک نہیں ہے۔ کیونکہ نام کا بغیر نام کی صفات کے ہونا کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔ جب تک کسی میں اس نام کے مطابق اوصاف نہ پائے جاتے ہوں۔ نام کوئی قابل عزت بات نہیں۔ دیکھو بعض لوگوں کا نام عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم ہوتا ہے۔ لیکن وہ کام عبدالشیطان کے کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض کا نام نیک اور شریف ہوتا ہے۔ لیکن دراصل وہ بد اور بدوضع ہوتے ہیں۔ تو ماں باپ کا رکھا ہوا نام کوئی عزت کی شے نہیں ہو جاتا۔ اگر ہم رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق یہ کہیں کہ رسول اللہ میں احمدؐ کی صفت نہیں پائی جاتی تو یہ آپ کی ہتک ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ آپ کا نام احمد نہیں ہرگز آپ کی ہتک کرنا نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ یہ امر واقعہ کہلائے گا۔ پس جب کہ نام فضیلت کا ذریعہ نہیں ہوتا۔ بلکہ کام فضیلت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ تو پھر آپ کا نام احمدؐ نہ ماننے میں آپ کی ہتک کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام محمدؐ بھی نہ ہوتا۔ بلکہ کچھ اور ہوتا تو کیا اس میں آپ کی ہتک کسی طرح ہو سکتی ہے۔ اگر رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام محمد بھی نہ ہوتا، بلکہ کچھ اور ہوتا تو کیا اس میں آپ کی ہتک ہو جاتی اور کیا آپ کے ہر کام میں کمی آ جاتی، آپ کا نام جو کچھ بھی ہوتا وہی بابرکت ہوتا اور اس نام پر دنیا اسی طرح فدا ہوتی جس طرح آپ کے محمدؐ نام پر فدا ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگ آپ کے نام پر فدا نہیں ہوتے، بلکہ درحقیقت آپ کے کام پر فدا ہوتے ہیں۔ پس اگر یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام احمدؐ نہیں، ہاں احمدؐ کی صفات آپ میں پائی جاتی ہیں تو پھر نادان ہے وہ جو یہ کہے کہ ایسا کہنے سے آپ کی ہتک ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں جو احمد کی خبر دی گئی ہے، اس کے متعلق میں نے وہ آیات پڑھ دی ہیں، جن میں احمد کا ذکر ہے۔ اور اب میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بتاتا ہوں کہ آیات میں احمد کا اصل مصداق (اس لحاظ سے کہ آپ کا اسم ذات احمدؐ تھا) حضرت مسیح موعود ہی ہیں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم (نام کے لحاظ سے احمدؐ کا مصداق نہیں کیونکہ آپ کا نام احمدؐ نہیں بلکہ محمدؐ تھا) صرف صفت احمدیت کی وجہ سے اس کے مصداق ہیں، ورنہ جس احمدؐ نام کے انسان کے متعلق خبر ہے وہ حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ (انوار خلافت، ص ۱۹، ۲۰)

اور فرماتے ہیں:

''جب کہ واقعات سے ثابت ہو گیا کہ احمد سے مراد (اسم ذات کے لحاظ سے) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک خادم

www.khatmenubuwwat.org

(یعنی حضرت مسیح موعود) ہے۔تو پھر بھی ہٹ دھرمی سے کام لینا شیوہ مومنانہ نہیں۔'' (انوار خلافت، ص ۲۴)

اور فرماتے ہیں:

''اس پیشگوئی (مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ (صف، ۶)) کے آپ ہی مصداق ہیں اور اگر کسی دوسری جگہ پر آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السّلام) نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔تو اس کے یہی معنی ہیں کہ بوجہ اس کے کہ کل فیضان جو حضرت مسیح موعود کو پہنچا ہے، آپ ہی سے پہنچا ہے۔اس لیے جو خبر آپ کی نسبت دی گئی ہے اس کے مصداق رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی ضرور ہیں کہ جو خوبیاں ظل میں ہوں اصل میں ضرور ہونی چاہئیں۔عکس کی خبر دینے والا ساتھ ہی اصل کی خبر بھی دیتا ہے۔پس اس آیت میں ضمنی طور پر رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بھی خبر دی گئی ہے اور اس بیان سے یہ واجب نہیں آتا کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود نہ ہوں۔اس کے اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔اور اس لحاظ سے کہ آپ کے سب کمالات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حاصل کیے ہوئے ہیں، رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بھی پیشگوئی اس میں سے نکل آتی ہے۔'' (انوار خلافت، ص ۳۷، ۳۸)

ان عبارتوں میں نہایت تفصیل وتشریح سے ظاہر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسم ذات احمدؐ نہیں بلکہ محمدؐ ہی تھا۔ہاں بلحاظ صفات آپ ضرور احمدؐ تھے۔اور بلحاظ اسم وصفی آپ کا ایک نام احمد بھی تھا، جیسے کہ[1] عاقب وحاشر ونبی التوبہ ونبی الرحمۃ وغیرہ بہت سے نام بھی بلحاظ وصف ہی تھے نہ بلحاظ ذات۔اور آپ کی پیشگوئی مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ (صف، ۶) کے مصداق

۱۔ اس موقعہ پر یہ شبہ پیدا کیا جاسکتا ہے کہ بخاری شریف میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اسماء محمدؐ، احمدؐ، ماحی، حاشر، عاقب بیان فرمائے ہیں۔لہٰذا یہ سب آپ کے نام ہوئے۔اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں اسماء بمعنی صفات آتا ہے۔جیسا قرآن شریف میں ہے: لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی. (طٰہٰ، ۸) یعنی سب اچھے نام خدا تعالیٰ کے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات تو صرف ایک ہی ہے۔یعنی اللہ۔باقی سب صفاتی نام ہیں بس حدیث میں بھی آپ نے اپنے صفات بیان فرمائی ہیں، ورنہ ماننا پڑے گا کہ ماحی، حاشر، عاقب سب آپ کے نام ہی تھے، حالانکہ تمام مسلمان تیرہ سو برس سے اتنے چلے آتے ہیں کہ یہ آپ کے صفات ہیں، نام نہیں تھے۔اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس حدیث میں بلاشبہ محمد بھی بطور صفت ہی آتا ہے، بطور نام نہیں آیا۔ہاں قرآن کریم اور دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ آپ کا نام محمدؐ ہی تھا۔اور اس امر کا ثبوت کہ اس حدیث میں بطور صفت آیا ہے۔یہ ثبوت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تحدیث بالنعمت کے طور پر فرمایا ہے کہ میرے یہ نام ہیں۔اب ظاہر ہے کہ صرف یہ امر تو کسی تعریف کے لائق نہیں ہوسکتا کہ فلاں فلاں میرے نام ہیں اور کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جیسے عظیم الشان انسان کے متعلق یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ آپ خالی نام پر فخر کریں گے۔معاذ اللہ من ذالک حقیقۃ الامر یہی ہے کہ آپ نے اس حدیث میں اپنے صفات ہی بیان فرمائے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے محمدؐ بنایا ہے، یعنی خود میری تعریف کی ہے۔اور مجھے احمد بنایا ہے۔یعنی سب سے بڑھ کر خدا کی تعریف کرنے والا۔اور دیگر صفات حسنہ سے متصف کیا۔تفصیل کے لیے دیکھنا چاہیے، ''انوار خلافت'' کہ اس میں تمام خدشات وساوس کا نہایت قوی دلائل سے قلع قمع کردیا گیا ہے۔''

www.khatmenubuwwat.org

بھی بلحاظ اسم وصفی تھے نہ کہ بلحاظ اسم ذات، کیونکہ آپ کا اسم ذات محمدؐ تھا، نہ کہ احمدؐ، اور اسم ذات کے لحاظ سے اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔ کیونکہ آپ کا اسم ذات احمدؑ تھا۔ اور اس مدعا کے ثبوت میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ''انوار خلافت'' کے صفحہ ۱۸ سے لے کر ۵۲ تک نہایت قوی اور زبردست دلائل کا دریا بہا دیا ہے۔

اور اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ جو شخص اپنے امام کو اس آیت کا مورد و مصداق ٹھہراتا ہے۔ وہ یقیناً اس آیت پر صدقِ دل سے ایمان لاتا ہے۔ ورنہ وہ اپنے امام کے صدق پر اس آیت سے استدلال نہ کرتا۔ اور نیز اگر مختاران مدعیہ کو منکر آیت ہونے کا فتویٰ دینے کا بہت ہی شوق تھا تو انہیں چاہیے تھا کہ پہلے ان مفسرین اور بزرگوں کے بھی، جنہوں نے آیت: هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ، (توبہ،۳۳) میں مسیح موعود اور مہدی کو بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ شامل بتایا تھا۔ منکر آیت ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے۔ پھر دوسری طرف توجہ کرنے کا خیال دل میں لاتے۔

(۶)

قرآن مجید اور احادیث اور وحی مسیح موعود

مختار مدعیہ نے اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ اور صفحہ ۵۷ کے حوالوں کی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خلاف ایک یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ آپ نے حدیثوں کو ردّی کی طرح پھینک دینے کے قابل قرار دے کر حدیثوں کی سخت توہین کی ہے۔ اور اپنی وحی کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیثوں پر ترجیح دی ہے اور یہ بھی حدیثوں کی توہین ہے۔

لیکن مختار مدعیہ کا یہ بھی ایک مغالطہ ہی ہے۔ کیونکہ اس اعتراض سے اس نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ نے صحیح احادیث کی بابت یہ فرمایا ہے کہ ہم وہ ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے صحیح احادیث کی بابت ہرگز یہ نہیں فرمایا، جیسا کہ علاوہ اور بے شمار حوالوں کے خود مختار مدعیہ کے پیش کردہ حوالوں سے بھی ظاہر ہے۔

مختار مدعیہ کا پیش کیا ہوا پہلا حوالہ یہ ہے:

''میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں ہے، بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی ہے۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔''[۱]

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کلام ان حدیثوں کی بابت ہے جو آپ کے دعویٰ کے متعلق ہیں اور ان کی آپ نے دو قسمیں فرما دی ہیں۔ ایک وہ جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور ان کے متعلق آپ نے صاف فرما دیا ہے کہ ہم انہیں تائیدی طور پر پیش کرتے ہیں۔ یعنی ہم انہیں قبول کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کے مقابلے میں دوسری قسم انہی حدیثوں کی ہوگی جو مخالف

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۴۰

قرآن ہیں۔ اور اسی قسم کی حدیثوں کے متعلق حضرت مسیح موعود نے یہ فرمایا ہے کہ دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی وحی جیسا کہ آگے بیان ہوگا، قرآن کے بالکل مطابق ہے۔

پس مختار مدعیہ کے پیش کیے ہوئے اس حوالے سے بخوبی ظاہر ہے کہ ردّی میں پھینک دینے کا ارشاد ان حدیثوں کے لیے ہرگز نہیں ہے جو مطابق قرآن ہوں، بلکہ ان کے لیے ہے جو مخالف قرآن ہوں۔

(۲) دوسرا حوالہ مختار مدعیہ نے یہ پیش کیا ہے:

''اور حدیثیں تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں اور ہر ایک گروہ اپنی حدیثوں سے خوش ہو رہا ہے۔ ہم نے اس سے لیا کہ وہ وحی و قیوم اور واحد لاشریک ہے اور تم لوگ مردوں سے روایت کرتے ہو۔''[۱]

جواب: نظر بر حوالہ اوّل جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ان احادیث کے متعلق جو قرآن کے مطابق ہیں۔ اور آپ کی وحی کی (جو قرآن مجید کے موافق ہے) معارض نہیں فرمایا ہے کہ انہیں ہم قبول کرتے ہیں اور اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اور جو حدیثیں قرآن مجید کے مخالف ہیں، انہیں ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اس حوالہ میں بھی انہی حدیثوں کا ذکر ہے، جو خلاف قرآن ہے۔ لیکن اس پر بس نہیں بلکہ جہاں سے مختار مدعیہ نے یہ حوالہ لیا ہے۔ جو درحقیقت ایک عربی شعر کا ترجمہ ہے، وہیں یہ بھی موجود تھا کہ یہ خلاف قرآن حدیثوں کے لیے لکھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں: ''اے گمراہ کرنے والے! کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا ہے۔ اور بجز قرآن ہمارے ہاتھ میں کیا ہے۔'' (اعجاز احمدی، ص ۵۶)

اور اسی صفحہ میں فرماتے ہیں:

''پس اے مخالفو! نقلوں کے ساتھ خوش نہ ہو جاؤ اور بہتیری نقلیں اور حدیثیں ہیں، جو دھوکہ بازوں نے بنائی ہیں۔''

اس کے بعد ہی فرماتے ہیں:

''اور خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے۔ پس ہم خدا کی وحی کے بعد کسی حدیث کو مان لیں۔ یہ تعلیم آیت: فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ (جاثیہ، ۶) کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۵۷ کے شروع ہی میں جو شعر ہے، اس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے، ''اور حدیثیں تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں اور ہر ایک گروہ اپنی حدیثوں سے خوش ہو رہا ہے۔'' اور یہ وہ مضمون ہے جو مختار مدعیہ کے دوسرے حوالے کا پہلا جز ہے۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ دوشعروں میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا ذکر فرماتے ہیں: ''کیا تو میرے پاس اس اترنے والا کا ذکر کرتا ہے، جس کو تو نے نہیں دیکھا۔ اور ایسی حدیثیں پیش کرتا ہے جس کا تحریف نے ستیاناس کر دیا۔''

پھر دوشعروں میں اس بیان کے بعد کہ ظن کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔ اور میں تیری طرح ظنون میں گرفتار نہیں ہوں۔ فرماتے ہیں: ''ہم نے اس سے لیا کہ وہ حی و قیوم اور واحد لاشریک اور تم لوگ مردوں سے روایت کرتے ہو۔''

پہلے شعر میں آپ نے ایک مخالف کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے گمراہ کرنے والے! کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج۱۹، ص ۱۶۸

ہے اور بجز قرآن ہمارے ہاتھ میں کیا ہے۔ اس مضمون سے ظاہر تھا کہ یہ خطاب ایک ایسے مخالف کو ہے جو قرآن شریف سے بھاگتا اور مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی تردید میں کچھ ایسی حدیثیں پیش کرتا تھا جو خلاف قرآن تھیں۔ کیونکہ اگر وہ موافق قرآن ہوتیں تو قرآن شریف سے گریز کر کے کیوں پیش کی جاتیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے اسی پر اکتفاء نہ فرما کر صاف الفاظ مین ظاہر فرما دیا کہ اسی موقع پر ذکر کس قسم کی حدیثوں کا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''بہتیری نقلیں اور حدیثیں ہیں جو دھوکہ بازوں نے بنائی ہیں۔'' (ص ۵٦)

اور پھر اس سے بھی زیادہ مخالف مذکور کو مخاطب کر کے یہاں تک فرما دیا کہ کیا تو میرے سامنے ایسی حدیثیں پیش کرتا ہے جن کا تحریف نے ستیاناس کر دیا۔ اب ہر منصف مزاج وحق پسند کے لیے یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ باوجود اس صراحت کے ساتھ یہ ظاہر کر دیے جانے کہ اس موقع پر خلاف قرآن حدیثوں کا ذکر ہے، نہ کہ مطابق قرآن کا۔ لیکن مختار مدعیہ نے اس کی ذرا بھی پروانہ کر کے اور ان سب اشعار سے جو اس امر کو ظاہر کر رہے تھے۔ منہ پھیر کر صفحہ ۵۷ کے پہلے شعر کا اور پھر بیچ کے شعر چھوڑ کر ساتویں شعر کا ترجمہ نقل کر کے یہ دکھانا چاہا کہ گویا حضرت اقدس نے صحیح احادیث کو ردّی کی طرح پھینک دینے کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صادق اور کاذب کی امتیازی علامت یہ فرمائی کہ صادق شخص اپنے اقوال اور اپنے افعال میں صادقوں سے مشابہت رکھتا ہے اور کاذب اپنے اعتراضات اور اپنی تحریکات اور اعمال میں کاذبوں کا ہم رنگ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ، (احقاف، ۹) اور آیت: مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ، (فصلت، ۴۳) اور آیت: تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ (بقرہ، ۱۱۸) وغیرہ آیات سے ظاہر ہے۔ اب دیکھو کہ مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس قول پر کہ ''ہم نے اس سے لیا کہ وہ حی اور قیوم اور واحد ولاشریک ہے۔ اور تم مردوں سے روایت کرتے ہو اعتراض کیا ہے۔ اور یہی قول آپ سے قبل اولیاء اللہ کی جماعت کا ایک ممتاز فرد اپنے منکرین کے جواب میں کہہ چکا ہے۔ چنانچہ الیواقیت والجواہر، جلد ا، صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے:

''وقد کان الشیخ ابو یزید بسطامیؒ یقول لعلماء زمانه (خطابا للمنکرین علیه وفی الصفحه ۱۰۲ فی الجزء الثانی) قد اخذتم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا من الحی الذی لا یموت.''

یعنی ابو یزید بسطامیؒ اپنے زمانہ کے منکرین مولویوں کو مخاطب کر کے کہتے تھے، تم نے اپنا علم مردوں سے حاصل کیا ہے۔ اور ہم نے اس زندہ خدا سے علم پایا ہے جو کبھی نہیں مرتا۔ کیا یہ وہی قول نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا ہے اور جن پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے۔

یہاں اس امر کا ظاہر کر دینا نامناسب نہیں ہے کہ مختاران مدعیہ کے بیشتر اعتراضات کی بناء قطع و برید عبارات پر ہے۔ وہ اچھے خاصہ مضمونوں اور عبارتوں میں سے بعض ایسے جملے قطع کر کے جن کے معنی اپنی ملحقہ عبارت سے علیحدہ ہونے پر خراب ہو جائیں، پیش کر دیے ہیں۔ جیسا کہ پہلا بھی دکھایا جا چکا ہے اور اس اعتراض کے حوالہ نمبر۲ کے متعلق بھی دکھایا گیا ہے اور حوالہ نمبر اوّل میں مختار مدعیہ نے جتنی عبارت پیش کی ہے۔ اگرچہ وہی اظہار حقیقت الامر کے لیے کافی ہے۔ تاہم اس موقع سے چند اور

www.khatmenubuwwat.org

حوالے بھی پیش کرتا ہوں، جن کے دیکھ لینے کے بعد کسی خدا ترس اور شریف الطبع انسان کے لیے یہ موقع نہیں ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق یہ کہنے کی جسارت کر سکے کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم صحیح احادیث کو ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔

مختار مدعیہ نے جس مضمون کے صفحہ ۳۰ سے ایک حوالہ نقل کر کے حضرت مسیح موعود پر صحیح حدیثوں کے ردّی کی طرح پھینک دینے کا بہتان باندھا ہے۔ اسی مضمون کے صفحہ ۲۷، ۲۸ میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''علاوہ اس کے ان حدیثوں میں اس قدر تناقض ہے کہ اگ ایک حدیث کے برخلاف دوسری حدیث تلاش کرو تو فی الفور مل جائے گی۔ پس اس سے قرآن شریف کے بینات کو چھوڑنا اور ایسی تناقض حدیثوں کے لیے ایمان ضائع کرنا کسی ابلہ کا کام ہے نہ عقلمند کا۔''

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود ان حدیثوں کو چھوڑ دینے کے لیے فرما رہے ہیں جو قرآن شریف کے خلاف ہوں۔ اور فرماتے ہیں:

''مناسب ہے کہ حدیث کے لیے قرآن کو نہ چھوڑا جائے، ورنہ ایمان ہاتھ سے جائے گا۔'' (اعجاز احمدی، ص ۲۸)

اور فرماتے ہیں:

''ہم یہ نہیں کہتے کہ تمام حدیثوں کو ردّی کی طرح پھینک دو۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ان میں سے وہ قبول کرو جو قرآن کے منافی و معارض نہ ہوں تا ہلاک نہ ہو جاؤ۔''[1]

یہ اس مضمون کے حوالجات میں جس کے صفحہ ۳۰ سے ایک حوالہ نقل کر کے مختار مدعیہ نے حضرت اقدس کو صحیح احادیث کو ردّی کی طرح پھینک دینے کا مدعی قرار دینا چاہتا تھا۔ لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس باطل کارروائی کا جواب پہلے ہی حضرت مسیح موعودؑ کے قلم حق رقم سے لکھوایا اور وہ بھی اس شان سے کہ گویا آپ مخالف کا یہ اعتراض دیکھ رہے ہیں کہ مرزا صاحب نے احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ سب کو ردّی کی طرح پھینک دینے کے لائق ٹھہرایا ہے اور اس اعتراض کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: ''ہم یہ نہیں کہتے کہ تمام حدیثوں کو ردّی کی طرح پھینک دو، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ان میں وہ قبول کرو جو قرآن کے منافی و معارض نہ ہوں، تا ہلاک نہ ہو جاؤ۔'' (اعجاز احمدی، ص ۲۸)

مرزا صاحب کی اتنی ہی تحریر قابلِ لحاظ ہے جو ان پر اعتراض کرنے کے لیے پیش کی جائے۔ اور جس سے ان کی تکفیر کی جائے باقی تحریروں کے دیکھنے کی مطلق ضرورت نہیں، کیونکہ ان کی تحریریں متضاد ہوتی ہیں۔ کہیں کچھ اور کہیں کچھ۔ اب حضرت مسیح موعودؑ کی عبارتیں اور مختار مدعیہ کے اعتراضات عدالت کے سامنے ہیں۔ اور ان سے اچھی طرح فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی عبارتوں میں تناقض و تعارض ہے یا مختار مدعیہ کے خیالات میں۔

اگرچہ منقولہ بالا حوالجات سے بخوبی ظاہر ہے کہ وہی حدیث ردّ کر دینے کے لائق ہے جو مخالف قرآن ہو، کیونکہ مخالف قرآن حدیث درحقیقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث نہیں ہے، لیکن انہیں پر بس نہیں، بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۳۸

www.khatmenubuwwat.org

دوسری کتب میں بھی یہ مضمون بڑی کثرت اور بڑی صفائی سے موجود ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو، اس کو بسر وچشم قبول کیا جائے اور جہاں قرآن وسنت سے کسی حدیث کو متعارض پائیں تو اس کو چھوڑ دیں۔‘‘ (ریویو بر مباحثہ مولوی محمد حسین چکڑالوی)

اور فرماتے ہیں:

’’ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کی مخالف ہو تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی، کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اور ان تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہیں، ردّ کرنا پڑتا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پرہیزگار اس پر جرأت نہیں کرے گا کہ اس حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن وسنت کے برخلاف ہو اور ایسی حدیثوں کے مخالف ہو جو قرآن کے مطابق ہیں۔‘‘[1]

اور فرماتے ہیں:

’’لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن کریم کے بیان کردہ قصص کے صریح مخالف ہے تو اس کی تطبیق کے لیے فکر کرو، شاید وہ تعارض تمہاری غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے نہیں ہے۔‘‘[2]

پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے جہاں کہیں بھی حدیث کو چھوڑنے، رد کرنے اور پھینک دینے کے لیے لکھا ہے وہ اس کے لیے لکھا ہے جو مخالف قرآن ہو اور جو باوجود سعی بلیغ کے بھی موافق نہ ہو سکے اور ایسی حدیث بلا ریب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں کچھ اور فرمایا ہوا ہو اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کے خلاف کچھ اور فرما دیں۔ حاشا وکلا اور ایسی مخالف قرآن حدیثوں کو ردّ کرنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے پہلے بھی اکابر علماء اہل سنت والجماعت بلکہ مسلم بزرگان دیوبند بھی بارہا لکھ چکے ہیں اور انہیں سے بعض کے اقوال حدیث فاعرضوہ ہے۔ ’’کتاب اللہ‘‘ کے عنوان کے ماتحت درج کیے جائیں گے۔

پس خوب یاد رکھو کہ جن احادیث کے ردّ کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ’’اعجاز احمدی‘‘ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وہ وہی حدیثیں ہیں جو مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ قرآن مجید کے خلاف آپ کے دعویٰ مہدویت ومسیحیت کو باطل ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے۔ جن کا ظنی ہونا سب کو مسلّم ہے۔ اور ان میں سے اکثر اکابر علماء امت کے نزدیک موضوع ہیں۔ چنانچہ ان حدیثوں کی مثال آپ نے ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ میں ذکر کی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

’’لوگ اپنے دلوں میں پہلے ہی ٹھہرا لیتے ہیں کہ جو کچھ مہدی اور مسیح کی نسبت حدیثیں لکھی ہیں اور جس طرح ان کے معنی

۱۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج۱۹ ص۶۲-۶۳

۲۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج۱۹ ص۶۳

www.khatmenubuwwat.org

کیے گئے ہیں وہ سب صحیح اور واجب الاعتقاد ہیں اس لیے جب وہ لوگ اس فرضی نقشہ سے جو قرآن شریف سے بھی مخالف ہے، مجھے مطابق نہیں پاتے تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کاذب ہے۔

مثلاً وہ خیال کرتے ہیں کہ مسیح موعود ایک ایسی قوم یاجوج ماجوج کے وقت آنا چاہیے جن کے لمبے درختوں کی طرح قد ہوں گے اور اس قدر لمبے کان ہوں گے کہ ان کو بستر کی طرح بچھا کر ان پر سو رہے گے۔ اور نیز کہ مسیح آسمان سے فرشتوں کے ساتھ اترنا چاہیے۔ بیت المقدس کے منارہ کے پاس مشرقی طرف اور دجال عجیب الخلقت اس سے پہلے موجود چاہیے جس کے قبضہ قدرت میں سب خدائی کی باتیں ہوں۔ مینہ برسانے اور کھیتیاں اگانے اور مردوں کے زندہ کرنے، اس کے گدھے کا سر اتنا بڑا ہوتا ہو کہ دونوں کانوں کا فاصلہ تین سو ہاتھ کے قریب ہو اور دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہو۔

اور مہدی ایسا چاہیے کہ جس کی تصدیق کے لیے آسمان سے زور زور سے آواز آوے کہ یہ خلیفۃ اللہ المہدی ہے۔ اور وہ آواز تمام مشرق و مغرب تک پہنچ جاوے اور مکہ سے اس کے لیے ایک خزانہ نکلے اور وہ عیسائیوں سے لڑے اور عیسائی بادشاہ اس کے پاس پکڑے آویں۔ اور تمام زمین کو کفار کے خون سے پر کر دیوے اور ان کی تمام دولت لوٹ لے اور اس قدر قاتل اور خون ریز ہو کہ جب سے دنیا کی بنیاد پڑی ہو، ایسا خونی آدمی کوئی نہ گزرا ہو۔ اور اس قدر اپنے تابعوں میں مال تقسیم کرے کہ لوگوں کو مال رکھنے کے لیے کوئی جگہ نہ رہے...... قبول کر لینے تک۔''[۱]

پس ایسی روایات جو بعض تو الفاظ کے ظاہری معنی کے لحاظ سے اور بعض من کل الوجوہ قرآن مجید اور آپ کی وحی کے جو قرآن مجید کے موافق ہے۔ مخالف ہیں انہیں ردّی کی طرح پھینکنے کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کیونکہ وہ درحقیقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیثیں نہیں ہیں، بلکہ ذخیرہ موضوعات ہیں۔

اگرچہ مذکورہ بالا تمام بیان سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام موافق قرآن احادیث کو مانتے ہیں۔ لیکن اب اس امر کے متعلق چند مستقل حوالجات بھی پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں، کیا یہ سچ ہے کہ حدیثیں ایسی ہی ردّی اور لغو ہیں۔ جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب نے سمجھا ہے، معاذ اللہ ہرگز نہیں۔'' (حکم ربانی کا ریویو، ص۱)

اور فرماتے ہیں:

''احادیث نبویہ مرفوعہ متصلہ ایسی خبر نہیں ہے کہ ان کو ردّی اور لغو سمجھا جائے۔'' (ص۲)

اور فرماتے ہیں:

''احادیث کا انکار ایک طور سے قرآن شریف کا انکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ، (آل عمران، ۳۱) کہ خدا تعالیٰ کی محبت بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے وابستہ ہے تو پھر آنجناب کے عملی نمونوں کے دریافت کے لیے جن پر اتباع موقوف ہے، حدیث بھی ایک ذریعہ ہے۔ پس جو شخص حدیث کو بھی چھوڑتا ہے وہ طریق اتباع کو بھی چھوڑتا ہے۔'' (ص۲)

۱۔ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، ج۱۷، ص۱۶۱-۱۵۷

www.khatmenubuwwat.org

اور فرماتے ہیں:

’’جو حدیث قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو، اس کو بسر وچشم قبول کیا جائے۔‘‘ (ص ۵)

اور فرماتے ہیں:

’’ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض ومخالف قرآن وسنت نہ ہو تو خواہ کیسی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو، وہ اس پر عمل کریں۔‘‘ (ص ۵)

اور کشتی نوح میں آپ فرماتے ہیں:

۱۔ حدیث کی قدر نہ کرنا، گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے۔ (ص ۵۸)

۲۔ بہرحال احادیث کی قدر کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف منسوب ہیں اور جب تک قرآن اور سنت ان کی تکذیب نہ کرے تم بھی ان کی تکذیب نہ کرو، بلکہ چاہیے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل اور نہ ترک فعل، مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔ (ص ۵۸)

۳۔ اگر کوئی حدیث ضعیف ہے، مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کرلو، کیونکہ قرآن اس کا مصدق ہے۔ اور اگر کوئی ایسی حدیث ہے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔ اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو۔ (ص ۵۸)

۴۔ اگر ایک حدیث ضعیف درجہ کی بھی ہو، بشرطیکہ وہ قرآن وسنت اور ایسی احادیث کے مخالف نہیں جو قرآن کے موافق ہیں تو اس حدیث پر عمل کرو۔ (ص ۵۹)

اب دیکھنا چاہیے کہ اس سے زیادہ حدیث کو ماننے اور اس کی قدر وعظمت کرنے کی اور کون سی صورت ہوسکتی ہے، احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ حضرت اقدس تو ایک ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی ماننے اور اس پر عمل کرنے کی اتنی شدید تاکید فرمارہے ہیں کہ کوئی حرکت وسکون اور کوئی فعل یا ترک فعل ایسا نہیں ہونا چاہیے جس کے متعلق تمہارے پاس حدیث نہ ہو، یعنی تم اپنے تمام کاموں میں حدیث کو دستور العمل بناؤ۔ مگر اس شرط سے کہ وہ حدیث قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سنت ثابتہ کے خلاف نہ ہو اور آپ نے یہاں تک فرمادیا ہے کہ:

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس خبیث کو

ان حوالجات سے یہ امر بڑی وضاحت سے ظاہر ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے انہیں احادیث کو ردّی کی طرح پھینک دینے کے لیے لکھا ہے جو مخالف قرآن اور مخالف سنت ثابتہ واحادیث صحیحہ ہونے کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ ردّی کی طرح پھینک دی جائیں، معلوم نہیں کہ ایسی حدیثوں کے ردّی کی طرح پھینک دیے جانے کے خلاف قرآن ہونے کی حالت میں دو

www.khatmenubuwwat.org

ہی صورتیں ہی ہوسکتی ہیں۔ یا تو یہ کہ ایسی حدیثیں ردّی کی طرح پھینک دی جاتیں اور یا کہ (نعوذ باللہ) قرآن شریف سے دست کشی کی جائے اور اس میں کیا کلام ہوسکتا ہے کہ جو شخص خلاف قرآن حدیثوں کو ردّی کی طرح پھینک دینا نہیں چاہتا وہ یقیناً ایسے سامان پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ جس سے (نعوذ باللہ) قرآن شریف ردّی کی طرح پھینک دیا جائے۔

مختاران مدعیہ نے تو سراسر مغالطہ کی راہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو احادیث صحیحہ کا ردّی کی طرح پھینک دینے والا ثابت کرنا چاہا تھا اور نہ صرف حضرت اقدس کو ہی، بلکہ آپ کے ساتھ علامہ ابن خلدون جنہوں نے مہدی کی احادیث کو مجروح اور ضعیف ٹھہراتا ہے۔ اور دیگر محققین کو بھی لیکن آپ خود خیر سے قرآن شریف کے ردّی کی طرح پھینک دینے والے ٹھہر گئے اور اس مصرع کے پورے مصداق ثابت ہوئے ہیں۔

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

چونکہ مختاران مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خلاف قرآن احادیث کو ردّی کی طرح پھینک دینے والے قول میں بڑے زور سے بحث کی ہے۔ حتیٰ کہ من جملہ وجوہ کفر کے ایک یہ بھی وجہ کفر قرار دی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ خود بہت بڑے عامل بالحدیث ہوں اس لیے یہ دیکھ لینا نہایت ضروری ہوگا کہ وہ من حیث الفرقہ کہاں تک حدیث پر عمل کرنے والے ہیں۔ اور اس کے متعلق ہم سب سے پہلے نماز کی حدیثوں کو لیتے ہیں۔

کیا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے اور رفع یدین کرنے، آمین بالجہر کہنے اور وتر کی ایک اور تراویح کی آٹھ رکعات پڑھنے کے متعلق احادیث موجود ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں اور ضرور ہیں، تو کیا دیوبندی حضرات امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھتے ہیں، اور کیا وہ رفع یدین کرتے ہیں، کیا وہ آمین بالجہر کہتے ہیں، کیا وہ وتر کی ایک رکعت اور تراویح کی آٹھ رکعات ادا کرتے ہیں، اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو کیا وہ ان سب حدیثوں کو جو یہی نہیں کہ خلاف قرآن شریف نہیں ہیں، بلکہ صحیح بخاری میں آئی ہیں، ردّی کی طرح پھینک دینے والے ہوئے یا کوئی کسر باقی رہ گئی۔

اس طرح حدیث: **لوكان موسى وعيسى حيين لما اوسعهما الا اتباعي**، اور حدیث: **مالكم تخافون من موت بينكم هل خلد نبي قبلي فيمن بعث فاضله فيكم.** (لباب الاخیار، ص ۴۸)

جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ کیا دیوبندی مولویوں نے وفات حضرت مسیحؑ مان کر ان کو صحیح تسلیم کیا؟ اگر نہیں تو وہ ان احادیث کو ردّی کی طرح پھینکنے والے ہوئے یا نہیں؟ پھر حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ یعنی جو روایت ہو اسے قرآن مجید پر عرض کرو۔ جو اس کے موافق ہو، لے لو۔ اور جو منافی ہو اُسے چھوڑ دو۔ کیا مختاران مدعیہ نے صریح طور پر عدالت کے روبرو اس حدیث کو ردّی کی طرح پھینکا یا نہیں۔ اس طرح اور حدیثیں ہیں جنہیں مختاران مدعیہ اور گواہان مدعیہ ردّی سمجھ کر قابل عمل خیال نہیں کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے عدالت میں اپنے آپ کو عامل بالحدیث اور تمام احادیث کو صحیح ماننے والے ظاہر کرتے ہیں۔

رہا مختار مدعیہ کا یہ اعتراض کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی وحی کو احادیث پر ترجیح دی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حدیث کو ردّ کر دینے کے متعلق جہاں کہیں فرمایا ہے تو وہ قرآن شریف کے خلاف ہونے کی شرط کے ساتھ فرمایا ہے

www.khatmenubuwwat.org

اور ساتھ ہی اپنی وحی کا جو ذکر کیا، اپنے منصب حکم و عدل کے اظہار کے لیے اور اس غرض سے کہا ہے کہ معلوم ہو کہ آپ کو مخالف قرآن وحی ہونے کا دعویٰ نہیں ہے، بلکہ آپ اپنی وحی کو از اوّل تا آخر تمام و کمال مطابق قرآن شریف جانتے ہیں۔ اور کسی امر میں سرمو بھی خلاف نہیں جانتے۔ اب پہلے میں وہ حوالہ بیان کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے امر مذکورہ میں اپنی وحی کو اپنے عہدہ و منصب کے اظہار کی غرض سے شامل فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں، بعض چالاک مولوی کہتے ہیں کہ اگر کوئی آسمان سے اترے اور یہ کہے کہ فلاں فلاں حدیث جو تم جانتے ہو صحیح نہیں ہے۔ تو ہم بھی قبول نہ کریں گے۔ اور اسے منہ پر طمانچے ماریں گے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ ہاں حضرات آپ کے وجود پر یہی امید ہے مگر ہم باادب عرض کرتے ہیں کہ پھر وہ حکم کا لفظ جو مسیح موعود کی نسبت صحیح بخاری میں آیا ہے۔ اس کے ذرا معنی تو کریں ہم تو اب تک یہی سمجھتے تھے کہ حکم اس کو کہتے ہیں کہ اختلاف رفع کرنے کے لیے اس کا حکم قبول کیا جائے اور اس کا فیصلہ گو ہزار حدیث کو بھی موضوع قرار دے ناحق نہ سمجھا جائے۔ جس شخص کو خدا نے کشف اور الہام عطا کیا اور بڑے بڑے نشان اس کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے۔ اور قرآن کے مطابق ایک راہ اس کو دکھلا دی تو پھر وہ بعض ظنی حدیثوں کے لیے اس روشن یقینی راہ کو کیوں چھوڑ دے گا۔ اور کیا اس پر واجب نہیں ہے کہ جو کچھ خدا نے اس کو دیا ہے، اس پر عمل کرے۔ اور اگر خدا کی پاک وحی سے حدیثوں کا کوئی مضمون مخالف پائے اور اپنی وحی کو قرآن کے مطابق پائے اور بعض حدیثوں کو بھی اس کے مؤید دیکھے تو ایسی حدیثوں کو چھوڑ دے۔ ان حدیثوں کو قبول کرے جو قرآن کے مطابق ہیں۔ اور اس کی وحی کے مخالف نہیں۔[۱] میں اس موقعہ پر اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ وحی الٰہی جب کہ اس کا وحی الٰہی ہونا قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو تو وہ حدیث پر مرجح ہے یا نہیں اور جب ہمارے مخالفین کے وہ مسیح جو ان کے خیال میں آسمان پر تشریف رکھتے ہیں۔ دنیا میں نازل ہوں گے اور ان کو وحی ہوگی تو بحیثیت کلام الٰہی ہونے کے وہ حدیثوں پر مرجح ہوگی یا نہیں ہوگی، بلکہ موقعہ کے لحاظ سے صرف اتنا بیان کر دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود نے اس موقعہ پر جو کچھ لکھا ہے وہ صرف ان احادیث کے متعلق لکھا ہے جو قرآن شریف کے بھی خلاف ہوں اور احادیث صحیحہ کے بھی۔ یہ عرض کر دینے کے بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا طریق فیصلہ حدیث کی طرف عدالت کو توجہ دلاتا ہوں میں ایک حد درجہ کے صادق اور راستباز انسان کے دل و دماغ کا نتیجہ ہوں اور کیا اس کا لفظ لفظ ظاہر نہیں کر رہا ہے کہ میں کسی منصوبہ باز اور دنیا ساز کے مناسب حال نہیں ہوں۔

اس کے بعد سب وہ حوالہ بیان کرتا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی وحی قرآنی وحی سے سرمو مخالف نہیں، ہوبہو مطابق و موافق ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:

”وکل ما فهمت من موهبات القرآن اوا الهمت من اللّٰه الرحمان فقيلتهٔ على شريطة الصحت والصواب والسمت وقد كشف على انه صحيح خالص يوافق الشريعة لاريب فيه ولا بس ولا شك ولا شبهة الى والرسول الكريم.“[۲]

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج۱۹، ص ۱۳۹ - ۱۳۸

۲۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۲۱

www.khatmenubuwwat.org

یعنی جو کچھ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف تفہیم ہوئی ہے یا الہامات نازل ہوئے ہیں ان سب کو میں نے اسی شرط سے قبول کیا ہے کہ وہ سب صحیح اور درست ہیں اور نشانات صداقت بھی ساتھ رکھنے اور مجھے کشفاً یہ ظاہر کہا گیا ہے کہ تمام الہامات صحیح اور خالص اور قرآن حکیم کے مطابق ہیں۔ ان میں کوئی شک و شبہ نہیں اور بغرض محال اگر کوئی الہام خلاف قرآن ہوتا، ردّی کی طرح پھینک دیتے اور وہی معنی مراد لیتے جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مراد تھی۔

اور فرماتے ہیں:

”وان القران مقدم علی کل شیء ووحی الحکم مقدم علی احادیث ظنیة بشرط ان تطابق القرآن ویه مطابقة قامة وبشرط ان تکون الاحادیث غیر مطابقة للقران وتوجد فی قصصها مخالفة لقصص صحف مطهره.“[1]

یعنی قرآن مجید ہر ایک چیز پر مقدم ہے۔ اور حکم کی وحی ظنی حدیثوں پر مقدم ہے۔ بشرطیکہ اس کی وحی قرآن مجید کے ساتھ مطابقت تامہ رکھتی ہو اور بشرطیکہ احادیث قرآن مجید کے غیر مطابق ہوں اور قرآن مجید کے قصوں کے برخلاف ان احادیث میں قصص مذکور ہوں۔

ان دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی وحی قرآن مجید کے موافق ہے۔ اس لیے اس کے معارض جو ظنی حدیثیں ہوں گی وہ قرآن مجید کے بھی معارض ہوں گی اس لیے قابلِ قبول نہیں ہیں۔ اور ردّی کی طرح پھینکنے کے قابل ہیں۔ لیکن احادیث صحیحہ کے متعلق جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات ہیں، ہمارا عقیدہ اور ہمارا مذہب بقول حضرت مسیح موعود علیہ السّلام یہی ہے جو آپ نے فرمایا۔“

اقتدائے قول او در جانِ ماست
ہرچہ زو ثابت شود ایمانِ ماست

(۷)

حدیث: فاعرضوه علی کتاب اللّٰه

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اعجاز احمدی میں فرمایا ہے کہ جو روایت قرآن مجید کے خلاف ہے اسے ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اور یہی اصل آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی مروی ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”تکثر لکم الاحادیث بعدی فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب اللّٰه فما وافق فاقبلوه وما

۱۔ مواہب الرحمٰن، روحانی خزائن، ج۱۹، ص ۲۸۸

www.khatmenubuwwat.org

خالف فردوه."[1]

کہ یعنی میرے بعد کثرت سے تمہارے پاس حدیثیں پہنچیں گی، پس جب تمہارے پاس کوئی حدیث میری طرف منسوب کر کے بیان کی جائے تو تم اس کو کتاب اللہ پر عرض کرو۔ پس جو کتاب اللہ کے موافق ہو، اسے قبول کرلو۔ اور جو اس کے مخالف ہو، اسے ردّ کردو۔

لیکن اس حدیث پر مختار مدعیہ نے یہ جرح کی ہے:

۱۔ کہ یہ حدیث توضیح تلویح اور اصول شاشی سے پیش کی گئی ہے اور وہ اصول فقہ کی کتابیں ہیں۔ کسی حدیث کی کتاب سے نقل نہیں کی گئی۔ اور جن کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے، وہ محدث نہیں ہیں۔

۲۔ فوائد المجموعہ میں علامہ شوکانی نے کہا ہے: **وضعته الزنادقة.** کہ یہ بے دینوں کی حدیث ہے اور یہی بات یحییٰ بن معین اور علامہ ذہبی کہتے ہیں۔ اور علامہ شوکانی نے کہا ہے کہ مفہوم کے لحاظ سے اس آیت کو **وَمَآ اٰتٰئكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰئكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا** (حشر،۷) ردّ کرتی ہے۔

۳۔ گواہ مدعا علیہ نمبر۱ کا یہ کہنا کہ حدیث بلاسند بھی معتبر ہوسکتی ہے۔ اور اصول حدیث کی کتاب شرح نخبۃ الفکر میں ایسا لکھا ہے، محض اتہام ہے۔ اور محض مغالطہ دینے کی کوشش دی گئی ہے اور صحیح مسلم جو صحیح بخاری کے ہم پایہ کتاب ہے۔ اس میں عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ اسناد دین سے ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ دیتا، لہٰذا بلا سند حدیث معتبر نہیں ہوسکتی۔

پہلی بات کا جواب:

مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کر کے کہ چونکہ یہ حدیث توضیح تلویح اور اصول شاشی سے پیش کی گئی ہے۔ اور وہ اصول فقہ کی کتاب ہے اس لیے قابل تسلیم نہیں ہے۔ فقہ حنفیہ کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے۔ گویا یہ تسلیم کرلیا ہے کہ وہ اصول جن پر فقہ حنفی مبنی ہے۔ وہ ایسی حدیثوں سے بھی وضع کیے گئے ہیں جو غیر معتبر اور وضعی ہیں کیا کوئی سچا حنفی اس خطرناک اعتراض کو صحیح تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوگا، ہرگز نہیں!

اب دیکھنا یہ ہے کہ جن کتب میں یہ حدیث آئی ہے، آیا ان کے مؤلفوں نے یہ حدیث وضع کر لی ہے، یا وہ فی الواقع اسے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث سمجھتے ہیں۔ مختار مدعیہ بھی اسی امر کے متعلق بجز اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے صحیح سمجھ کر یہ حدیث اصول فقہ کی کتابوں میں درج کی ہے اور صحیح قرار دے کر صحابہ کرام کے کلام سے اس کی تائید کی ہے۔ چنانچہ علامہ محمد فیض الحسن ابن علامہ فخر الحسن صاحب گنگوہی اصول شاشی میں یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

"**وتحقيق ذلک فيما روی عن علی ابن ابی طالبؓ انه قال كانت السرواة علی ثلاثة الاقسام. الی فلهذا المعنی وجب عرض الجز علی الكتاب والسنته المشهورة.**" (اصول شاشی، مطبوعہ مطبع نامی کانپور، ص۷۶)

۱۔ **اذا حُدثتم عنی حديثا......** کشف الخفاء، رقم ۲۲۰

www.khatmenubuwwat.org

یعنی اس حدیث کی حقیقت اس سے بھی ثابت ہوتی ہے جو علی ابن ابی طالب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، راوی تین قسم کے تھے۔ ایک مومن مخلص جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت میں رہے۔ اور آپ کے کلام کے معانی کو سمجھا۔ دوسرا اعرابی جو اپنے قبیلہ سے آیا۔ اور اس نے سنا جو سنا۔ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام کی حقیقت تک نہ پہنچا اور اپنے قبیلہ میں واپس آ کر آپ کے الفاظ سے سوا دوسرے الفاظ میں آپ کی بات بیان کی اور معنی بدل گئے۔ لیکن اس کا خیال یہی رہا کہ مطلب میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ تیسرا منافق جس کا نفاق غیر معروف تھا تو اس نے افتراء کر کے وہ باتیں روایت کیں جو اس نے سنی نہ تھیں۔ اور لوگوں نے اس سے سن کر اور اسے مومن مخلص سمجھ کر وہ روایت آگے بیان کی۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں میں شہرت پا گئی۔ پس اس وجہ سے روایت کا کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر عرض کرنا واجب ہو گیا۔

مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ حدیث کسی محدث نے بیان نہیں کی۔ قابل التفات نہیں ہے۔ کیونکہ تلویح میں یہ روایت امام بخاری کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے یہ روایت اپنی کتاب میں بھی بیان کی ہے۔ اور تلویح کے حاشیہ فزی میں لکھا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ:

''صاحب تلویح نے صاحب الکشاف کے اس جواب کو ردّ کیا ہے جو اس نے حدیث کے ضعیف ہونے کا دیا تھا کہ چونکہ امام ابوعبداللہ البخاری نے یہ حدیث اپنی کتاب میں ذکر کی ہے۔ اور وہ اس فن میں نہایت بلند پایہ اور اس صفت کا امام ہے۔ پس اس کا اس حدیث کو بیان کرنا ہی اس کی صحت کی کافی دلیل ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے کے طعن کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور صاحب تلویح کے ردّ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری نے جو حدیثیں اپنی صحیح میں ذکر کی ہیں، وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جس کا اس نے اثبات کیا ہے۔ اور ایک قسم وہ ہے جسے اس نے محض استشہاد اور تائید کے لیے ذکر کیا ہے۔ پہلی قسم تو بالکل صحیح ہے۔ بخلاف دوسری قسم کی۔ فزی کہتا ہے کہ اس تردید کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ یہ ردّ اس وقت تام کہلا سکتا ہے، جب کہ اسی حدیث کی تائید میں دوسری حدیث موجود نہ ہوتی۔ جو محمد بن جبیر مطعم سے مروی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''**ما حدثتم عنی مما تنکرون فلا تصدقوا فانی لا اقول المنکر وانما یعرف ذلک بالعرض علی الکتاب.**''[1]

یعنی اگر میں اپنی طرف سے کوئی ایسی بات جو تمہارے نزدیک منکر ہے، بیان کی جائے تو تم اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ میں منکر بات نہیں کہتا اور کسی بات کا منکر ہونا کتاب پر عرض کرنے سے ہی معلوم ہو گا۔'' (شرح التوضیح علی التنقیح، ص ۲۶۱)

اور اس حدیث کی تائید ایک اور صورت سے بھی ہو سکتی ہے جو امام بیہقی نے پوری سند کے ساتھ مدخل میں نکالی ہے، چنانچہ علامہ وحید الزمان صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں:

''**اخرج البیهقی فی المدخل باسناده عن ابی جعفر من رسول الله صلّی الله علیه وسلّم انه دعا الیهود فسألهم فحدثوه حتی کذبوا علی عیسیٰ فصعد رسول الله صلّی الله علیه وسلّم المنبر فخطب الناس وقال ان الحدیث سیفشر فما اتاکم عنی یوافق القران فهو عنی وما اتاکم عنی یخالف القرآن فلیس عنی.**'' (اشراق

۱۔ **ما حدثتم عنی......** مفتاح الجنۃ لسیوطی، ۱/ ۲۵

الابصار فی تخریج احادیث الانوار، مطبوعہ مصطفائی، دہلی، ص ۲۶)

یعنی رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہود کو بلاکر ان سے سوال کیا تو انہوں نے باتیں کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف بعض جھوٹ باتیں منسوب کیں تو آپ منبر پر چڑھے اور لوگوں میں یہ خطبہ کیا۔ اور فرمایا کہ عنقریب بہت باتیں پھیل جائیں گے۔ پس جو بات تمہارے پاس میری طرف سے قرآن مجید کے موافق پہنچے تو وہ مجھ سے ہوگی، اور جو مخالف قرآن پہنچے تو وہ مجھ سے نہیں ہوگی۔ پس بیہقی کی وہ حدیث بھی حدیث متنازعہ فیہ کی موید ہے، جس سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے۔

علاوہ ان کے اور بھی بہت سی احادیث اور روایات اس قسم کی پائی جاتی ہیں جن سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے اور اس حدیث کے معانی اور مفہوم کی مقوی اور محد ہیں۔ مثلاً دار قطنی میں ہے: کلامی لا ینسخ کلام اللّٰہ.[1] کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، میرا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کا ناسخ نہیں۔ پس جو حدیث بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کے مغائر منافی اور اس کی ناسخ ہوگی، وہ یقیناً حدیث مذکور کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کلام نہ ہوگا۔

اس طرح بخاری کی حدیث اوصی بکتاب اللّٰہ،[2] ما کان من شرطٍ لیس فی کتاب اللّٰہ فھو باطل قضاء اللّٰہ احق[3] اور حدیث: ماعندنا شیءٌ الا کتاب اللّٰہ، اور حدیث: انی ترکت فیکم ما ان تمسکتم بہٖ لن تضلوا کتاب اللّٰہ وسنتی، اور حدیث: ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنت رسولہ.[4]

اور مذکورہ ہر امر کے لیے کتاب اللہ کو محک اور کسوٹی قرار دیتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث یقیناً صحیح ہے اور اس کو موضوع کہنا لغو و باطل۔

۱۔ کلامی لا ینسخ...... سنن دار قطنی، رقم ۴۳۲۰

۲۔ اوصی بکتاب اللّٰہ...... بخاری، رقم ۲۷۴۰

۳۔ فما بال رجال منکم...... بخاری، رقم ۲۵۶۳

۴۔ ترکت فیکم امرین...... مؤطا امام مالک، رقم ۲۶۴۰

www.khatmenubuwwat.org

دوسری بات کا جواب

اوّل: تو اس حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث زنادقہ اور دجاجلہ کی مخترعہ ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ اس حدیث میں زندیقانہ اور ملحدانہ روش کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ یہ حدیث زنادقہ کی وضع کی ہوئی نہیں ہے۔

دوم: اگر اس حدیث کے مفہوم اور معانی پر غور کیا جاوے تو بھی صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ موضوع نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں ایک ایسا اصل بتایا گیا ہے کہ اگر اسے مدنظر رکھا جائے تو امت محمدیہ کا اکثر حصہ تباہی و بربادی سے بچ جاتا۔ محض اس اصل کو ترک کر دینے کی وجہ سے قرآن مجید کی تعلیم پس پشت ڈال دی گئی، اور روایات اور فقہ کی کتابوں پر دار و مدار سمجھ لیا گیا۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس فتنہ سے آگاہ کر دیا تھا جو احادیث موضوعہ سے پیدا ہونے والا تھا۔ جس سے بچنے کے لیے سرور کائنات نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب احادیث کثرت سے ہو جائے اور یہ نہ معلوم ہو سکے کہ فرمودہ نبوی کون سا ہے، تو اس وقت اس اصل کو مدنظر رکھنا کہ جو احادیث قرآن کریم کے موافق ہوں، انہیں قبول کر لینا اور جو احادیث قرآن کریم کے مخالف ہوں انہیں ردّ کر دینا۔ یہ اعلیٰ مفہوم ہے اس حدیث کا۔ کیا اس پاکیزہ و مفید مفہوم کی موجودگی میں یہ خیال کیے جانے کی گنجائش ہے کہ یہ حدیث موضوع اور زنادقہ کی اختراع ہو سکتی ہے۔

سوئم: بہت سی اور احادیث اور روایات اس حدیث کے مضمون کی تائید کر رہی ہیں۔ جن میں سے بعض اوپر بیان کی جا چکی ہیں۔

چہارم: کسی امام کے ایک حدیث کو موضوع کہہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ فی الواقعہ بھی موضوع ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اسے اس حدیث کی سند یا صحت کا علم نہ ہوا ہو۔ اور اس لیے اس نے اس کو موضوع کہا ہو اور جسے علم ہوا، اس نے صحیح کہا۔ مثلاً حدیث: ''**لولاک لما خلقت الافلاک**'' جس کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خاص خصوصیت میں سے ہے۔ جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں، اس کے متعلق صنعانی نے کہا ہے کہ موضوع ہے۔ (ملاحظہ ہو: فوائد المجموعہ للشوکانی، ص ۱۱۶)

اور گواہان کے مسلم مقتدا گنگوہی صاحب بھی اس کی کوئی اصل پائے جانے کے منکر ہیں اور حدیث **طلب العلم فریضتہ علٰی کل مسلم** کے متعلق ابن حبان نے کہا ہے: **وھو باطل لا اصل له.** کہ یہ حدیث باطل اور بے اصل ہے۔ حالانکہ یہ عقیلی اور ابن عدی نے انس سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ (فوائد المجموعہ، ص ۹۶)

پس صرف کسی کے اس قول کی بنا پر کہ یہ حدیث موضوع ہے، کوئی حدیث موضوع نہیں قرار دی جا سکتی، بلکہ موضوع قرار دینے والوں کے دلائل پر غور کر لینے کے بعد اس کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ متنازعہ فیہ حدیث پر دو قسم کی جرح کی گئی ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

مختار مدعیہ کی پہلی جرح

یہ حدیث یزید بن ربیعہ نے ابوالاشعث سے اور اُس نے ثوبان سے روایت کی ہے۔ اور یزید ابن ربیعہ مجہول ہے۔ اور اس کا ابوالاشعث سے سماع معروف نہیں ہے۔ یہ حدیث منقطع ہوگی۔

جواب: اس جرح کا ایک جواب تو یہ ہے کہ بہت ہی کم راوی ایسے ہیں جن کے متعلق ائمہ حدیث میں اختلاف نہ ہوا ہو۔ اگر ایک کہتا ہے کہ فلاں راوی نہایت راست باز ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور تیسرا کہتا ہے کہ وہ سیئ الحفظ۔ چوتھا کہتا ہے کہ وہ وضاع ہے۔ خود حدیثیں بنالیتا ہے۔ غرض کہ روایت کے متعلق کثرت سے اختلاف ہے۔ پس جب کسی راوی کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کے متعلق اختلاف ہے تو وہ حدیث اس وقت نہیں چھوڑنی چاہیے۔ جب تک کہ حدیث کا مفہوم بھی اس کے چھڑوانے پر مجبور نہ کرے۔ چنانچہ یزید ابن ربیعہ کے متعلق بھی متقدمین میں اختلاف ہوا ہے۔ ابومسعر نے کہا ہے:

کان یزید ابن ربیعة فقیها غیر متهم ما ننکر علیه اذ ادرک بالاشعث ولکن اخشی علیه سوء الحفظ والوهم.

یزید بن ربیعہ فقیہ تھا۔ اس پر کوئی اتہام نہیں لگایا جا سکتا اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس امر کا انکار کریں کہ اس نے ابوالاشعث کو پایا، البتہ مجھے اس پر سوء حفظ اور وہم کا ڈر ہے۔

اور ابن عدی نے کہا ہے: **ارجو انه لا باس به.** مجھے تو یہی امید ہے کہ اس میں کسی قسم کا حرج نہیں۔ (میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۶۰۰)

اور مولوی محمد فیض الحسن اور حافظ مولوی نور الحسن صاحب لکھتے ہیں: **فان قلت** سے **الٰی غیرہ** تک۔

یعنی ''اگر تو کہے کہ اس حدیث میں محدثین نے طعن کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث یزید بن ربیعہ نے ابوالاشعث سے اور اس نے ثوبان سے روایت کی ہے۔ اور یزید بن ربیعہ مجہول ہے۔ اور ابوالاشعث سے اس کا سماع غیر معروف ہے۔ تو یہ حدیث منقطع ہوگی۔ جس سے حجت پکڑنا درست نہیں ہوسکتا تو اس طعن کا جواب یہ ہے کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے یہ حدیث اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ اور وہ محدثین کے امام ہیں۔ پس یہ ان کا حدیث لانا ہی اس کی صحت کی کافی دلیل ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کے طعن پر التفات نہیں کیا جا سکتا۔'' (عمدۃ الحواشی بر حاشیہ اصول شاشی، مطبوعہ نامی کانپور، ص ۷۶)

اور تلویح کے حاشیہ فزی میں یہ لکھا ہے کہ چونکہ اس حدیث کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے جو محمد بن جبیر بن مطعم سے مروی ہے، اس لیے یہ حدیث صحیح ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

مختار مدعیہ کی دوسری جرح

علامہ شوکانی لکھتے ہیں، اس حدیث میں خود اس کا ردّ موجود ہے۔ کیونکہ جب ہم نے اسے کتاب اللہ پر عرض کیا تو اسے کتاب اللہ کی آیت: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (حشر، ۷) کے مخالف پایا اور خطابی نے کہا کہ اسے حدیث: اوتیت الکتاب ومثله معه ردّ کرتی ہے اور فیروز آبادی نے بھی حدیث یعنی اوتیت الکتاب ومثله معه کو لے کر اسے موضوع ٹھہرایا ہے۔

جواب: مولوی وحید الزمان حیدر آبادی نے اشراق الابصار فی تخریج احادیث الانوار میں ان اقوال کو درج کر کے لکھا ہے۔ وفیه مافیه. یعنی یہ جواب بہت کمزور ہے۔ چنانچہ حاشیہ پر وہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”اشارة الی ان هٰذا القول یجری فیما سکت الکتاب عنه واما اذا خالفه کما هوا المرادهھنا لعدم الموافقة فرده واجب.“

یعنی علامہ شوکانی نے جو آیت پیش کی ہے کہ رسول جو تمہارے پاس لائے، اسے لے لو، اور جس سے روکے، اس سے رک جاؤ۔ اور حدیث کہ مجھے قرآن اور اس کی مثل دیا گیا ہے تو اس سے مراد وہ اقوال یا وہ باتیں ہیں جن کے بارہ میں قرآن مجید ساکت ہے۔ اور لیکن اگر کوئی قول قرآن کے مخالف ہو جیسا کہ حدیث میں عدم موافقت بالقرآن سے مراد ہے تو ایسے قول کا ردّ کرنا واجب ہے۔

جب علامہ شوکانی وغیرہ کو حدیث: اذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب اللّٰه کی آیت: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (حشر، ۷)، اور حدیث: اوتیت القران ومثله سے مطابقت معلوم نہ ہوئی تو اسے موضوع ٹھہرا دیا۔ حالانکہ آیت میں یہ کہیں نہیں لکھا تھا کہ جو بات رسول قرآن مجید کے مخالف لائے تو اسے لے لو۔ اور نہ ہی حدیث میں یہ تھا کہ جو قرآن کی مثل آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیا گیا ہے وہ قرآن مجید کے مخالف ہے، بلکہ حدیث: اذا روی لکم عنی. اس آیت اور حدیث کی تفسیر کر رہی ہے کہ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اقوال کا موضوعہ اقوال سے جو افتراء کر کے آپ کی طرف منسوب کیے گئے ہوں، معلوم کرنا مشکل ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول وہی ہوگا جو قرآن مجید کے مخالف نہ ہو۔ اور اگر کوئی مخالف پاؤ تو یقیناً سمجھ لو، وہ قول افترا کے طور پر آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ شرح التوضیح علی التنقیح، صفحہ ۲۴۶ میں اذا روی لکم عنی حدیث کو ذکر کر کے لکھا ہے:

”فدل هٰذا الحدیث علٰی ان کل حدیث یخالف کتاب اللّٰه فانه لیس بحدیث الرسول صلّی اللّٰه علیه وسلّم وانما هو مفتری.“ کہ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے مخالف ہو تو وہ رسول اللہ کی حدیث نہیں، بلکہ وہ محض افترا ہے جو آپ پر کیا گیا ہے۔

پنجم: یہ حدیث مسلم اکابر ائمہ نے صحیح تسلیم کی ہے اور اس کے مطابق اپنا عقیدہ رکھا ہے۔ چنانچہ نور الانوار میں لکھا ہے:

www.khatmenubuwwat.org

''وتمسک الشافعیؒ ایضا فی عدم جواز نسخ الکتاب بالسنة لقوله علیه السّلام اذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب اللّٰہ تعالیٰ فما وافقه فاقبلوه والافردوه فکیف ینسخ بها.'' (نور الانوار، مطبوعہ مصطفائی، ص ۱۷۹)

۱۔ اور امام شافعیؒ نے کتاب کے سنت سے منسوخ نہ ہونے پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیث سے بھی دلیل پکڑی ہے کہ جب تمہارے پاس میری طرف سے کوئی روایت بیان کی جائے تو اسے کتاب اللہ پر عرض کرو۔ اگر اس کے موافق ہو تو لے لو، ورنہ اسے ردّ کر دو۔ پس سنت کے ساتھ کتاب اللہ کس طرح منسوخ ہوسکتی ہے۔

۲۔ اسی طرح تفسیر قادری میں زیر آیت: وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (روم، ۳۱) لکھا ہے۔ ''تیسیر میں شیخ محمد ابن اسلم طوسی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ ایک حدیث مجھے پہنچی کہ جو کچھ مجھ سے روایت کی جائے تو اسے قرآن شریف پر پیش کرو۔ اگر موافق ہو تو وہ روایت مجھ سے ہے تو میں نے اس حدیث کو کہ من ترک الصلوٰة متعمدًا فقد کفر.[1] چاہا کہ کسی آیت سے موافق کروں اور تیس برس تک میں نے فکر کی یہاں تک کہ یہ آیت پائی کہ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ.

بہت صاف بات ہے کہ اگر حدیث: اذا روی لکم عنی حدیث موضوع ہوتی تو یہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ ایک جلیل القدر امام اس پر عمل کر کے حدیث: من ترک الصلوٰة متعمدًا کی صحت قرآن کریم سے معلوم کرنے کے لیے تیس برس تک کوشش کرتے رہے۔ کیا شیخ محمد ابن اسلم طوسی قدس سرہٗ جیسے رفیع المرتبت امام کا جن کی جلالت شان محتاج بیان نہیں ہے۔ زنادقہ کی گھڑی ہوئی حدیث پر عمل کرنے میں طویل زمانہ ضائع کر دینا عقل انسانی تسلیم کرسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور عقل وانصاف سے واسطہ رکھنے والوں کو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ دراصل امام موصوف اس حدیث کو نہایت صحیح اور درست سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے آنجناب نے مدت دراز تک اس کے مطابق عمل کر کے بحر تلاش میں غواصی جاری رکھی اور بالآخر گوہر مقصود حاصل کر لیا۔

۳۔ اور علامہ جیونؒ اپنی تفسیر احمدی کے مقدمہ میں جو زمانہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تصنیف فرمائی تھی، آیت: مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (انعام، ۳۸) وغیرہ لکھ کر فرماتے ہیں: ''وقال النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم اذا بلغکم عنی حدیث فاعرضوه علیٰ کتاب اللّٰہ فان وافقه فاقبلوه والافردوه. ففی القران تصدیق کل حدیث وردعن النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم.'' (التفسیر الاحمدی، ص ۳، مطبوعہ مطبع پنجابی، لاہور)

یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب تمہیں میری طرف سے کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو۔ اگر اس کے موافق ہو تو اسے قبول کر لو، ورنہ اسے رد کر دو۔ پس قرآن مجید میں ہر ایک اس حدیث کی جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے وارد ہے، تصدیق موجود ہے۔

۱۔ من ترک الصلاة...... السلسلة الضعیفه والموضوعة، رقم ۲۵۰۸

www.khatmenubuwwat.org

ششم: جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے مفہوم کے لحاظ سے قرآن مجید کے مخالف ہے، انہوں نے صریح غلطی کی ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اس حدیث کی تصدیق وتائید کرنے والی آیات کثرت سے موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی شان میں فرماتا ہے:

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (بیّنہ،۳)، لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ م بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (فصلت،۴۲)، هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ (اسراء، ۹)، وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ (حاقہ، ۵۱)، حکمة بالغة تبيانًا لكل شىء، اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ (شوریٰ، ۱۷)، هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (بقرة،۱۸۵)، اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (طارق،۱۳)، لَا رَيْبَ فِيْهِ. (بقرة،۲)

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی کئی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ تمام صداقتوں پر مشتمل ہے۔ اور باطل کسی طور سے بھی اس کی طرف راہ نہیں پا سکتا۔ وہ سب سے زیادہ سیدھی راہ بتلاتا ہے وہ حق الیقین ہے۔ اس میں ظن اور شک کی جگہ نہیں۔ وہ کلمۃ بالغہ ہے۔ اس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے۔ وہ حق ہے اور میزان حق ہے، یعنی آپ بھی سچا ہے اور سچ کی شناخت کے لیے محک بھی ہے۔ وہ لوگوں کے لیے صداقت ہے۔ ہدایتوں کی اس میں تفصیل ہے اور حق و باطل میں فرق کرتا ہے۔ وہ قول الفصل ہے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔

پس جس کتاب کی یہ خصوصیات ہوں وہ کیوں احادیث کی صحت کا معیار نہ ٹھہرے۔ اور اپنی خصوصیات کی وجہ سے اللہ فرماتا ہے: فَبِاَىِّ حَدِيْثٍ م بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (جاثیہ، ٦) اور فَبِاَىِّ حَدِيْثٍ م بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ. (اعراف، ۱۸۵) یعنی تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ اس آیت میں صریح اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر قرآن کریم کسی امر کی نسبت قطعی اور یقینی فیصلہ دیوے یہاں تک کہ اس فیصلہ میں کسی طور شک باقی نہ رہ جائے اور منشاء اچھی طرح کھل جاوے تو پھر بعد اس کے کسی ایسی حدیث پر ایمان لانا جو صریح اس کے مخالف پڑی ہو، مومن کا کام نہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ، صفحہ ۱۸۶ میں ایک حدیث ترمذی اور دارمی سے منقول ہے، جس سے متنازعہ فیہ امر پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

”عن الحارث الاعور قال مررت فى المسجد فاذا الناس يخوضون فى الاحاديث فدخلت على علّى فاخبرته فقال او قد فعلوها. قلت نعم. قال اما انى سمعت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول الا انها ستكون فتنة قلت ما الخرج يا رسول اللّٰه قال كتاب اللّٰه فيه فباء ما قبلكم وخبر ما بعدكم وحكم ما بينكم هو الفصل ليس بالهزل من تركه من جبار قصمه اللّٰه ومن ابتغى الهدىٰ فى غيره اضله اللّٰه وهو حبل اللّٰه المتين من قال به صدق ومن عمل به اجزو من حكم بهٖ عدل ومن دعا اليه هدى الى صراط مستقيم.“[1]

یعنی حارث اعور نے کہا کہ میں مسجد میں جہاں لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور حدیثوں میں خوض کر رہے تھے، گزرا۔ سو میں یہ بات دیکھ کر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر حدیثوں میں کیوں لگ گئے ہیں۔ حضرت علیؓ کے پاس گیا اور آپ کو خبر دی۔ آپ نے مجھ سے

۱۔ الا انها ستكون فتنة...... ترمذی، رقم ۲۹۰٦

www.khatmenubuwwat.org

فرمایا، یقیناً سمجھ کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے۔عنقریب ایک فتنہ ہوگا، یعنی دینی امور میں لوگوں کو غلطیاں ہوں گی اور اختلاف میں پڑ جائیں گے اور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھیں گے۔ تب میں نے عرض کی کہ اس فتنہ سے کیونکر رہائی ہوگی۔ تب آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے ذریعہ سے رہائی ہوگی۔ اس میں تم سے پہلوں کی خبر موجود ہے۔ اور آنے والے لوگوں کی بھی خبر ہے۔ جو تم میں تنازعات پیدا ہوں ان کا اس میں فیصلہ موجود ہے اور وہ قول فصل ہے، ہزل نہیں۔ جو شخص اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا، اور اس کو حکم نہیں بنائے گا، خدا تعالیٰ اس کو گمراہ کر دے گا۔ وہ حبل اللہ المتین ہے جس نے اس کے حوالہ سے کوئی بات کہی، اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا، وہ ماجور ہے۔ اور جو اس کی رُو سے حکم بنا اس نے عدالت کی اور جس نے اس کی طرف بلایا، اس نے راہِ راست کی طرف بلایا۔

پس اس حدیث میں صریح طور پر خبر دی گئی ہے کہ اختلافات کے فتنہ کے وقت جو شخص قرآن مجید کو محک اور معیار اور میزان قرار دے گا، وہ بچ جائے گا۔ اور جو شخص اسے حکم نہیں بنائے گا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ حدیث بآواز بلند پکار رہی ہے کہ احادیث وغیرہ میں جس قدر اختلاف باہمی پائے جاتے ہیں، ان کا تصفیہ قرآن کریم کی رُو سے کرنا چاہیے اور یہی مفہوم حدیث: **اذا روی لکم عنی حدیث** کا بھی ہے۔ پس چونکہ یہ حدیث اپنے مفہوم اور معانی کی رُو سے قرآن مجید اور دوسری احادیث صحیحہ کے بالکل مطابق ہے اس لیے اس کو موضوع قرار دینا لغو و باطل ہے۔

ہفتم: صحابہ اور ان کے بعد دوسرے اکابر امت کا تعامل بھی اس حدیث کی صحت ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے بہت سی احادیث جو صحابہ میں رائج تھیں، قرآن مجید کے مخالف ہونے کی وجہ سے ردّ کر دی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر آیا کہ ابن عمرؓ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: **ان المیت یعذب فی قبرہ ببکاء اھلہ**[1] کہ میت کو اس کی قبر میں اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے تو حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ تو فرمایا تھا کہ ”**انہ لیعذب بخطیئتہٗ و ذنبہ و ان اھلہ لیبکون علیہ الاٰن**“[2] کہ اس میت کو تو اپنے قصوروں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ اور اس کے اہل اب اس پر روتے ہیں۔ دوسری روایات میں ہے کہ پہلی بات غلط ثابت کرنے کے لیے حضرت عائشہ نے آیت: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (انعام،۱۶۴) اور حضرت ابن عباس نے آیت: وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی (نجم،۴۳) پڑھی۔ (بخاری، ج ۱،ص ۱۵۶) پھر حضرت عائشہ نے فرمایا اور یہ قول آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس قول کی مانند ہے جو آپ نے اس کنویں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا، جس میں بدر کے مشرکین مقتول ڈالے گئے تھے کہ ان سے جو میں کہتا ہوں، سنتے ہیں اور اس وقت بھی آپ کا وہ مطلب نہیں تھا جو لیا گیا، بلکہ آپ نے فرمایا تھا:

انھم الاٰن لیعلمون ان ما کنت اقول لھم حق ثمّ قرأ نک لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی

۱۔ **ان المیت یعذب**...... صحیح بخاری، رقم ۱۲۸۷

۲۔ **انہ لیعذب بخطیئتہٗ**...... صحیح بخاری، رقم ۳۷۵۹

www.khatmenubuwwat.org

القبور.[۱]

کہ وہ اب ضرور جانتے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ حق ہے۔ پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی کہ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ ان کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں۔

اسی طرح مسروق سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ أرأی ربنا! کیا محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ تیرے اس قول سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ غور سے سن۔ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس نے وہ تیرے سامنے بیان کیں۔ اس نے جھوٹ بولا۔

من حدثک ان محمدا صلّی اللّٰہ علیه وسلّم رأی ربّه فقد کذب. ثم قراتُ لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر وما کان لبشران یکلمه اللّٰه وحیًا او من ورآء حجاب. ومن حدثک انه یعلم ما فی غدا فقد کذب ثم قرأت وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا. ومن حدث انه کم شیئًا فقد کذب ثم قرات یایها الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک الایة ولکنه رای جبرئیل علیه السّلام فی صورته مرتین.[۲]

یعنی جس نے تجھ سے یہ کہا کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے جھوٹ بولا، کیونکہ خدا تعالیٰ کو دیکھنا آیت: لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ (انعام،۱۰۳)، اور آیت: مَاکَانَ لِبَشَرٍ (آل عمران،۷۹) کے خلاف ہے اور اگر تجھے کوئی بتائے کہ جو کل ہونے والا ہے۔ اسے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جانتے ہیں تو اس نے بھی جھوٹ بولا۔ کیونکہ یہ آیت: وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ (لقمان،۳۴) کے مخالف ہے۔ اور اگر تجھے کوئی کہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وحی میں سے کچھ چھپا لیا ہے تو اس نے بھی جھوٹ بولا، کیونکہ ایسا کہنا آیت: یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (مائدہ،۶۷) کے خلاف ہے اور سورہ نجم کی آیت: وَلَقَدْ رَاٰهُ بِا لْاُفُقِ الْمُبِیْنِ (تکویر،۲۳)، اور آیت: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی (نجم،۱۳) سے جبرئیل کو اس کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھنا مراد ہے۔

حضرت عائشہؓ کے تعامل سے بھی کہ وہ احادیث کو قرآن مجید سے ردّ کر دیتی تھیں۔ صاف ظاہر ہے کہ حدیث: **اذا روی لکم عنی** بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حضرت عائشہؓ صدیقہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

چنانچہ حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو ردّ کر دیا کہ وہ کہتی تھی کہ مطلقہ ثلث کو نفقہ و سکنیٰ نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کتاب وسنت کو ایک عورت کے قول و روایت سے ردّ نہیں کر سکتے۔ معلوم نہیں کہ اس کو یاد رہا یا بھول گئی۔ اور حضرت عائشہؓ نے سکنیٰ نہ دینے کی وجہ خاص بیان کر دی، جس کو فاطمہ نہ سمجھی تھی۔ اور حضرت عائشہؓ کو جب خبر ملی کہ حضرت عمر و عبداللہ بن عمر اہل میت کے رونے سے میت کو معذب ہونا روایت کرتے ہیں۔ تو آیت قرآن سے جو مثل قاعدہ کلیہ کے ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (انعام،۱۶۴) سے ردّ کیا اور کہا کہ قرآن تم کو بس کافی ہے۔

(۲) اس طرح ابن سعد اور طبرانی نے مقنع تمیمی سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور

۱۔ انهم لعلمون الأن...... صحیح بخاری، رقم ۱۳۷۱
۲۔ من حدتک ان محمدًا...... صحیح بخاری، رقم ۴۸۵۴

www.khatmenubuwwat.org

میں نے عرض کی کہ لوگ اس طرح آپ کی حدیث میں خوض کرتے ہیں تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ہاتھ اتنے اونچے اٹھائے کہ مجھ کو آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور یوں دعا کی: ''اللھم لا اجل لھم ان یکذبوا علی.'' کہ اے خدا! میں ان کے لیے یہ جائز نہیں قرار دیتا کہ وہ مجھ پر جھوٹ باندھیں۔ مقنع نے کہا:

''فلم احدث بحدیث عنه علیه السّلام الاحدیث نطق بهٖ کتاب اوجرت بهٖ سنته یکذب علیه فی حیاتهٖ فکیف بعد مماتهٖ.'' (موضوعات کبیر، ص ۶)

یعنی میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس دعا کے بعد آپ کی طرف کوئی حدیث بیان نہیں کی، مگر وہی جو منطوق کتاب اللہ کے مطابق ہو، یا اس پر سنت جاری ہو، یعنی سنت سے ثابت ہو، آپ کی زندگی میں آپ پر جھوٹ باندھا جاتا ہے تو آپ کی وفات کے بعد کیا حالت ہوگی۔

(۳) امام ملا علی قاریؒ موضوعات میں لکھتے ہیں:

''الکریم حبیب اللّٰه ولو کان فاسقًا والبخیل عدو اللّٰه ولو کان راھبا لا اصل له بل الفقرة الاولیی موضوعة لمعارضتھا بنص قوله تعالٰی ان اللّٰه یحب التوابین واللّٰه لایحب الظلمین والفاسق امام من الظلمین او الکافرین.'' (موضوعات کبیر، ص ۶۲)

یعنی اس حدیث کا پہلا ٹکڑا ''**حبیب اللّٰه ولو کان فاسقا**'' اس لیے موضوع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ (بقرۃ، ۲۲۲)، اور وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (آل عمران، ۵۷) کے معارض ہے، کیونکہ فاسق یا ظالم ہوگا یا کافر۔

(۴) اس طرح فوائد مجموعہ شوکانی میں لکھا ہے:

''حدیث مامات النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم قرأ وکتب قال الطبرانی منکر معارض للکتاب العزیز.'' (فوائد مجموعہ، ص ۱۱۶)

یعنی یہ حدیث کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فوت نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ پڑھ لکھ لیتے تھے۔ طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث بوجہ معارض ہونے قرآن مجید کے منکر یعنی غیر صحیح ہے۔ یہ ہے حدیثوں کے متعلق گذشتہ اماموں کا روشن اور نورانی طریق عمل اور اس کے ہوتے ہوئے حدیث: **اذا روی لکم عنی** کی صحت کے خلاف کسی کی لب کشائی بجوئے نمے ارزد یہ ہے حدیثوں کے متعلق گذشتہ اماموں کا روشن اور نورانی طریق عمل اگرچہ بات نہایت صاف اور مطلب بالکل واضح ہو چکا ہے اور از روئے انصاف گنجائش چون و چرا کی مطلق باقی نہیں رہی ہے۔ تاہم میں اس پر اکتفاء نہ کر کے گواہان مدعیہ ومختاران مدعیہ کی ذہنیت کی رعایت سے چند حوالہ اور پیش کرتا ہوں۔ اور حوالے بھی ایسے جو میرے مدعا کو مختاران مدعیہ کی نظر میں روشن سے روشن تر اور مختاران مدعیہ کو حیران وششدر بنا دینے والے ہی نہیں، بلکہ یہ بھی ظہر کر دینے والے ہیں کہ مختاران مدعیہ حالات اندرون خانہ سے بھی کتنے ناواقف اور بے خبر ہیں۔ تمام دیوبندیوں کے مسلم مقتدا اور امام جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند اپنی مشہور عالم کتاب ہدیۃ الشیعہ میں فرماتے ہیں کہ اہلسنّت ''کلام اللہ کے سامنے کسی کی نہیں سنتے، یہاں تک کہ احادیث کو بھی اس پر مطابق

کر کے دیکھتے ہیں، اگر موافق نکلے تو فبہا، ورنہ موافق مثل مشہور کالائے زبون بریش خاوند اس کو راویوں کے سر مارتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ راویوں کا قصور ہے۔ القصہ عقل ونقل کی کسوٹی دین و دنیا میں امام سمجھتے ہیں۔'' (ہدیۃ الشیعہ، ص ۱۰)

حالانکہ حضرت اقدس کا یہ قول نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سچی حدیثوں کے متعلق ہرگز نہیں تھا، بلکہ ان کے متعلق تھا۔ جو غلطی سے حدیثیں خیال کی جاتی تھیں اور درحقیقت حضور کی حدیثیں نہیں تھیں، بلکہ جعلی اور موضوع تھیں اور مفروضہ طور پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے حدیثیں کہلاتی تھیں۔ اب میں نے اس قسم کی حدیثوں کے متعلق مولوی محمد قاسم صاحب کا بھی ایک ایسا حوالہ پیش کر دیا ہے، جس میں وہ ایسی حدیثوں کو جو خلاف قرآن ہوں، راویوں کے سر مارنے پر ہی اکتفاء نہیں کرتے، بلکہ ان کو کالائے زبون بھی ٹھہراتے ہیں۔ کیا مختاران مدعا علیہ مولوی صاحب کو بھی احادیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ردّی کی ٹوکری میں ڈال دینے سے بھی زیادہ بے وقعتی کرنے، یعنی لوگوں کے سر مار دینے والا قرار دے کر کافر و مرتد ٹھہرائیں گے۔

اور مولوی محمد قاسم صاحب جواب سرسیّد احمد خان تصفیۃ العقائد، صفحہ ۸ میں فرماتے ہیں: کلام اللہ نہ کسی محدث کا قول معتبر ہوگا، نہ کسی مفسر کا، بلکہ خود حدیث اگر مخالف کلام اللہ ہو تو موضوع سمجھی جائے گی۔ مگر تخالف و توافق کا سمجھنا مجھ جیسوں کا کام نہیں، اس کے لیے تین علموں کی ضرورت ہے۔ ایک تو علم یقینی، معانی قرآن، دوسرے علم یقینی، معانی قول مخالف، تیسرے علم یقینی اختلاف جس کو یہ منصب خدا عطا کرے اس کے بڑے نصیب۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ علامہ صاحب کے قول: ''ہم جیسوں سے'' ان کے نزدیک مختار مدعیہ نمبر ا کے دینی بزرگ سرسیّد رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ مراد ہیں، نہ اپنے جیسے لوگ اور نہ اپنے بزرگوں اور استادوں جیسے۔ کیونکہ آپ ہدیۃ الشیعہ میں یہ اقرار فرما چکے ہیں کہ اہل سنت ان حدیثوں کو جو مخالف کلام اللہ ہوں، راویوں کے سر مارتے ہیں اور اس قول کے مطابق ایسے لوگ جو مخالف قرآن احادیث کو راویوں کے سر مارنے والے ہوں، ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ہاں ہر شخص کا یہ کام نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

سنی غلط نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ وہ بفضل تعالیٰ ان عیوب سے پاک ہیں، بلکہ جیسے کسوٹی پر چاندی سونے کو لگا کر کھوٹا پرکھ لیتے ہیں۔ سنی کلام اللہ پر روایات کو مطابق کر کے صحیح وضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں۔ (ہدیۃ الشیعہ، ص ۱۹۰)

اور فرماتے ہیں:

''جس صورت میں کلام اللہ میں رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (فتح، ۲۹) ہو اور اس کے تمہارے نزدیک یہی معنی ہوں کہ ان میں ہرگز کبھی رنج ہوتا ہی نہیں، تو موافق قاعدہ اصول کے ان روایات کا اعتبار نہ ہوگا، جو کلام اللہ کے مخالف ہیں۔'' (ہدیۃ الشیعہ، ص ۷۹)

روایات سے مراد اس قول میں احادیث ہیں۔

کیا مختاران مدعیہ کے لیے اپنے اس مسلمہ امام کی یہ صراحت موجود ہوتے ہوئے بھی حدیث: اذا روی لکم عنی کے متعلق یہ کہنے کی از روئے انصاف کوئی گنجائش ہے کہ یہ حدیث بلحاظ معنی ومفہوم کے بھی قرآن مجید کے خلاف ہے اور قابلِ اعتبار نہیں۔

تیسری بات کا جواب

مختار مدعیہ کا گواہ مدعا علیہ نمبر ا کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا یہ قول کہ حدیث بلا سند بھی معتبر ہوسکتی ہے۔ اور اصول حدیث کی کتاب شرح نخبۃ الفکر میں ایسا لکھا ہے۔ محض اتہام ہے۔ عدالت کو صریح مغالطہ دینا ہے۔ کیونکہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے بجواب اپنے دعویٰ کے ثبوت میں شرح نخبۃ الفکر کی عبارت دکھا دی تھی اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''حدیث مشہور کا اطلاق ایک تو اس پر ہوتا ہے جو ہم لکھ چکے ہیں۔ اور جو حدیث زبانوں پر چڑھی ہوئی ہو اس کو بھی مشہور کہتے ہیں اور یہ تعریف ان حدیثوں کو بھی شامل ہے جس کے لیے ایک سند پائی جاتی ہو اور جس کی کوئی سند نہ ہو۔''

چنانچہ حاشیہ میں اس کی مثال جس کی کوئی سند نہیں پائی جاتی، **لولاک لما خلقت الافلاک**، لکھی ہے، جسے مختار مدعیہ بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات میں سے تسلیم کرتا ہے اور اس کی سند نہ ہونے کی وجہ سے صنعانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فوائد المجموعہ للشوکانی، ص ۱۱۶)

اور اس طرح حدیث: **علماء امتی کانبیا بنی اسرائیل**، جسے امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات، جلد ا، صفحہ ۲۶۷ میں، جو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ اور ان کے مقتداؤں کو بھی علم ہے۔ اس کی بھی کوئی سند نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ فوائد المجموعہ للشوکانی، صفحہ ۱۰۱ اور موضوعات کبیر، صفحہ ۵۷ اور المصنوع فی احادیث الموضوع، صفحہ ۱۷ میں ابن حجر اور زرکشی اور دمیری اور عسقلانی کا قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس طرح حدیث اختلاف امتی رحمۃ کے متعلق موضوعات کبیر، صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، حالانکہ دیوبندیوں کے مسلّمہ بزرگ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے البراہین القاطعہ، صفحہ ۳۲ میں جو مولوی رشید احمد صاحب کی مصدقہ ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب نے لطائف قاسمیہ، مطبوعہ مجتبائی، صفحہ ۲۷ میں اس حدیث کو صحیح قرار دے کر پیش کیا ہے۔

اس طرح البراہین القاطعہ، صفحہ ۵۱ میں اس حدیث کو جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔'' صحیح قرار دے کر پیش کیا ہے۔ حالانکہ اس کے متعلق بھی لکھا ہے: **لا اعلم خلف جداری هذا قال ابن حجر لا اصل لهٗ**. (فوائد المجموعہ، ص ۱۱۶) کہ ابن حجر نے کہا، یہ حدیث بے اصل ہے۔

پس مذکورہ بالا احادیث جن کی کوئی سند نہیں پائی جاتی، ائمہ اور اکابر امت میں صحیح تسلیم کی گئی ہیں۔ اور زبان زد خلائق ہیں۔ اور مشہور کی قسم میں داخل ہیں اور بلا سند معتبر ہیں۔ ہاں عبداللہ بن مبارک کے قول کے مطابق اسناد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی حدیث اس حد تک قبولیت کا درجہ پا چکی ہو کہ اس کے لیے سند کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی ہو اور وہ بلا سند مشہور ہوگئی ہو۔ تو وہ حدیث بھی اس حدیث کی طرح جس کی سند بیان کی گئی ہے، معتبر سمجھی جائے گی۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہے کہ باوجود ان کی سندوں کے نہ ہونے کے اکابر ائمہ اور جیّد علماء انہیں صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

www.khatmenubuwwat.org

ورسلہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور آپ کے تمام پیرو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور حضرت اقدس کی کتابوں میں متعدد جگہ ایمان بالرسل کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ آپ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۴۱ میں فرماتے ہیں: ’’اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا اور آدم کو پیدا کیا۔ اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں۔ اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پیدا کیا، جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔‘‘[1]

اور فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ **اٰمنت باللّٰہ وملآئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والبعث بعد الموت واشھد ان لآ الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ**۔‘‘[2]

اور اسی طرح آپ نے مضمون ملحقہ چشمہ معرفت آیت: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ (بقرۃ، ۲۸۵)، جس میں تمام ایمانیات کا ذکر ہے، کو تحریر کیا ہے اور اپنی متعدد کتب میں ایمان بالرسل کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ گواہان مدعا علیہ کے بیانوں سے واضح ہے۔ اس کے بعد مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود پر انبیاء اور امت محمدیہ وغیرہ کی توہین کے الزامات لگائے ہیں۔ جن کا جواب عنوان توہین کے ذیل میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سردست میں اس اعتراض کو لیتا ہوں جو مختار مدعیہ نے ۱۷/ اکتوبر کی بحث میں پیش کیا ہے۔ ۱۰/ اکتوبر کی بحث میں بھی کہ مرزا صاحب نے کرشن ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور گواہ مدعا علیہ نے جواب جرح میں کہا ہے کہ کرشن کو نبی ماننا خلاف قرآن نہیں۔ الغرض مختار مدعیہ کے اعتراض کا ماحصل یہ ہے کہ ایک غیر نبی، بلکہ ایک کافر کو زمرہ انبیاء میں داخل کرنا کفر ہے اور پھر اس کے مثیل ہونے کا دعویٰ کفر در کفر ہے۔

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے نہ تو کسی کافر یا مومن غیر نبی کو زمرہ انبیاء میں داخل فرمایا ہے، اور نہ کسی کافر کے مثیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

پہلے میں اس امر پر نظر کرتا ہوں کہ آیا سری کرشن جی کافر تھے، یا مومن اور نبی۔ اور اس کے لیے قرآن شریف کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نبی ہونا خلاف قرآن نہیں۔ بلکہ بالکل مطابق قرآن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ (فاطر، ۲۴) یعنی دنیا میں کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں خدا تعالیٰ نے کوئی ڈرانے والا نہ بھیجا ہو۔ اور فرمایا ہے: مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ (غافر، ۷۸) یعنی (اے نبی کریم!) ہم نے بعض رسول کا ذکر تم سے کیا ہے اور بعض کا نہیں کیا۔

ان آیتوں میں سے ایک آیت میں تو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن شریف میں کل نبیوں کا ذکر نہیں۔ صرف بعض کا ہے اور بعض نبی ایسے بھی ہیں جن کا قرآن شریف میں کچھ ذکر نہیں آیا۔ اور ایک آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کی ہر قوم میں خدا کی طرف سے ڈرانے والے یعنی نبی آئے ہیں۔ اور جب ہر قوم میں نبیوں کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ ہندو

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۴۵　　　　۲۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۰۲

www.khatmenubuwwat.org

بھی ایک بہت بڑی قوم ہے۔ پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ بڑی قوم میں کوئی نبی نہ بھیجا گیا ہو۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ نذیر کے لفظ سے نبی مراد ہونا ضروری نہیں، عالم وغیرہ بھی مراد ہو سکتے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ جس آیت میں یہ لفظ نذیر آیا ہے، اس سے پہلے اس لفظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی مخاطب فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ. (فاطر،۲۳،۲۴) یعنی تو ایک نذیر ہے اور ہم نے تجھے حق کے ساتھ بشیر و نذیر کر کے بھیجا ہے۔ اور کوئی امت نہیں ہے مگر ہماری طرف سے اس میں ایک نذیر گزرا ہے۔

سیاق کلام بتا رہا ہے کہ اس آیت میں نذیر سے مراد نبی ہی ہے۔ علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا. (نحل،۳۶) یعنی ہم نے ہر امت میں اپنا رسول ضرور بھیجا ہے۔ اور اس سے لفظ نذیر کی اچھی طرح تشریح ہوگئی۔ اور ظاہر ہوگیا کہ ہر امت میں خدا کا نبی و رسول ضرور آیا ہے۔ پھر قرآن مجید اور صحف انبیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے نبی کا ذکر دنیا میں زیادہ مدت تک قائم نہیں رکھا جاتا، بلکہ جلد منقطع کر دیا جاتا ہے اور اس کا کوئی نام پورا نہیں رہتا۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

نظام عالم میں جہاں اور قوانین ہیں، یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوتی، بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ خدا نے کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتا سکے۔'' (مقدمہ تفسیر ثنائی، ج۱،ص ۱۶)

پس ہندوستان کا ایک بڑا ملک اور ہندو قوم کا ایک بڑی قوم ہونا اور سری کرشن جس کا ہزاروں سالوں سے اس ملک اور قوم میں اعلیٰ درجہ کا برگزیدہ اور خدا رسیدہ سمجھا جانا اور غیر معمولی عزت وعظمت سے دیکھا جانا بتا رہا ہے کہ درحقیقت وہ خدا کے نبی تھے، ورنہ ایک جھوٹے کے لیے خدا کی عزت اتنی دیرپا عزت کبھی گوارا نہیں کرسکتی۔ حق پسند طبائع کے لیے تو یہ بیان نہایت تسلی بخش بیان ہے کہ جب قرآن شریف سے سری کرشن جی کا نبی ہونا پایا جاتا ہے تو ان کے مثیل ہونے کا دعویٰ ایک نبی کے مثیل ہونے کا دعویٰ ہوا، پھر اس کا کفر سے تعلق، لیکن جو لوگ باوجود اس کے مقبول اور قابل قبول ہونے کے اس کو قبول نہ کریں، اُن پر بڑے بڑے علماء وفضلاء بلکہ اولیاء وائمہ تک کو کافر و مرتد ماننا پڑے گا۔ یہ کیونکہ انہوں نے حضرت کرشن جی کو نبی مانا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ بعض حضرات نے انہیں آیتوں سے ان کی نبوت پر استدلال کیا ہے۔ اور طرہ یہ کہ مختاران مدعیہ کے مقتداؤں اور پیشواؤں نے اس معاملہ میں دوسروں سے بڑھ کر حصہ لیا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں:

''اوّل تو قرآن شریف میں ارشاد ہے: وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ. (فاطر،۲۴) جس کے یہ معنی ہیں کہ کوئی امت یعنی گروہ عظیم الشان نہیں ہے، جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔ پھر کیونکر یہ کہہ دیجیے کہ اس ولایت ہندوستان میں، جو ایک عریض وطویل ولایت ہے، کوئی ہادی نہ پہنچا ہو۔ کیا تعجب ہے کہ ہندو صاحبان جن کو اوتار کہتے ہیں، یہ اپنے زمانے کے نبی یا ولی یا نائب نبی ہوں۔ دوسرے قرآن شریف میں بھی ارشاد ہے: مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ. (غافر،۷۸) جس کا حاصل یہ ہوا کہ بعض انبیاء کا قصہ تو ہم نے تجھ سے بیان کر دیا ہے اور بعضوں کا قصہ بیان نہیں کیا۔ سو کیا عجیب ہے کہ انبیاء ہندوستان بھی انہیں میں سے ہوں جن کا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا۔'' (مباحثہ شاہجہانپور مابین مولوی محمد قاسم و پنڈت

www.khatmenubuwwat.org

دیا نند و منشی اندرمن و پادری اسکاٹ و نولس صاحبان، منعقدہ ۱۲۹۵ھ، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، ص ۳۱، ۳۲)

(۲) اسی طرح مولوی محمد علی صاحب کانپوری ثم مونگیری اپنی کتاب ارشاد رحمانی و فضل یزدانی مطبوعہ مطبع منبع فیض شاہجہانی میں اپنے پیر حضرت قدوۃ الکملا و اسوۃ الفضلا ہادی مراحل شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت محیط رجال کرام و مرجع خواص و عوام قطب دوران غوث زمان مولانا فضل الرحمان صاحب کا ارشاد لکھتے ہیں:

ایک روز بعد عصر بخاری شریف کے سبق میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کا ذکر آیا۔ صاحب زادہ صاحب احمد میاں نے فرمایا کہ کنہیا کی سولہ ہزار گوپیاں تھیں۔ ارشاد ہوا کہ حضرت کے پیشتر یہ لوگ مسلمان تھے۔ فقیر کہتا ہے کہ بعض اور حضرات نقشبندیہ نے بھی ایسا ہی کچھ کہا ہے۔ چنانچہ قیوم دوران حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ اس شخص کی خواب کی تعبیر میں فرماتے ہیں، جس نے دیکھا تھا کہ ایک جنگل آگ سے بھرا ہوا ہے اور کنہیا اس کے بیچ میں ہے اور رام چندر اس کے کنارہ پر۔ ایک شخص نے اس کی تعبیر میں بیان کیا کہ یہ لوگ کافروں کے سردار ہیں، اس لیے جہنم کی آگ میں جلتے ہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا، اس کی تعبیر دوسری ہے۔ جتنے لوگ گزر گئے ہیں، ان میں سے کسی خاص شخص پر کفر کا حکم کرنا، بغیر ثبوت شرعی، جائز نہیں ہے۔ اور ان دونوں کا حال نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث میں۔ اور قرآن مجید میں آ چکا ہے کہ ہر قریہ میں ہدایت کرنے والا گزرا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہنود میں کوئی ہادی گزرا ہوگا۔ اس تقدیر ہو سکتا ہے کہ لوگ اپنے عہد میں ولی ہوں یا نبی اور رام چندر نسبت سلوکی تعلیم کرتا ہے۔ اور کشن نسبت جذبی چونکہ کنہیا میں ذوق شوق کا غلبہ تھا، اس لیے وہ عشق و محبت کی آگ میں جلتا ہوا نظر آیا اور رام چندر پر سلوک غالب تھا، جذب کو طے کر چکا تھا، اس وجہ سے وہ اس آگ کے کنارے نظر آیا۔ حضرت حاجی محمد افضل قدس سرہٗ نے اس تعبیر کو پسند کیا اور خوش ہوئے۔'' (ارشاد رحمانی فضل یزدانی، ص ۴۷، ۴۸)

ان عبارتوں میں جن صاحبوں نے سری کرشن جی اور سری رامچندر جی کے مومن اور ولی ہونے اور نبی ہونے کا خیال ظاہر کیا ہے، یہ سب مختاران مدعیہ کے مسلم بزرگ ہیں۔ اور مولانا محمد قاسم صاحب نے تو کرشن جی اور رام چندر جی کی نبوت پر انہی آیتوں سے روشنی ڈالی ہے، جو میں نے ابتدائے بیان میں اس غرض سے پیش کی ہیں۔

اب کیا مختار مدعیہ مولوی محمد قاسم صاحب اور دیو بندیوں کے دوسرے مسلم بزرگ اور مختار مدعیہ نمبر۲ کے قبلہ و کعبہ مولوی محمد علی صاحب کانپوری ثم مونگیری سابق ناظم ندوۃ العلماء اور شہرۂ آفاق بزرگ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب گنج مراد آبادی اور قیوم دوران حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید علیہ الرحمۃ اور حضرت حاجی محمد افضل قدس سرہٗ، غیر انبیاء کا زمرہ انبیاء میں داخل کرنے والا قرار دے کر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے گا۔

یہ بیان نامکمل رہ جائے گا۔ اگر میں اس موقع پر ان سب حضرات کے مقتدا و پیشوا امام ربانی حضرت الشیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا ارشاد فیض رشاد بھی نہ سنا دوں۔ آنجناب فرماتے ہیں:

و در امم سابقہ کہ ملاحظہ مے کند کہ کم بقعہ مے یابد کہ در آنجا بعثت پیغمبر نہ شدہ باشد حتی کہ در زمین ہند کہ دور از یں معاملہ مینماید نیز مے یابد کہ از اہل ہند پیغمبران مبعوث شدہ اند دعوت بہ صانع جل شانہٗ فرمودہ اند و در بعضے بلاد ہند محسوس میگردد کہ انوار انبیاء در ظلمات شرک در رنگ مشعلہا فروختہ اند...... اینجا کوتہ اندیشے سوال نہ کند کہ اگر در زمین ہند انبیاء مبعوث مے شد مذہر آئینہ جز

بعثت ایشاں نیز بما میرسید بلکہ آں جز از جہت تو فرد واعی بتواتر منقول می گشت۔ ولیس فلیس۔ زیرا کہ گویم کہ دعوت ایں پیغمبراں مبعوث عام نبود بلکہ دعوت بعضے مخصوص بیک قوم بودہ بعضے دعوت بیک قریہ و یا بیک بلدہ بودہ تواند بود کہ حضرت حق سبحانہٗ درقومی یا در قریہ شخص را بایں دولت مشرف ساختہ باشد و آن شخص آن قوم یا اہل آن قریہ را دعوت معرفت صانع جل شانہ کردہ باشد و منع از عبارت غیر او تعالیٰ نمودہ...... الفاظ رسالت و نبوت و پیغمبری از لغات عرب و فارس آمدہ بواسطہ اتحاد دعوت پیغمبر ما علیہ وعلی آلہ وعلیٰ جمیع الانبیاء الصلوات والتسلیمات وایں الفاظ درلغت ہند نبودہ تا انبیاء مبعوثہ ہند را نبی یا رسول یا پیغمبر گویند و باین اسامی ایشاں را یاد کنند...... اگر انبیاء در ہند مبعوث نہ شدہ باشند وہم زبان ایشان بایشان دعوت نکردہ باشد ہر آئینہ حکم اینہا حکم شاہق جبل بود باوجود تمرد دعویٰ الوہیت بدوزخ نہ درآیند و عذاب مخلد ایشان رانشود و ہذا محالا یرتضیہ العقل السلیم والا یساعدہ الکشف الصحیح فانا نشاہد بعض مردتہم فی وسط الجحیم۔ (مکتوبات، ج ۱، ص ۲۸۴، ۲۸۵، مکتوب ص ۲۵۹)

اس عبارت کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے ’’کہ ہندوستان میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں۔ اور ہندوستان کے بعض شہروں کے اندر شرک کی تاریکیوں میں انبیاء کے انوار مشعل کی طرح روشن معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس جگہ کوئی کوتہ اندیش یہ سوال نہ کرے کہ اگر ہند میں انبیاء مبعوث ہوئے ہوتے تو ہم کو بھی اس کی خبر ہوئی۔ کیونکہ خبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہند میں جو انبیاء مبعوث ہوئے ہیں، ان کی دعوت عام نہیں تھی۔ بعض ایک مخصوص قوم کے لیے تھے۔ اور بعض ایک گاؤں کے لیے اور بعض ایک شہر کے لیے اور وہ نبی اور رسول اور پیغمبر کے نام سے مشہور نہیں ہوئے کیونکہ یہ الفاظ عربی و فارسی کے تھے۔ ہندوستان کی زبان کے نہیں تھے۔ اور اگر یہ پایا جائے کہ ہندوستان میں انبیاء مبعوث نہیں ہوئے اور اہل ہند کو ان کی زبان میں دعوت نہیں دی گئی تو پھر یہاں کے لوگ بھی انہیں لوگوں کے حکم میں ہوں گے جو بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے ہوں۔ اور جنہیں کسی رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو تو اس صورت میں یہاں جو سرکش اور مدعی الوہیت وغیرہ گزرے ہیں، چاہیے کہ انہیں جہنم کا عذاب نہ ہو۔ اور یہ وہ بات ہے جس کو قبول کرنے کے لیے عقل سلیم تیار نہیں ہے۔ اور کشف صحیح بھی اس کو ردّ کرتا ہے اور اس کی تائید نہیں کرتا ہے۔ کیونکہ ہم کشفاً ان کے بعض سرکشوں کو دوزخ میں پڑا ہوا مشاہدہ کرتے ہیں۔‘‘

اس عبارت میں بڑی صراحت و وضاحت اور بڑے شد و مد سے ہندوستان میں نبیوں اور رسولوں کا آنا بیان کیا گیا ہے۔ اور ان لوگوں کو جو اس میں کلام کریں، مثلاً یہ کہیں کہ ہم کو ان کی آمد کیوں معلوم نہ ہوئی، کم سمجھ اور کم فہم قرار دے کر یہاں کے انبیاء کی آمد معلوم نہ ہو سکنے کی یہ وجہ بتائی ہے کہ یہاں کے انبیاء، رسول اور نبی اور پیغمبروں کے نام سے مشہور نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ الفاظ ان کی زبان کے نہیں ہیں۔ اور چونکہ وہ ان ناموں کی بجائے اور ناموں سے مشہور ہوئے اس لیے ان کا نبی و رسول ہونا عام طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ اور پھر بتایا ہے کہ ہندوستان میں نبیوں کا نہ آنا ایسی بات ہے جس کو عقل سلیم کسی طرح قبول نہیں کر سکتی۔ کیونکہ جہاں نبی نہ آیا ہو وہاں کے نافرمان باشندے دوزخ میں نہیں ڈالے جا سکتے۔ حالانکہ یہاں کے نافرمان و سرکش باشندوں کا دوزخ میں پڑا ہوا ہونا کشف صحیح کے ذریعہ ہمارے مشاہدے میں آ رہا ہے۔

اب کیا گذشتہ اصحاب کے ساتھ مختار مدعیہ حضرت مجدد الف ثانی پر بھی یہی فتویٰ لگائے گا کہ وہ غیر انبیاء کو زمرہ انبیاء میں داخل کرنے کی وجہ سے (نعوذ باللہ) کافر و مرتد ہیں۔

www.khatmenubuwwat.org

کلام انتہاء کو پہنچ لیا اور حقیقت اپنی پوری نورانیت کے ساتھ مثل مہر نیم روز تاباں اور درخشاں ہو چکی ہے۔ لیکن سرزمین بہاولپور شاکی رہ جائے گی۔ اگر انہیں سب سے آخر میں اس سرزمین سے تعلق خاص رکھنے والے بزرگ فرد یگانہ و وحید حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات میں سے بھی کچھ پیش نہ کردوں گا۔

اشارات فریدی، جلد۲، صفحہ۷۹، ۸۰ میں لکھا ہے:

’’بعدازاں یکے از حضار عرض کرد کہ سرکرشن جی و رام چندر صاحب فقیر و درویش بودہ اند یا نے۔ حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقاءٗ فرمودند کہ ہمہ اوتاراں ورشیان پیغمبران ونبیان وقت خود بودہ اند۔ و ہر یک از ایشان حسب شریعت خود کتابے دراد۔ چنانچہ چہار وید بلغت سنسکرت الآن نیز بموجود است و ہر یک ازانہا برائے شکستن عبادات ورسوم بد کہ درآں قوم شائع بودند مبعوث شدہ است۔ چنانکہ چوں در ہندواں قدر و منزلت برہمناں زیادہ از حد افزود و رابطہ و واسطہ میان حق و خلق بجز برہمن دیگری رانمے پنداشتند۔ پس جہت قلع ایں عقیدہ بدھ جی صاحب مبعوث گردید و فرمان داد کہ ہر کہ برہمن راقتل کند او رستگار و ناجی است و چوں تعظیم گاؤ و گوسالہ پرستی در قوم واقع شد۔ پس سری کرشن جی صاحب مبعوث شد و رسم گاؤ پرستی را شکست ومحو کرد تا کہ بر چرم گاؤ نان میخورد و گاواں را میکشت علاوہ از جگ وہوم کردن و در کتب ایشان اگر چہ در عادات وفروع عبارات احکام مخالف یکدیگر اندا ما دراصل مطلب کہ رجوع الی اللہ تعالیٰ و توحید خدا عز وجل است ہمہ باہم متحد و متفق ہستند۔ بعد ازاں فرمودند کہ نبوۃ زردشت صاحب ہم یک گونہ بحدیث شریف ثابت میگرد...... چوں ذکر مجوس کہ امت زردشت است در مقابلہ اہل کتاب واقع شدہ ازاں صریح و واضح معلوم میشود کہ زردشت صاحب ہم نبی و پیغمبر وقت خود بودہ است۔‘‘

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مختلف بدعات و رسوم قبیحہ کے مٹانے اور مخلوق کو خدا تعالیٰ کی اطاعت وعبادات کی طرف بلانے کے واسطے ہندوستان میں سری کرشن جی اور راجہ رام چندر جی اور بدھ جی وغیرہ کو نبی و رسول بنا کر بھیجا۔ اور اس طرح فارسیوں کی ہدایت کے لیے زردشت کو مبعوث فرمایا۔ سائل نے تو سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کے فقیر اور درویش ہونے کے متعلق سوال کیا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ جواب اثبات میں دے دینے پر اکتفا کیا جاتا۔ مگر حضرت خواجہ صاحب نے گوارا نہ فرمایا کہ حقیقۃ الامر کا جیسا کہ چاہیے اظہار نہ کر دیا جائے۔ پس آپ نے وضاحت کے ساتھ ان کا نبی و رسول ہونا ظاہر فرمایا۔ اور نہ صرف ان کا بلکہ بدھ جی کا بھی اور زردشت کا نبی و رسول ہونا بھی۔ اب مختار مدعیہ کے نزدیک تو حضرت خواجہ صاحب بھی غیر نبی بلکہ غیر انبیاء کو زمرہ انبیاء میں داخل کرنے کی وجہ سے (نعوذ باللہ) کافر و مرتد ٹھہرتے ہیں۔ اور تمام سابق الذکر حضرات سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ۔ کیونکہ ان میں سے بعض نے تو صرف کرشن جی اور بعض نے نام نہیں لیے۔ ہندوستان میں نبیوں کا آنا بتا دیا۔ مگر حضرت خواجہ صاحب نے تو اس پر بس نہ کر کے تمام اوتارون اور تمام رشیوں کو اپنے اپنے وقت کا نبی بتایا۔ اور وید کو آسمانی کتاب پھر کلام کو چہار دیواری ہند سے نکال کر ایران تک پہنچایا اور زردشت کا بھی نبی ہونا ظاہر فرمایا۔

اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو یہ مان لیا جائے کہ مختار مدعیہ کا حضرت اقدس مرزا صاحب پر یہ الزام لگانا کہ آپ ایک غیر نبی یعنی کرشن جی کو زمرہ انبیاء میں داخل کرنے کی وجہ سے (نعوذ باللہ) کافر ہیں، قطعاً لغو و باطل ہے اور کسی لحاظ سے بھی قابل التفات نہیں۔ اور یا یہ ماننا پڑے گا کہ وہ بکثرت علماء وفضلاء اور اولیاء جو حضرت رام چندر جی اور حضرت کرشن جی کو خدا کا نبی و رسول

www.khatmenubuwwat.org

اور ہنود کے تمام اوتاروں اور رَشیوں کو اپنے اپنے وقت کا نبی و رسول مانتے ہیں۔ اور جن میں سے صرف بعض کے نام میں نے درج کر دیے ہیں، یہ سب کے سب (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور میں ایک آن کے واسطے بھی یہ فرض نہیں کر سکتا کہ کوئی مسلمان ان علماء اور اولیاء کو، جن کے نام میں نے لکھے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے ہندوستان کے تمام اوتاروں اور رَشیوں کو علی العموم اور بالخصوص حضرت رام چندر جی اور حضرت کرشن جی کو خدا کا نبی و رسول مانا ہے، کافر مان لے گا اور مختار مدعیہ کو اپنے بزرگوں کے کافر قرار دینے کے بعد بھی مسلمان ہی سمجھے گا۔

اس موقع سے بغیر اس امر پر غور کیے ہوئے گزر جانا مناسب نہ ہوگا کہ اگرچہ حضرت رام چندر جی اور کرشن جی کو نبی و رسول تو اور بزرگوں نے بھی مانا اور بتایا ہے۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب نے جس حقیقی جوش و خروش اور جیسے شد و مد سے ان کے نبی و رسول ہونے کی شہادت دی ہے کہ کسی اور بزرگ میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اس کی وجہ بجز اِس کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتی کہ آنجناب نے یہ کام ایک خاص ارادہ الٰہی کے ماتحت میں کیا ہے۔ چونکہ خدا کے علم میں تھا کہ ریاست بہاولپور میں عدالت کے روبرو بحث پیش آئے گی کہ سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کو نبی کہنے والا ایک غیر نبی کو زمرہ انبیاء میں داخل کرنے اور پھر اپنے آپ کو اس کی مثل قرار دینے کی وجہ سے کافر و مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اس لیے اس نے بلحاظ روحانیت اس سرزمین کے سب سے بڑے انسان سے یہ شہادت قلم بند کرا دی کہ رام چندر اور سری کرشن جی نبی ہیں۔ تا وقت پر یہ شہادت پیش ہو کر اس سرزمین کے ہر چھوٹے بڑے پر حجت تمام ہونے کا موجب بنے۔ اور اکابر کی شہادتوں کا یہاں والوں پر اتنا اثر نہیں ہو سکتا تھا، جتنا کہ یہاں کے ایک فرد وحید حضرت خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہٗ جیسے مسلم مقدس بزرگ کا خواجہ صاحب سے اللہ تعالیٰ نے یہ شہادت اس لیے دلوائی ہے تا اس کے ماموں پر جو الزام ریاست بہاولپور میں عائد کیا جائے گا۔ اس کا لغو و باطل ہونا اس کی زمین کے ایک مسلم مقدس کے ذریعہ ظاہر فرما دے۔ لیکن آج جب کہ یہ ارادہ الٰہی وقوع میں آچکا ہے، ہر شخص کے سامنے ہے۔ مبارک وہ جو اس پر غور کرے۔

بیان مندرجہ بالا سے سری کرشن جی کی نبوت معقول و منقول دونوں طریقوں پر اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ گنجائش کلام باقی نہیں رہتی۔ لیکن اگر یہ وسوسہ پیش کیا جائے کہ جب سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کی قوم یعنی ہندوان کی طرف چوری، زنا اور دعویٰ الوہیت وغیرہ امور جو شان نبوت کے بالکل منافی ہیں، منسوب کر رہے ہیں تو پھر ان کو نبی ماننا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ اور ایسی حالت میں ان کے مثیل ہونے کا دعویٰ جو ایک نہایت خراب حال مدعی الوہیت کے مثیل ہونے کا دعویٰ ہوا، کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ ان کو نبی ماننا اسی طرح درست ہو سکتا ہے جس طرح کہ حضرت لوط و حضرت یوسف و حضرت داؤد و حضرت سلیمان اور حضرت مسیح کو نبی ماننا درست ہے۔ حالانکہ ان سب نبیوں کی قوموں نے ان کی طرف ویسی ہی لغویات منسوب کی ہیں، جیسی کہ ہنود نے سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کی طرف منسوب کی ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر اور جس طرح ان انبیاء علیہم السّلام کی قوموں کا ان کی طرف لغویات منسوب کرنا غلط تھا۔ اور وہ انبیاء علیہم السّلام ان لغویات سے مبرا و منزہ تھے۔ اسی طرح سری رام چندر جی اور سری کرشن جی ان لغویات سے جو ان کی قوم نے ان کی طرف منسوب کیں، بری ہیں۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا تو کرشن جی کے مثیل ہونے کا دعویٰ قابل اعتراض نہ رہا۔ میں اس کو ایک مثال کے ذریعہ سے اور زیادہ واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ تمام دیوبندی حضرات کے مسلم مقتدا اور ان کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے اپنے پیر مولوی رشید احمد صاحب کو اس

www.khatmenubuwwat.org

زمانے کا مسیحا اور ماہِ کنعان یعنی اس زمانے کا یوسف لکھا ہے، جیسا کہ وہ مرثیہ میں فرماتے ہیں:

مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو چھپا چاہ لحد میں وائے قسمت ماہ کنعانی

کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فوت ہو کر زیر زمین دفن ہو گئے۔ مجھے اس موقع پر یہ کہنا نہیں کہ آسمان پر چلے جانے سے زیر زمین دفن ہونا، بھی مراد ہوا کرتا ہے۔ اور مسیح علیہ السّلام بھی مولوی رشید احمد صاحب کی طرح زیر زمین دفن ہو کر آسمان پر جا بیٹھے ہیں۔ بلکہ کہنا صرف یہ ہے کہ مسیحا کی قوم یعنی عیسائی تو مسیحا کی طرف شراب خواری اور دعویٰ انبیت والوہیت وغیرہ بہت سے خراب امور منسوب کر رہے ہیں، لیکن باوجود اس کے مولوی محمود حسن صاحب نے، مولوی رشید احمد صاحب کو مسیحائے زمان لکھا تو کیوں لکھا۔ اس غرض سے جو باتیں عیسائی مسیحا میں مان رہے ہیں، مولوی محمود حسن وہ باتیں مولوی رشید احمد میں بھی مانتے تھے۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ مولوی محمود حسن صاحب ان باتوں کو جو عیسائی مسیحا کی طرف منسوب کرتے ہیں، غلط سمجھتے تھے۔ اور دعویٰ انبیت و الوہیت وغیرہ تمام خراب امور سے پاک جانتے تھے۔ اور ان کے نبی و رسول ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ اور مسیحا کی انہیں صفات کے لحاظ سے جو وہ خود مانتے تھے، انہوں نے مولوی رشید احمد صاحب کو مسیحا کہا تھا۔ یہی اور بالکل یہی بات یہاں بھی ہے کہ ہنود جو باتیں حضرت کرشن جی کی طرف منسوب کر رہے ہیں، حضرت اقدس سیّدنا مسیح موعود علیہ السّلام انہیں صحیح نہیں جانتے اور دعویٰ الوہیت وغیرہ امور جو ان کی طرف منسوب کیے جا رہے ہیں اور جو شان نبوت کے خلاف ہیں۔ حضرت اقدس ان سب سے سری کرشن جی کی ذات کو بَری جانتے ہیں۔ اور انہیں خدا کا نبی اور رسول یقین کرتے ہیں۔ اور آپ کا مثیل کرشن ہونے کا دعویٰ کرشن جی کی ان صفات کو ملحوظ رکھ کر ہے، جنہیں آپ صحیح جانتے اور مانتے تھے، نہ ان خراب امور کے لحاظ سے جو ہندو ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

اگرچہ اس مثال سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی ہے کہ کرشن جی کی طرف ان کی قوم یعنی ہندوؤں کا خلاف شان نبوت کچھ اور منسوب کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت مسیح وغیرہ انبیاء کی قوموں کا ان کی طرف خلاف شان نبوت بہت سے امور سے منسوب کر دینا۔ لیکن زیادہ اطمینان کے لیے نہیں اپنے اس بیان پر تمام دیوبندیوں کے مسلم مقتداء و پیشوا مولانا محمد قاسم صاحب کی شہادت بھی پیش کیے دیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے:

''رہی یہ بات کہ اگر ہندوؤں کے اوتار، انبیاء یا اولیاء ہوتے تو دعویٰ خدائی نہ کرتے۔ ادھر افعال ناشائستہ مثل زنا چوری وغیرہ ان سے سرزد نہ ہوتے۔ حالانکہ اوتاروں کے معتقد یعنی ہندو ان دونوں باتوں کے معتقد ہیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ دونوں باتیں بے شک ان سے سرزد ہوتی ہیں۔ سو اس شبہ کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ کی طرف دعویٰ خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا ہے۔ اور دلائل عقل ونقل اس کے مخالف ہیں۔ ایسے ہی کیا عجب ہے، سری کرشن اور سری رام چندر کی طرف بھی یہ دعویٰ بدروغ منسوب کر دیا ہو...... علیٰ ہذا القیاس، جیسے حضرت لوط اور حضرت داؤد علیہما السّلام کی نسبت باوجود اعتقاد نبوت یہود و نصاریٰ تہمت شراب خوری اور زنا کاری لگاتے ہیں۔ اور ہم ان کو ان عیوب سے بری سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی کیا عجیب ہے کہ سری کرشن اور سری رام چندر بھی عیوب مذکورہ سے مبرا ہوں۔ اوروں نے ان کے ذمے یہ تہمت زنا وسرقہ لگا دی ہو۔'' (مباحثہ شاہجہان پور، ص ۳۱،۳۲)

www.khatmenubuwwat.org

قیامت کے متعلق

علمِ قیامت صرف خدا کو ہے

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ آپ نے قیامت کے متعلق جس عقیدہ کا اظہار کیا ہے، وہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ نے لیکچر سیالکوٹ کے صفحہ ۸ پر فرمایا ہے:[۱]

''یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔''

جواب: اگر مختار مدعیہ کا مقصد مغالطہ اندازی نہ ہوتا تو وہ یہ اعتراض کبھی نہ کرتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس امر کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اتنا صاف ہے کہ علم قرآن وعلم حدیث سے نہایت قلیل مَس رکھنے والا شخص، اس کی صحت کا اعتراف کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتا۔

چنانچہ مختار مدعیہ نے جو فقرہ نقل کیا ہے اس کے آگے ہی حضرت اقدس فرماتے ہیں:

''پھر آدم سے اخیر تک سات ہزار سال کیونکر مقرر کر دیے جائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبھی خدا تعالیٰ کی کتابوں میں صحیح طور پر فکر نہیں کیا۔''

اور قرآن شریف سے بھی صاف طور پر یہی نکلتا ہے کہ آدم سے اخیر تک عمر بنی آدم سات ہزار سال ہے اور ایسا ہی پہلی تمام کتابیں باتفاق یہی کہتی ہیں۔ اور آیت: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (حج، ۴۷) سے یہی نکلتا ہے اور تمام نبی واضح طور پر یہی خبر دیتے آئے ہیں۔ اور جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں، سورۃ العصر کے اعداد سے بھی یہی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آدم سے الف پنجم میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور اس حساب سے یہ زمانہ جس میں ہم ہیں، ہزار ہفتم ہے......

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ قیامت کی گھڑی کا کسی کو علم نہیں، اس سے یہ مطلب نہیں کہ کسی وجہ سے بھی علم نہیں۔ اگر یہی بات ہے تو پھر آثار قیامت جو قرآن شریف اور حدیث صحیح میں کہے گئے ہیں، وہ بھی قابلِ قبول نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ان کے ذریعہ سے بھی قربِ قیامت کا ایک علم حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں لکھا تھا کہ آخری زمانہ میں زمین پر بکثرت نہریں جاری ہوں گی۔ کتابیں بہت شائع ہوں گی،[۲] جن میں اخبار بھی شامل ہیں۔ اور اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ

۱۔ لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۲۰۸ - ۲۰۷

۲۔ کتاب اللہ پر صریح جھوٹ

www.khatmenubuwwat.org

سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہوگئیں۔ اور اونٹوں کی جگہ ریل کے ذریعہ سے تجارت شروع ہوگئی۔ سو ہم نے سمجھ لیا کہ قیامت قریب ہے۔ اور خود مدت واضح ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے آیت: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (قمر:۱) اور دوسری آیتوں میں قرب قیامت کی ہمیں خبر دے رکھی ہے۔ سو شریعت کا یہ مطلب نہیں کہ قیامت کا وقوع ہر ایک پہلو سے پوشیدہ ہے۔ بلکہ تمام نبی آخر زمانہ کی علامتیں لکھتے آئے ہیں اور انجیل میں بھی لکھی ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ اس خاص گھڑی کی کسی کو خبر نہیں۔ (لیکچر سیالکوٹ، ص ۸، ۹)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس قول کا مطلب جس پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے، یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں کہ قیامت کا کسی وجہ سے بھی کسی کو علم نہیں، بلکہ علامات و آثار قیامت کے ذریعہ سے ایک قسم کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور اس علم کے متعلق اس حدیث میں بھی جسے گواہ مدعیہ نمبر۳ بجواب جرح ۲۴؍ اگست کو صحیح تسلیم کر چکا ہے۔ لکھا ہے، جبرئیل نے قیامت کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا، اس کے متعلق مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔ تب جبرئیل نے علامات ساعت یعنی قیامت کی نشانیوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب میں علامات قیامت بیان فرمائیں۔ اور خود مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح کا نزول علامات قیامت میں سے ہے۔ جیسا کہ گواہ نمبر۳، ۲۹؍ اگست کو بجواب جرح تسلیم کر چکا ہے۔

پس قیامت کے متعلق جس قسم کے علم ہونے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا ہے، وہ فریق ثانی کو بھی مسلم ہے۔ اور قرآن مجید و حدیث سے بھی ثابت ہے۔ ہاں اس گھڑی کا کسی کو علم نہیں جس پر قیامت قائم ہوگی۔

عقیدہ

اوتار وتناسخ

ایک اعتراض مختار مدعیہ نے یہ بھی کیا ہے کہ مرزا صاحب عقیدہ اوتار اور تناسخ کے قائل ہیں۔ چنانچہ لیکچر سیالکوٹ میں لکھتے ہیں: ''اسی طرح میں ہندوؤں کے لیے بطور اوتار کے ہوں۔'' اور کتاب البریہ، صفحہ ۸۴ میں لکھا ہے: ''خدا تیرے اندر اُتر آیا۔''[۱] یعنی اوتار۔ اور تناسخ کا عقیدہ اسی سے ثابت ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ میں کرشن ہوں۔ چنانچہ اپنا الہام پیش کیا ہے۔ ''ہے رودر گوپال تیری مہما گیتی میں لکھی گئی ہے۔''

اور اسی طرح کہا ہے:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

۱۔ کتاب البریہ، روحانی خزائن، ج۱۳، ص۱۰۲

www.khatmenubuwwat.org

اور تناسخ کی تعریف یہ ہے کہ ایک روح دوسرے جسم میں چلی جائے۔ اوتار اور تناسخ کا عقیدہ بالاتفاق کفریہ عقیدہ ہے۔

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نہ عقیدہ اوتار کے جو ہندوؤں میں رائج ہیں، قائل ہیں، اور نہ تناسخ کے۔ اور مختار مدعیہ نے اپنا ادعاء باطل ثابت کرنے کے لیے جو عبارت لیکچر سیالکوٹ سے پیش کی ہے، اس کے آگے اوتار کی تشریح حضرت مسیح موعودؑ نے نبی لکھی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے، درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں پائی نہیں جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف فتح مند اور بااقبال تھا۔ جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا۔ جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے، سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔‘‘[1]

کیا مختار مدعیہ پر وہ حکایت لفظ بلفظ صادق نہیں آتی جو مولوی محمد قاسم صاحب نے لکھی ہے کہ کسی بانوا نے کہا تھا کہ کلام اللہ میں خدا نے نماز سے منع فرمایا ہے، اس لیے ہم نہیں پڑھتے۔ کسی نے پوچھا کہ صاحب ہمیں بتلاؤ، ہم نے تو آج تلک یہ بات نہیں سنی۔ اگر یہ حکم ہے تو کلام اللہ کے قربان جائیے۔ بڑی آرام کی بات نکل آئی۔ بانوا نے کہا، صاحب سورہ نساء میں ہے: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ۔ (نساء،۴۳) یعنی نماز کے پاس نہ پھٹکو۔ اس نے کہا، صاحب اس کے بعد وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی (نساء،۴۳) بھی تو ہے۔ یعنی نشے کی حالت میں نماز مت پڑھو۔ ساری آیت کے معنی پر عمل کرنا چاہیے۔ بانوا نے کہا، بابا سارے کلام پر کس سے عمل ہوا ہے، یہ بھی غنیمت ہے جو اتنا بھی عمل ہو جائے۔ (ہدیۃ الشیعہ، ص۱۰۲)

www.khatmenubuwwat.org

سو شاید مختار مدعیہ نے بھی یہ طریقہ عمل اختیار کیا ہے۔ ایک عبارت لے کر اعتراض کر دیا ہے اور اس کی تشریح اور توضیح کو جو اُسی جگہ درج ہوتی ہے، چھوڑ دیتا ہے۔

سنیے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں:

کیا عجب ہے کہ جس کو ہندو صاحب اوتار کہتے ہیں، وہ اپنے زمانہ کے نبی یا ولی یعنی نائب ولی ہوں...... رہی یہ بات کہ اگر ہندوؤں کے اوتار، انبیاء یا اولیاء ہوتے تو دعویٰ خدائی نہ کرتے۔

اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

’’سو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف دعویٰ خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا ہو، کیا عجب ہے کہ سرکرشن اور سری رام چندر کی طرف بھی یہ دعویٰ بدروغ منسوب کر دیا ہو۔‘‘ (مباحثہ شاہجہانپور، ص ۳۱)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں:

’’بالجملہ اوتار ہنود مظاہر حق گشتہ باشند خواہ از افراد بشر باشند یا از شیر و ماہی وغیرہ مثل عصائے موسیٰ و ناقہ حضرت صالح علیہما

۱۔ لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۲۲۸

السلام، لیکن عوام ایں فرقہ سبب قصور فہم درمیان ظاہر ومظہر فرق نکردہ ہمہ را معبود ساختند و در ضلالت افتادند وہمین است حال فرقہ ہائے بسیار از مسلمین مثل تعزیہ سازاں ومجاوران قبور جلالیان و مداریان واللہ اعلیم۔'' (حجج الکرامہ، ص ۹۵)

پس اوتار سے مراد خدا تعالیٰ لینا نہ قائل کی منشا کے ہی صریح خلاف ہے، بلکہ علماء نے بھی اوتار کی جو حقیقت بیان کی ہے، اس کے بھی خلاف کرنا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے جب کہ اوتار کی تشریح اور تفسیر ''نبی'' کے لفظ سے کر دی تو اس کے بعد کسی نیک نیت انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اس سے مراد خدا لے کر آپ کی طرف خدائی کا دعویٰ منسوب کرے۔

اور جو حوالہ کتاب البریہ کا پیش کیا ہے کہ ''خدا تیرے اندر اُتر آیا''، تو اس کا جواب بھی اسی جگہ موجود ہے، کیونکہ اس سے پہلا الہامی فقرہ یہ ہے، ''میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔ اور اس کے بعد کا فقرہ یہ ہے، خدا تجھے ترک نہیں کرے گا اور نہ چھوڑے گا جب تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرے۔ پھر اس کے اگلے الہاموں میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے حق میں فرستادہ اور نذیر وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں۔ نیز ان الہامات اور کشوف کا ذکر کر کے آپ عیسائیوں پر حجت قائم کرتے ہیں کہ ایسے کلمات سے کوئی خدا نہیں ہو جاتا، بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تقرب اور محبت کے اظہار پر دلالت کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''یسوع ابن مریم خدا نہیں ہے۔ یہ کلمات جو اس کے منہ سے نکلے، اہل اللہ کے منہ سے نکلا کرتے ہیں۔ مگر ان سے کوئی خدا نہیں بن سکتا۔ اٹھو اور توبہ کرو کہ وقت آ گیا ہے۔ اس خدا کو پوجو جس پر توریت اور قرآن کا اتفاق ہے۔ یسوع بن مریم ایک عاجز بندہ تھا۔ اس کو نبی سمجھو جس کو خدا نے بھیجا تھا۔ اگر اب بھی کوئی عیسائی نہ مانے تو یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ کی حجت اس پر پوری ہو چکی ہے۔''[۱]

پس خدا کے اُتر آنے سے مراد قطعاً وہ نہیں ہے جو مختار مدعیہ نے لی ہے۔ کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے عقیدہ کے برخلاف ہونے کے علاوہ سیاق وسباق کے بالکل متناقض ہے۔

اور خدا کے اُتر آنے کا محاورہ حدیث میں بھی استعمال ہوا ہے، جس سے مراد نزول رحمت اور اللہ تعالیٰ کی توجہ لی گئی ہے۔ چنانچہ امام محمد طاہر فرماتے ہیں: ''**ینزل کل لیلة الی سماء الدنیا النزول والصعود والحرکات من صفات الاجسام واللّٰہ یتعالیٰ عن ذٰلک والمراد نزول الرحمة والالطاف الالٰھیة وقربھا من العباد وقت التھجّد.**''

کہ حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔ اور نزول اور صعود اور حرکات، اجسام کی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ ان صفات سے متصف ہو اس لیے خدا تعالیٰ کے نزول سے مراد نزول رحمت اور الطاف خداوندی اور اس کا تہجد کے وقت بندوں کے قریب ہونا ہے۔

پس جب احادیث میں خدا تعالیٰ کے اترنے سے ظاہری طور پر اُترنا نہیں سمجھا گیا۔ کیونکہ ظاہری مراد قرآن مجید کی دوسری آیات اور احادیث کے منافی ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلام میں خدا تعالیٰ کے اترنے سے ظاہر طور پر اترنا مراد لینا جو آپ کے دوسرے الہامات اور اقوال اور عقائد کے صریح خلاف ہے، کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

۱۔ کتاب البریہ، روحانی خزائن، ج ۱۳، ص ۱۰۸

www.khatmenubuwwat.org

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:

’’جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اس کو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت اور وجاہت اس کے دل میں باقی نہیں رہتی، بلکہ سب کو ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی بدتر سمجھتا ہے، تب خدا جو اس کے دل کو دیکھتا ہے، ایک بھاری تجلی کے ساتھ اس پر نازل ہوتا ہے۔ اور جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے، آفتاب کا عکس ایسے پورے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے، اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا ہی خدا ایسے دل پر اُترتا ہے اور اس کے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کے لیے انسان پیدا کیا گیا ہے۔‘‘[1]

پس خدا کے اترنے سے مراد خدا تعالیٰ کی تجلیات کا نزول ہے اور بحکم: **تخلقوا باخلاق اللّٰہ.** اللہ تعالیٰ کے صفات کو جذب کر کے اس کے رنگ میں رنگین ہونا ہے، نہ یہ کہ حقیقتاً خدا تعالیٰ کا نزول۔ چنانچہ اس کے مطابق امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

’’حدیث قدسی: **لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن** مخصوص بقلب بندہ مومن است کہ معاملہ او از سائر ناس جدا است کہ بفنا و بقا مشرف گشتہ است و از حصول وارستہ بحضور پیوستہ است۔ آنجا اگر گنجائش است باعتبار حضور است نہ باعتبار حصول:

ع در کدام آئینہ در آید او‘‘

(مکتوبات احمدیہ، ج ۳، ص ۸۷)

اسی طرح سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب کے مقالہ ۲۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’لا تکشف البرقع والقناع عن وجھک حتی تخرج من مالخلق. الی ان قال. لا یبقی فیک ارادۃ غیر ارادۃ ربک فتمتلی بربک فلا یکون بغیر ربک فی قلبک مکان ولا مدخل وجعلت بواب قلبک واعطیت سیف التوحید والعظمۃ والجبروت فکل من رآیتہ دنا من ساحۃ صدرک الی باب قلبک اندرت راسہ من کاھلہ.‘‘

یعنی اے انسان! تو اپنے چہرہ پر سے برقع اور روپوش مت اٹھا۔ یہاں تک کہ تو مخلوقات سے باہر نکل جائے۔ یہاں تک کہ تجھ میں تیرے رب کے ارادہ کے سوا اور کوئی ارادہ نہ رہے۔ پس تو اپنے رب سے بھر جائے گا۔ پس تیرے رب کے سوا تیرے قلب میں اور کسی کا نہ مکان ہوگا اور نہ داخل ہونے کی جگہ اور تجھے تیرے دل کا دربان بنایا جائے گا۔ اور تجھے توحید اور عظمت اور جبروت کی تلوار دی جائے گی۔ پس ہر وہ شخص جسے تو دیکھے گا کہ وہ تیرے سینہ کے صحن سے تیرے دل میں آنا چاہتا ہے، تو اس تلوار سے اس کا سر اس کے شانہ سے علیحدہ کر دے گا۔ یعنی:

غیر حق ہر ذرہ کاں مقصود تست — تیغِ لا بر کش کہ آں معبود تست

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۶۵

پس یہی معنی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الہام آواہن یعنی خدا تیرے اندر اُتر آیا کہ ہیں، نہ کچھ اور۔ اور سیّد عبدالقادر جیلانیؒ نے صرف خدا کے اتر آنے پر ہی کفایت نہیں کی، بلکہ امتلاء کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس کے معنی بھر جانے کے ہیں۔ یعنی بندہ خدا کے ساتھ بھر جاتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی تمام کتابوں میں کسی جگہ بھی تناسخ کے مسئلہ کو صحیح نہیں قرار دیا، بلکہ جابجا اس کی تردید کی ہے۔

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا عقیدہ تناسخ ثابت کرنے کے لیے لیکچر سیالکوٹ کا حوالہ دیا ہے کہ آپ نے اس میں اپنے آپ کو کرشن قرار دے کر تناسخ کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اسی کے آگے تناسخ کی تردید فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ اپنے کرشن ہونے کے متعلق الہام ذکر کر کے فرماتے ہیں:

اب میں بحیثیت کرشن ہونے کے آریہ صاحبوں کو ان کی چند غلطیوں پر تنبیہ کرتا ہوں۔ ایک تو وہی ہے جس کا ذکر میں پہلے بھی کر آیا ہوں کہ یہ طریق اور یہ عقیدہ صحیح نہیں کہ روحوں اور ذاتِ عالم کو جن کو پرکرتی یا پرمانو بھی کہتے ہیں۔ غیر مخلوق اور اناری سمجھا جائے...... پھر اس غلطی نے ایک اور غلطی میں آریہ صاحبوں کو پھنسا دیا ہے، جس میں ان کا خود نقصان ہے۔ جیسا کہ پہلی غلطی میں پرمیشر کا نقصان ہے۔ اور وہ یہ کہ آریہ صاحبوں نے مکتی کو میعادی ٹھہرا دیا ہے۔ اور تناسخ ہمیشہ کے لیے گلے کا ہار قرار دیا گیا ہے جس سے کبھی نجات نہیں۔ یہ بخل اور تنگدلی خدائے رحیم وکریم کی طرف منسوب کرنا عقل تسلیم تجویز نہیں کر سکتی۔[1]

پھر اس کے بعد صفحہ ۳۶ سے لے کر صفحہ ۳۸ تک تناسخ کی تردید میں دلائل تحریر فرماتے ہیں:

عقیدہ تناسخ کی اس قدر پرزور تردید کے ہوتے ہوئے کیا کوئی دیانتدار شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ لیکچر سیالکوٹ کا مؤلف عقیدہ تناسخ کو صحیح مانتا ہے۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں!

''پھر اس سے بھی عجب تر لطیفہ یہ ہے کہ مختار مدعیہ نے تناسخ کی تعریف، ایک روح کا دوسرے جسم میں چلے جانا'' کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے شعر سے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں کبھی آدم ہوں، کبھی موسیٰ ہوں، کبھی یعقوب ہوں اور نیز ابراہیم ہوں۔ کہا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب عقیدہ تناسخ کو صحیح مانتے تھے۔ حالانکہ وہ خود تناسخ کی یہ تعریف کرتا ہے کہ ایک روح کا دوسرے جسم میں چلے جانا۔ لیکن اگر مختار مدعیہ کا مذکورہ بالا استدلال صحیح ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام میں ایک روح نہیں ہوگی، بلکہ کئی ارواح ہوں گی۔ اور یہ بات عقیدہ تناسخ رکھنے والوں کے نزدیک بھی صحیح نہیں کہ کئی ارواح ایک جسم میں داخل ہو جائیں۔ بلکہ اس شعر کا مطلب جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے آپ کو بہت سے نبیوں کے نام دیے جانے کی وجہ ذکر کرتے ہوئے خود بیان فرمایا ہے۔ یہ ہے: ''سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔ اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو۔''[2]

۱۔ لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۲۲۹

۲۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۲۱

www.khatmenubuwwat.org

بحث متعلق وحی

اس موضوع پر بحث کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ گواہانِ مدعیہ نے مطلق ادعاء وحی کو بھی کفر قرار دیا ہے۔ چنانچہ گواہ نمبر۳ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادعاء وحی کفر ہے۔ اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے، خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو، تب بھی کافر ہے۔ اگر بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور غیروں کے لیے کشف، الہام یا وحی لغوی ہوسکتی ہے۔ اگر وحی کی تعریف یہ کی ہے کہ فرشتہ بھیجا جائے کہ فلاں سے جا کر یہ کہہ دو۔ اور اپنی تائید میں شرح شفا کا حوالہ بھی پیش کیا ہے۔

لیکن باوجود اس کے مختار مدعیہ نے عدالت کو مغالطہ دینے کے لیے یہ صریح غلط بیان کی کہ گواہانِ مدعیہ نے صرف وحی رسالت کو بند قرار دیا ہے۔ مگر گواہ نمبر۳ کا بیان مختار مدعیہ کے اس دعویٰ کو باطل ثابت کرتا ہے۔ نیز گواہ نمبر۱ نے ۲۱؍اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے کہ آیت: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ (شوریٰ، ۵۱) میں جو طرق وحی بیان کیے گئے ہیں، وہ امت محمدیہ پر بند ہیں۔ اور گواہ نمبر الف وب نے مطلق وحی کے بقا سے کہہ کر انکار کیا ہے کہ وحی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ نبوت اور وحی لازمی چیز ہے۔ اور اگر دوسری وحی آسکتی ہو تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کوئی حکم منسوخ ہو جائے۔

اس بحث میں مندرجہ ذیل امور تنقیح طلب ہیں:

۱۔ کیا وحی انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مخصوص ہے۔
۲۔ کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد باب وحی غیر تشریعی مسدود ہے۔
۳۔ کیا قرآن مجید سے بقاء وحی پر کوئی دلیل نہیں ہے۔
۴۔ کیا احادیث سے بقاء وحی غیر تشریعی پر کوئی دلیل نہیں ہے۔
۵۔ کیا بقائے وحی غیر تشریعی عقیدہ سلف صالح کے خلاف ہے۔
۶۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نزدیک ہر قسم کی وحی بند ہے۔
۷۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(۱)

وحی انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مخصوص نہیں

مختار گواہانِ مدعیہ کا یہی دعویٰ کہ وحی انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مخصوص ہے، قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے باطل ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

پہلی آیت: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِىَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ. (شوریٰ،۵۱)

اس آیت میں لفظ بشر، جو نبی اور غیر نبی دونوں پر یکساں اطلاق پاتا ہے، استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ نزول وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ لیکن مختار مدعیہ اس آیت میں بشر سے مراد نبی لیتا ہے۔ حالانکہ آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بشر کو انبیاء کے ساتھ مخصوص کرے۔ اور فتوحات مکیہ، جلد۲، صفحہ ۴۱۶، ۴۱۷ میں اس آیت کو ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ ان تمام طرق سے اولیاء امت کو بھی وحی ہوتی ہے اور نبی اور ولی کی وحی میں فرق یہ ہے کہ ولی پر شریعت والی وحی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔

پس مختار مدعیہ کا بشر سے صرف انبیاء مراد لینا قرآن مجید کے ایک لفظ کی عمومیت کو باطل ثابت کرنے کے علاوہ ان ائمہ کی بھی مخالفت کرنا ہے، جنہوں نے اولیاء پر آیت میں مذکورہ طرق سے وحی کا ہونا تسلیم کیا ہے۔

(۲) وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ. (قصص،۷)

یہ ایک یقینی اور قطعی وحی ہے جو کئی عظیم الشان غیب کی خبروں پر مشتمل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس وحی کی عظمت ایک دوسری آیت میں یوں فرمائی ہے:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى. اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى. (طٰہٰ،۳۷-۳۸)

یعنی اے موسیٰ! ہم نے تجھ پر ایک اور بھی احسان کیا ہے۔ جب ہم نے تیری ماں کی طرف ایک خاص شاندار وحی کی تھی۔ مختار مدعیہ نے اس آیت کے متعلق کہا ہے کہ اس میں بھی وحی نبوت کا ذکر نہیں ہے۔ گواہ مدعا علیہ مقصود اس آیت سے غیر انبیاء پر وحی کا نزول ثابت کرنا تھا۔ سو وہ مختار مدعیہ نے تسلیم کر لیا۔

(۳) وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا. فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا. قَالَتْ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا. قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا. (مریم،۱۶-۱۹)

اس آیت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام انسانی شکل میں متمثل ہو کر حضرت مریم کے پاس آئے۔ اور ان کے سوال کرنے پر جواب دیا کہ میں خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں، تا تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دوں جو تمہیں دیا جائے گا۔

(۴) اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ. (آل عمران،۴۵)

اس آیت میں فرشتوں کے ذریعہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور ان کے نام و نبوت اور ان کی خوبیوں کی جو درحقیقت زبردست پیشگوئیاں تھیں، حضرت مریم کو بشارت دی گئی ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۵) وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰئکِ وَطَھَّرَکِ وَاصْطَفٰئکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ. یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ. (آل عمران،۴۲-۴۳)

اس آیت میں حضرت مریم کوئی فرشتوں نے خدا تعالیٰ کا پیغام دیا ہے اور پھر فرمانبرداری اور نماز کے لیے حکم دیا۔

(۶) وَامْرَاَتُہٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ. قَالَتْ یٰوَیْلَتٰی ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ. قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (ھود،۷۱-۷۳)

اس آیت سے بھی صاف طور پر عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ حضرت سارہؓ سے کلام کیا۔ جس میں عظیم الشان پیشگوئی تھی جو ان کی زندگی اور زندگی کے بعد سے تعلق رکھتی تھی۔

(۷) قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْھِمْ حُسْنًا. (کہف،۸۶)

اس آیت میں ذوالقرنین سے مکالمہ کا ذکر ہے جو نبی نہ تھا۔ اور ایسی یقینی اور قطعی مکالمہ کا ذکر ہے، جس میں ایک قوم کو عذاب دینے یا اس سے نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسی کے مطابق ذوالقرنین نے اس قوم کے متعلق اعلان بھی کر دیا۔ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُہٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّہٖ فَیُعَذِّبُہٗ عَذَابًا نُّکْرًا. وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَہٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰی وَسَنَقُوْلُ لَہٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا. (کہف، ۸۷-۸۸) یعنی ظالموں کو سزا دیں گے اور پھر جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں گے تو وہ بھی انہیں دردناک عذاب دے گا۔ لیکن نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو اچھا بدلہ ملے گا۔ مختار مدعیہ نے گیارہ اکتوبر کی بحث میں کہا کہ ذوالقرنین کے متعلق دو قول ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ نبی تھا۔ لیکن (صحیح) قول یہی ہے کہ وہ نبی نہ تھا۔ اور اس کے لیے اس نے ابن جریر اور ابن کثیر اور تفسیر کبیر کا حوالہ دیا تھا۔ حالانکہ ابن جریر اور ابن کثیر میں ذوالقرنین کے نبی ہونے کے متعلق کوئی قول مذکور نہیں ہے۔ البتہ تفسیر کبیر میں دو قول لکھے ہیں۔ مجھے یہاں صرف اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ مختار مدعیہ مغالطہ دینے اور اپنے دعویٰ کی تائید میں ان تفسیروں کے نام لکھوانے سے جس میں کہ اس کے دعویٰ کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا، ذرا نہیں جھجکتا۔ ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ وحی انبیاء علیہم السّلام سے مخصوص نہیں، بلکہ غیر نبی کو بھی وحی ہوتی ہے۔

۲۔ جن طرق سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السّلام سے کلام کرتا ہے، انہیں طریقوں سے غیر انبیاء یعنی اولیاء وغیرہ کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر۱ سے ظاہر ہے۔

۳۔ فرشتوں کا نزول بھی غیر انبیاء پر ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اپنی بات فرشتوں کے ذریعہ سے ان کو پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر۴، ۵، ۶ سے ظاہر ہے۔

۴۔ بعض اوقات غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی ہو جاتی ہے جس میں امر و نہی پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آیت نمبر۶، ۷ سے ظاہر ہے۔

۵۔ غیر انبیاء کی وحی بھی بعض وقت غیب کی خبر پر مشتمل ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر۲، ۳، ۴ سے ظاہر ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۲)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد باب وحی غیر تشریعی مسدود نہیں ہے۔

گواہان ومختاران مدعیہ نے ایک آیت یا حدیث بھی ایسی پیش نہیں کی جس سے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی الٰہی کا بند ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ ہاں ایسی آیتیں پیش کر دی ہیں جن میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی نازل ہونے کا ذکر ان کو نظر نہیں آیا۔ اور ان سے یہ استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی مسدود ہے۔حالانکہ کسی آیت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نزول وحی کا ذکر نہ ہونا اور بات ہے۔اور باب نزول وحی کے مسدود ہونے کا ذکر اور بات سے ذکر نزول وحی نہ ہونے سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد باب نزول وحی مسدود ہے۔ایسی آیتیں پیش کرنا جن میں نزول وحی کا ذکر نہیں۔ یہ یقین دلانے کی کوشش کہ ان سے باب نزول وحی مسدود ثابت ہوتا ہے۔صریح غلط ہے۔ چنانچہ گواہ نمبر۴ نے آیت: وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (بقرۃ،۴) سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہوتی تو اس آیت شریفہ میں اس کا ذکر بھی ضرور کیا جاتا۔لیکن چونکہ کوئی ذکر نہیں کیا گیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی وحی نازل نہیں ہوسکتی۔

(۱) اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ عدم ذکر عدم شے کو مستلزم نہیں ہوتا۔یعنی اگر اس آیت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نازل ہونے والی وحی کا ذکر نہیں ہے۔تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے بعد کوئی وحی نازل ہونے والی نہیں ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جس وحی کا ذکر ہے۔اس وحی میں تشریعی وحی اور شریعت سابقہ میں قدرے تغیر و تبدل کرنے والی وحی بھی شامل ہے۔اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد دین کامل ہو جانے کی وجہ سے شریعت والی وحی کا سلسلہ بند ہو چکا تھا۔اس لیے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نازل ہونے والی وحی کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔تاکسی کو یہ دھوکا نہ ہو کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بھی شریعت والی یا شریعت سابقہ میں ترمیم کرنے والی وحی نازل ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اس قسم کی ایک دوسری آیت: وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ (زمر،۶۵) کی تفسیر میں علماء متقدمین نے اس امر کی تشریح کی ہے۔امام عبدالوہاب شعرانی بحوالہ فتوحات مکیہ اپنی کتاب الیواقیت والجواہر، جلد۲، صفحہ۹۴ میں لکھتے ہیں: **انه لم يجی لنا خبر الٰهی ان بعد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وحی تشريع ابدا. انما لنا وحی الالهام قال تعاليی ولقد اوحی اليک والی الذين من قبلک.**

یعنی ہمارے پاس کوئی خبر الٰہی نہیں آئی، جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی تشریعی ہوگی۔ بلکہ اب وحی الہام ہوگی۔ جب کہ آیت: وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ سے ظاہر ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ تمام اکابر علمائے سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ مسیح موعود پر وحی ہوگی۔اور یہی بات حدیث سے

www.khatmenubuwwat.org

بھی ثابت ہے کہ مسیح موعود پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوگی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر الہیثمی سے جب پوچھا گیا کہ آخری زمانہ میں جب عیسیٰ علیہ السّلام نازل ہوں گے تو ان پر وحی ہوگی۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا، نعم یوحی الیه علیه السّلام کانی حدیث مسلم. یعنی ان کی طرف وحی ہوگی، جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ (روح المعانی، ج ۷، ص ۱۶۵)

بس اکابر علماء سلف کے عقیدے اور مسلم کی حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت: وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ (بقرۃ، ۴) سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد غیر تشریعی وحی کا آنا بند ہے۔

(۴) چوتھا جواب ہے کہ آیت: وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ میں اگر مطلق وحی مراد لی جاتی جو تشریعی، غیر تشریعی دونوں کو شامل ہے تو الآخرۃ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آنے والی وحی جو آپ کے بعد آنے والی نبوت رسالت کو مستلزم ہے، مراد لینا بالکل قرین قیاس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قسم کی وحیوں میں فرق کرنے کے لیے اُسلوب کلام کو بدل کر یعنی ما ینزل من بعدک کی جگہ بالآخرۃ فرمایا ہے۔ تا یہ امر متعین ہو جائے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نازل ہونے والی وحی ایسی وحی نہیں ہے جو حاصل شریعت یا شریعت محمدیہ میں کچھ ترمیم کرنے والی ہو۔

اور گواہ مدعیہ نمبر ب نے یہ آیت پیش کی ہے: قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ. (بقرۃ، ۱۳۶) اور اس سے بھی وہی استدلال کیا جو پہلے آیت سے کیا گیا تھا۔ حالانکہ اس آیت میں بھی کہیں یہ ذکر نہیں کہ آئندہ وحی نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے ماسبق وماحق میں اہل کتاب کو ایمان کی طرف بلایا ہے۔ اور اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ جیسے ہم تمام نبیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حق تسلیم کرتے ہیں اور ان سے جو مکالمہ الٰہیہ ہوا، اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی اس کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا ہے اور جو اس پر اُترا ہے، تسلیم کرو۔ اس آیت سے وحی آئندہ کی نفی نکالنا اسی طرح غلط ہے جیسا کہ اس سے پہلی آیت سے نکالنا غلط تھا۔ اور پہلی آیت کے استدلال کے غلط ہونے کے متعلق جو جواب دیے گئے ہیں، اس آیت کے استدلال کو بھی غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

اور اسی گواہ نے آیت: اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ (نساء، ۶۰) سن کر کے بھی یہی استدلال کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد باب وحی مسدود ہے۔ حالانکہ اس میں بھی قطعاً اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ آئندہ وحی نہیں ہوگی۔ بلکہ اس میں ان لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے جو باوجود اس دعا کے کہ قرآن مجید اور پہلی کتب الٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کے مطابق فیصلہ کرنے کی جگہ طاغوت یعنی کفار کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ اور یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد جو وحی بھی قرآن مجید واحادیث کے مصدق وموعود شخص پر نازل ہوگی۔ وہ اس کلام کے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اُتارا گیا۔ مخالف نہ ہونے کی وجہ سے بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ میں شامل سمجھی جائے گی۔ یہ بات بڑی دلچسپی سے دیکھے جانے کے لائق ہے کہ مختاران مدعیہ کو حضرت مسیح موعود کی وحی کو بھی منزل من اللہ ماننے کو تیار نہیں اور ان کے خاتم المحدثین مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مجتہدین کے

www.khatmenubuwwat.org

اجتہادات کو بھی منزل من اللہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''کتاب اللہ منزل من اللہ تعالیٰ ہے اور حدیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہے۔ اور استنباط مجتہدین علیہم الرحمۃ کے بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہیں۔ کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نصوص سے مستخرج ہیں، وہ عین حکم نص کا ہوتا ہے۔'' (سبیل الرشاد، ص ۳۶)

دلالات اور اسی گواہ مدعیہ نمبر ب نے یہ آیت بھی پیش کی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ. (فرقان، ۲۰) یعنی ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسل بھیجے، وہ ضرور کھانا کھاتے تھے۔ اور اس سے بھی انقطاع نزول وحی پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت سے وحی کے انقطاع کا وہم بھی نہیں گزر سکتا۔ کیونکہ کفار جو یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم رسول کیسے ہو سکتے ہیں، جب کہ وہ کھانا کھا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اعترض کو یوں ردّ کیا کہ دیکھو پہلے جس قدر رسول آئے وہ بھی تو کھانا کھایا کرتے تھے۔ پس ان آیات میں سے کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی غیر تشریعی بند ہے۔

(۳)

دلائل بقائے وحی غیر تشریعی از روئے قرآن شریف

گواہان مدعیہ علیہ نے فریق مخالف کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرنے کے لیے کہ آئندہ وحی نہیں ہوگی۔ قرآن کریم سے مندرجہ ذیل آیات پیش کی ہیں۔

پہلی آیت: رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُوالْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ. (غافر، ۱۵) اس آیت میں تین باتیں نزول وحی کا موجب قرار دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہونا، اور اس کے بندوں کا پایا جانا تیسرا ضرورت انذار۔

پس جب کہ یہ تینوں باتیں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بھی موجود ہیں تو باب نزول وحی کا مسدود اور وحی کا مفقود ہونا کیا معنی۔ اور روح کے معنی خواہ جبرئیل کے لیں، خواہ مطابق آیت: اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (شوریٰ، ۵۲) کلام الٰہی کے لیں۔ یہ مطلب دونوں صورتوں میں بالکل واضح ہے۔ آئندہ زمانہ میں بھی کلام الٰہی کا نزول ہوگا۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں اس آیت میں الروح کے معنی وحی کے لکھے ہیں۔ اور امام فخر الدین رازی نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے: والصحیح ان المراد ابالروح الوحی. یعنی صحیح یہی ہے کہ مراد روح سے وحی ہے۔ (تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۳۱۶)

اور شیخ محی الدین ابن عربی اس آیت کو لکھ کر فرماتے ہیں: قال تعالیٰ یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ فجاء بمن وھی نکرۃ فینذر یوم التلاق فجاء بما لیس بشرع ولا حکم بل بالانذار فقد یکون الولی بشیرًا

ونذیرا ولیکن لا یکون مشرعًا فان الرسالة والنبوة بالتشریع قد انقطعت فلا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم ولا نبی ای لا شرع ولا شریعة وقد علمنا ان عیسی علیه السّلام ینزل ولا بدمع کونه رسولا ولکن لا یقول یشرع بل یحکم فینا بشرعنا. (فتوحات مکیہ، ج ۲،ص ۴۱۷)

ماحصل اس عبارت کا یہ ہے کہ اس آیت میں شریعت یا احکام کے نزول کا ذکر نہیں، بلکہ انذار کا ذکر ہے۔ اور ولی بھی کبھی بشیر ونذیر ہوتا ہے۔ لیکن شرع یعنی شارع نہیں ہوتا۔ کیونکہ رسالت اور نبوت تشریعیہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد منقطع ہوگئی ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السّلام بھی وقت نزول باوجود رسول ہونے کے ہماری ہی شرع کے ساتھ حکم کریں گے۔

پس اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی منقطع نہیں ہوئی، بلکہ جاری ہے۔ اور اب کوئی رسول یا نبی بھی ہو تو صرف تبشیر اور انذار کی وحی اس پر ہوسکتی ہے۔ شرعی وحی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ شیخ اکبر کے نزدیک مسیح علیہ السّلام بھی باوجود رسول ہونے کے نئی شریعت نہیں لائیں گے۔ بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے۔

مختار مدعیہ کہتا ہے کہ اس میں صرف یہ بتایا ہے کہ فرشتہ کا وحی الٰہی لے کر اترنا اللہ کی نظر انتخاب پر ہے۔ نہ کسی دنیوی جاہ و جلال پر۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ کسی طرح نہیں نکلتا کہ نزول وحی منقطع ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت انتخاب پہلے موجود تھی، اب بھی موجود ہے۔ جیسا کہ یلقی صیغہ مضارع سے جو استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے، ظاہر ہے۔

دوسری آیت: ینزل الملائکة بالروح علی من یشاء من عباده ان انذروا انه لا اله الا انا فاعبدون.

اس آیت میں سے امر نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کلام دے کر اپنے بندوں کے پاس بھیجتا ہے اور بھیجا کرے گا۔ پس اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت مستمرہ کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کا انقطاع نہیں ہے۔ کیونکہ وحی لے کر فرشتوں کے نزول کے جو بواعث آیت میں مذکور ہیں، وہ آنحضرت کے بعد میں بھی پائے جاتے ہیں۔

تیسری آیت: وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. (بقرۃ،۱۸۶)

اس آیت میں بھی خدا تعالیٰ نے خاص طور پر یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ پکارنے والے کی پکار کا کیا جواب دے گا۔ ۱۱راکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ نے اس پر یہ جرح کی ہے کہ اس آیت میں اجیب کے معنی ہیں، میں قبول کرتا ہوں۔ کلام کرنے کے نہیں، ورنہ ماننا پڑے گا کہ وہ ہر ایک سے کلام کرتا ہے۔ لیکن اگر مختار مدعیہ کے معنوں کو صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ وہ ہر ایک کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ حالانکہ یہ امر واقع کے خلاف ہے، بہرحال مختار مدعیہ یہ کہے گا کہ جس شخص کی دعا لائق قبول ہے، اسے قبول کرتا ہے۔ اسی طرح ہمارا یہ جواب ہے کہ جسے خدا تعالیٰ بذریعہ کلام جواب دینا چاہے، اسے جواب دیتا ہے۔ اور یہ معنی تفسیر ابن جریر میں بھی لکھے ہیں:

الوجه الآخران یکون معناه اجیب دعوة الداع اذا دعان ان شئت فیکون ذٰلک. (ابن جریر، ج ۲،ص ۹۴)

یعنی ایک وجہ اس آیت کے معنی کی یہ ہے کہ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ یعنی اگر میں چاہوں تو ایسا ہوتا ہے۔

چوتھی آیت: اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَااللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡھِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ. نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ. (فصلت،۳۰-۳۱)

یہ آیت بھی صاف طور پر بیان کررہی ہے کہ جولوگ اللہ تعالیٰ کے رستے میں استقامت دکھائیں گے، ان پختہ ایمانداروں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتے بشارتیں سنایا کریں گے۔ چنانچہ روح المعانی، جلد۷،صفحہ ۶۴ میں لکھا ہے:

والاخبار طافحة برؤية الصحابة للملک وسماعهم كلامه وكفى وليلا لما نحن فيه قوله سبحانه ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشرو بالجنة التى كنتم توعدون الايه قال فيها نزول الملک على غير الانبياء فى الدنيا وتكليمه اياه.

صحابہ کے فرشتوں کو دیکھنے اور اس کی کلام کو سننے کے متعلق کثرت سے خبریں پائی جاتی ہیں۔ اور جس امر میں ہم گفتگو کر رہے ہیں، اس کے اثبات کے لیے خدا تعالیٰ کا قول: اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَااللّٰہُ ہی کافی ہے، کیونکہ اس میں اس دنیا میں غیر انبیاء پر فرشتے کا نزول اور اس سے کلام کرنے کا ثبوت موجود ہے۔

پس مختار مدعیہ کا اس آیت کے متعلق ۱۱؍اکتوبر کی بحث میں یہ کہنا کہ ایسا موت کے وقت ہوتا ہے، قابلِ التفات نہیں ہے۔ اور اس آیت سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے کامل راستبازوں پر خدا تعالیٰ کے فرشتے خوشخبری لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اور آپ کو خدا تعالیٰ کی حمایت ونصرت کا وعدہ یاد دلاتے ہیں۔

پانچویں آیت: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ. (آل عمران،۳۱)

یہ آیت پیدائش انسان کی اصل غرض اور فطرت انسانی کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی محبت کو قرار دیتی ہے اور انسان اور اس کے خالق میں محبت وتعشق کا رشتہ ہونا چاہیے۔ پہلے انسان خدا کا سچا عاشق بنے اور ظاہر ہے کہ حقیقی طور پر محبت دو ہی ذریعوں سے پیدا ہوتی ہے، دیدار سے، یا گفتار سے۔

لیکن جب ان دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز بھی نصیب نہ ہوئی، دیدار تو اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کے وراء الوراء ہونے کی وجہ سے اس عالم میں نہیں ہوسکتا۔ اور گفتار اس لیے کہ اس کا سلسلہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد منقطع ہوگیا تو عاشق الٰہی بننے کے لیے کون سی صورت رہے گی۔ کوئی کس طرح اللہ کا عاشق بنے گا۔ اور منازل عشق میں مصائب کے جو مہیب پہاڑ اور ہولناک دریا حائل ہیں، وہ کس طرح طے ہوسکیں گے۔

مختار مدعیہ نے اس پر یہ جرح کی ہے کہ پھر وحی نبوت صحابہ پر بھی ہونی چاہیے۔ حالانکہ اس موقع پر بحث اس امر میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی غیر تشریعی ہوسکتی ہے یا نہیں۔

چھٹی آیت: وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَھُمۡ عَنۡ دُعَآئِھِمۡ غٰفِلُوۡنَ. (احقاف،۵)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سچے خدا کی یہی نشانی قرار دی ہے کہ وہ بندوں کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ لیکن معبودانِ باطلہ

www.khatmenubuwwat.org

میں یہ طاقت نہیں کہ وہ لوگوں کی پکار کا جواب دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ جس سے وہ وجود باری تعالیٰ کے متعلق درجہ حق الیقین تک فائز ہوں۔ یعنی انہیں اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، حق الیقین حاصل ہو جائے۔

اس آیت کے متعلق مختار مدعیہ نے ۱۱؍اکتوبر کی بحث میں یہ کہا ہے کہ یستجیب کے معنی قبول کرنے کے ہیں۔ جواب دینے کے کہیں نہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے، یستجیب کے معنی جواب دینے کے عربی زبان میں بکثرت آتے ہیں۔ چنانچہ کعب بن سعد الغنوی کا شعر ہے:

وداع دعا یامن یجیب الی القدمی
فلم یستجیبه عند ذٰلک مجیب

(ابن جریر، ج ۲،ص ۹۳)

اس شعر میں (**لم یستجیبه**) کے معنی ''اسے جواب نہ دیا'' کے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اس آیت میں بھی یستجیب کے معنی جواب دینے ہی کے لیے گئے ہیں۔ چنانچہ ابن جریر میں اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی گئی ہے:

لا یستجیب له الی یوم القیٰمة یقول لا یجیب دعاه ابدا لانها حجر وخشب او نحر ذٰلک.

ابن جریر، جلد ۲۶، صفحہ ۳ یعنی وہ اس کی پکار کا کبھی جواب نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ پتھر ہیں یا لکڑی وغیرہ ہیں۔ اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے بھی اس آیت میں یستجیب کے یہی معنی لیے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''اور کون شخص ہے بہت گمراہ اس شخص سے کہ پکارتا ہے سوائے خدا کے، اس شخص کو کہ نہ جواب دے اس کو دن قیامت تلک۔'' کیا مختار مدعیہ کے اس قسم کے اعتراضات سے جو اس نے گواہان مدعا علیہ کے استدلالات پر کیے ہیں، علم قرآن سے اس کی محرومی ظاہر نہیں ہوتی۔

ساتویں آیت:

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُکَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا اِتَّخَذُوْهُ وَکَانُوْا ظٰلِمِیْنَ. (اعراف، ۱۴۸)

اسی طرح فرمایا: **لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ.** (رعد، ۱۴)

اسی طرح فرمایا: **اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآئَکُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ.** (فاطر، ۱۴)

اسی طرح فرمایا: **وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَی الْهُدٰی لَا یَتَّبِعُوْکُمْ سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ.** (اعراف، ۱۹۳)

ان تمام آیات میں خدا تعالیٰ نے معبودانِ باطلہ کی الوہیت کے بطلان کے اظہار کرنے کے لیے ان کے معبودان کے غیر متکلم ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور ان کے عدم تکلم کو ان کی موت اور عدم الوہیت پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ سے اپنے متکلم ہونے کو اپنی حیات اور حقیقی الٰہ ہونے کا ثبوت گردانا ہے۔ اور یہ دلیل قطعی ہے اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ

کی صفت تکلم ہر زمانہ میں اپنا جلوہ دکھاتی رہے گی۔

آٹھویں آیت: اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ. صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ. (فاتحہ،۵-۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو ترغیب دلائی ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ سے منعمین علیھم کے مقامات عطا کیے جانے کے طلبگار ہوں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ مقامات عطا کرے گا اور وہ مقامات نبوت اور صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کے ہیں۔ جب وہ مقامات اور مراتب امت محمدی کو ملیں گے تو لازمی طور پر مکالمہ الٰہیہ اور وحی کے جو انعامات پہلی امتوں کے حامل افراد پر ہوئے، اس امت کے حامل افراد بھی اس سے متمتع ہوں گے۔

نویں آیت: كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ. (آل عمران،۱۱۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو خیر الامم قرار دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو کوئی لقب دینا بلا معنی نہیں ہوسکتا۔ کوئی عقل سلیم اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوسکتی کہ امت محمدیہ ہو تو خیر الامم۔ لیکن وہ ان مقامات سے جو پہلی امتوں پر ہوئے، محروم ہو، افسوس کہ امت محمدیہ میں بقاء وحی کے منکرین نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ قدیم سے اپنے بندوں کے ساتھ ہم کلام ہوتا آیا ہے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں عورتوں کو بھی مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف حاصل ہوا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ کی ماں اور مریم صدیقہ کو۔ تو پھر یہ امت کیسی بدقسمت اور بے نصیب ہے کہ اس کے مرد بنی اسرائیل کی عورتوں کی طرح بھی نہیں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے صفات کبھی معطل نہیں ہوتے۔ پس جیسا کہ وہ ہمیشہ سنتا رہے گا۔ ایسا ہی وہ ہمیشہ بولتا بھی رہے گا۔ اس دلیل سے زیادہ تر صاف اور کوئی دلیل ہوسکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے سننے کی طرح بولنے کا سلسلہ بھی کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جن سے اللہ تعالیٰ مکالمات ومخاطبات کرتا رہے گا۔ اس وقت دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ بشرط سچی اور کامل اتباع ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مکالمات الٰہیہ سے مشرف کرتا ہے۔ اسی وجہ سے تو حدیث میں آیا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اور حدیث میں بھی علماء ربانی کو ایک طرف امتی کہا۔ اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے۔ پس امت محمدیہ کا خیر الامم ہونا مستلزم ہے۔ اس بات کو کہ اس اُمت کے کامل افراد وحی الٰہی کے فیض سے مستفیض ہوں۔

چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی یہ ثابت کرنے کے لیے کہ امت محمدیہ کے کاملین کو بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے۔ اسی آیت سے دلیل پکڑی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

بعد تسلیم اس امر کے کہ خدا تعالیٰ بعض وجوہ سے اطلاع غیب غیر نبی کو بھی دیتا ہے۔ اور یہ امر پہلی امتوں میں بشہادت قرآن پایا گیا ہے۔ اس امت مرحومہ کے لیے اس شرف کے حصول پر ہمارے پاس کوئی خاص نص قرآن یا حدیث نہ بھی ہو۔ تو ہم کو حصول اس شرط کے ثابت کرنے کے لیے ایک وہ آیت جس میں اس مرحومہ امت کو خیر اُمت ٹھہرایا گیا ہو۔ اور ایک وہ حدیث جو اس آیت کی تفسیر ہے۔ اور اس میں یہ تصریح ہے کہ تم نے (اے امت محمدیہ!) ستر اُمتوں کو پورا کیا ہے۔ اور تم ان سب سے اللہ کے نزدیک بہتر اور باعزت ہو، کافی دلیل ہے۔ ومع ہذا بالفعل، ہم ایک خاص حدیث حصول اس شرف کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

www.khatmenubuwwat.org

منکرین مخالفین اس حدیث کا ثبوت اس مدعا کے لیے ناکافی ہونا ثابت کریں گے؟ (اشاعۃ السنۃ، نمبر۷، ج۷، ص۲۰۵،۲۰۶)

پس گیارہ اکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ اس آیت کو مسئلہ وحی سے کوئی تعلق نہیں ہے، لغو و باطل ہے۔

مختار مدعیہ نے ۱۱،۱۲/اکتوبر کی بحث میں کہا ہے کہ جن آیات سے وحی یا نبوت کا اثبات کیا گیا ہے، ان آیات کی یہ تفسیر پہلے کسی نے نہیں کی۔ اس لیے ان سے وحی یا نبوت کے بقاء پر استدلال کرنا تفسیر بالرائے ہے۔ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں کچھ مختار مدعیہ کے جواب میں ابھی میں نے بعض آیات کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیروں کے حوالے نقل کیے ہیں۔ لیکن اصولاً یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلی تفسیروں میں سے ان کے معنی نقل کیے جائیں۔ کیونکہ قرآن جید عربی زبان میں ہے۔ اور اسی کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کی جاتی ہے۔ گواہان مدعا علیہ نے جو تفسیریں ان آیات کی پیش کی ہیں، وہ قواعد عربیت اور قرآن وحدیث کی رُو سے بالکل صحیح ہیں، اور مختار مدعیہ کی طرف سے ان کی کوئی تغلیط نہیں کی گئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ قرآن مجید کے معارف اور عجائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے، جیسا کہ بعض الفاظ مرفوعہ مثل **لا يشبع منه العلما ولا يخلق عن كثرة الرد ولا تنقضى عجائبه** اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لیے کسی آیت کی تفسیر مجرد اس وجہ سے تفسیر یا رائے نہیں کہلاسکتی کہ وہ تفسیر گذشتہ مفسرین میں سے کسی نے نہیں کی ہے۔ گواہ مدعیہ نمبر۲ نے ۲۴/اگست کو اس حدیث کے متعلق بجواب جرح یہ کہا تھا کہ اس کی سند مجہول ہے۔ اس واسطے قابلِ اسناد نہیں ہے۔ لیکن یہ امر اس نے محض اپنے بچاؤ کی غرض سے پیش کیا تھا، ورنہ وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اس حدیث کے متعلق ذرا بھی گنجائش کلام نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو اس سے بے خبری نہیں ہوسکتی کہ تحذیر الناس کے صفحہ ۱۱ میں حدیث بطور دلیل پیش کی ہے، جبکہ مختار مدعیہ کے اس باطل خیال کی تردید میں بھی کہ کسی امت کی ایسی تفسیر کو جو مفسرین گذشتہ میں سے کسی نے نہ کی ہو، تفسیر بالرای کہتے ہیں۔

مولانا محمد قاسم ہی کا ارشاد پیش کرتا ہوں، جس سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ کوئی ایسی تفسیر جو قواعد عربیہ کے مطابق ہو۔ اگرچہ پہلے کسی مفسر نے نہ کی ہو۔ تفسیر بالرائی نہیں کہلائے گی۔ چنانچہ مولوی صاحب فرماتے ہیں:

اب یہ گزارش ہے کہ ہر چند آیت: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (طلاق:۱۲) کی یہ تفسیر کسی اور نے نہ لکھی ہو تو کیا ہوا۔ معنی مطابقی اگر اس احتمال پر منطبق نہ ہو تو البتہ گنجائش تکفیر ہے۔ اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث: **من فسّر القران برأيه فقد كفر** سے یہ شخص کافر ہو گیا۔ پھر اس صورت میں یہ گنہگار تنہا کافر نہ بنے گا، یہ تکفیر بڑے بڑوں تک پہنچے گی۔ (تحذیر الناس، ص۴۰)

اب مختاران مدعیہ کو سوچنا چاہیے کہ مولوی صاحب نے جب ایک آیت کی ایسی تفسیر کی جو سلف صالحین میں سے کسی نے نہیں کی تھی۔ اور لوگوں نے ان کی اس بنا پر تکفیر کی۔ اور کہا کہ تمہاری یہ تفسیر ایجاد بندہ ہے۔ اور پہلے کسی نے نہیں کی ہے تو اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہوا کیا۔ اگر پہلے کسی نے یہ تفسیر نہیں کی، جب معنی مطابقی اسی احتمال پر منطبق ہیں تو یہ تفسیر بالرائی کیسے ہو گئی۔ اور اگر یہی تفسیر بالرائی اور موجب کفر ہے تو پھر بڑوں بڑوں کو بھی کافر بنانا پڑے گا۔ کیونکہ وہ بھی ایسی تفسیریں کرتے رہے ہیں جو ان سے پہلوں نے نہیں کی تھیں۔

پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ جو آیات گواہان مدعا علیہ نے وحی اور نبوت کے بقاء کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ ان سے

پہلے کسی نے یہ استدلال نہیں کیا تو پھر بھی کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے۔ اور یہ اعتراض بھی کہ اگر ان آیات سے یہ استدلال صحیح ہے تو پھر وحی شریعت جدیدہ و نبوت مستقلہ بھی جو بالاتفاق فریقین بند ہے۔ اجاری ماننی پڑے گی۔ قطعاً صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان آیات سے محض مکالمہ الٰہیہ کا وجود اور نبی کا آنا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن دوسری آیات مثل خاتم النبیین اور آیت: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ، (آل عمران، ۳) اور آیت: وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (نساء، ۶۹) بتا رہی ہے کہ وحی شریعت جدیدہ اور نبوت مستقلہ کا دروازہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بند ہے۔

(۳)

دلائل بقائے وحی از روئے احادیث نبویہ

مسلم کی حدیث میں آنے والے مسیح کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے وحی کرے گا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **فبینما ھو کذلک اذ اوحی اللّٰہ الٰی عیسی انی قد اخرجت عبادًا لی لا یدان بقتالھم لا حد فحرز عبادی الی الطور.**[۱]

اور اس حدیث کا مفہوم حضرت مسیح موعود نے یہ بیان کیا کہ وہ اقوام یاجوج و ماجوج سے جنگ نہیں کرے گا، بلکہ مومنوں کو طور کی طرف جمع ہونے کا ارشاد کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ طور ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے، جس پر تمام بندگان الٰہی کا جمع ہونا ناممکن ہے۔ اس لیے اس جگہ طور سے مراد مقام تجلیات الٰہیہ ہے۔ یعنی مسیح موعود مسلمانوں کو دین کی طرف توجہ دلائے گا۔ وہ حقیقی مومن اور خدا تعالیٰ کے بندے بنیں تا وہ مورد تجلیات الٰہیہ ہوں اور خداوند اُن کے ساتھ ہو۔ اور ہر جگہ ان کو غلبہ عطا کرے۔ بہرحال اس حدیث سے ثابت ہے کہ مسیح موعود کو وحی ہوگی۔ چنانچہ اکابر علمائے سلف نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ مسیح موعود پر وحی کا نزول ہوگا۔ چنانچہ گواہ نمبر۲ نے بھی ۲۹؍اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں۔ اس کے سوا جو وحی ہے، وہ وحی نبوت نہیں ہے۔ لفظ وحی کا اس پر اطلاق ہوگا اور مختار مدعیہ کا اس حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے نواس بن سمعان کی اس حدیث کو مجروح قرار دیا ہے کہ اگر یہ حدیث تسلیم بھی کر لی جائے تو اس میں وحی کا لفظ بمعنی الہام ہے، قابلِ التفات نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:

''یہ فرض صاحب مسلم کے سر پر تھا کہ وہ اپنی ذکر کردہ حدیث کا تعارض اپنی قلم سے رفع کرتے کہ انہوں نے جو ایسے تعارض کا ذکر تک نہیں کیا تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد بن المنکدر کی حدیث کو نہایت قطعی اور یقینی اور صاف اور صریح سمجھتے تھے۔ اور نواس بن سمعان کی حدیث کو از قبیل استعارات و کنایات خیال کرتے تھے۔ اور اس کی حقیقت کو حوالہ بخدا کرتے تھے۔''

۱۔ ذکر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الرجال...... صحیح مسلم، رقم ۷۵۶۰

(ازالہ اوہام،ص ۱۰، بار پنجم)

اور خصوصاً اس کے فقرہ متنازعہ فیہ کو اپنی کتب میں صحیح سمجھ کر ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ’’ایسا ہی ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ جو مسیح موعود کے بارے میں ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود جنگ نہیں کرے گا۔ اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں: **اخرجت عبادًا لی لا یدان بقتالھم لا حد فاحرز عبادی الی الطور.** یعنی اے آخری مسیح! میں نے اپنے بندے ایسی طاقتور زمین پر ظاہر کیے ہیں (یعنی یورپ کی قومیں) کہ کسی کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔ پس تو ان سے جنگ نہ کر، بلکہ میرے بندوں کو طور کی پناہ میں لے آ۔ یعنی تجلیات آسمانی اور روحانی نشانوں کے ذریعہ سے ان بندوں کو ہدایت دے۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ یہی حکم مجھے ہوا ہے۔‘‘[۱]

اور اگر یہ نہ بھی ہوتا تو بھی چونکہ فریق مدعیہ کو اس حدیث کی صحت سے انکار نہیں ہے۔ اس لیے گواہان مدعا علیہ اس کو بطور حجت ملتزمہ فریق مدعیہ کے مقابلہ میں عقلاً و قانوناً و شرعاً پیش کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ برتقدیر تسلیم وحی کے معنی الہام کے ہیں۔ علماء سلف صالحین کے معنی کے خلاف ہے۔ جیسا کہ روح المعانی، جلد ۷، صفحہ ۶۵ کے حوالہ سے گواہان مدعا علیہ اپنے بیانوں میں بتا چکے ہیں کہ یہ وحی جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر ہوگی۔ کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان پیغمبر ہے اور حدیث: **لا وحی بعدی** باطل ہے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد جبرئیل زمین پر نازل نہیں ہوتے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور غالباً اس شخص کی مراد بھی جس نے مسیح علیہ السّلام پر آپ کے نزول کے بعد وحی کی نفی کی ہے۔ وحی تشریع سے ہے اور جس وحی کا یہاں ذکر ہے، اس میں تشریع نہیں ہے۔ اور روح المعانی مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ کے مسلمات سے ہے اور یہی بات حجج الکرامہ میں لکھی ہے۔

دوسری حدیث: ابن ابی الدنیا نے کتاب الذکر میں حضرت انسؓ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابی ابن کعبؓ نے کہا کہ میں مسجد میں داخل ہوں گا اور نماز پڑھوں گا۔ اور خدا تعالیٰ کی ایسی حمد کروں گا جو کسی نے نہ کی ہو۔ یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد سے اگر میری امت میں کوئی محدث ہو تو وہ عمر ہے۔ یہ مراد نہیں کہ آپ کو ان کے محدث اور متکلم ہونے میں کوئی تردّد تھا۔ کیونکہ آپ کی امت افضل الامم ہے اور جب دوسری امتوں میں ایسے لوگ پائے گئے تو امت محمدیہ میں ایسے لوگوں کا تعداد میں زیادہ رتبہ میں بلند پایا جانا زیادہ مناسب اور ضروری ہے۔ بلکہ یہ جملہ تاکید اور یقین کے پیرایہ میں بیان ہوا ہے۔ اور اس جملہ میں جو مبالغہ پایا جاتا ہے، وہ ذی فہم انسان پر مخفی نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر کوئی میرا دوست ہے تو وہ فلاں ہے۔ تو ایسے جملہ سے قائل کا منشا یہ ہوتا ہے کہ وہ فلاں شخص میرا پکا دوست ہے۔

ان تینوں حدیثوں سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آنے والے مسیح پر وحی نازل ہوگی۔ اور ان کے علاوہ بھی کاملین افراد محمدیہ پہلی امتوں کے کامل افراد کی طرح مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوں گے۔

گواہان مدعیہ نے اپنے بیانوں میں انقطاع وحی کے متعلق ایک حدیث بھی پیش نہیں کی ہے۔ لیکن باوجود اس کے مختار

۱۔ مضمون چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۳۹۷

www.khatmenubuwwat.org

مدعیہ نے ۱۱/ اکتوبر کو عدالت میں بحث کرتے ہوئے علانیہ یہ غلط بیانی کی کہ گواہان مدعیہ نے انقطاع وحی کے متعلق پچیس حدیثیں پیش کی ہیں اور مختار مدعیہ نے جو دو حدیثیں پیش کی ہیں، ایک رزین کی مشکوٰۃ، صفحہ ۵۴۸ سے اور دوسری بخاری، جلد ۱، صفحہ ۳۶۰ سے، تو ان دونوں حدیثوں سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی غیر شرعی منقطع ہے۔

مشکوٰۃ کی روایت میں تو یہ بیان ہوا ہے کہ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد عرب نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو حضرت عمر نے ان لوگوں سے نرمی کا سلوک کرنے کی درخواست کی۔ حضرت ابوبکر نے اس کا یہ جواب دیا کہ **اجبار فی الجاهلية وخوار فی الاسلام انه قد انقطع الوحی وتم الدين اينقص وانا حی.**[1] یعنی کیا جاہلیت میں تو جبار تھے اور اب اسلام میں آکر بزدل اور ضعیف بنتے ہو۔ یاد رکھو وحی منقطع ہوگئی کہ دین پورا ہوگیا۔ کیا دین میں کمی بیشی کی جائے گی اور میں زندہ ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں وحی سے مراد شرعی وحی ہے، جو پہلے دین کو یا اس کے بعض احکام کو منسوخ کرنے والی ہے۔ بس جب وہ نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے لیے بیٹھے:

اذا هو بصوت عال من خلف الهم لک الحمد کله وبيدک الخير کله واليک يرجع الامر کله...... فاتی رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلّم فقص عليه فقال ذلک جبرائيل عليه السّلام. (روح المعانی، ج ۷، ص ۶۴)

یعنی اس نے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی۔ جس کے یہ الفاظ تھے: **اللهم لک الحمد الی آخره.** پھر ابی بن کعب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا، وہ جبرئیل علیہ السّلام تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ پر بھی جبرئیل کا نزول ہوتا تھا۔

تیسری حدیث: آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں: **عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلّم لقد کان فی قبلکم من الامم محدثون فان يک فی امتی احد فانه عمر.**[2] (متفق عليه)

اسی طرح فرمایا: **لقد کان فيمن قبلکم من بنی اسرائيل رجال يکلمون من غير ان يکونوا انبياء فان يک فی امتی منهم احد فعمر.**[3]

کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اور بنی اسرائیل میں ایسے اشخاص بھی ہوئے جن سے خدا تعالیٰ ہم کلام ہوا۔ لیکن وہ نبی نہ تھے۔ ایسے اشخاص میری امت میں سے بھی ہوں گے جن میں سے ایک عمر ہے اور محدث کی تشریح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ کی ہے: **قال يتکلم الملائکه علی لسانه.** (طبرانی اسناده حسن) (تاریخ الخلفا، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۸)

یعنی فرشتے اس کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔

۱۔ **اجبار فی الجاهلية......** جامع الاصول من احاديث الرسول، رقم ۶۴۲۶

۲۔ **لقد کان فيما......** صحیح البخاری، رقم ۳۴۸۶

۳۔ **لقد کان فيمن......** صحیح البخاری، رقم ۳۴۸۶

www.khatmenubuwwat.org

اس حدیث کی شرح میں امام ملاعلی قاری یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ محدث سے کیا مراد ہے۔ لکھتے ہیں: **اللهم المبالغ فيه الذی انتهی الی درجة الانبياء فی الالهام.** یعنی محدث سے ایسا ملہم مراد ہے جو الہام میں انبیاء کے درجہ کو پہنچا ہوا ہو۔ اور فرماتے ہیں:

فان يک فی امتی احد فهو عمر لم يرد هذا القول مورد التردد قال امته افضل الامم واذا كانوا موجودين من غيرهم من الامم فبالحری ان يكونوا فی هذه الامته اكثر عددا واعلی رتبة وانما ورد مورد التاكيد والقطع، ولا يخفی علی ذی الفهم محله من المبالغه. كما يقول الرجل ان يكن لی صديق فانه فلان يريد بذلک اختصاصه بالكمال فی صداقته. (مرقاۃ، ج ۵،ص ۵۳۱)

رہی بخاری کی حدیث تو اس میں بھی وحی کے انقطاع سے مراد قرآن مجید کی وحی کا انقطاع ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوتی تھی، جس میں احکام اور منافقوں کے نفاق اور مومنوں کے ایمان کی حالت کا اظہار ہوتا تھا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ان اناسا كانوا يوخذون بالوحی فی عهد رسول الله صلّی الله عليه وسلّم وان الوهی قد انقطع وانما ناخذكم الان بما ظهران من اعمالكم.

یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم وفات پا گئے، اب تو ہم تمہارے اعمال کی بنا پر ہی مواخذہ کریں گے۔ اور جو کسی کے دل یا نفس میں ہوگا۔ اس کے مطابق محاسبہ نہیں کریں گے، اس کا محاسب اللہ تعالیٰ ہوگا۔ پس اس حدیث میں بھی خاص وحی کے انقطاع کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوتی تھی۔

(۵)

عقیدہ سلف صالحین بقائے وحی غیر تشریعی کے خلاف نہیں

گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں قرآن وحدیث سے امت محمدیہ میں وحی الٰہی کے بقاء کا ثبوت پیش کرنے کے بعد سلف صالحین کے وہ اقوال پیش کیے ہیں جن میں انسان سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی غیر تشریعی کا دروازہ کاملین امت محمدیہ کے لیے کھلا ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور نزول وحی تشریعی کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو: گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کا بیان، مطبوعہ صفحہ ۲۵ - ۲۷۔

اب میں مختار مدعیہ کے ان اعتراضوں پر نظر کرتا ہوں جو اس نے سلف صالحین کے ایسے اقوال پر کیے ہیں جن سے امت محمدیہ کے لیے وحی غیر تشریعی کا باقی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

حوالہ فتوحات مکیہ

گواہانِ مدعا علیہ نے امت محمدیہ میں بقائے وحی غیر تشریعی کے متعلق فتوحات مکیہ، جلد۲، صفحہ ۴۱۶، ۴۱۷ کا جو حوالہ پیش کیا تھا، اور جس کا ترجمہ گواہ مدعیہ نمبر ا نے ۲۱ر اگست کی بجواب جرح یہ کیا ہے:

جو وحی رسول اللہ پر نازل ہوئی تھی، یعنی آپ کے قلب پر، تو آپ پر ایک حرارت سی ہو جاتی تھی، جس کو حال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ سخت ہوتی تھی اور اس کی وجہ سے مزاج منحرف ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ حالت آپ سے جاتی رہتی اور آپ خبر دیتے اس چیز کی جو آپ کو دی جاتی اور یہ تمام اقسام وحی موجود ہیں اب بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اور وہ وحی جس کے ساتھ نبی مختص ہے، وہ تشریعی وحی ہے کہ حلال کرے اور حرام کرے۔

حوالہ مذکورہ کے اس ترجمہ سے جو گواہ مدعیہ نمبر ا کا کیا ہوا ہے، بڑی صفائی سے ظاہر ہے کہ آیت: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (شوریٰ، ۵۱) میں جو اقسام وحی بیان کیے گئے ہیں اور جن طرق سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہوتی تھی، وہ تمام اقسام وحی اب بھی اولیاء اللہ میں مانے جاتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ولی کو وحی تشریعی جس میں تحلیل وتحریم ہو نہیں ہوتی۔ کیونکہ تحلیل وتحریم نبوت کے ساتھ مختص ہے۔ یہ بیان اپنے مطلب کے اظہار میں کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ اور اس میں نہایت صراحت سے وحی تشریعی کے سوا تمام اقسام وحی کا اولیائے امت محمدیہ میں موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن کیسی عجیب جسارت ہے کہ مختار مدعیہ نے اس بیان کو بھی اپنے مفید مدعا ظاہر کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ اور ۱۱ر اکتوبر کی بحث میں کہا کہ حضرت شیخ اکبر نے وحی تشریعی کو انبیاء کے ساتھ مختص کیا ہے جو ہمارے مدعا کے موید ہے۔ حالانکہ مختار مدعیہ کا حضرت شیخ کے اس بیان کو اپنے مدعا کے موید کہنا ویسا ہی ہے جیسا کہ کسی قائل الوہیت وابنیت مسیح کا سورۃ اخلاص کے ترجمہ کو اپنے مفید مطلب کہنا۔ کیونکہ علاوہ انتہائی صفائی وصراحت کے، جو حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیان میں اختیار کی ہے، لفظ تشریعی کی تشریح بھی ساتھ ہی کر دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: **فلا یشرح الا نبی ولا یشرح الا رسول خاصة فیحلل ویحرم ویبیح.**

یعنی نبی اور رسول کی تشریع سے مراد کسی چیز کو حلال اور کسی کو مباح وغیرہ قرار دینا ہے۔ پس ایسی وحی کے بقا کے تو ہم بھی قائل نہیں۔ جس میں نئے احکام تحلیل وتحریم کے پائے جاتے ہیں۔ اور نہ ہم ایسی نبوت ہی کے قائل ہیں۔ اور اسی قسم کی وحی کے انقطاع کے متعلق **الکبریت الاحمر** میں عبارت ہے، ورنہ دوسری قسم کی وحی جس میں نئے اوامر تحلیل وتحریم کے نہ ہوں، حضرت مسیح علیہ السّلام پر ہوئی۔ فتوحات مکہ اور الکبریت الاحمر کی عبارت سے ظاہر ہے۔

اور گواہ مدعیہ نمبر۳ بھی ۲۹ر اگست کو بجواب جرح تسلیم کر چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں، ان کی وحی تو وحی نبوت ہوگی۔ اس کے سوا جو وحی ہے، وہ وحی نبوت نہیں ہے۔ گو لفظ وحی کا اس پر اطلاق ہوگا، یا اسی قسم کے اور امور کی نسبت سے، کیسا ہی فرق کیوں نہ ہو، لیکن نفس مکالمہ کے لفظ سے کوئی فرق نہیں آتا۔ یعنی جو کلام کسی نبی پر نازل ہو، وہ بھی خدا کا کلام ہوتا ہے۔ اور جو کلام کسی نبی کے کامل متبع پر نازل ہوتا ہے۔ وہ بھی خدا ہی کا کلام ہے۔ اور یہ مختار مدعیہ کے فریق مقابل یعنی احمدیوں کے عقائد

www.khatmenubuwwat.org

سے بالکل ہی مطابق ہے۔ ہاں مختار مدعیہ کی اس توجیہ نے گواہان مدعیہ کے بیانات کا ضرور قلع قمع کر دیا ہے۔ کیونکہ مختار مدعیہ نے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس حوالہ کو اپنے مدعا کا مثبت قرار دیا ہے۔ حالانکہ گواہ مدعیہ نمبر۳، ۲۹؍اگست کو بجواب جرح کہہ چکا ہے کہ مکتوبات امام ربانی، جلد ثانی، ۹۹ مکتوب، صفحہ ۵۱ میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ کشفی یا الہامی ہے، جو حجت نہیں۔ اور ایسی صورت پیدا ہوگئی ہے کہ مختار مدعیہ اور گواہ مدعیہ دونوں کے لیے یہ کہنے کا موقع ہے:

زخمی کرے مجھی کو میری آہ دل خراش
میرا ہی تیر میرے کلیجے کے پار ہو

گواہ مدعیہ نے تو مکتوبات کے مذکورہ حوالہ کو یہ کہہ کر کہ کشفی یا الہامی ہے جو حجت قطعی نہیں اور مختار مدعیہ نے یہ کہنے کے بعد بھی کہ ہمارے لیے یہ مثبت مدعا ہے، غلط توجیہ کر کے ٹال دینا چاہا ہے۔ مگر ان دونوں کے مسلم مقتدا و پیشوا جناب مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کا جو حوالہ گواہان مدعا علیہ نے پیش کیا ہے وہ ان دونوں کے خلاف احمدیوں کی تائید اور حوالہ مکتوب امام ربانی کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور جس کو دیکھنے کے بعد ایک منصف مزاج انسان کو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ جن طرق سے انبیاء کو وحی اور الہام اور مکالمہ الٰہیہ ہونا قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے، بعینہٖ انہی سے اولیاء اللہ کو ہونا بھی ثابت ہے۔ اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے۔ اور یہ علماء کی اپنی خودساختہ اصطلاح ہے۔ **ولکل ان یصطلح.**

(۴) اور تفسیر روح المعانی، جلد ۷ سے ۶۵ صفحہ سے صاف منقول ہے کہ مسیح علیہ السّلام پر نزول کے وقت بذریعہ جبرئیل وحی ہوگی اور وہ وحی باوجود ان کے نبی اور رسول ہونے کے غیر تشریعی ہوگی۔ پس اس سے بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبی پر غیر تشریعی وحی ہونی ثابت ہے۔

اور اسی طرح گواہ نمبر۴ نے ۲۱؍اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ حدیث میں جو وحی کا ذکر آیا ہے، وہ مسلم ہے۔ مگر اس سے تبلیغی وحی مراد نہیں ہے۔ اور اس نے حدیث مسلم جس میں وحی کا ذکر ہے، کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور بجواب جرح یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جب نازل ہوں گے تو وہ رسول ہوں گے۔ ہر رسول پر غیر تبلیغی وحی کے نزول کو انہوں نے تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ یہ سمجھ نہیں آیا کہ غیر تبلیغی سے گواہ کی کیا مراد ہے۔ کیونکہ حدیث میں جس وحی کا ذکر ہے کہ میرے بندوں کو طور کی طرف جمع کرو۔ اب اگر مسیح موعود یہ وحی لوگوں کو پہنچائے گا نہیں تو انہیں جمع کیسے کرے گا۔ بہرحال یہ وحی تبلیغی تو ہوگی، لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں، گواہ کی مراد تبلیغی وحی سے یہ ہے کہ تشریعی نہ ہوگی، جس میں نئے احکام اور نواہی ہوں۔

فتوحات مکیہ، جلد ۲، صفحہ ۹۹ کے حوالہ کے متعلق بھی جس میں کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے صریح طور پر یہ ظاہر کیا ہے کہ جو مکالمہ الٰہیہ انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے، وہی ان کے بعض کامل متبعین کے لیے بھی بطور اتباع اور وراثت کے ہو جاتا ہے۔ مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ یہ حوالہ بھی ہمارے مثبت مدعا ہے۔ کیونکہ مجدد صاحب نے جس کلام الٰہی کا ذکر کیا ہے، وہ وحی ہے جو محدثین پر ہوتی ہے۔ اور وہ وحی الہام ہے، وحی نبوت نہیں۔

مختار مدعیہ نے حضرت مجدد الف ثانی کے بیان کی جو یہ نئی توجیہ کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے جس کلام الٰہی کا ذکر کیا

ہے وہ کلام ہے تو وحی الٰہی ہی، جو محدثین پر نازل ہوتی ہے۔ اور جو وحی محدثین پر نازل ہوتی ہے وہ وحی الہام ہوتی ہے، وحی نبوت نہیں ہوتی۔ اس عجیب وغریب توجیہ سے فریق مقابل کا تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ جس کلام الٰہی کا ذکر حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا ہے۔ مختار مدعیہ خواہ اس کلام کا نام محدثین پر نازل ہونے والی وحی رکھے، خواہ اس کی وحی الہام کے موجب تفرع نام سے نامزد کرے، خواہ اور کچھ کہے، بہرحال حضرت مجدد صاحب کے مضمون مکتوب مندرجہ بالا سے روز روش کی طرح سے یہ ظاہر ہے کہ جس کلام کا آپ نے اس موقع پر ذکر فرمایا ہے، انبیاء پر بھی وہی نازل ہوتا ہے۔ اور جو مکالمہ ومخاطبہ انبیاء علیہم السّلام سے ہوتا ہے، بعینہٖ اسی طرح کا اس کے کامل متبعین کو بھی ہوتا ہے۔

(۵) اور مختار مدعیہ نے حجج الکرامہ کے اس حوالہ پر ''ظاہر است کہ آرندہ وحی بسوئے او جبرئیل علیہ السّلام باشد بلکہ بہ ہمیں یقین داریم و درآن تردد نمی کنیم'' ۱۱؍اکتوبر کی بحث میں کہا ہے کہ یہ حوالہ غیر مسلم ہے۔ کیونکہ نواب صدیق حسن خاں صاحب متشدد غیر مقلدین سے نہیں، اور حنفیوں کو وہ مشرک سمجھتے ہیں۔ مختار مدعیہ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے حوالے کے متعلق باوجود گواہ کے یہ کہہ دینے کے کہ مکتوب کا حوالہ ہمارے لیے حجت نہیں۔ مختار مدعیہ کے اس حوالہ کی بابت یہ کہنا کہ ہمارے مدعا کو ثابت کرنے والا ہے، نادانستگی سے نہیں، بلکہ دیدہ دانستہ تھا۔ اور وہ گواہان مدعیہ کی شہادت کو غلط اور انہیں کم علم اور اپنے آپ کو ذی علم ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ گواہ مدعیہ نمبر۱ نے ۲۱؍اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کو میں مسلمان سمجھتا ہوں اور ان کی کتاب حجج الکرامہ میں ظاہر است سے عبارت ہے۔ پس گواہ مدعیہ تو انہیں مسلمان تسلیم کر کے یہ نہیں کہتا کہ ان کا قول ہمیں مسلم نہیں ہے، لیکن مختار مدعیہ کہتا ہے کہ چونکہ وہ حنفیوں کو مشرک سمجھتے ہیں اس لیے ان کا قول غیر مسلم ہے۔ اور مختار مدعیہ یہ کہہ کر صرف گواہ مدعیہ نمبر۱ کی شہادت ہی کو بے وقعت نہیں بنا رہا ہے، بلکہ اپنے سب سے بڑے پیشوا ومقتدا اور اپنے خاتم المحدثین مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ پر بھی اپنی فوقیت جتلا رہا ہے۔ کیونکہ مولوی رشید احمد صاحب نواب صدیق حسن خاں صاحب کو مرحوم اور رئیس عاملین بالحدیث قرار دیتے ہیں، اور دیگر مفسرین عظام کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کے قول سے سند پکڑتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''اور مولوی صدیق حسن خان مرحوم رئیس عاملین بالحدیث اپنی تفسیر میں اور قاضی شوکانی اور ابن کثیر اور بیضاوی اور مدارک وغیرہا تفاسیر میں یہ معنی اولی الامر کے قبول کرتے ہیں۔'' (سبیل الرشاد، ص ۳۶)

اور فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل، حاشیہ صفحہ ۱۰۳ میں لکھا ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب رئیس بھوپال اپنے رسالہ تعلیم الصلوٰۃ میں ارقام فرماتے ہیں، خطبہ مجملہ شعائر دین کے ہے۔ یہ خطبہ عربی زبان میں ہو نہ عجمی۔ اور نثر ہو نہ نظم۔ سلف سے یہی طریق چلا آیا ہے۔ اور فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، صفحہ ۱۰۵ میں ہے، مولانا نواب سیّد صدیق حسن صاحب قنوجی رحمۃ اللہ علیہ روضۃ الندیہ شرح درالبہیہ میں فرماتے ہیں اور فتاویٰ حصہ سوم، صفحہ ۵۵ میں ہے۔ چنانچہ مولانا سیّد صدیق حسن خاں صاحب نے تکریم المومنین میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں تکلم ہے، لیکن معنی اس کے صحیح ہیں۔

مختار مدعیہ نے گواہان مدعیہ کی شہادت کو قابلِ استناد بنانے کے ردّ کرنے کے قابل بنا دیا ہے، کیونکہ دربار معلیٰ نے اپنے

www.khatmenubuwwat.org

فیصلہ میں یہ تحریر کیا ہے کہ علمائے اسلام کی رائے حاصل کرنی چاہیے۔لیکن عاملین بالحدیث جو لاکھوں کی تعداد میں ہوں گے۔ان کے رئیس نے گواہانِ مدعیہ کو جو حنفی مذہب ہونے کے مدعی ہیں، مشرک قرار دیا ہے۔پس جو لوگ مشرک ہوں، وہ علمائے اسلام کیونکر ہو سکتے ہیں۔علمائے اسلام سے وہی علماء مراد لیے جا سکتے ہیں جن کو تمام مسلمانوں کے فرقے عالم اسلام سمجھتے ہوں۔مگر جو مدعیہ کی طرف سے گواہ پیش کیے گئے ہیں، ان سب کی بابت رئیس عاملین بالحدیث کا یہ فتویٰ ہے کہ وہ مشرک ہیں۔لہٰذا ان کی شہادت ردّ کر دینے کے لائق ہے۔مختار مدعیہ نے نواب صدیق حسن خان صاحب کے اس قول کہ مسیح موعود پر وحی لانے والا یقیناً جبرئیل ہے، انہیں غیر مقلد بتا کر ٹال دینا چاہا تھا، لیکن ہم نے دکھا دیا ہے کہ وہ پہلے غیر مقلد ہیں جن کے اقوال مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتوے میں بھی بطور سند پیش کیے گئے ہیں۔لیکن اسی پر بس نہ کریں۔ہم حضرت امام ملا علی قاری مسلم حنفی عالم کا قول بھی پیش کیے دیتے ہیں۔فرماتے ہیں:

”ثم الظاهران الجائی الیه بالوحی هو جبرئیل بل هو الذی نقطع به ولا نتردد فیه لان ذلک وظیفته وهو السفیر بین اللّٰه وبین انبیائه واما ما اشتهر علی السنة العامة ان جبرئیل لا ینزل الی الارض بعد موت النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم فلا اصل له۔“ (کتاب الاشاعۃ لاشراط الساعۃ علامہ السید الشریف محمد بن رسول الحسینی البرزنجی ثم المدنی، ص ۳۲۷)

یعنی ظاہر یہی ہے کہ مسیح کے نزول کے بعد ان کی طرف وحی لانے والا جبرئیل ہے، بلکہ اس پر ہم یقین رکھتے ہیں اور ہم اس میں کسی قسم کا تردّد نہیں کرتے۔کیونکہ یہ اس کا وظیفہ ہے اور وہ اللہ اور انبیاء کے درمیان سفیر ہے اور عامۃ الناس کی زبان پر جو یہ مشہور ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد جبرئیل زمین پر نازل نہیں ہوتے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ملا علی قاری کے بتائے ہوئے انہیں عوام میں مختار مدعیہ اور گواہ مدعیہ نمبر۴ بھی ہے۔جس نے ۳۱؍اگست کو بجواب جرح کہا، ”جبرئیل علیہ السّلام وحی لے کر رسول اللہ کے بعد کسی شخص پر نازل نہیں ہو سکتا۔حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت بھی ان پر جبرئیل نہیں آئیں گے۔“

امام ملا علی قاری نے بعینہٖ وہی الفاظ کہے ہیں جو مؤلف حجج الکرامہ نے کہے ہیں۔صرف زبان کا فرق ہے۔وہ عربی میں ہیں اور یہ فارسی میں۔

لیکن ہمیں کامل یقین ہے کہ اب مختار مدعیہ اپنی تقلید کا یوں ثبوت دے گا کہ وہی بات جو ایک غیر مقلد کی طرف سے ہونے کی وجہ سے غیر مسلم تھی، اب ایک مسلم حنفی امام کے کہنے کی وجہ سے قابلِ تسلیم ہو جائے گی، ورنہ اُس عقیدہ کی وجہ سے ان سب کو کافر ماننا پڑے گا۔

پس سلف صالحین کے اقوال سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی غیر تشریعی جاری ہے اور صرف وحی تشریعی بند ہوئی ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(٦)

حضرت مسیح موعودعلیہ السّلام کے نزدیک صرف تشریعی وحی بند ہے

گواہان مدعیہ نے اپنے بیان میں ازالہ اوہام اور حمامۃ البشریٰ کے بعض حوالجات پیش کیے ہیں، جن میں لکھا ہے کہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع ہے،لیکن ہر ایک شخص جو ان تحریروں کا غور سے مطالعہ کرے گا وہ جان لے گا کہ اس وحی سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی مراد شریعت والی وحی یا نبی مستقل کی وحی ہے، جو بغیر آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کے ہو۔ چنانچہ آپ ازالہ اوہام ہی میں فرماتے ہیں:

’’اے غافلو! اس امت مرحومہ میں وحی کی تالیاں قیامت تک جاری ہیں،مگر حسب مراتب۔‘‘[1]

اوراس سے بھی پہلی کتاب توضیح المرام،صفحہ ۱۸، ۱۹ پر فرماتے ہیں:

’’اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے، اس پر مہر لگ چکی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے، اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔‘‘

اوراسی صفحہ پر آپ فرماتے ہیں:

’’میں محدث ہوں، اور خدا تعالیٰ مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے۔‘‘

اور محدث کی وحی کے متعلق فرماتے ہیں:

’’رسول اورنبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے۔‘‘

اسی طرح کشتی نوح،صفحہ ۲۲ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف پر شریعت ختم ہوگئی، مگر وحی ختم نہیں ہوئی، کیونکہ وہ سچے دین کی جان ہے، جس دین میں وحی الٰہی کا سلسلہ جاری نہیں۔ وہ دین مردہ ہے اور خدا اس کے ساتھ نہیں۔‘‘

اسی طرح اسی صفحہ میں فرماتے ہیں:

یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہیں، بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ اور روح القدس اب اتر نہیں سکتا، بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اتر چکا۔ اور میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مگر روح القدس کے اترنے کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو، تا وہ ان میں داخل ہو۔ تم اس آفتاب سے خود اپنے تئیں دور ڈالتے ہو، جب کہ اس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو، اے نادان! اٹھ اور اس کھڑکی کو کھول دے۔ تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائے گا۔

ا۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۳۲۱

www.khatmenubuwwat.org

اسی طرح استفتاء میں فرمایا ہے کہ: ’’ان اللّٰہ سمانی نبیًا بوحیہ.‘‘ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام اپنی وحی میں نبی رکھا ہے اور اس نام رکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری طرف کثرت سے وحی کی اور کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار کیا۔ اور اسی طرح حمامۃ البشریٰ میں بھی اپنی وحی کو پیش کیا ہے۔ اور آپ نے الہام کا لفظ حسب اصطلاح متقدمین بمعنی وحی استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ الہام کی تعریف بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں، الہام ایک القائے غیبی ہے، جس کو نفث فی الروع اور وحی بھی کہتے ہیں۔‘‘ (پرانی تحریریں، ص ۱۵)

اسی طرح براہین احمدیہ، صفحہ ۲، حاشیہ صفحہ ۲۲۰ میں لکھتے ہیں: ’’لفظ الہام جو اکثر جگہ عام طور پر وحی کے معنوں پر اطلاق پاتا ہے، وہ باعتبار لغوی معنوں کے اطلاق نہیں پاتا، بلکہ اطلاق اس کا باعتبار عرف علماء کرام ہے۔ کیونکہ قدیم سے علماء کی ایسی ہی عادت جاری ہوگئی ہے کہ وہ ہمیشہ وحی کو خواہ وحی رسالت ہو، یا کسی دوسرے پر وحی اعلام ہو، نازل ہو، الہام سے تعبیر کرتے ہیں۔‘‘

پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام صرف شریعت جدیدہ والی وحی کا انقطاع مانتے ہیں، یا اس وحی کا جو کسی مستقل نبی کی طرف ہو، جس کی نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کا نتیجہ نہ ہو۔ چاہے وہ ایک دو فقرے ہی کیوں نہ ہو۔ اس وجہ سے جہاں آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی کے انقطاع کا ذکر کیا ہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ کے دوبارہ نزول ماننے والوں کا ردّ کیا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ مستقل نبی تھے۔ ان کی نبوت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کے نتیجہ میں نہیں تھی۔ ورنہ مطلق وحی کے بقاء کا دعویٰ اور یہ کہ آپ کو وحی ہوتی ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تقریباً اپنی ہر کتاب میں لکھا ہے۔

(۷)

کیا حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک آپ کی وحی قرآنی وحی کے برابر ہے۔

عجب بات ہے کہ فریق مخالف ایک طرف تو حضرت مسیح موعود کی عبارتوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی منقطع ہو چکی ہے۔ اور دوسری طرف آپ کی کتب سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ نے اپنی وحی کو قرآن مجید کے بالمقابل اور اس کے ہم مرتبہ بتایا ہے۔

اس نے اپنے دعویٰ کی تائید میں مندرجہ ذیل حوالے پیش کیے ہیں:

۱۔ میں خدا تعالیٰ کی تیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر ردّ کر سکتا ہوں۔ میں اس کی پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکیں۔[۱]

۲۔ میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اس طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اس طرح اس کلام کو بھی جو میرے

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۵۴

www.khatmenubuwwat.org

پر نازل ہوتا ہے، خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔[۱]

۳۔ میں جیسا کہ قرآن مجید کی آیات پر یقین رکھتا ہوں، ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرّہ کے اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں، جو مجھے ہوگی۔ اور جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے۔ اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہے وہ اس خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اپنا کلام نازل کیا ہے۔[۲]

اب ان تینوں حوالوں کی عبارتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عبارتوں میں آپ نے اپنی وحی پر ایمان لانے کا اظہار کیا ہے، جس طرح وحی قرآن اور دوسری وحیوں پر۔

پس ان عبارتوں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی وحی کے منجانب اللہ اور اس کے دخل شیطان سے پاک ومنزہ ہونے پر یقین کامل ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

وحی دلگیرش کہ منظر گاہ اوست
چوں خطا باشد کہ دل آگاہ اوست

(مثنوی، دفتر ۴، ص ۱۵۱)

اور فریق مخالف کا یہ کہنا کہ آپ نے اپنی وحی کو قرآن مجید کے مقابل پر پیش کیا ہے، اور اس کو قرآن شریف کی مثل قرار دے کر اپنے آپ کو صاحب شریعت ہونے کا دعویدار بنایا ہے، سراسر غلط ہے۔ کیونکہ آپ نے کہیں نہیں لکھا کہ میری وحی شرعی اور قرآن کے مثل اور اس کے ہم مرتبہ ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی لعنت ان پر جو یہ دعویٰ کرے کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں، قرآن کریم سراپا معجزہ ہے جس کی مثل کوئی انس وجن نہیں لاسکتا۔ اور اس میں وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم ہرگز جمع نہیں کرسکتا، بلکہ وہ ایسی پاک وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور بھی کوئی وحی ہو۔ اور خدا تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم النبیّین پر ہوئی، ایسی نہ کسی پر پہلے ہوئی اور نہ کبھی آئندہ ہوگی اور جو شان قرآن مجید کی وحی کی ہے، وہ اولیاء کی وحی کی شان نہیں۔ اگرچہ قرآن کی مانند کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے، اس لیے کہ قرآن مجید کے معارف وحقائق کا دائرہ سب دائروں سے بڑا ہے۔''[۳]

اور اسی طرح آپ وحیوں کے فرق مراتب کا ذکر کرتے ہوئے نزول مسیح، ص ۱۱۴ میں فرماتے ہیں:

کلام الٰہی سے مراد وہی کلام الٰہی ہے جو زمانے کے لیے تازہ طور پر اُترتا ہے۔ اور اپنی خاصیت سے ملہم اور اس کے ہم نشینوں پر ثابت ہوتا ہے کہ میں یقینی طور پر خدا کا کلام ہوں۔ اور ایسا ملہم طبعاً اس میں اور خدا کے دوسرے کلمات میں جو پہلے نبیوں پر

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۲۲۰
۲۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۱۰
۳۔ الہدیٰ، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۷۵

www.khatmenubuwwat.org

نازل ہوئے، من حیث الوحی کچھ فرق نہیں سمجھتا۔ گو دوسرے وجوہ سے کچھ فرق ہو۔

اس سے بڑھ کر آپ نے اپنی وحی کو قرآنی وحی کے تابع و خادم قرار دیا ہے۔ اور قرآن کریم کو متبوع الخدام اور آپ کی وحی میں جابجا قرآنی وحی کی فضیلت کا ذکر ہے۔ جیسے کہ: الخیر کلّه فی القرآن.[1]

اور کل برکة من محمد صلّی اللّٰه علیه وسلّم فتبارک من علم و من تعلم.[2] یعنی تمام برکات روحانیہ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل ہیں۔

اور توضیح المرام، صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں:[3]

''تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے'' جس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہر ایک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر ایک غبار سے خالی ہے۔ اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے، جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے۔ اور اس کو رأی ما رأی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور وہم و گمان سے باہر ہے، اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے۔ جس پر تمام سلسلہ انسانین کا ختم ہو گیا ہے۔ اور دائرہ استعدادات بشریہ کا کمال کو پہنچتا ہے اور وہ درحقیقت پیدائش الٰہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے، جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے۔

جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمد ہے صلّی اللہ علیہ وسلّم، جس کے معنی یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا ہے۔ یعنی کمالات تامہ کا مظہر ہو، جیسا کہ فطرت کی رُو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا۔ ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ و ارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا۔ یہ وہ مقام عالی ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکے۔ اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے۔ (ص ۲۵-۲۷)

(۱) اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کھول کر بتا دیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وحی کا مرتبہ نہایت ہی اعلیٰ و ارفع مرتبہ ہے، جو کسی نبی کو نصیب نہیں ہوا، اور نہ ہو سکتا ہے۔

(۲) اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ آپ کی وحی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن مجید کی اتباع اور پیروی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

اور محض محبت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ بجز سچے نبی کے پیرو کے اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکے گا۔[4]

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۸۵

۲۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۷۳

۳۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۶۵-۶۴

۴۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۲۷۶

www.khatmenubuwwat.org

اورفرماتے ہیں:

دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ بشرط سچی اور کامل اتباع کے ہمارے سیّد ومولیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مکالمات الٰہیہ سے مشرف کرتا ہے۔[1]

اورفرماتے ہیں:

میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔[2]

اورفرماتے ہیں:

میں خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں، بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے، جس کا روحانی افاضہ میرے شاملِ حال ہے، یعنی محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ (حقیقۃ النبوۃ بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ،ص ۲۶۵)

اورفرماتے ہیں:

قرآن شریف کا یہ وعدہ ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ. (یونس،۶۴) اور یہ وعدہ ہے کہ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ. (مجادلہ،۲۲) اور یہ وعدہ ہے: يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا. (انفال، ۲۹) اس وعدہ کے مطابق خدا نے یہ سب مجھے عنایت کیا ہے۔ اور ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائیں گے، ان کو مبشر خوابیں اور الہام دیے جائیں گے۔ یعنی بکثرت دیے جائیں گے یہ...... اور یہ فرمایا کہ کامل پیروی کرنے والے کی روح القدس سے تائید کی جائے گی۔[3]

اورفرماتے ہیں:

ہماری طرف سے دعویٰ ہے جس کو ہم بمقابل ہر فریق کے ثابت کرنے کو تیار ہیں، اور وحی قرآنی اپنی تعلیم اور اپنے معارف وبرکات اور علوم میں ہر ایک وحی سے اقویٰ واعلیٰ ہے۔ (سرمہ چشم آریہ، حاشیہ،ص ۱۴۸)

اورفرماتے ہیں:

ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لیے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے۔ اور جو شخص امتی نہ ہو، اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے، اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے، ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہوسکتا ہے۔ کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہوگئی۔ مگر ظل نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا، وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ انسان کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو، اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ

۱۔ ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج۲۱،ص ۳۵۴

۲۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج۱۸،ص ۲۱۱-۲۱۰

۳۔ ضمیمہ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج۲۳،ص ۴۱۰

www.khatmenubuwwat.org

جائے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات ومخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے ہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے، مفقود نہ ہو جائے۔[1]

اور فرماتے ہیں:

اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں، بے شک اس نبی کے ذریعہ ہمیں میسر آیا ہے کہ آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اسی وقت تک ہم سنوار سکتے ہیں۔ جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۸۱۶)

اور فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (بقرۃ،۲) میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اس کی کتاب اور رسول پر کوئی ایمان لائے گا تو وہ مزید ہدایت کا مستحق ہوگا اور خدا اُس کی آنکھ ہو جائے گا۔ اور اپنے مکالمات ومخاطبات سے مشرف کرے گا اور بڑے بڑے نشان اس کو دکھائے گا۔[2]

اور فرماتے ہیں:

وہ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں، وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول پر حد سے زیادہ انکار کیا گیا، مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں، جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔[3]

اور فرماتے ہیں:

اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں، یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمات ومخاطبات الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے حاصل ہے۔[4]

ان تمام حوالوں سے جن میں سے اکثر انہی کتابوں سے ہیں، جن کی عبارتوں پر اعتراض کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام قرآنی وحی کو سب سے افضل و برتر اور اپنی وحی کو قرآن مجید اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی اور کامل متابعت اور پیروی کا نتیجہ بیان فرماتے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ قرآن مجید پر عمل کرنے کی جماعت کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۳۰

۲۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۴۰

۳۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۲۸۶

۴۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۰۳

www.khatmenubuwwat.org

جو لوگ قرآن شریف کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے، ان کو آسمان پر مقدم رکھا جاوے گا۔ نوعِ انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں، مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

نجات یافتہ کون ہے! وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔[1]

اور فرماتے ہیں:

تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔[2]

اور فرماتے ہیں:

قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے، یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے، یا اس کی پیروی معطل کرے، بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔[3]

اور فرماتے ہیں:

اور ہم لوگ جو قرآن مجید کے پیرو ہیں اور ہماری شریعت کی کتاب خدا تعالیٰ سے قرآن شریف ہے، اس لیے ہم خدا تعالیٰ سے اکثر عربی میں الہام پاتے ہیں، تا وہ اس بات کا نشان ہو کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ اور ہم ہر ایک امر میں اسی ذریعہ سے فیضیاب ہیں۔[4]

جس برگزیدہ خدا کے یہ ارشادات ہوں، کیا اس کے متعلق یہ شبہ کیے جانے کی گنجائش ہے کہ وہ اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر قرار دیتا ہے۔ اس کا فیصلہ عموماً ہر منصف مزاج اور خصوصاً عدالت کے انصاف پر چھوڑ کر کہتا ہوں کہ ان ارشادات پر ہی بس نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنی وحی کی صداقت معلوم کرنے کے لیے قرآن کریم کو محک و معیار قرار دیا ہے۔ چنانچہ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۱ میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے:[5]

قرآن شریف آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد قیامت تک تحریف و تبدیل اور کسی خطا کار کی غلطی پیدا کر دینے سے

۱۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج۱۹، ص۱۴

۲۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج۱۹، ص ۲۷

۳۔ الوصیت، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۳۱۱

۴۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۲۱۸

۵۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۲۱

www.khatmenubuwwat.org

محفوظ ہے۔ نہ وہ منسوخ ہوگا، نہ اس میں کوئی کمی بیشی ہوگی، اور نہ کسی ملہم صادق کا کوئی الہام اس کے خلاف ہوسکتا ہے۔ اور جو کچھ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف تفہیم ہوتی ہے، یا الہامات نازل ہوئے ہیں، ان سب کو میں نے اسی شرط سے قبول کیا ہے کہ وہ سب صحیح اور درست ہیں۔ اور نشانات صداقت بھی ساتھ رکھتے ہیں اور مجھ پر کشفاً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ تمام الہامات صحیح اور خالص اور قرآن کریم کے مطابق ہیں۔ ان میں کوئی شک وشبہ نہیں اور بفرض محال اگر کوئی الہام خلاف قرآن ہوتا تو ہم اسے ردّی نشان کی طرح پھینک دیتے۔

اور فرماتے ہیں:

وان القران مقدم علی کل شی و وحی الحکم مقدم علی احادیث ظنیته بشرط ان تطابق القران وحیه مطابقة تامه وبشرط ان تکون.[۱]

یعنی قرآن ہر شی پر مقدم ہے اور حکم کی وحی ظنی احادیث پر مقدم ہے۔ بشرطیکہ کی وحی قرآن سے مطابقت تامہ رکھتی ہو اور احادیث قرآن کے مطابق نہ ہوں۔

اور فرماتے ہیں:

اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے۔[۲]

غرض سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی کتب میں صدہا جگہ اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ میری وحی قرآن مجید اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع اور پیروی کا نتیجہ ہے۔ اور قرآن مجید کی وحی سب وحیوں سے مرتبہ میں اعلیٰ وارفع ہے۔ اور وہ میری وحی کے لیے محک اور معیار اور کسوٹی کے طور پر ہے۔ بایں ہمہ کثرت وارشادات وتصریحات مختاران مدعیہ اور گواہان مدعیہ کا ان سب کے خلاف حضرت اقدس موعود علیہ السّلام کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے اپنی وحی کو درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے قرآنی وحی کے برابر ٹھہرایا ہے، کہنے والوں کو جس مقام پر کھڑا کرتا ہے، دیکھنے والے خود دیکھ سکتے ہیں۔

www.khatmenubuwwat.org

۱۔ مواہب الرحمٰن، روحانی خزائن، ج۱۹، ص ۲۷۸

۲۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۵۳

دوسری وجہ تکفیر کا رَد

(۱)

جماعت احمدیہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین یقین نہیں کرتی ہے

دوسری وجہ تکفیر فریق مخالف نے یہ بیان کی ہے کہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کے معتقدین آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے کے منکر ہیں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین یقین کرنا ضروریات دین میں سے ہے اور جو ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کردے، وہ کافر ہے۔ لہٰذا حضرت مرزا صاحب اور آپ کے تمام معتقدین کافر ہوئے۔

اما الجواب:

یہ امر کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کے متبعین آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے کے منکر ہیں، صریح بہتان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے کا بڑی کثرت سے اقرار موجود ہے۔

(۱) چنانچہ آپ فرماتے ہیں، انجام آتھم، صفحہ ۲۷ میں:

''اور اصل حقیقت جس کی علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں، یہی ہے جو ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں۔''

(۲) اور فرماتے ہیں، الحکم، ۱۷/ مارچ ۱۹۰۵ء میں:

''اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین نہیں مانتے، یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس وقت یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔''

ان کے علاوہ ازالہ اوہام، صفحہ ۱۳۷، وآئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۳۸۷، ایام الصلح، صفحہ ۸۶، کرامات الصادقین، صفحہ ۲۵، ایک غلطی کا ازالہ، اور مواہب الرحمان، صفحہ ۶۶، اور حقیقۃ الوحی، صفحہ ۲۷، استفتاء، صفحہ ۶۴ سے نہایت صفائی کے ساتھ حضرت اقدس کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین ماننا ظاہر ہے۔ اور ان حوالوں کی عبارات دیکھنے کے لیے ملاحظہ ہو۔ بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا (موسومہ بہ مقدمہ بہاولپور، ص ۳۰-۳۲)

پھر واضح رہے کہ کوئی شخص جماعت احمدیہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ بیعت کے وقت وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے کا صدق دل سے اقرار نہ کرے۔ جیسا کہ بیعت فارم کے فقرہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین یقین کروں گا، سے ثابت ہے۔ پس یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کی جماعت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین نہیں مانتی، قطعاً لغو و باطل ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

بحث خاتم النبیّین

(۲)

جمیع مسلمان آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایک نبی کا آنا مانتے ہیں۔

مختار مدعیہ اور گواہان نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد باب نبوت کو مسدود ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی آیت خاتم النبیّین پیش کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ لفظ خاتم ہمیشہ عربی زبان میں صرف آخر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور گواہ مدعیہ نمبرا نے ۲۰ ر اگست کو بجواب جرح اس بات کی تصریح کی ہے کہ جو شخص ختم کے معنی آخر کے سوا کچھ اور کرتا ہے، وہ کافر ہے۔ مگر دوران جرح میں ہی جب ان سے دریافت کیا گیا کہ زبان عرب کے کوئی محاورہ پیش کرو جس میں خاتم کا لفظ جمع کی طرف مضاف ہو اور پھر اس کے معنی آخری فرد کے لیے گئے ہوں تو وہ کوئی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکے، ہاں انہوں نے صرف ایک حوالہ منتہی الارب اور لسان العرب کا پیش کیا ہے جس میں لکھا ہے: **خاتم القوم آخرهم.** سو اس کا مفصل جواب میں آگے چل کر لفظ آخر کی بحث میں دوں گا۔ فی الحال یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر خاتم النبیّین کے معنی یہی ہیں، جیسا کہ مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ نے کیے ہیں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہوسکتا۔ تو یہ معنی تمام مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف ہیں، کیونکہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد حضرت عیسیٰ کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔ جیسا کہ گواہ مدعیہ نمبرا نے ۳۱ ر اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جب نازل ہوں گے تو وہ رسول ہوں گے۔ اور تقریباً جمیع قائلین نزول مسیح علیہ السّلام کا یہی اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جب نازل ہوں گے تو وہ نبی ہوں گے۔ چنانچہ بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا حج الکرامہ سے اس کے متعلق ائمہ کے اقوال نقل کرائے گئے ہیں۔ اب میں امام ملا علی قاری کا قول، جو حنفی علماء میں ایک نہایت ہی جلیل القدر عالم ہیں، پیش کرتا ہوں:

فمن قال بسلب نبوته كفر حقا كما صرح به الامام السيوطی فان النبی لا يذهب عنه وصف النبوة ولا بعد موته واما حديث لا وحی بعدی باطل لا اصل له نعم ورد لا نبی بعدی ومعناه عند العلماء انه لا يتحدث بعده نبی بشرع ينسخ شرعه. (کتاب الاشاعت لاشراط الساعۃ، ص ۲۲۶)

یعنی جس شخص نے کہا کہ مسیح علیہ السّلام مسلوب النبوۃ ہو کر آئیں گے تو وہ یقیناً کافر ہو گیا۔ جیسا کہ امام سیوطی نے اس امر کی تصریح کی ہے۔ کیونکہ نبی سے اس کی موت کے بعد بھی وصف نبوت زائل نہیں ہو جاتا۔ اور یہ حدیث کہ میرے بعد وحی نہیں ہے، باطل اور بے اصل ہے۔ ہاں لا نبی بعدی آیا ہے۔ اور اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ نہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہو گا جو ایسی شریعت لائے جس سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت منسوخ ہو جائے۔ اور صفحہ ۲۲۷ میں مسیح پر بعد نزول وحی بذریعہ جبرئیل مان کر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ وہ نبی ہوں گے۔ پس اگر خاتم النبیّین میں النبیّین سے مراد ہر قسم کے نبی ہیں تو حضرت عیسیٰ بھی دوبارہ نہیں آسکتے۔ اگر کہو کہ نئے نبی کا آنا منع ہے، پرانے کا نہیں، تو ہم بڑے ادب سے عرض کریں گے کہ اگر النبیّین سے پرانے نبیوں کا استثنا ہوسکتا ہے تو اس طرح ایک امتی غیر تشریعی نبی کا استثناء بھی ہوسکتا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

خاتم النبیّین سے کیا مراد ہے؟

(۳)

آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم لفظ خاتم سے کیا سمجھے

گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں حدیث: **لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا** کی بناء پر یہ ثابت کیا ہے کہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی آیت خاتم النبیّین سے ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ نہیں سمجھے، ورنہ آپ آیت خاتم النبیّین کے نزول پر پانچ سال گزر جانے کے بعد اپنے صاحبزادے ابراہیم کے حق میں قطعاً یہ نہ فرماتے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔ مختار مدعیہ نے اس حدیث پر دو قسم کی جرح کی ہے۔

(۱) لو جس چیز پر داخل ہوتا ہے اُس کا وقوع میں آنا محال ہوتا ہے۔ جیسے آیت: **لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ** (انبیاء، ۲۲) میں کہ متعدد خداؤں کا ہونا محال ہے اور گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے ۸/ مارچ کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے کہ لو جس جگہ داخل ہوتا ہے، وقوع نہیں ہوتا۔

(۲) اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان بن شیبہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور ثقہ نہیں ہے اور متروک الحدیث ہے۔

(۳) یہ حدیث باعتبار معنی مثبت مدعا نہیں، کیونکہ بخاری شریف، جلد۲، صفحہ۹۱۴ میں ابن ابی اوفٰی سے نقل ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ حضور کے بعد نبی نہیں ہوسکتا، **فلذالک مات**. پس اس لیے مرگیا۔ پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ کیونکہ ایک وقت میں شرط لو کا وقوع بوجہ گذشتہ زمانہ میں وقوع نہ ہونے کے محال ہوتا ہے۔ لیکن آئندہ زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے شرط اور جزا دونوں کا وقوع جائز وممکن ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ.** (حجرات، ۵) کہ اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو خود ان کے پاس باہر آتا، تو یہ ان کے لیے مناسب اور بہتر اور باعث خیر و برکت تھا۔

اسی طرح اس حدیث میں یہ مذکور ہے: **لو عاش لا عتقت اخواله من القبط.**[۱] کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو اس کے قبطی ماموں آزاد کیے جاتے۔ اور دوسری حدیث میں ہے: **لو عاش ابراھیم صادق بہٖ خال.**[۲] (ابن ماجہ) اگر ابراہیم زندہ رہتا تو اس کا کوئی ماموں غلام نہ ہوتا۔ تو اب ظاہر ہے کہ بوجود شرط جواب الشرط کا وجود بالکل جائز اور ممکن تھا، ورنہ اس فقرے کے کوئی معنی نہیں تھے۔ ھر جب کسی شخص کی مدح کرنی مراد ہو اور اس کی فضیلت کا اظہار مقصود ہو تو محال اور ناممکن الوقوع امر سے فضیلت کا

۱۔ **لو عاش لا عتقت**...... الجامع الصغیر، رقم ۷۸۱ ۴

۲۔ ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت کسی معتبر ماخذ میں مجھے نہیں ملی۔ (رضوان عزیز)

www.khatmenubuwwat.org

اظہار کرنا بالکل عبث اور بے معنی ہے۔ اور کسی کی فضیلت تبھی ظاہر ہوسکتی ہے جب کہ جواب الشرط ممکن الوقوع ہو۔ مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ **لوعاش زید لکان نابغة**. کہ اگر زید زندہ رہتا تو بہت بڑا عالم ہوتا۔ یہ قول زید کے لیے اس وقت تعریفی بن سکتا ہے جب کہ پہلے نوابغ (یعنی اعلیٰ درجہ کے علماء) کا وقوع ممکن تسلیم کیا جائے، ورنہ یہ قول باطل اور بے معنی ہوگا۔ اس طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمانا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو صدیق نبی ہوتا۔ اسی حالت میں درست ہوسکتا ہے کہ آپ کے بعد نبوت کے وقوع کا امکان تسلیم کیا جائے، ورنہ اس قول کے کچھ معنی نہیں ہوں گے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور اَرفع ہے کہ حضور کی طرف ایسے قول کی نسبت دی جائے جو بالکل بے معنی ہو اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہ مدعا علیہ نمبرا نے ۸/ مارچ کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے کہ لو جس جگہ داخل ہوتا ہے، وقوع نہیں ہوتا۔ یہ ایک صریح غلط بیانی ہے۔ کیونکہ گواہ کے الفاظ یہ ہیں: جس چیز پر لو داخل ہوتا ہے، اس کا اکثر وقوع نہیں ہوتا، نہ کہ کسی جگہ میں وقوع ممکن نہیں ہوتا۔

دوسرے شبہ کا جواب:

مختار مدعیہ نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے اس کے ایک راوی ابراہیم بن عثمان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور بحوالہ ازالہ اوہام، صفحہ ۲۳۱ کہا ہے کہ مجروح حدیث لائق قبول نہیں ہوتی، حالانکہ ابراہیم بن عثمان پر یہ حکم لگانا کہ اس کی تمام احادیث ضعیف ہیں اور قابلِ اعتماد نہیں ہیں، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جو حوالہ مختار مدعیہ نے اسے ضعیف ثابت کرنے کے لیے میزان الاعتدال سے پیش کیا ہے کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ وہ شہر واسط کے قاضی تھے اور شعبہ نے اسے اس روایت کی وجہ سے جھوٹا قرار دیا ہے کہ اس نے حکم سے بروایت ابن ابی لیلیٰ یہ بیان کیا کہ صفین میں ۷۰ صحابی جو جنگ بدر میں شامل ہوئے تھے، شریک ہوئے۔

مصنف کہتا ہے کہ میں نے (تعجب سے) سبحان اللہ کہا، کیا حضرت علی اور حضرت عمار صفین میں شامل نہیں ہوئے اور وہ جنگ بدر میں بھی شرک ہوئے تھے۔ پس شعبہ نے جس وجہ سے ابراہیم کی تکذیب کی تھی، مصنف نے خود اس کا رَد کر دیا۔ پھر لکھا ہے کہ عثمان الدارمی نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ وہ ثقہ نہیں اور اس کے ثقہ نہ ہونے کی وجہ کوئی بیان نہیں کی۔ اور احمد نے اُسے ضعیف کہا ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے: **سكتوا عنه**. کہ محدثین اس کے بارے میں خاموش ہیں۔ اور امام مسلم نے متروک الحدیث کہا ہے۔ یہ اختلاف صاف بتا رہا ہے کہ یقینی طور پر اس کے کاذب یا ضعیف ہونے کی کسی کے پاس دلیل نہیں ہے۔ اور تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر العسقلانی اس کے متعلق فرماتے ہیں:

وقال عباس الدوری عن یحیی ابن معین قال قال یزید بن هارون ما قضی علی الناس رجل اعدل فی قضاء مند وقال ابن عدی له احادیث صالحة وهو خیر من ابی حیّة. (تہذیب التہذیب، ج۱، ص۱۴۵)

یعنی عباس الدوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ یزید بن ہارون نے کہا کہ اس کے زمانہ میں اس سے زیادہ عدل اور انصاف کے ساتھ کسی نے فیصلے نہیں کیے اور ابن عدی نے کہا کہ اس کی نہایت اچھی حدیثیں بھی ہیں اور وہ ابوحیہ سے بہتر ہے۔

مختار مدعیہ نے کہا تھا کہ ابن معین چونکہ اس فن کے ماہر ہیں (اور عثمان دوری نے ان سے اس راوی کا ضعیف ہونا نقل کیا

www.khatmenubuwwat.org

ہے) اس لیے یہ حدیث قابلِ اعتبار نہیں، مگر ابن معین نے ہی اس کے قضاء میں عادل ہونے کے متعلق یزید ابن ہارون سے نقل کیا ہے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ اپنے زمانہ میں نہایت منصف قاضی تھے تو وہ شخص جو (نعوذ باللہ) جھوٹ حدیثیں بنا کر رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے منسوب کرے وہ اعدل قاضی کیسے ہوسکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قاضی تھے اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ اس لیے ان کے مخالفوں نے ان کو بدنام کرنے کے واسطے وضعی حدیثیں ان کی طرف منسوب کر دی ہوں تو کوئی بعید امر نہیں ہے۔ پھر ابن عدی جو فن جرح اور تعدیل کے ماہرین سے ہیں اور انہوں نے اس فن میں ایک نہایت عمدہ کتاب بھی لکھی ہے، جس کے متعلق علامہ ذہبی کی یہ رائے ہے: **ولا بن احمد بن عدی کتاب الکامل هو اکمل الکتب و اجلها فی ذالک.** (میزان الاعتدال، ج۱، ص۳)

کہ ابن عدی کی ایک کتاب کامل ہے جو اس فن جرح و تعدیل میں سب کتابوں سے اکمل اور اجل ہے۔ ان کی اس راوی کے متعلق یہ رائے ہے کہ ان سے نہایت معتبر اور اچھی حدیثیں بھی مروی ہیں تو اب کسی کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ ایک خاص حدیث کو صرف اس وجہ سے غیر معتبر یا ضعیف قرار دے کہ اس کا راوی ابراہیم ہے، جب تک کہ دوسرے قرائن سے اس حدیث کا وضعی اور ضعیف ہونا ثابت نہ کرے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کی صحت بڑے بڑے علماء نے تسلیم کی ہے۔ چنانچہ شہاب علی البیضاوی کی جلد ۷، صفحہ ۱۷۵ میں اس حدیث کے متعلق صاف طور پر لکھا ہے:

”اقول اما صحته الحدیث فلا شبهة فیها لانه رواه ابن ماجة وغیره کما ذکره ابن حجر.“

یعنی اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ ابن ماجہ اور اس کے سوا دوسروں نے بھی یہ روایت کی ہے جیسا کہ ابن حجر نے اس امر کا ذکر کیا ہے۔

مختار مدعیہ کہتا ہے کہ شہاب ہمیں مسلم نہیں، لیکن مسلم نہ ہونے کی وجہ کوئی بیان نہیں کی۔ دراصل بات یہ ہے کہ مختار اصل میں شہاب سے ناواقف ہے کہ وہ کون ہیں۔ اگر وہ واقف ہوتا تو غیر مسلم ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھاتا۔ کیونکہ ان کی کتاب شرح الشفاء للخفاجی کے حوالے خود گواہان مدعیہ نے پیش کیے ہیں اور عنایۃ القاضی جس کا یہ حوالہ پیش کیا گیا ہے، انہی کی تصنیف ہے اور ان کا نام احمد بن محمد ہے۔ مصر کے باشندے اور حنفی المذہب تھے اور قاضی القضاۃ تھے اور شہاب الدین الخفاجی کے لقب سے ملقب تھے۔ علاوہ ازیں انہوں نے جو بات کہی ہے وہ بالکل صحیح ہے اور ابن حجر عسقلانی نے جو حافظ حدیث ہیں، ان کے قول سے سند پکڑتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لیے مختار مدعیہ کا قول کہ شہاب کا حوالہ غیر مسلم ہے، بالکل قابلِ التفات نہیں ہے۔

(۲) پھر ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں اس حدیث کے موضوع ٹھہرانے والوں کو جواب دے کر لکھا ہے: **له طرق ثلاث یقوی بعضها ببعض.** (موضوعات کبیر، ص ۵۹) کہ یہ حدیث موضوع نہیں، بلکہ صحیح ہے۔ اور یہ تین طریق سے مروی ہے

جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ اور پھر اس حدیث کی صحت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے تو وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے ہوتے۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُمتی ہو کر نبی ہوں گے۔

پھر اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لیے کہ ابراہیم کا نبی ہو جانا، یا حضرت عمرؓ کا نبی ہو جانا آپ کے خاتم النبیّین ہونے کے خلاف نہ ہونا لکھتے ہیں کہ خاتم النبیّین کے یہ معنی ہیں۔ **انه لا یاتی نبی بعده ینسخ ملته ولم یکن من امته.** کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔ پھر ایک دوسری حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ولا یخفی انه لا یستلزم من کون احد الرواة متروکا کون الحدیث موضوعا لا سیما اذا جاء الحدیث من طریق آخر بل وتعدد طرقه. (مرقاة، ص ۵۰۴)

اور یہ امر مخفی نہیں کہ ایک راوی کا متروک الحدیث ہونا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ حدیث بھی موضوع ہو۔ خصوصاً اس حالت میں جب کہ وہ حدیث دوسرے طریق سے مروی ہو، بلکہ متعدد طرق سے روایت کی گئی ہو، جیسے کہ حدیث متنازعہ فیہ متعدد طرق سے روایت ہوئی ہے۔

(۳) امام ملا قاریؒ نے اس حدیث کی صحت ثابت کرنے کے لیے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مفصل بحث کی ہے اور لکھا ہے:

قال النووی فی تهذیبه واما ما روی عن بعض المتقدمین حدیث لو عاش ابراهیم لکان صدیقا نبیا. فباطل وجسارة علی الکلام بالمغیبات ومجازفة وهجوم علی عظیم.

کہ علامہ نووی نے اپنی کتاب تہذیب میں کہا ہے کہ یہ حدیث جو بعض متقدمین سے مروی ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ نبی ہوتے، باطل ہے۔ اور امور غیبیہ کے اظہار پر جسارت اور اٹکل پچو بات کہنا ہے اور ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرنا ہے۔

ابن عبدالبر کا قول ہے۔ لکھا ہے:

ولا ادری ما هذا فقد ولد نوح غیر نبیی ولو لم یلد الانبیا لکان کل احد نبیا لابه من ولد نوح انتهی.

میں نہیں سمجھتا کہ یہ حدیث کیسی ہے، کیونکہ نوح علیہ السّلام کے بیٹے ایسے بھی تھے جو غیر نبی تھے اور اگر اس کا ہر ایک بیٹا نبی ہوتا تو ہر ایک شخص نبی ہوتا، کیونکہ وہ نوح کی اولاد کے ہیں۔

ان دونوں اعتراضوں کے رَد میں لکھا ہے:

قال شیخ مشایخنا العلامة الربانی الحافظ ابن حجر العسقلانی فی الاصابة وهٰذا عجیب من النووی مع وروده عن ثلاثة من الصحابة ولا یظن بالصحابی ان یهجم علی مثل هذا بظنه قلت مع انهم لم یقولوه موقفا بل اسندوه مدفوعا کما بیّنه خاتمة الحفاظ السیوطی باسانیده فی رسالة علیحدة مع ان من القواعد المقرره فی الاصول ان موقوف الصحابی اذا لم یتصور ان یکون من رای فهو فی حکم المرفوع فانکار النووی کابن عبدالبر الذالک اما لعدم اطلاعتهما او لعدم ظهور التاویل عند هما و الله اعلم. (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۵، ص ۳۹۵)

www.khatmenubuwwat.org

کہ ہمارے مشائخ کے شیخ علامہ ربانی حافظ ابن حجر عسقلانی کے اصابہ میں لکھا ہے کہ نووی علامہ سے اس قسم کی بات کا صدور عجیب بات ہے۔ کیونکہ یہ حدیث تین صحابیوں سے مروی ہے اور صحابی پر یہ ظن نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے گمان سے ایسے امر کا ارتکاب کرنے پر جرأت کرے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو بیان کرنے والوں نے موقوف نہیں بیان کیا، بلکہ اس کو سند کے ساتھ مرفوع بیان کیا ہے، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ایک مستقل رسالہ میں اس کی تمام سندیں ذکر کی ہیں۔

اصول حدیث میں ثابت شدہ قواعد سے یہ بات بھی ہے کہ صحابی کی موقوف حدیث جب کہ اس کا رائے سے ہونا غیر متصور ہو تو وہ مرفوع کے حکم میں ہوگی۔ پس نووی کا ابن عبدالبر کی طرح اس حدیث کی صحت سے انکار کرنا یا تو ان دونوں کے عدم اطلاع کی وجہ سے ہے، یا اس وجہ سے ہے کہ ان پر اس حدیث کی تاویل ظاہر نہیں ہوئی۔ پس اس حوالہ سے بھی ظاہر ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ صحیح ہے اور مرفوع متصل ہے تا مختار مدعیہ یہ نہ کہہ سکے کہ حدیث مرفوع متصل کے خلاف کوئی حدیث قبول نہیں اور اس حوالہ سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی بھی جو فن حدیث کے ماہرین سے ہیں، اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ پس یہ حدیث فی نفسہ مجروح نہ رہی۔

(۴) فریقِ مخالف نے جو قول اپنی تائید میں ابن ابی اوفی صحابی کا پیش کیا ہے، کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے لیکن وہ باقی نہیں رہے اس لیے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا تھا۔ یہ قول دلیل ہے اس بات کی کہ حدیث: **لو عاش ابراهيم لكان صديقا نبيا** صحیح ہے۔ ورنہ یہ خیال کیسے پیدا ہو سکتا تھا کہ ابراہیم اگر زندہ رہتے تو نبی بنتے۔ کیونکہ نبی کی اولاد سے ہونا نبی ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ پس صحابی کو ان کی نبوت کا خیال بھی ہو سکتا ہے جب کہ ان کے متعلق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ خبر دی ہوتی کہ اگر وہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔ پس عبداللہ ابن اوفیؓ کا قول خود اس حدیث کی صحت ثابت کر رہا ہے۔ چنانچہ ابن عامر نے ابن ابی اوفیٰ سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: کنز العمال، ج ۶ ص ۱۱۷)

تیسرے شبہ کا جواب:

علم حدیث سے واقف شخص پر مخفی نہیں ہے کہ فہم صحابی حجت نہیں ہے اور نہ ہی اس کا قول حجت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے مخالف دوسرے صحابی کا قول بھی موجود ہو، کیونکہ صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلطی کر سکتا ہے۔ مثلاً نافع سے روایت ہے کہ اس نے کہا: **كان ابن عمر يقول الله ما اشك ان المسيح الدجال ابن صياد.**[1]

کہ حضرت ابن عمر کہتے تھے کہ بخدا مجھے اس میں ذرّہ شک نہیں کہ ابن صیاد ہی المسیح الدجال ہے۔ حالانکہ ان کا یہ سمجھنا درست نہ تھا۔ اس طرح انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب آیت: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** (حجرات، ۲) اتری تو ثابت بن قیس اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس نہ گئے اور کہنے لگے کہ میں تو دوزخی ہوں۔ آنحضرت نے سعد بن معاذ سے ان کے متعلق دریافت کیا کہ ثابت کو کیا ہوا، کیا وہ بیمار ہو گئے ہیں؟ تو سعد نے جواب دیا کہ وہ تو میرے ہمسایہ ہیں، مجھے تو ان کی بیماری وغیرہ کا کوئی علم نہیں۔ پھر سعد نے آ کر ان سے یہ ذکر کیا تو انہوں

۱۔ والله ما انتک...... سنن ابی داؤد، رقم ۴۳۳۲

www.khatmenubuwwat.org

نے کہا: **انزلت هذه الاية ولقد علمتم انی عن ارفعکم صوتا علی رسول الله صلّی الله عليه وسلّم فانا من اهل النار.**[1]

یعنی یہ آیت اتاری گئی جس میں یہ حکم ہے کہ تم اپنی آوازیں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آواز پر بلند نہ کیا کرو، ورنہ اعمال کے حبط ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے بلند آواز ہوں تو یقیناً میں اہلِ نار سے ہوں۔ سعد نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں یہ حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو اہلِ جنت سے ہے۔ پس ثابت نے جو آیت کا مفہوم سمجھا، وہ صحیح نہیں تھا۔

اسی طرح اور بہت سی ایسی مثالیں احادیث میں پائی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ صحابہ سے آیات و احادیث کا اصل مفہوم سمجھنے میں غلطی ہو جاتی تھی۔ پس ابن ابی اوفیٰ کا یہ فہم کہ ابراہیم اس لیے زندہ نہ رہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی قوم کا کوئی نبی کبھی نہیں ہوسکتا تھا...... جبکہ ان کے اس مفہوم کے خلاف حضرت عائشہؓ کا قول بھی موجود ہے اور اگر یہ وجہ کہ وہ اسی لیے وفات پا گئے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا تھا، صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر اس سے یہ مراد لینا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ کے بعد نبی نہ ہونے سے مراد آپ کی وفات کے بعد متصل نبی ہونا ہے۔ اور اس طرح اس قول اور حضرت عائشہؓ کے قول میں مطابقت بھی ہو جائے گی۔ اور نیز بخاری کی حدیث: **کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء اذا هلک نبی خلفه.**[2] نبی کے خلاف بھی نہ ہوگا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد متصل کوئی نبی نہیں آئے گا، بلکہ خلافت موعودہ کا سلسلہ جس کی مدت ایک دوسری حدیث میں آپ نے تیس بیان فرمائی ہے، شروع ہوگا۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فرمان سے ہرگز یہ منشاء ظاہر نہیں ہوتا جو ابن ابی اوفیٰؓ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے **لوعاش ابراهیم لکان صدیقا نبیا ابراهیم**[3] کی وفات کے بعد فرمایا۔ تا ظاہر ہو کہ ابراہیم میں کمالات نبوت حاصل کرنے کی استعداد موجود تھی اور اگر زندہ رہتے تو صدیق نبی بن جاتے۔ لیکن اب موت اس مقام کو حاصل کرنے میں روک ہوگئی ہے۔ اور اگر اس قول سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا منشاء مبارک اس امر کا اثبات ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا تو آپ اس طرح فرماتے: **لوعاش ابراهیم لما کان نبیا.** کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ بھی رہتا تو باوجود استعداد حصول کمالات نبوت رکھنے کے وہ ہرگز نبی نہ ہوتا۔ پس یہ کلمات اس وقت کلمات مدحیہ ہو سکتے ہیں جب کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آپ کی غلامی اور آپ کی اتباع میں مقامِ نبوت مل سکتا ہے۔

۱۔ **ولقد علمتم انی......** صحیح مسلم، رقم ۳۲۹

۲۔ **کانت بنو اسرائیل......** صحیح بخاری، رقم ۳۴۵۵

۳۔ **لو عاش ابراهیم......** ابن ماجہ، رقم ۱۵۱۱

www.khatmenubuwwat.org

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خاتم النبیّین سے کیا سمجھے

اس کے متعلق ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا:

مختار مدعیہ نے گیارہ اکتوبر کی بحث میں صریح غلط بیانی کی ہے کہ گواہان مدعیہ نے خاتم النبیّین کی تفسیر میں ۶۴ صحابہ سے زائد کے آثار ابن جریر کی تفسیر میں سے پیش کیے ہیں۔ حالانکہ ان آثار کا نہ تو ذکر ابن جریر میں خاتم النبیّین کی تفسیر میں ہے اور نہ گواہان مدعیہ نے پیش ہی کیے ہیں اور نہ تمام صحابہ کا اس پر کہ آپ کے بعد کوئی امتی نبی نہ آئے گا، اجماع ہی ہوا ہے۔ جیسا کہ بحث اجماع میں بیان کیا جائے گا اور گواہانِ مدعا علیہ کی طرف سے جو حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کا قول پیش کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق مختار مدعیہ نے گیارہ اکتوبر کی بحث میں یہ جرح کی ہے:

(ا) گواہانِ مدعا علیہ نے ۸/ مارچ کو یہ تسلیم کیا کہ صحابہ تفسیر میں غلطی کرتے تھے اس لیے حضرت عائشہؓ نے ایسا سمجھنے میں غلطی کی، لیکن گواہانِ مدعا علیہ کے مسلمات کی بنا پر یہ جواب ہے۔

جواب:

مختار مدعیہ کے نزدیک صحابہ غلطی نہیں کرتے تھے اور گواہان مدعا علیہ کے نزدیک حضرت عائشہؓ نے یہ تفسیر صحیح کی ہے اس لیے فریقین کو اس تفسیر کی صحت میں شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۲) حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے اقوال درمنثور سے نقل کیے گئے ہیں اور گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے درمنثور کے متعلق بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ اس کے نزدیک اس میں رطب و یابس ہے، اس لیے یہ دونوں قول غیر مسلم ہونے چاہئیں۔

جواب:

چونکہ یہ دونوں قول گواہان مدعا علیہ کے نزدیک بوجہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہونے کے صحیح ہیں اور مختار مدعیہ کے نزدیک درمنثور میں یابس کوئی چیز نہیں، سب رطب ہی ہے، اس لیے فریقین کے نزدیک یہ دونوں قول صحیح ہیں۔

(۳) سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح نہیں، نہ کسی معتبر حدیث کی کتاب نے نقل کی ہے۔ اور اس کا تعارض آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول لا نبی بعدی سے ہے۔

جواب:

مختار مدعیہ کا یہ قول کہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح نہیں، بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اور اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے، جن کی سند بھی ہے، نکالا ہے اور تکملہ مجمع البحار میں بھی (جس کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نے عجالہ نافعہ، صفحہ ۹ میں لکھا ہے کہ مشکل احادیث کی شرح اور توجیہات بیان کرنے کے لحاظ سے مجمع البحار دوسری کتابوں سے مستغنی کر دینے والی کتاب ہے) حضرت عائشہؓ کا مذکورہ بالا قول صحیح سمجھ کر درج کیا گیا ہے اور پھر اس کی حدیث لا نبی بعدی سے مطابقت کر کے دکھلائی گئی ہے۔ اور اگر یہ قول جیسا کہ مختار مدعیہ نے کہا ہے، بسند صحیح ثابت نہ ہوتو اس صورت میں اوّل تو اس کو درج کرنے کی ضرورت نہ تھی، دوسرے اگر

www.khatmenubuwwat.org

درج کیا تھا تو ضعیف اور موضوع کہہ کر رَد کر دیا جاتا، مگر رَد نہیں کیا گیا۔ بلکہ مولف مجمع البحار نے اسے صحیح سمجھ کر حدیث لا نبی بعدی سے اس کی تطبیق کی اور بتایا کہ اس قول اور حدیث لا نبی بعدی میں جیسا کہ مختار مدعیہ نے بھی کہا ہے، کوئی تعارض نہیں، کیونکہ لا نبی بعدی سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہی مطلب لیا ہے کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں ہے جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

(۴) حضرت علیؓ کے اس قول کی تائید کہ خاتم زیر سے پڑھاؤ، زیر و زبر سے معنی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ گواہان مدعا علیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ اہتمام اس لیے تھا کہ غلط عقیدہ پیدا نہ ہو۔ لیکن باوجود اس کے حضرت علیؓ اور ان کے صاحبزادے کا ایک قول بھی ایسا نہیں جو احمدی حضرت کی تائید کرتا ہو۔

جواب:

لفظ خاتم کے معنوں کی تحقیق اور خاتم کے بکسر التاء اور بفتح التاء میں جو معنوی لحاظ سے فرق ہے، وہ گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا، اور حضرت علیؓ کا یہ قول جن کو مخاطب کر کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے الا انہ لا نبی بعدی فرمایا تھا، احمدیوں کی تائید کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ یا آپ کے صاحبزادے کے اس قول کے مخالفت کوئی قول نہیں کرتا تو مختار مدعیہ یا گواہان مدعیہ کا فرض تھا، نہ گواہان مدعا علیہ کا، کیونکہ گواہان مدعا علیہ کے لیے تو اس روایت کا ذکر کر دینا کافی تھا، جس سے کہ حضرت علیؓ اور آپ کے صاحبزادوں کا مذہب خاتم کے معنوں کے بارہ میں ظاہر ہے۔

سلف صالحین خاتم سے کیا معنی سمجھے!

اس عنوان کے ماتحت گواہان مدعا علیہ نے پندرہ حوالے پیش کیے تھے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ کے بعد کوئی صاحب شرع جدید نبی نہیں آ سکتا اور ایسے نبی کا آنا جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا متبع اور آپ کی شریعت کا جُوا اپنی گردن پر رکھنے والا ہو۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین کے منافی نہیں ہے۔ مختاران مدعیہ نے ان اقوال پر جو جرح ۹، ۱۱/اکتوبر کو کی ہے، وہ مع جواب ذیل میں درج کی جاتی ہے:

(۱) گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے یہ تسلیم کیا ہے کہ صحیح احادیث تک ظنی ہوتی ہیں اور کہ عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے اور یہاں بھی عقائد کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ اس میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر ان کا جواب نہ بھی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

جواب:

مختار مدعیہ نے اپنے اس قول سے اس اصل کو تسلیم کر لیا ہے کہ عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے اور علماء اور ائمہ کے اقوال قطعیات میں سے نہیں ہیں، اس لیے ان کی وجہ سے کسی کی تکفیر نہیں کی جاسکتی، یا ان کی تفہیم کو بطور حجت پیش نہیں یا جا سکتا اس لیے جو حوالجات مفسرین اور دیگر بزرگوں کے گواہان مدعیہ نے اپنی تائید میں پیش کیے ہیں اور ان کی بنا پر مدعا علیہ کی تکفیر کی ہے، وہ قابلِ التفات نہیں ہیں۔ اس لیے کسی آیت کی تفسیر میں اختلاف کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ گواہان مدعا علیہ نے سلف صالحین کے اقوال کو اپنی تائید میں اس لیے پیش کیے ہیں کہ گواہان مدعیہ نے جو معنی خاتم النبیّین کے کیے ہیں، وہ سلف صالحین کے

www.khatmenubuwwat.org

معنی کے خلاف ہیں اور اگر گواہان مدعیہ کے معنی سے اختلاف کرنے کی وجہ سے کوئی شخص کافر ہو جاتا ہے تو یہ تمام علماء وائمہ بھی کافر قرار پائیں گے اور صحیح احادیث بھی ظنی ہوتی ہیں۔ اور عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ یہ میں ہی نہیں کہتا، بلکہ آپ کے مسلم بزرگ مولوی خلیل احمد انبیہٹوی بھی لکھتے ہیں: ''مؤلف خود مقرر ہے کہ اعتقادیات میں روایات ضعاف معتبر نہیں۔ بندہ کہتا ہے کہ احاد صحاح میں معتبر نہیں، چنانچہ فن اصول میں مبرہن ہے۔ پس یہ روایات ہرگز معتبر نہیں۔'' (براہین قاطعہ، ص ۹۶)

موضوعات کبیر کا حوالہ

امام ملاعلی قاری نے جو حنفی فرقہ کے بہت بڑے امام ہیں، اپنی کتاب موضوعات کبیر، ص ۶۹ میں خاتم النبیّین کے معنوں کی بابت یہ لکھا ہے: **اذا المعنی انه لا یاتی بعده نبی ینسخ ملتهٔ ولم یکن من امته.** اور اس کے معنی گواہ مدعیہ نے ۲۵ر اگست کو بجواب جرح یہ لکھوائے ہیں: یہ قول کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہو جاتے تو پھر بھی وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیرو ہوتے اور آپ کی اتباع میں نبی بنتے۔ جیسے عیسیٰ وخضر والیاس علیہم السّلام اور یہ بات قول خاتم النبیّین کے خلاف نہیں، کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو اور اسی گواہ نے انہیں باوجود خاتم النبیّین کے یہ معنی کرنے کے مسلمان تسلیم کیا ہے۔

مختار مدعیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ کسی کا مسلم ہونا اور چیز ہے اور اس کی کتب کا مسلم ہونا اور چیز۔ یعنی ملاعلی قاری کا مسلمان ہونا اور امام ہونا تو مسلم ہے۔ لیکن ان کی کتب کا مسلم ہونا مسلم نہیں۔ مختار مدعیہ نے حضرت ملاعلی قاری کی کتب کو جو غیر مسلم کہا ہے تو اس کے یہ معنی نہ سمجھ لیے جائیں کہ وہ من کل الوجوہ غیر مسلم ہیں۔ نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ اسی وقت غیر مسلم ہیں جب کہ ان کا کوئی قول مختاران مدعیہ اور گواہان مدعیہ کے خلاف ہو۔ لیکن اگر کوئی قول ایسا مل جائے جو ان حضرات کے خیال میں ان کی تائید کرتا ہو تو پھر ملاعلی قاری کی کتب بڑے دھڑلے سے مسلم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ گواہان مدعیہ نے جب شرح فقہ اکبر اور شرح شفا کے حوالے پیش کیے ہیں تو وہ مسلم تھیں کہ وہ حوالے اپنے موافق معلوم ہوتے تھے۔ لیکن جب انہیں کی کتب سے ایسے حوالے پیش کیے گئے جو مختار مدعیہ کو اپنے خلاف نظر آئے تو موصوف کی کتب غیر مسلم ہوگئیں۔ چلو اگر تمہارے نزدیک ان کا یہ قول غیر مسلم ہے، اور جیسا کہ گواہ مدعیہ نمبر ۱ نے ۲۰ر اگست کو بجواب جرح یہ کہا ہے کہ خاتم النبیّین کے معنی ہیں۔ نبوت کو بند کرنے والا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اگر کوئی شخص ان معنوں کے سوا ختم نبوت کے کوئی اور معنی کرے تو وہ یقیناً کافر ہوگا۔

ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگائیں اور پھر انہیں مسلمان، بلکہ امام سمجھنے والے تمام حنفیوں کو کافر ومرتد سمجھیں اور ان کے نکاحوں پر فسخ ہونے کا فتویٰ لگائیں۔ مختار مدعیہ نے اس حوالہ کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ موضوعات کبیر کوئی عقائد کی کتاب نہیں۔ دوسری کتابوں شفا اور شرح فقہ اکبر وغیرہ میں انہوں نے مسلمانوں کا سا عقیدہ ظاہر کیا ہے، یعنی چونکہ موضوعات عقائد کی کتاب نہیں، اس لیے انہوں نے یہاں کفریہ عقیدہ لکھ دیا (نعوذ باللہ)۔ سنیے! انہوں نے جو شفا اور شرح فقہ اکبر میں جو لکھا ہے، وہ اس کے مخالف

www.khatmenubuwwat.org

نہیں، کیونکہ انہوں نے لا نبی بعدی کے معنی یہی کیے ہیں کہ آپ کے بعد ایسا نبی جو آپ کی شریعت کا ناسخ ہو، نہیں آ سکتا۔ اور صرف یہی نہیں کہ انہوں نے اپنی طرف ان معنوں کی نسبت کر دی ہے۔ بلکہ فرماتے ہیں:

"واما حدیث لا وحی بعدی باطل لا اصل له نعم ورد لا نبی بعدی ومعناه عند العلماء انه لا یحدث بعده نبی بشرع ینسخ شرعه." (کتاب الاشاعت لاشراط الساعۃ، ص ۲۲۶)

یعنی حدیث لا وحی بعدی باطل اور بے اصل ہے۔ ہاں لا نبی بعدی آیا ہے اور اس کے معنی علماء کے نزدیک (جہلاء کے نزدیک نہیں) یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا جو نئی شریعت لاتے اور آپ کی شریعت منسوخ کرے، اس لیے جہاں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبی نہ ہوگا تو اس سے مراد ایسا ہی نبی ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو، جیسا کہ مذکورہ بالا دونوں قولوں سے ظاہر ہے۔

(۳) مختار مدعیہ نے اس کے متعلق یہ کہا ہے، جب مرزا صاحب کے اپنے اقرار سے اور قرآن کریم سے ثابت ہے کہ نبی امتی نہیں ہوسکتا اور عقل کے بھی خلاف ہے، تو ملا علی قاری کے حوالہ کے یہ معنی کیسے لیے جا سکتے ہیں۔ ملا علی قاری کے نزدیک امتی سے مراد محض حضرت عیسیٰ ہے۔ مفہوم کلی ادا کر کے اس سے مراد جزئی ہے۔ جیسا کہ حقیقۃ النبوۃ، صفحہ ۲۳۹ میں بعض افراد سے جو مفہوم کلی، مگر مراد جزئی صرف مسیح موعود کی گئی ہے۔

جواب:

مختار مدعیہ نمبر۲ کا ایک صریح مغالطہ ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے یہ فرمایا ہے کہ کوئی نبی امتی نہیں ہوسکتا، یعنی جس شخص کو خدا تعالیٰ نے نبوت عطا فرما دی ہو تو یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص کسی دوسرے نبی کا اُمتی ہو سکے، اور آپ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ کوئی امتی شخص نبی نہیں ہوسکتا، بلکہ برخلاف اس کے آپ نے اپنی کتاب میں جابجا اس کی تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے آپ کے امتیوں کو عندالضرورت مقام نبوت بطور الہام مل سکتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملے گا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو اُمتی نہیں، یعنی آپ کی پیروی سے فیضیاب نہیں۔ اور اس جگہ سے ان لوگوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے جو خواہ نخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو دوبارہ دنیا میں لاتے ہیں اور وہ حقیقت جو الیاس نبی کی دوبارہ آنے کی تھی، جو خود حضرت عیسیٰ کے بیان سے کھل گئی، اس سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے، بلکہ جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے، اس کا انہی حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا اور امتی بھی۔ مگر کیا مریم کا بیٹا اُمتی ہوسکتا ہے؟ کون ثابت کرے گا۔ اس نے براہ راست نہیں، بلکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی سے ذرہ نبوت پایا تھا۔[1]

اور فرماتے ہیں:

اور مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار اُمتی کر کے بھی پکارا ہے اور نبی کر کے بھی پکارا ہے۔ اور ان دونوں ناموں

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۳۱-۳۰

www.khatmenubuwwat.org

کے سننے سے میرے دل میں نہایت لذت پیدا ہوتی ہے اور میں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکب نام سے مجھے عزت دی گئی اور اس مرکب نام کے رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے کہ تم عیسیٰ بن مریم کو خدا بتاتے ہو، مگر ہمارا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک مرد نبی ہوسکتا ہے، اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے، حالانکہ وہ امتی ہے۔[1]

اور فرماتے ہیں:

پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہرگز نہیں ہیں۔ گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے، مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے، تا وہ امتی کہلاتے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ وہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کراویں۔ جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔ پس اس بدیہی شہادت کی رُو سے حضرت عیسیٰ مسیح موعود کیوں کر ٹھہر سکتے ہیں۔ پس چونکہ وہ امتی نہیں اس لیے وہ اس قسم کے نبی بھی نہیں ہو سکتے، جس کا امتی ہونا ضروری ہو۔[2]

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس قول سے کہ نبی امتی نہیں ہوسکتا، یہ مراد ہے کہ جس نے نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے حاصل نہ کی ہو، وہ نبی امتی نہیں ہوسکتا۔ ہاں ایک امتی شخص جس نے نبوت کا مقام آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے حاصل کیا ہو، وہ امتی نبی ہوسکتا ہے۔

اور الفاظ امام ملا علی قاری کے اس ترجمہ سے جو بزبان گواہ مدعیہ نمبر ا لکھا جا چکا ہے، ظاہر ہے کہ وہ اس موقعہ پر اُمتی سے جیسا کہ مختار مدعیہ نے کہا ہے، محض حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو مراد نہیں لیتے، بلکہ ابراہیم کو بشرطِ زندگی نبوت ملنے کے ذکر کے ساتھ ہی حضرت عمر کا بھی ذکر کر کے ظاہر فرما دیتے ہیں کہ ان کی مراد عمومیت کے ساتھ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتا ہے، نہ کہ امتی کے لفظ سے موقعہ مذکورہ پر حضرت عیسیٰ کی تخصیص وتعیین۔

مختار مدعیہ نے اپنے غلط مفہوم کو صحیح ثابت کرنے کے لیے حقیقۃ النبوۃ، صفحہ ۲۳۹ کا جو حوالہ پیش کیا ہے، وہ قطعاً یہاں منطبق نہیں ہوتا، کیونکہ بعض افراد کا لفظ بول کر ایک شخص مراد لیا جایا کرتا ہے۔ اور جس جملہ میں بعض کا لفظ آئے تو وہ قضیہ جزئیہ ہوتا ہے، قضیہ کلیہ نہیں ہوتا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلام سے واضح ہے کہ بعض افراد سے حضور نے اپنی ذات مراد لی ہے۔ اور یہ امر بوضوح تام حقیقۃ النبوۃ میں موجود ہے۔ لیکن کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ امام ملا علی قاری کے اس قول سے کہ خاتم النبیّین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔ حضرت عیسیٰ مراد ہیں۔ سوال تو یہاں خاتم النبیین کے معنوں کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انہوں نے جو معنی خاتم النبیین کے کیے ہیں وہ گواہان مدعیہ کے معنوں کے خلاف اور گواہان مدعا علیہ کے معنوں کے مطابق ہیں۔

۱۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج۲۱، ص ۳۵۵

۲۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج۲۱، ص ۳۶۴

www.khatmenubuwwat.org

مکتوبات کا حوالہ

مختار مدعیہ نے امام ربانی مجدد الف ثانی کے قول کے متعلق یہ کہا ہے کہ اس میں تو صرف کمالات نبوت کے حصول کا ذکر ہے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس میں کمالات نبوت پائے جائیں، وہ نبی بھی ہو جائے۔ لیکن ہمارا استدلال اس قول سے صرف اتنا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت اور آپ کا وارث بن کر کمالات نبوت کا حصول جب ختم نبوت کے منافی نہیں تو اسی طرح کسی امتی کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کمال متابعت سے وراثت کے طور پر اسم نبی کا پالینا بھی خاتمیت کے منافی نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر کسی قسم کی نبوت اور کمالات نبوت کا پایا جانا محال ہے تو ان سے صرف ایسی نبوت اور ایسے کمالات نبوت مراد ہیں جو بغیر طریق وراثت اور متابعت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہوں۔

صوفیاء کے حوالے

مختار مدعیہ نے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ عبدالوہاب شعرانی اور سیّد عبدالکریم جیلی وغیرہ صوفیاء کرام کے حوالوں کے متعلق ۹؍ اکتوبر کی بحث میں کہا ہے کہ صوفیاء کرام اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور اعلیٰ درجہ کے ایمان والے ہیں۔ مگر محبت کا رنگ اور ہے۔ صوفیاء پر محبت کی وجہ سے سکر کا رنگ آتا ہے تو اس میں وہ بہت کچھ کہہ دیتے ہیں۔ گو وہ کہتے تو ٹھیک ہیں مگر شریعت کے خلاف ہوتا ہے۔ ظاہر میں خلافِ شریعت ہو تو تاویل، ورنہ توقف ہوگا۔

یہ ہے گواہان مدعا علیہ کے پیش کیے ہوئے ان حوالہ ہائے صوفیاء کرام کے متعلق مختار مدعیہ کا جواب، جو گواہان مدعا علیہ نے خاتم النبیّین اور حدیث لا نبی بعدی کی تفسیر میں پیش کیے ہیں۔ یہ جواب جس رنگ کا ہے، اس میں حضرات صوفیائے کرام کے اقوال سے تعلق عقیدت رکھنے والوں کی خاص توجہ کے لائق ہے۔ صوفیائے کرام باوجودیکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور اعلیٰ درجہ کے صاحب ایمان ہوتے ہیں، مگر محبت کا معاملہ چونکہ اور ہی ہے، اس لیے جب محبت کا جوش بڑھتا ہے اور اپنے محبوب و مطلوب ازلی کی بنائی ہوئی شریعت کے خلاف جو منہ میں آئے، کہنا شروع کرتے ہیں۔ اور اس کی محبت و عشق کی عمیق در عمیق راہوں میں ایسے بڑھتے چلے جاتے اور ایسے طالب رضا و فنا شدہ بن جاتے ہیں کہ اس کی مرضی اور اس کی خوشنودی کی بھی کچھ پروا باقی نہیں رہتی۔ اس نے تو کچھ فرمایا ہے، اور یہ بندگان خاص کچھ اور ہی ہانک لگاتے ہیں تو استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (آل عمران، ۳۱) یعنی اے نبی کریم! آپ میرے بندوں سے فرما دیں کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے عاشق صادق بننا چاہتے ہو تو میرے پیچھے ہو لو۔ خدا تعالیٰ تمہیں میری پیروی کی برکت سے اپنا محبوب بنائے گا۔ مگر باوجود سُن لینے اور باوجود یہ معلوم ہونے کے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خلاف شریعت کچھ نہ فرماتے تھے۔ یہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور اعلیٰ درجہ کے صاحبان ایمان یعنی صوفیائے کرام جو چاہتے ہیں، وہ خلافِ شریعت کہتے چلے جاتے ہیں۔ معاذ اللّٰہ من ذالک.

مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ خدا کی محبت میں چور ہونے کی وجہ سے وہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور صاحبان ایمان ایسا کرتے ہیں۔ لیکن اگر نعوذ باللہ یہی صحیح ہو تو پھر خدا کی محبت کی زیادتی تو نہایت ہی خطرناک اور پناہ مانگنے کے قابل چیز بن جائے گی اور اسی

www.khatmenubuwwat.org

سے مختار مدعیہ کے قول کی لغویت ظاہر ہے۔ بات دراصل کچھ اور ہے۔ مفصل کی تو نہ اس موقعہ پر ضرورت، نہ اس کے لیے وقت ہے۔ مختصر یہ کہ یا تو صوفیاء کی طرف ایسے اقوال منسوب کر دیے جاتے ہیں جو درحقیقت ان کے اقوال نہیں ہوتے، یا ان کے مطالب عالیہ تک علمائے ظواہر کی نظر رسائی نہیں رکھتی۔

مختار مدعیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ صوفیاء کے اقوال تصوف میں تو معتبر ہیں، مگر عقائد میں نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے، کیا صوفیاء کو آپ مسلمان نہیں سمجھتے، عقائد کی کتب کون سی منزل من اللہ ہیں، یا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات ہیں۔ وہ بھی امت محمدیہ کے بعض افراد کی تصنیف شدہ ہیں اور صوفیاء بھی امت محمدیہ کے افراد ہیں۔ عقائد کی کتب میں تو زیادہ تر عقلی طور پر بحث کی گئی ہے۔ لیکن صوفیاء کو اس سے بڑھ کر یہ دعویٰ ہے کہ وہ کشف کے ذریعہ بھی بعض باتوں کی صحت یا عدم صحت معلوم کر لیتے ہیں اسی لیے ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ کے علماء کے متعلق جو ان کی باتوں پر معترض تھے، فرمایا ہے: **اخذتم علمکم میّتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت.**" (الیواقیت، ج ۲، ص ۱۰۲)

یعنی تم نے مردوں سے علم حاصل کیا ہے اور ہم نے اس زندہ خدا سے علم حاصل کیا جو ہمیشہ زندہ ہے اور مرتا نہیں۔ پس اس لحاظ سے کہ ان میں مقربان بارگاہ الٰہی تھے۔ ان کی باتوں کو بھی تائیدی طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ صوفیائے کرام میں جو بزرگ علم ظاہری میں بھی کمال رکھتے ہیں اور علم باطنی میں بھی ان کے اقوال تائیدی طور پر نہ پیش کیے جائیں۔

(۳) مختار مدعیہ نے بحوالہ شامی، جلد ۲، صفحہ ۲۹۴، ایک حوالہ پیش کیا ہے جس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی طرف سے یہ قول پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہماری کتابیں دیکھنا حرام ہے، اس لیے جب تک ان کا کوئی محرم راز نہ ہو، تب تک اُسے ان کی کتاب دیکھنا نہیں چاہیے۔

جواب:

مختار مدعیہ کے اس قول کا کہ جب تک کہ ان کا کوئی محرم راز نہ ہو، ان کی کتابیں نہ دیکھنے سے یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ صوفیاء ہی ان کی کتابوں کو پڑھیں۔ علماء ظواہر جو ان کے طریق سے ناواقف ہیں، ان کے لیے بقول ابن عربیؒ ان کی کتابیں دیکھنا حرام ہے۔ اور اگر یہ بات جو مختار مدعیہ سمجھا ہے اور اس نے پیش کی ہے، صحیح ہوتی تو انہیں کتابیں لکھنے اور شائع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر یہ قول شیخ محی الدین ابن عربی کی طرف غلط طور پر منسوب نہیں کیا گیا تو اس کا وہ مفہوم جو مختار مدعیہ سمجھا ہے، قطعاً نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ شیخ محی الدین ابن عربی نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی کتب کے پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحب القاموس نے کہا ہے:

"**واما قول بعض المنکرین ان کتب الشیخ لا تحل قراتھا کفر.**"

یعنی بعض منکروں کا یہ کہنا کہ شیخ محی الدین ابن عربی کی کتابوں کا پڑھنا حلال نہیں ہے، یہ کفر ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ منکروں نے میرے پاس یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ تو ان کتابوں کے بارے میں جو شیخ محی الدین ابن العربی کی طرف منسوب ہیں۔ جیسے فصوص اور فتوحات کیا کہتا ہے، کیا ان کا پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے، اور کیا وہ ان کتب سے

ہیں جو پڑھی اور سنائی جاتی ہیں۔

’’فاجبت نعم هی من الکتب المسموعة المقرؤة وقد قراها علیه الحافظ البرذلی وغیره.‘‘

یعنی میں نے جواب دیا کہ ہاں یہ ان کتب میں سے ہیں جو سنی جاتی ہیں اور پڑھی جاتی ہیں اور حافظ برذلی وغیرہ نے اسے سنا کر پڑھی ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ میں نے قونیہ شہر میں فتوحات کے پڑھنے پڑھانے کا اجازت نامہ خود شیخ محی الدین ابن عربی کے قلم کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اور بہت سے علماء اور محدثین کے پاس کتابۃً اجازت دیکھی۔

’’فمطالعة کتب الشیخ قربة الی اللّٰه تعالٰی ومن قال غیر ذلک فهو جاهل زائغ عن طریق الحق.‘‘

پس شیخ کی کتب کا مطالعہ باعث قرب الٰہی ہے۔ اور جو اس کے سوا کہے تو وہ جاہل ہے۔ اور طریق حق سے ایک طرف ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ اپنے زمانہ میں صاحب ولایت عظمیٰ اور صدیقیت کبریٰ کے مقام پر تھے اور شیخ صلاح الدین الصغدی نے تاریخ علماء مصر میں یہ لکھا ہے: ’’من اراد ان ینظر الٰی کلام اهل العلوم المدنیه فلینظر فی کتب الشیخ محی الدین ابن العربی رحمه اللّٰه.‘‘

یعنی جو شخص علوم لدنیہ والوں کے کلام کو دیکھنا چاہے تو اُسے شیخ محی الدین ابن العربی کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (الیواقیت والجواہر، ج۱،ص۱۰)

اور امام بن اسعد الیافعی بھی شیخ محی الدین ابن العربی کی کتب کی روایت کو جائز کرتے تھے اور کہتے تھے ان جاہلوں کے اہلِ طریق کا انکار کرنے کی مثال بعینہٖ ایسی ہے جیسے ایک مچھر اپنی پھونک سے پہاڑ کو اُس کی جگہ سے ہلا کر دوسری جگہ کر دینا چاہے۔ (الیواقیت، ج۱،ص۱۱)

اسی طرح ان کی کتب کے مطالعہ کرنے کی نسبت الیواقیت والجواہر، ج۱،ص۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، میں مختلف علماء کبار کے اقوال درج ہیں۔ پس ان اقوال کے مقابلہ میں جن میں ان کی کتابیں پڑھنے اور پڑھانے کی تاکید کی جاتی ہے، اس قول کی کیا حقیقت ہے جو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اور مختار مدعیہ نے جس کا ایک رکیک مفہوم لے کر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ گویا حضرت محی الدین ابن عربی کی کتب کا مطالعہ کرنا حرام ہے۔

(۴) نبوت تشریعی سے شریعت لانے والی نبوت مراد نہیں ہے، بلکہ ایسی نبوت مراد ہے جس کو شریعت میں نبوت کہا جاتا ہے اور مرزا صاحب نے جو تشریعی کے معنی صاحب شریعت ہونا اور کتاب مستقل اور احکام نئے ہونا، یا بعض پہلے احکام کا نسخ ہونا لیے ہیں، یہ کسی کتاب سے ثابت نہیں۔

جواب:

مختار مدعیہ کا تشریعی نبی کے متعلق یہ کہنا کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ نئی شریعت لانے والا ہو، بلکہ جسے شریعت میں نبی کہا جاتا ہے، وہ مراد ہے، صریح مغالطہ ہے، کیونکہ جب ہم فتوحات مکیہ، فصوص الحکم وغیرہ کو پڑھتے ہیں تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ تشریعی نبوت سے مراد شریعت والی نبوت ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

تشریع کے معنی

(۱) شاہ ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

تشریع عبارت ازاں است کہ انسان چوں مرکب است از وقوت ملکیہ وبہیمیہ اعتدال نوعی او تقاضا مے کند آں حرکات را کہ بسبب آں ہر دو قوت بجائے خود بماند و در معاد سعادت نصیب او شود در ارتفاقات ضروریہ از آداب معیشت و نکاح و ابتغائے معیشت و سیاست مدن از جادۂ قویمہ بیروں نرود و ایں ہمہ احوال و افعال را برائے نوع انسان معین کردن تشریع است۔ (رسالہ سطعات، مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب، ص ۹)

(۲) شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فانه تعالٰی اعطی خلفاء ہ من الانبیاء التشریع واعطی ھذہ الامة الاجتھاد فی نصب الاحکام وامرھم ان یحکموا بما أدی الیه اجتھادھم وذٰلک تشریع فلحقوا المقامات الانبیاء علیھم السّلام فی ذٰلک. (الکبریت الاحمر برحاشیہ الیواقیت، ج۱، ص۱۴۲)

اس کلام کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو جو تشریع دی تو اس امت کو احکام قائم کرنے میں اجتہاد دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے اجتہاد سے جو سمجھیں اس کے مطابق حکم کریں اور یہ بھی تشریع ہے۔ پس اس امر میں وہ انبیاء علیہم السّلام کے مقام سے مل گئے۔

(۳) اور فصوص الحکم میں لکھا ہے:

وان کان خاتم الاولیاء تابع فی الحکم لما جاء به خاتم الرسل من التشریع فلذالک لا یقدح فی مقامه. (فصوص الحکم، ص ۲۸، مطبوعہ کانپور)

اور اس کا ترجمہ جو اسی کتاب میں سے ہے، یہ ہے: اگرچہ ہے خاتم الاولیاء پیرو بیچ حکم شریعت کے اس چیز کا کہ لائے اس کو خاتم الرسل احکام ظاہر شریعت سے پس یہ پیروی نہیں ضرر کرتی ہے۔ بیچ مرتبہ خاتم الاولیاء کے مختار مدعیہ نے فصوص الحکم کا ایک یہ حوالہ پیش کیا ہے کہ **”واما نبوة التشریع والرسالة منقطعه وفی محمد صلّی اللّٰه علیه وسلّم فقد انقطعت فلا نبی بعدہ یعنی مشرعا او مشعرا له ولا رسول وھو المشرع.** اس میں لفظ مشرع اور لفظ مشرع لہ سے اس نے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر قسم کی نبوت منقطع ہے۔ اب نہ کوئی نبی شریعت جدیدہ لے کر آسکتا ہے اور نہ اس کے لیے کوئی شریعت بنائی گئی ہو۔ حالانکہ یہاں بھی تشریع سے مراد شریعت بنانا ہی ہے۔ اور مشرع کے معنی ہیں نئی شریعت لانے والا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام صاحب توراۃ اور مشرع لہ کے معنی ہیں جن پر کوئی جدید کتاب نازل نہ ہوئی ہو جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو احکام توریت کے تابع تھے، لیکن اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں وہی نبی مراد ہیں جو مستقل ہیں، ورنہ وہ نبوت جو اتباع سے حاصل ہو جس کا نام وہ نبوت عامہ رکھتے ہیں، وہ منقطع نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس عبارت کے متصل ہی چھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

”فابقی لھم النبوة العامة التی لا تشریع فیھا والبقی لھم التشریع فی الاجتھاد فی ثبوة الاحکام وابقی

لھم الورثة فی التشریع."

یعنی پس باقی رکھا اللہ تعالیٰ نے واسطے ان کے نبوت عام کو کہ نہیں ہے تبلیغ احکام ناموس (شرعی) کی بیچ اس کے اور باقی رکھی اللہ تعالیٰ نے واسطے بندوں کے تشریع، یعنی تخریج احکام شرعیہ کی نہ بیچ اجتہاد، بیچ ثبوت احکام شرعیہ کے۔

مترجم شاہ محمد مبارک علی صاحب نبوت عامہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یعنی نبوت دوقسم پر ہے۔ ایک نبوت تشریعی ہے، اور وہ عبارت ہے اوامر ونواہی وغیرہ احکام ظاہر شریعت سے حق تعالیٰ کی جانب سے خلق کی طرف بذریعہ انبیاء اور رسولوں کے۔ دوسری قسم نبوت عامہ ہے اور وہ عبارت ہے عرفان اور اسرار غیب اور خبر دینے سے اور ظاہر کرنے سے اسرار ملک اور ملکوت اور ربوبیت۔ (فصوص الحکم، مترجم، مطبوعہ کانپور، حاشیہ، ص ۱۴۱)

اس حوالہ سے نبی تشریعی کے معنی بالکل واضح ہو جاتے ہیں کہ نبوت تشریعی انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اوامر ونواہی وغیرہ احکام ظاہر شریعت کے مخلوق کے لیے دیے جانے کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد میں فتوحات مکیہ سے بھی ایک حوالہ پیش کرتا ہوں، تا تشریعی کے معنی بیان کرنے میں مختار مدعیہ نے جو مغالطہ دینا چاہا ہے، وہ دور ہو جائے۔

چنانچہ شیخ محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں:

"فان النبوة التی انقطعت بوجود رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم انما ھی نبوة التشریع لا مقامھا فلا شرع یکون ناسخًا لشرعه صلّی اللّٰہ علیه وسلّم ولا یزید فی شرعه حکما آخر وھٰذا المعنی قوله صلّی اللّٰہ علیه وسلّم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی. ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی ولا رسول بعدی الٰی احد من خلق اللّٰہ بشرع یدعوھم الیه فھذا ھو الذی انقطع وسدبابه لا مقام النبوة."

یعنی جو نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وجود سے منقطع ہوئی ہے، وہ نبوت تشریعی ہے، نہ کہ مقامِ نبوت۔ پس کوئی شریعت ایسی نہیں ہوسکتی جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت ومنسوخ کرنے والی ہو اور آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد کرنے والی ہو۔ اور یہی معنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس قول کے ہیں جبکہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے۔ پس نہ میرے بعد کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو، جو میری شریعت کے مخالف ہے۔ بلکہ جب کبھی ہو گا تو وہ میری شریعت کے حکم کے تحت ہوگا اور میرے بعد خلق اللہ میں سے کوئی رسول نہیں جو شریعت لائے اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ پس اس قسم کی نبوت منقطع ہوئی ہے۔ اور اس کا دروازہ بند کیا گیا ہے، نہ کہ مقام نبوت۔ اس کے آگے فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آنے میں جو نبی اور رسول ہیں، کوئی اختلاف نہیں۔ اور اس میں بھی کہ وہ نئی شریعت نہیں لائیں گے، بلکہ شریعت محمدیہ کے ہی تابع ہوں گے۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نبوت ثابت اور متحقق ہے اور وہ نبی اور رسول ہیں جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ظاہر ہوئے، لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے اس قول میں بھی صادق ہیں کہ میرے بعد نبی نہیں۔ پس ہم سمجھ لیتے کہ آپ کی مراد خاص نبوت تشریعی سے ہے، جس کو اہل نظر اختصاص سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

www.khatmenubuwwat.org

"فالنبوة مقام عند اللّٰہ يناله البشر وهو مختص بالاكابر من البشر يعطى للنبى المشرع ويعطى للتابع لهذا النبى المشرع الجارى على قال اللّٰہ تعالٰى فى القران ووهبنا له من رحمتنا اخاه هارون نبيا، فاذا نظر الى هذا المقام بانسبة الى التابع وانه باتباعه حصل له هذا المقام سمى مكتبا بهذالاتباع اكتسابًا ولم ياته شرع من ربه يختص به ولا شرع يوصله الى غيره وكذالک كان هارون عليه السّلام فسددنا باب اطلاق لفظة النبوة على هذا المقام مع تحقيقهٖ لئلا يتخيل متخيل ان المطلق لهذا للفظ يريد نبوة التشريع فيغلط كما اعتقده بعض الناس فى الامام الٰى حامد الغزالى." (فتوحات مکیہ، ج۲،ص۳،۴)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ نبوت خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک مقام ہے جس کو انسان حاصل کرتا ہے اور یہ مقام اکابر لوگوں کے ساتھ مختص ہے جو نبی مشرع کو بھی ملتا ہے اور اس مشرع نبی کے تابع کو بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بھائی ہارون کو اس کے لیے نبی بنایا ہے۔ پس جب وہ اس مقام کی نسبت کو تابع اور اس کی اتباع کے لحاظ سے دیکھتا ہے تو اس مقام کا نام مکتسب اور اس اتباع کے تعمیل کا نام اکتساب رکھتا ہے اور نہ تو خدا کی طرف سے اس کے لیے کوئی خاص شریعت آئی ہے۔ اور نہ دوسروں کو پہچاننے کے لیے اور ہارون علیہ السّلام بھی ایسے ہی نبی تھے۔ اس وجہ سے ہم نے اس مقام پر باوجود اس کے متحقق ہونے کے لفظ نبوت کا اطلاق کرنا بند کر دیا۔ تا کوئی خیال کرنے والا غلط طور پر یہ خیال نہ کر لے کہ اس لفظ کے بولنے والے کی مراد نبوت تشریع ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے امام غزالی کے متعلق کہہ دیا ہے کہ وہ اکتساب نبوت کے قائل ہیں۔

اس حوالہ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں، ایک تشریعی، دوسری غیر تشریعی۔ نبوت اسے کہتے ہیں کہ جو مستقل ہو اور وہ کسی نبی کی اتباع کے نتیجہ میں نہ ہو اور اسے کوئی شریعت دی جائے، چاہے وہ اس کے لیے خاص ہو اور دوسروں کے لیے اسے پہلی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہو۔ اور دوسری قسم کی نبوت غیر تشریعی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مقام روحانی ہے جو کسی انسان کو کسی نبی کی اتباع کے نتیجہ میں ملتا ہے اور ہارون علیہ السّلام صاحب فتوحات کے نزدیک نبی غیر تشریعی تھے اور اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بھی نزول کے وقت غیر تشریعی نبی ہوں گے۔ مذکورہ بالا تمام حوالجات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آ سکتا جو نئی شریعت لائے اور آپ کی شریعت میں کمی وبیشی کرنے والا ہو، لیکن مطلق نبی کا آنا ممتنع نہیں ہے۔

اب زیادہ سے زیادہ یہی اعتراض ہوسکتا ہے کہ انہوں نے تو ایسے شخص پر جو مقام نبوت کو بھی حاصل کر لے، نبی کا اطلاق جائز نہیں قرار دیا، تا کوئی اس سے نبوت تشریعی نہ خیال کر لے۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں، مگر ان کا یہ قول عموم کے لحاظ سے ہے، ورنہ مسیح موعودؑ کو تو خود نبی غیر مشرع مانتے ہیں اور ہارون علیہ السّلام کو بھی انہوں نے تابع نبی اور غیر مشرع نبی قرار دیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے خدا تعالیٰ نے انہیں نبی کا نام دیا ہے جیسا کہ وَوَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا (مریم،۵۳) سے ظاہر ہے۔ پس ان کے مذہب کی رو سے بھی جس تابع نبی کو خدا تعالیٰ نبی قرار دے دے تو اس پر نبی کا اطلاق ہوسکتا ہے اور ایسے نبی کا آنا حدیث لا

www.khatmenubuwwat.org

نبی بعدی اور آیت خاتم النبیّین کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے صرف ایسے نبی کا نہ آنا مراد ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ ہے۔ لاغیر۔ اصل بات یہ ہے کہ صوفیاء نے جو یہ کہا ہے کہ ان کا نام نبی نہیں رکھا جائے گا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی کا نام نہیں دیا گیا تھا، اس لیے انہوں نے مسیح موعود کو جن کے متعلق احادیث میں نبی کا لفظ آیا تھا، نبی کا نام دیا اور دوسروں کے متعلق ایسا نہ کہا۔ لیکن چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی کا نام دیا گیا تھا، اس لیے آپ نے اسی حقیقت کو علی رؤس الاشہاد ظاہر فرمایا کہ جس شخص کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں اور آپ میں فنا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی کا نام عطا ہو، وہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے اور شیخ محی الدین ابن العربی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اہل اللہ کے بھی مختلف درجات اور مراتب ہیں اور اگر بڑا مرتبہ رکھنے والا ایک بات کہے تو اس کی بات بہ نسبت دوسروں کے قابلِ قبول ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وسبب غلط الغزالی وغیرہ فی منع تنزل الملک علی الولی عدم الذوق وظنھم انھم قد عملوا بسوکھم جمیع المقامات فلما ظنوا ذلک بانفسھم ولم یروا ملک الالھام نزل علیھم انکروہ وقالوا ذالک خاصٌ بالانبیاء فذوقھم صحیح حکمھم باطل مع ان ھؤلاء الذین منعوا قائلون بان زیادۃ الثقتہ مقبولۃ واھل اللّٰہ کلھم ثقات قال ولو ان ابا حامد امام الغزالی وغیرہ اجتمعوا فی زمانھم بکامل من اھل اللّٰہ واخبرھم بتنزل الملک علی الولی یقبلو ذالک. (الیواقیت، ج۲،ص۹۵)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ غزالی وغیرہ نے جو یہ کہا ہے کہ ولی پر فرشتہ نازل نہیں ہوتا، تو اس غلطی کی وجہ عدم ذوق اور ان کا یہ خیال کر لینا ہے کہ گویا انہوں نے سلوک کے تمام مقامات طے کر لیے۔ جب انہوں نے اپنے متعلق یہ خیال کر لیا اور فرشتہ الہام کو اپنے اوپر نازل ہوتے نہ دیکھا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور کہا کہ فرشتہ کا نزول انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ پس ان کا ذوق تو صحیح ہے، لیکن حکم باطل ہے۔ اور پھر یہی لوگ جنہوں نے کہا کہ ولی پر فرشتہ نازل نہیں ہوتا۔ اس امر کے قائل ہیں کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور تمام اہل اللہ ثقہ ہیں۔ اگر امام غزالی وغیرہ اپنے زمانہ میں کسی کامل اہل اللہ سے ملتے اور وہ انہیں ولی پر فرشتہ کے نزول کی خبر دیتا تو وہ اُسے ضرور قبول کر لیتے ہیں۔ پس اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ صوفیاء نے غیر تشریعی نبی کے متعلق یہ کہا ہے کہ اُسے نبی کا نام نہیں دیا جاتا تو بھی کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور جب ان میں سے کسی کو خدا تعالیٰ نے نبی کا نام نہ دیا تو انہوں نے خیال کر لیا کہ نبی کا نام کسی کو نہیں دیا جاتا، تا شریعت والی نبوت نہ سمجھ لی جائے۔ پس ان کا ذوق تو صحیح ہے۔ لیکن ان کا حکم باطل ہے۔ کیونکہ مہدی موعود و مسیح موعود کو جو بالاتفاق سب اہل اللہ سے افضل اور ثقہ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے نبی کا نام دیا اور آپ نے بہ بانگ دہل فرمایا:

’’میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں، یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں، صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ میں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و

www.khatmenubuwwat.org

مخاطبہ رکھتے ہیں، میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکمِ الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ **ولکل ان یصطلح.**[1]

اور اصطلاح کے متعلق مولوی محمد قاسم صاحب بھی لکھتے ہیں: ''اصل مطلب میں تو شریک ہی نکلے، لفظوں اور اصطلاح کا ہی فرق رہا، سو یہ کیا بڑی بات ہے۔ مصرع: ہر یکے کے را اصطلاح دادہ ایم۔'' (ہدیۃ الشیعہ، ص ۳۰)

(۵) مختار مدعیہ نے یہ بھی کہا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ وہ (احمدی) وہ حوالے پیش کرتے ہیں جو ان کے مطلب کے ہیں۔ لیکن جو باقی عبارات ان میں ہیں، وہ نہیں پیش کرتے۔ فتوحات میں بھرا پڑا ہے کہ مسیح زندہ ہیں اور ان کا نزول ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ بھی تو ان کتابوں سے وہی حوالے پیش کرتے ہیں جو آپ کے مطلب کے ہیں، دوسرے نہیں پیش کرتے۔ ہم تو ان بزرگوں کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیشگوئی چونکہ مستقبل سے تعلق رکھتی ہے اور علم غیب میں اجتہاد کو دخل نہیں ہے۔ اس کی کیفیت وقوع کے سمجھنے میں غلطی ہوسکتی ہے اور ان سے یہ غلطی ہوئی لیکن اس وجہ سے ہم ان کی تکفیر تو نہیں کرتے، برخلاف اس کے آپ نے تو یہ کہا ہے کہ لا نبی بعدی اور خاتم النبیین کے معنی صرف یہ ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور اگر اس آیت وحدیث کے اس کے سوا کوئی اور معنی کرے تو وہ کافر ہے، اس لیے ہمیں ضرورت پیش آئی کہ آپ لوگوں پر اتمام حجت کرنے کے لیے ان بزرگوں کے اقوال پیش کریں جن کو آپ مسلمہ بزرگ سمجھتے ہیں۔ اور وہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے وہی معنی کرتے ہیں جو جماعت احمدیہ کرتی ہے۔

مختار مدعیہ تو ہمارے طریق پر تعجب کا اظہار کرتا ہے اور قابلِ تعجب خود اس کا طریق ہے یہاں تک کہ اس کے مسلم مقتدا مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی و مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی اس کے طریق کو قابلِ تعجب بتاتے اور ادنیٰ طالب علموں کے تعجب کرنے کے لائق ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ البراہین القاطعہ جو دونوں صاحبوں کی طرف منسوب ہے، صفحہ ۸۸ پر فرماتے ہیں:

مؤلف نے یہ قاعدہ نیا ایجاد کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کتاب سے کوئی روایت نقل کی تو وہ تمام کتاب ناقل کے نزدیک معتبر ہو جاوے۔ یہ آج تک کسی نے نہیں لکھا۔ مثلاً ہدایہ شرح وقایہ وغیرہ کتب سے استدلال لائے ہیں۔ مع ہذا۔ اس کی ضعیف روایت پر جرح کر کے ترک کر دیتے ہیں۔ ترمذی، ابو داؤد وغیرہما کتب سے سند لاتے ہیں۔ مع ہذا۔ جس روایت میں اس کے ضعف ہے، اس کو ترک کرتے ہیں۔ اس کو ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے۔ مگر مؤلف کہتا ہے کہ مولوی محمد اسحاق صاحب نے شیخ عبدالحق اور خزانہ اور دستور القضاۃ سے روایات نقل کی ہیں۔ تو بس سب مرویات، منقولات ان کے نزدیک معتبر واجب القبول ہوگئی، یہ عجب العجاب استدلال ہے۔

حوالہ تحذیر الناس

پھر مختار مدعیہ نے مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کے قول کے متعلق یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کے قول مندرجہ تحذیر الناس، صفحہ ۲۸ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی نبی کا ہونا، آپ کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ سو اس کے جواب میں مَیں ان کا وہی قول پیش کر دینا چاہتا ہوں اور اس امر کا فیصلہ کہ آیا گواہان مدعا علیہ اس سے

۱۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۰۳

www.khatmenubuwwat.org

جو کچھ سمجھتے ہیں، صحیح ہے یا نہیں، عدالت کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ اور وہ قول یہ ہے:

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے، اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (تحذیر الناس، صفحہ ۲۸)

اس عبارت کے الفاظ صاف، سلیس، سادہ، آسان اور بالکل ہی عام فہم اُردو زبان میں ہیں اور ان میں برائے نام بھی ابہام نہیں ہے۔ اور بوجہ اپنی انتہائی وضاحت کے ناظرین کو پکار پکار کر بتا رہے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا حضور کی خاتمیت میں کوئی خلل ڈالنے والا نہیں ہے۔ اور علمائے عصر نے بھی اس عبارت کے یہی معنی سمجھے ہیں، چنانچہ ہندوستان کے شہرہ آفاق عالم مولوی احمد حسن صاحب کانپوری اپنی کتاب افادات الاحمدیہ میں مقدمہ مقلد و غیر مقلد کے متعلق ہند کمیشن کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

البتہ پیغمبری ختم ہوگئی اور یہ لفظ خاتم النبیّین قرآن شریف میں موجود ہے۔ مگر بعض علماء نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اگر حضرت کے بعد یا حضرت کے زمانہ میں کئی پیغمبر پیدا ہوتو اس آیت کے منافی نہیں اور اس مسئلہ کی ایجاد سے ان پر اور بہت سے علماء نے اعتراضات کیے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (افادات الاحمدیہ، ص ۴۵)

مولوی احمد حسن صاحب کے اس جواب سے ظاہر ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی عبارت کے جو کچھ معنی وہ سمجھتے ہیں، وہ اکیلے نہیں ہیں، بلکہ اور بہت سے علماء بھی ان کے ساتھ شریک ہیں، یعنی وہ بھی یہی سمجھے ہیں کہ مولانا محمد قاسم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی پیدا ہوتو بھی خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

اور ان علماء پر کیا موقوف ہے۔ ہر عالم و غیر عالم جو خواہ حق پوشی و ناحق کوشی سے کام لینا نہ چاہے۔ عبارت منقولہ بالا کے وہی معنی سمجھے گا جو مولوی احمد حسن صاحب سمجھے ہیں۔

اگرچہ عبارت اپنے معنی کے اظہار میں کسی تشریح و تفصیل کی ہرگز محتاج نہیں، تاہم میں یہ بھی دکھا دینا چاہتا ہوں کہ خود مولانا محمد قاسم ہی کے قول سے اس کی کیا تشریح و تفصیل ثابت ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

اوّل معنی خاتم النبیّین صلّی اللہ علیہ وسلّم معلوم کرنے چاہئیں۔ تاہم فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خاتم ہونا بایں معی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیّین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں، کیا فرق ہے۔ جو اس کو ذکر کیا اور ان کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلّی

www.khatmenubuwwat.org

اللہ علیہ وسلّم کی جانب نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ایسے ایسے لوگوں کے اس قسم کے احوال کب بیان کیا کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہوتو تاریخوں کو دیکھ لیجیے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا، اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے، البتہ فی حد ذاتہ قابلِ لحاظ ہے۔ پھر جملہ: **ما کان محمد ابا احد من رجالکم** اور جملہ **ولکن رسول الله و خاتم النبیین** کیا تناسب تھا۔ جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا۔ اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں مواقع تھے۔ (تحذیر الناس، ص۳)

اس تحریر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ کہ خاتم النبیّین سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کو انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ کو سب میں آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔

۲۔ لکن رسول اللہ وخاتم النبیّین مقام مدح میں فرمایا گیا ہے۔

۳۔ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، جب کہ اہل علم پر یہ بات روشن ہے۔

۴۔ باعتبار تاخر زمانی کے خاتم النبیین کو لینا اس وقت درست ہوسکتا ہے، اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ قرار دیا جائے۔

۵۔ اور اوصاف مدح میں سے نہ لینے کی صورت میں ایک تو خدا تعالیٰ پر زیادہ گوئی کا الزام آتا ہے، دوسرے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قدر کم ہوتی ہے۔

۶۔ اگر آخری دین ہونے کے لحاظ سے سد باب اتباع مدعیان نبوت کہو تو فی حد ذاتہٖ قابلِ لحاظ ہے، لیکن اس کے لیے یہ موقع نہیں۔ بلکہ بیسیوں اور مواقع اس کے بیان کرنے کے ہوسکتے تھے۔

اس کے بعد وہ اپنا عقیدہ ظاہر کرتے ہیں:

''بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے، جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آتا ہے۔ اور فضیلت نبوی بالا ہو جاتی ہے۔'' (ص۳)

یعنی خاتم النبیّین کے وہ ایسے معنی کریں گے کہ جس سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان بھی دوبالا ہو جائے اور تاخر زمانی بھی پایا جائے۔ یعنی آخری دین ہونے کی وجہ سے جو سد باب اتباع مدعیان نبوت ضروری تھا، وہ بھی پورا ہو جائے کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی ایسا نہیں ہوسکتا جو نیا دین لائے، کیونکہ آپ کا دین آخری دین ہے۔

اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات میں سے

www.khatmenubuwwat.org

مفہوم ہے۔ کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہے تو لیجیے، زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور، اگر آفتاب کا فیض ہو تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں۔ اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی۔ بااین ہمہ اگر یہ وصف آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو، وہی موصوف بالذات ہوگا۔ اور اس کا نور ذاتی ہوگا اور کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ (ص۴)

موصوف بالذات اور موصوف بالعرض میں یہ فرق ہوا کرتا ہے کہ موصوف بالذات کو جو چیز حاصل ہوتی ہے، وہ بلاواسطہ اور ذاتی ہوتی ہے۔ اور موصوف بالعرض کا وصف بالواسطہ مکتسب ہوتا ہے اور کسی دوسرے کا فیض ہوتا ہے اور جس کا وصف بالذات ہوتا ہے وہ سلسلہ اس پر ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آفتاب پر اگر اس کا نور ذاتی ہے تو ہم کہیں گے کہ اس پر نور کا سلسلہ ختم ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد قطعاً نہیں ہوگی کہ اس کے واسطہ سے بھی نور حاصل نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ آپ اس تقریر کا نتیجہ یہ تحریر فرماتے ہیں:

سو اسی طور پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصف نبوت خاص ہیں۔ اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے، پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض آپ جیسے نبی الامتہ ہیں۔ ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت **واذ اخذاللّٰہ میثاق النبیین... الخ** اور انبیاء کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لائے ہیں اور ان کے اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا۔ ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے۔ علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد کہ **علمت علم الاولین والآخرین.** بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے۔ شرح اس معمہ کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے ہر خاص و عام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اوّلین مثلاً ادیان اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں مجتمع ہیں۔ عالم حقیقی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہیں۔ (ص۴)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت بالذات ہے اور آپ کی نبوت کسی کا فیض نہیں ہے۔ دوسروں کی نبوت بالعرض اور آپ کا فیض ہے۔

۲۔ اس کمال کی وجہ سے نبوت آپ پر ختم ہے کہ آپ کی طرح نبوت سے موصوف بالذات کوئی نہیں ہوسکتا۔ جو بھی ہوگا بالعرض ہوگا۔ گذشتہ زمانہ میں ہوا ہو، یا آئندہ زمانہ میں ہو۔

۳۔ اس وجہ سے بھی آپ خاتم النبیین ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے۔ اگر آپ میں تمام کمالات علمیہ جمع ہیں۔

۴۔ جیسے آپ نبی الامت ہیں، ویسے ہی آپ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ یعنی آپ جیسے اپنی امت کے روحانی معنوی باپ ہیں، اسی

www.khatmenubuwwat.org

طرح آپ انبیاء کے بھی روحانی باپ ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

نیز اس صورت میں جیسے قرأت خاتم بکسر التاء چسپاں ہیں، ایسے ہی قرأت خاتم بفتح التاء بھی نہایت درجہ کو بے تکلف موزوں ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جیسے قرأت خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے۔ حاصل مطلب آیت کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں۔ پر ابوۃ معنوی امتیوں کو بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیّین شاہد ہے۔ سو جب ذات بابرکات محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض۔ تو یہ بات اب ثابت ہوگئی کہ آپ والد معنوی ہیں اور باقی انبیاء آپ کے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی اور اُمتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجیے۔ (ص ۱۰-۱۱)

پھر لکھتے ہیں:

اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ آپ پر ختم ہوتا ہے۔ جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور۔ اس طرح اگر فرض کیجیے، آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو یہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا سلسلہ نبوت بہرطور پر آپ پر مختتم ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو، عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے۔ جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہوگیا تو پھر سلسلہ علم وعمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے، جو میں نے عرض کیا، تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (ص ۱۴)

اس عبارت سے بھی واضح ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نبوت جو کمالات علم میں سے ہے۔ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں اتم واکمل طور پر موجود ہے۔ اور اس سے زیادہ علم کا حصول بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اس وجہ سے جو بھی نبی ہو، یا فرض کیجیے آئندہ ہو، تو ہم کہیں گے کہ اس کی نبوت اور کمالات علمیہ بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہیں۔ کیونکہ آپ مستجمع جمیع کمالات انبیاء ہیں۔ اور آپ نبوت سے موصوف بالذات ہیں اور کسی کے محتاج نہیں۔ لیکن باقی نبی موصوف بالعرض ہونے کی وجہ سے وصف نبوت میں آپ کے محتاج ہیں۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو اس میں ایک لطیف نکتہ بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے انبیاء سے آخر میں آنے اور انہیں ختم کر دینے کے تو کوئی معنی ہی نہیں بنتے۔ کیونکہ اگر کہو، پہلے انبیاء کو ختم کر دیا تو وہ تو پہلے ہی ختم ہو چکے تھے، ان کا ختم کرنا کیا۔ اور آئندہ کوئی آنا نہیں تھا جو اسے ختم کرتے، لیکن بلحاظ مراتب کے خاتمیت لینا نہایت موزوں ہے۔ کیونکہ اس سے مراد یہ ہوگی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نبی تھے۔ اور انہیں کچھ کمالات حاصل تھے۔ لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کمالات کو حاصل کر کے آگے بڑھ گئے۔ اس لیے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کو آپ نے ختم کر دیا۔ اس طرح حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت نوح علیہم السّلام وغیرہ کی نبوت چند

www.khatmenubuwwat.org

کمالات کی جامع تھی جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم حاصل کر کے ان سے بھی آگے نکل گئے۔ اسی طرح ان کی نبوتیں بھی آپ نے ختم کر دیں اور معراج میں یہی بات آپ کو دکھائی گئی کہ آپ تمام نبیوں کو چھوڑ کر ان سے آگے نکل گئے۔ اس وجہ سے آپ تمام انبیاء کے خاتم ٹھہرے کہ ان تمام کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے، اور آپ سب کے جامع ہوئے۔ اس لحاظ سے مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ جو انبیاء پہلے گزر چکے ہیں، ان کے لحاظ سے تو آپ کی خاتمیت زمانی سے انکار نہ ہو سکے گا۔

ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نوبت لیجیے، جیسا کہ اس ہیچ مدان نے عرض کیا ہے، تو پھر سوائے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور کس کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہو گی۔ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور کو زمین میں یا فرض کیجیے، اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (ص ۲۸)

اس تمام تقریر کا خلاصہ یہی ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب خاتم النبیّین کے معنی ایسے لیتے ہیں جن کی رو سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں یا آپ کے بعد بھی کوئی نبی آئے، جو آپ کی نبوت کا محتاج ہو۔ اور اس کی نبوت وصف بالعرض ہو، نہ بالذات۔ تو وہ بھی آپ کے خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ اور خاتمیت کے معنی یہ ہیں کہ آپ پر تمام کمالات نبوت ختم ہو گئے اور آپ ہی ہر زمین اور ہر زمانے کے بادشاہ ہیں۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:

تمت علیہ صفات کل مرتبۃ
ختمت بہ نعماء کل زمان

کہ آپ پر تمام اعلیٰ صفات پوری ہو گئیں اور آپ پر ہر زمانہ کی نعمتیں ختم ہو گئیں۔

پھر مولانا فرماتے ہیں:

وہ نبی جو صفت العلم سے مستفید ہو اور بارگاہ علمی تک باریاب ہو، تمام انبیاء سے مراتب میں زیادہ اور رُتبہ میں اعلیٰ اور سب کا سردار اور سب کا مخدوم و مکرم ہو گا۔ اور سب اس کے تابع و محتاج ہوں گے۔ اس پر مراتب کمالات ختم ہو جائیں گے۔ اس لیے وہ نبی خاتم الانبیاء بھی ضروری ہو گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیاء بوجہ احکام رسانی مثل گورنر وغیرہ نواب خداوندی ہوتے ہیں، اس لیے ان کا حاکم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے اس لیے جیسے عہد ہائے ماتحت میں سب میں اوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے۔ اور سوا اس کے اور سب عہدے ماتحت ہوتے ہیں اور ان کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے، اس کے احکام کو کوئی اور نہیں توڑ سکتا۔ اور وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اس پر مراتب عہدہ جات ختم ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں۔ جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے، اس لیے اس کے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہوں گے۔ اوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے اور اس لیے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو۔ کیونکہ اوپر کے حاکم تک نبوت سب حکام ماتحت کے بعد

www.khatmenubuwwat.org

میں آتی ہے اوراس لیے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے۔ (مباحثہ شاہجہانپور، ص۲۴، ۲۵)

پھر جیسے گورنر خاتم الحکام کے ماتحت ہوکر کسی حاکم کا آنا اس کی خاتمیت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح خاتم النبیّین کے ماتحت ہوکراور آپ کے احکام کے نفاذ کے لیے کسی نبی کا آنا آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ اگر کسی نبی کا آنا آپ کی خاتمیت کے خلاف ہوتو وہ ایسا نبی ہے جو آپ کے احکام کو آخری احکام نہ سمجھے اوران کو منسوخ کرے۔ ورنہ ایسا نبی جو آپ کی شریعت کا متبع ہواور آپ کی غلامی کا دعویٰ کرے، وہ آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس کی نبوت آپ کی نبوت سے علیحدہ نہیں، بلکہ اسی سے مستفیض ہے۔

چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں:

جیسے اس وقت اگر گورنر سابق بھی موجود ہوتو لارڈلٹن ہی کا اتباع کرے۔ جو گورنر زمانہ حال ہے۔ ایسے ہی اس زمانے میں اگر حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بھی موجود ہوتے تو ان کو چارناچار رسول عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کا اتباع کرنا پڑتا۔

پس آنحضرت کا متبع ہوکر کسی نبی کا آنا منافی خاتمیت نہیں۔ اس امر کی تائید میں ایک اور حوالہ پیش کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ تحذیر الناس میں جس حدیث پر بحث ہے، اسی حدیث پر کتاب نصر المومنین میں بھی بحث کی گئی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، ان کو علماء نے ارتداد اور کفر صریح کی طرف نسبت دے کراس کے پیچھے نماز پڑھنے اوراس کے پاس بیٹھنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (دیکھو نصر المومنین، ص۲، ۳، ۴، ۶)

اوراس فتویٰ پر چودہ علماء کی مواہیر ہیں۔

پھر اس کتاب کے صفحہ ۷ میں اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دینے والوں کے اس سوال کا کہ النبیّین میں الف لام استغراق کا ہے، اس لیے آپ تمام قسم کے انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں۔ یہ جواب دیا ہے۔

ہم نہیں تسلیم کرتے کہ الف لام النبیّین میں استغراق کا ہے۔ بلکہ عہد کے لیے ہے۔ اور مراد النبیّین سے وہ ہیں کہ جو حضرت آدم سے لے کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تک ہوئے، اسی طبقہ علیا میں تھے اور یہ اگرچہ ایک احتمال ہے، لیکن باعتبار اصول کے یہ بات بہت قوی ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

اہل اسلام کے بعض فرقے ختم نبوت کے ہی قائل نہیں اور بعض قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں، نہ مطلق نبوت کے۔ (نصر المومنین، مطبوعہ نور، کانپور، ۱۲۹۱ھ)

آخری جملہ میں تو بعض ایسے فرقوں کا ذکر کر کے جو تشریعی نبوت کے ختم ہونے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ ان کو بھی مسلمان ہی قرار دیا ہے اور مختاران مدعیہ صرف ختم نبوت غیر تشریعی نہ ماننے والوں کو بھی کافر کہنے سے نہیں رکتے۔ اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے مناظرہ عجیبہ میں یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی نبی کے آنے کا احتمال نہیں تو اس

www.khatmenubuwwat.org

سے مراد وہی لی جائے گی جو ان تصریحات کے خلاف نہ ہو، اور ان کو ملحوظ رکھ کر ایسا ہی نبی ہوسکتا ہے جو نیا دین لائے، جیسا کہ تحذیر الناس، صفحہ۳ میں۔

مولوی محمد قاسم صاحب نے اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا، اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ قابلِ لحاظ ہے۔ پھر آپ کے اس قول سے کہ آئندہ نبی کے آنے کا احتمال نہیں۔ ایسا ہی نبی مراد لیا جا سکتا ہے جس کے آنے سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دین آخری دین نہ رہے اور اسی طرح تحذیر الناس، صفحہ۱۰ کی عبارت میں بھی اس قسم کے نبیوں کے لحاظ سے انہوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم زمانی مانا ہے، ورنہ وہ بغیر دین جدید وشریعت جدیدہ کے حضرت عیسیٰؑ کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر ان کے معنوں میں اور دیگر علماء کے معنوں میں کوئی فرق نہ ہوتا اور وہ دیگر علماء کی طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم زمانی تسلیم کرتے تو انہیں ان کی تکفیر کی کیا ضرورت تھی۔ اور جیسا کہ نصر المومنین کے حوالہ سے اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اہلِ اسلام کے بعض فرقے تو ختم نبوت کے ہی قائل نہیں۔ اور بعض قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں۔ ایسا ہی فقہا نے بھی لکھا ہے کہ **یکفر بقوله لا اعلم ان آدم علیه السّلام نبی اولا ولو قال اٰمنت بجمع الانبیا علیهم السّلام وبعدم معرفة ان محمدا صلّی اللّٰه علیه وسلّم اٰخر الانبیاء عند البعض.** (البحر الرائق، ج۵،ص۱۳۰)

یعنی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آدم علیہ السّلام نبی ہیں یا نہیں، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ میں تمام انبیاء پر ایمان لایا اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آخر الانبیاء ہونے کی عدم شناخت پر تو بعض کے نزدیک کافر ہوگا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ان معنوں میں آخری نبی ماننا، جس کا مختار اور گواہان مدعیہ دعویدار ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک ضروریاتِ دین سے نہیں ہے اور نہ ہی موجب کفر ہے۔

باقی حوالے جن میں لا نبی بعدی اور خاتم النبیّین کے یہ معنی کیے گئے ہیں کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو۔ یا جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی نے مثنوی دفتر ششم میں لکھا ہے کہ خاتم النبیّین کے یہ معنی ہیں کہ آپ پر تمام کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ ان سب پر مختار مدعیہ نے کوئی جرح نہیں کی۔ البتہ اقتراب الساعۃ کے حوالہ کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ نواب صدیق حسن خان کی تالیف ہے، اس لیے غیر مسلم ہے۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی شخصیت کے متعلق زیرعنوان ''سلف صالحین کا عقیدہ در بارہ وحی'' ذکر کر چکا ہوں۔ اور یہاں اتنا اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اقتراب الساعۃ سے جو یہ حوالہ پیش کیا گیا ہے کہ لا نبی بعدی کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی ناسخ شریعت محمدیہ نہیں آئے گا۔ درحقیقت اس کے قائل امام ملاعلی قاری ہیں، جیسا کہ پہلے حوالہ کتاب الاشاعۃ لاشراط الساعۃ گزر چکا ہے۔

پس ائمہ سلف کے اقوال سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے اور آپ کے قول لا نبی بعدی سے یہ مراد ہے کہ آپ کے بعد مستقل صاحب شرع جدید کوئی نبی نہیں آ سکتا، جو آپ کی شریعت کے احکام کو منسوخ کرے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۶)

سیاق وسباق کے لحاظ سے آیت کے معنی

اس آیت کی تفسیر کے لیے ملاحظہ ہو: بیان گواہان مدعا علیہ۔

(۷)

خاتم النبیّین کے صحیح معنی

خاتم بفتح التاء کے اصل معنی عربی زبان میں انگوٹھی یا مہر کے ہیں۔ اور گواہ مدعا علیہ نمبرا نے ان معنی کے اثبات کے لیے حدیث اور تفسیر اور لغت کو پیش کیا تھا۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا۔لیکن مختار مدعیہ نے اس پر یہ جرح کی ہے کہ منجد سے جو حوالہ پیش کیا گیا ہے، وہ مفرد ہے۔ اور کتاب اللہ میں مضاف ہو کر استعمال ہوا ہے۔ یہاں بحث مضاف کے اندر ہے، لہٰذا غیر متعلق ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مختار مدعیہ کا یہ قول کس حد تک قابلِ التفات ہے، کیونکہ تھوڑی سی عقل رکھنے والا شخص بھی جان سکتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے معنی کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دونوں کے علیحدہ علیحدہ معنی معلوم ہوں۔ ورنہ اس کے معنی کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ پس خاتم کے حقیقی معنی معلوم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ مفرد ہونے کی صورت میں کس معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خاتم کا لفظ مہر اور انگوٹھی کے معنی میں احادیث میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اور گواہ نمبر۳ نے ۲۹/اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح التاء مہر کے معنوں میں بھی ہے۔

اور گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں وضاحت سے بیان کر دیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فی الحقیقت مہر یا انگوٹھی نہیں۔ پھر جو آپ کو نبیوں کا خاتم کہا گیا تو وہ اس لیے کہ آپ کے خاتم النبیّین ہونے اور حقیقی مہر یا انگوٹھی میں مندرجہ ذیل وجہ شبہ ہو سکتی ہے:

۱۔ زینت جیسا کہ فتح البیان کے حوالہ سے ظاہر ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح البیان، ج ۷، ص ۲۸۶، مطبوعہ، ص ۲۲)

۲۔ احاطہ جیسے انگوٹھی انگلی کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے، ایسے آپ بھی تمام نبیوں کے محیط ہیں۔ یعنی ان کے تمام کمالات کے جامع ہیں۔ جیسا کہ مولوی محمد قاسم صاحب بھی فرماتے ہیں:

اس ارشاد سے ہر خاص و عام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً ادیان اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں مجتمع ہیں۔ (تحذیر الناس، ص ۴)

اور کمال کے اظہار کے لیے لغت عرب اور دوسری زبانوں میں بکثرت خاتم اور ختم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور ان معنی کی

www.khatmenubuwwat.org

تائید میں گواہان مدعا علیہ نے منجملہ اور بہت سے حوالجات کے ایک حوالہ فتوح الغیب کا، **بک تختم الولایة**، اور ایک وفیات الاعیان سے مجمع القریض بخاتم الشعراء شعر نہیں کہا تھا۔ مگر مختار مدعیہ نے فتوح الغیب کے حوالہ کے متعلق یہ کہا ہے کہ اس میں تو خاتم الولایۃ کا ذکر ہے، نبوت کا تو ذکر ہی نہیں۔ اس لیے یہ غیر متعلق ہے۔ گویا کہ مختار مدعیہ کے نزدیک جب خاتم کا لفظ ولایت کی طرف منسوب ہو تو پھر آخر کے معنی نہیں ہوتے۔ لیکن جب نبوت کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی آخر کے ہوتے ہیں۔ لیکن کیا مختار مدعیہ کے نزدیک اس تفریق معنی کی دلیل سوائے تعصب کے اور بھی کوئی ہے، ہرگز نہیں۔

اور اس شعر کے متعلق مختار مدعیہ نے تین باتیں کہی ہیں:

اوّل: اشعار سے قرآن مجید کو حل کرنا تنقیص کلام الٰہی ہے۔

جواب:

معلوم ہوتا ہے، مختار مدعیہ کو بالکل قرآن مجید کی تفاسیر دیکھنے کا موقعہ بھی نہیں ملا۔ کیونکہ تفسیروں میں قرآن مجید کے مشکل الفاظ کو حل کرنے کے لیے جا بجا شعروں کو پیش کیا گیا ہے۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان میں لکھا ہے:

قال ابوبکر بن الانباری قد جاء عن الصحابة والتابعین کثیر الاحتجاج علی غریب القرآن ومشکله بالشعر وانکر جماعة لا علم لهم علی النحویین ذلک. (اتقان، ج ا، ص ۱۴۹)

یعنی ابوبکر بن الانباری نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنے میں صحابہ اور تابعین سے بکثرت شعر سے حجت پکڑنا ثابت ہے۔ اور بعض بے علم لوگوں نے نحویوں پر اس امر کو برا منایا ہے کہ انہوں نے شعروں کو کیوں پیش کیا۔

اور اسی صفحہ میں لکھتے ہیں:

قال ابن عباس الشعر دیوان العرب فاذا خفی علینا الحرف من القران الذی انزل اللّٰه بلغة العرب رجعنا الی دیوانها فالتمسنا معرفة ذلک منه.

یعنی ابن عباس نے فرمایا کہ شعر عرب کا دیوان ہے۔ جب قرآن کا، جسے خدا تعالیٰ نے عربی زبان میں اتارا ہے، کوئی حرف ہم پر مخفی ہو جائے، یعنی اس کے معنی سمجھنا مشکل ہو جائیں تو ہم عرب کے دیوانوں کی طرف رجوع کر کے اس کے اصل معنی جان لیں گے۔

پس یہ کہنا کہ اشعار کو قرآن مجید سے حاصل کرنا تنقیص کلام الٰہی ہے۔ اپنے آپ کو بے علم لوگوں کی صف میں داخل کرنا ہے۔

دوم: قرآن مجید میں جمع مذکر سالم کی طرف مضاف ہے، اور یہاں جمع تکسیر کی طرف، لہٰذا یہ شعر ما بہ النزاع بحث سے خارج ہے۔

جواب:

منجد کے حوالہ کے مقابلہ میں تو انہوں نے صرف یہ عذر کیا ہے کہ یہ مفرد ہے اور کتاب اللہ میں مضاف ہو کر استعمال ہوا

www.khatmenubuwwat.org

ہے اور اس طرح گواہ مدعیہ نمبر۴ نے ۳۱؍اگست کو بجواب جرح یہ کہا ہے کہ:

(۱) خاتم کا لفظ جب جمع کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی آخر کے ہوتے ہیں۔ لیکن جب خاتم الشعرا کی مثال پیش کی گئی کہ اس میں تو خاتم کا لفظ جمع کی طرف مضاف ہے اور اس کے معنی آخر کے نہیں، تو مختار مدعیہ نے یہ عذر پیش کر دیا کہ شعراء تو جمع تکسیر ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں النبیّین جمع مذکر سالم ہے۔ لہٰذا یہ شعر ما بہ النزاع بحث سے خارج ہے، یعنی مختار مدعیہ کے نزدیک اگر خاتم الانبیاء اور خاتم الرسل کہا جاتا تو پھر اس کے معنی آخر کے نہیں۔ کیونکہ الانبیاء اور الرسل جمع تکسیر ہیں، جمع مذکر سالم نہیں۔ اور اگر النبیّین جمع مذکر سالم کہا جائے تو پھر آخر کے معنی ہوتے ہیں۔

پس خاتم کے لفظ کے جمع مذکر سالم یا جمع تکسیر کی طرف مضاف ہونے سے معنوں میں کوئی فرق نہیں آتا، خاتم النبیّین کہنا یا خاتم الانبیاء کہنا یا خاتم المرسلین یا خاتم الرسل کہنا معنوی لحاظ سے ایک ہی ہے۔

سوم: شعرا جاہلی و اسلامی کے اقوال کو بطور سند پیش کیا جا سکتا ہے، نہ کہ بعد کے شاعروں کے اقوال کو۔

جواب:

یہ مختار مدعیہ کا اپنا وضع کردہ اصول ہے۔ عربی زبان ایک زندہ زبان ہے۔ اس کے جو ادیب شعراء گزرے ہیں، جب تک ان کے قول کے خلاف شعراء جاہل میں سے کوئی قول پیش نہ کیا جائے، ان کا قول بھی ایک مختلف فیہ لفظ کے معنی بیان کرتے وقت بطور سند کے پیش ہو سکتا ہے۔ اور ما بہ النزاع بحث میں تو قرآن مجید کے زمانہ کے بعد کے شاعروں کا قول بدرجہ اولیٰ پیش کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ اگر قرآن مجید میں خاتم النبیّین میں لفظ خاتم کے معنی عربی زبان کی رُو سے محض آخر ہی کے ہوتے تو پھر اس کے بعد کوئی اسلامی شاعر خاتم کے لفظ کو دوسرے معنی میں استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

اور ختم کا لفظ اُردو زبان میں بھی کمال کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب کے متعلق مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی اپنی کتاب ''حالات جناب طیب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم''، مطبوعہ صادق الانوار، بہاولپور میں لکھتے ہیں:

''مہمان نوازی مولوی صاحب پر ختم ہے۔''

اس فقرہ میں قطعاً یہ منشا نہیں ہے کہ آپ کے سوا کوئی اور مہمان نواز تھا، یا نہیں ہے۔

تیسری وجہ شبہ یہ ہے کہ مہر تصدیق کے لیے ہوتی ہے، اس لیے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نبیوں کی تصدیق ہوئے دو معنوں کے لحاظ سے۔ ایک تو اس لحاظ سے کہ تمام انبیاء نے آپ کے آنے کی بشارت دی اور تصدیق کی۔ دوسرے اس لحاظ سے کہ آپ مصدق النبیّین ہوئے۔ کیونکہ کسی نبی کی نبوت بدوں آپ کی مہر تصدیق ثبت ہونے کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس کی تفصیل دیکھو: مع امثلہ بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱۔

اس کے علاوہ عربی زبان کی رُو سے خاتم کے معنی علامت کے بھی ہیں۔ چنانچہ مجمع البحار میں زیر لفظ ختم لکھا ہے:

فی اعناقھم الخواتم اراد بھی اشیاء من ذھب وغیرہ معلق فی اعناقھم یعرفون بھا.

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول کہ ان کے گلوں میں خواتم ہوں گی، سے یہ مراد ہے کہ ان کے گلے میں سونے وغیرہ

www.khatmenubuwwat.org

کی چیزیں ڈالی جائیں گی، جن سے ان کی شناخت ہوگی۔

پھر حدیث آمین خاتم رب العالمین کے معنی لکھے ہیں:

"ای العلامة التی تدفع عنهم الاعراض والعاهات." کہ خاتم سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک نشانی ہوگی جو ان سے بیماریوں اور آفات دور کرے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ خاتم کے معنی علامت کے بھی ہیں اور اس کی تصدیق شعراء عرب کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابان بن عبدہ شاعر حماسی کہتا ہے:

ببیض خفاف مرهفات قواطع
لداؤد فیها اثره وخواتمه

اس کا ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی نے یہ کہا ہے، الخواتم، الاعلام ہم ان سے لڑیں، ساتھ صیقلدار سبک تیز برندہ تلواروں کے، جن میں حضرت داؤد کی نشانیاں اور پتے ہیں، یعنی بہت پرانے ہیں۔ (حماسہ مجتبائی، ص۱۸۴)

اس لحاظ سے خاتم النبیّین کے معنی علامۃ النبیّین کے ہوئے کہ آپ کے ذریعہ انبیاء شناخت کیے جاتے ہیں اور آپ کی ذات معیار نبوت ہے جو آپ کے اسوہ حسنہ پر ہوگا، وہ نبی ہے۔ پس آپ انبیاء کے صدق وکذب جانچنے کے لیے بطور معیار کے ہیں، جن معیاروں کی رُو سے آپ کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر وہ معیار کسی نبی میں پائے جائیں تو وہ بھی صادق ہوگا۔

زبان عرب میں خاتم بفتح التاء کا لفظ کبھی اخیر کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا، بلکہ آخر کے معنوں میں جب بھی استعمال ہوا ہے تو وہ لازم معنی لے کر نہ کہ اصل معنی کی رُو سے۔

خاتم کے معنی آخر!

مختار مدعیہ نے صرف ایک حوالہ لسان العرب اور منتہی الارب سے پیش کیا ہے، جس میں لکھا ہے، خاتم القوم آخرہم، لیکن جب کہ ہم نے محاورات عرب سے معین اقوال اور استعمالات پیش کیے ہیں۔ یہ ویسے نہیں ہے۔ کیونکہ مصنف نے یہ قول کسی کی طرف منسوب نہیں کیا کہ کس شاعر نے یا کس ادیب نے خاتم القوم کو آخرہم کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ لیکن برتقدیر صحت میں کہتا ہوں کہ یہ حوالہ بھی فریق مخالف کو مفید نہیں ہے، کیونکہ محاورات عرب میں ایسے مقام پر آخر کے معنی آخری فرد کے نہیں ہوتے، بلکہ اشرف اور افضل کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ قیس حواسی شاعر کہتا ہے:

شری ودی و شکری من بعید
لآخر غالب ابداً ربیع!!

اس کی شرح میں لکھا ہے:

وابدًا قید الاخرو اراد به نفس ربیع بقول شری ودی وشکری ربیع من مکان بعید لرجل هو آخر بنی

غالب ابدًا حیث لا یکون مثله فیهم یعنی شری لنفسه. (حماسہ مصری، ص ۱۳۱)

اوراس کا ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی نے یہی کیا ہے۔

ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لیے عدم المثل ہے، خرید لیا ہے۔ (حماسہ، مجتبائی، باب الحماسہ، ص ۱۳۶)

اوراس قصیدہ کے شروع میں بطور دیباچہ لکھا ہے:

’’**قال قیس یمدح بنی زیاد العبیسین و کانوا اسبعة و کان ربیع ابن زیاد افضلهم.**‘‘

کہ قیس نے عبسی بنی زیاد کی مدح میں یہ شعر کہے ہیں اور وہ سات تھے اور ربیع بن زیاد ان سب سے افضل تھا۔

پس آخر بنی غالب اپنے ہوئے کہ جو قوم میں اشرف اور افضل اور عدیم المثال فرد ہے۔ کیونکہ ایسے مقام پر قوم کا آخری فرد مراد لینا عقل کے بھی خلاف ہے اور وہ متصور ہو نہیں سکتا۔ جب تک کہ یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ وہ قوم بالکل تباہ اور برباد ہو چکی ہے۔ اور اس کے آگے ان کا کوئی فرد نہیں ہوگا۔ پس خاتم القوم آخرہم کے معنی بھی محاورات عرب کی رُو سے اشرف اور افضل اور عدیم المثال کے ہی ثابت ہوئے ہیں۔ پس یہی ایک مثال تھی جو وہ کتب لغت سے پیش کر سکے ہیں۔ اور یہ بھی ان کے معانی کے خلاف ہے، موافق نہیں۔ باقی جو معنی خاتم کے گواہان مدعا علیہ نے بیان کیے ہیں، ان کی تائید میں انہوں نے زبان عرب کے محاورات اور استعمالات پیش کیے ہیں۔ ہاں کیا مختار مدعیہ یہاں بھی کہے گا کہ خاتم القوم میں تو القوم جمع مذکر سالم نہیں ہے۔ اور یہ مثال مابہ النزاع بحث سے خارج ہے۔ دیدہ باید۔

(۸)

خاتم النبیّین کے معنوں کا ضروریاتِ دین سے ہونا

مختار مدعیہ نے گواہوں کی طرح اس بات پر زور دیا ہے کہ خاتم النبیّین کے معنی آخری نبی کے ہیں، جس کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ اوراس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور جو بات ضروریات دین سے متواتر ثابت ہو اُس کی تاویل کرنا کفر وارتداد ہے۔ جاننا چاہیے کہ کسی شخص کے کہنے سے کہ فلاں بات ضروریات دین ہے، وہ بات ضروریات دین سے نہیں ہو جاتی۔ بلکہ کسی چیز کو ضروریات دین سے ثابت کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ امر قرآن مجید واحادیث متواترہ یا مشہورہ سے بدرجہ غایت صحت پہنچ چکا ہو اور وہ اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہو۔

ضروریات دین کے متعلق مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’ضروریات دین وہ امور ہیں جو قرآن مجید اور حدیث مشہورہ اور اجماع متواتر سے ثابت ہوں۔‘‘

(شفاء العلیل، ترجمہ قول الجمیل، مطبوعہ نظامی کانپور)

www.khatmenubuwwat.org

اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے، جیسے حشر ونشر اور جنت و دوزخ اور وزن اعمال اور گزرنا پل صراط پر وغیرہ ذالک۔

لیکن خاتم النبیّین کے جو معنی فریق مخالف نے کیے ہیں نہ تو ان کا ذکر قرآن مجید میں ہے، نہ حدیث مشہور میں اور نہ اجماع متواتر سے یہ ثابت ہے۔ جیسا کہ پہلے صحابہ اور ائمہ سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہو چکا ہے۔ صحابہ کا تو ان معنوں پر جیسا کہ اجماع کی بحث میں آئے گا، کبھی اجماع نہیں ہوا۔ اور مسلمانوں کے بعض فرقے اہلحدیث وغیرہ اس اجماع کو جو فقہ والوں نے پیش کیا ہے، حجت شرعی ہی نہیں سمجھتے۔ اور امام مالک کے قول سے بھی یہی مستفاد ہے کہ جو صحابہ کے بعد اجماع کا مدعی ہے، وہ کاذب ہے۔ (مسلم الثبوت، ج ۲)

اور مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

ایک جماعت کا اتفاق اجماع نہیں کہلاتا، بلکہ اجماع اتفاق کل کا نام ہے اور کل میں سے ایک شخص کا خلاف بھی مانع انعقاد اجماع ہے۔ اس کا ثبوت بھی تحریر نمبر ۸ میں ہے۔ (اشاعۃ السنۃ نمبر ہشتم، لغایت دہم، ج ۱۴، ۱۸۹۰ء)

گواہان مدعیہ ومختار مدعیہ کے معنوں کے خلاف ایک نہیں بلکہ کئی ائمہ وعلماء سلف کی شہادتیں پیش کر چکے ہیں۔ پس یہ معنی قطعاً ضروریات دین سے نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا مختار مدعیہ کا یہی قول کہ امت کا ان معنوں پر اجماع ہو چکا ہے، کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

(۹)

کیا تاویل کی وجہ سے کوئی کافر ہو سکتا ہے

گواہان مدعیہ اور مختاران مدعیہ اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین کہتے ہیں۔ لیکن خاتم النبیّین کی تاویل کرنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اور مختار مدعیہ نے بھی دس اکتوبر کی بحث میں یہ کہا ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے کوئی مثال پیش نہیں کی کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کو کافر نہ کہا گیا ہو۔ یعنی مختاران مدعیہ کے نزدیک بھی احمدیوں کے کفر کی وجہ خاتم النبیّین کی تاویل کرنا ہے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا تو گواہان مدعیہ کا احمدیوں کو کافر قرار دینا بھی غلط ثابت ہو جائے گا۔

سوال دونوں امور کے متعلق گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے اپنے بیان میں تفصیل سے ذکر کیا تھا اور بتایا تھا کہ بڑے بڑے ائمہ نے ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کو کافر نہیں قرار دیا، جب کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہوں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ان کا کلمہ ہو۔ ملاحظہ ہو: بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا۔ جس میں ثابت کیا تھا کہ احمدیہ جماعت خاتم النبیّین کے معنی کی تاویل نہیں کرتی، بلکہ لغت کی رُو سے جو اس کے معنی بن سکتے ہیں، وہ لیتی ہے۔ اور اس کے برعکس گواہان مدعیہ نے جو معنی خاتم النبیّین کے لیے ہیں، وہ تاویل اور تلازم معنی ہیں اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر کے اوائل ایام خلافت میں جن عربوں نے تاویلاً زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تھا، انہیں حضرت ابوبکرؓ نے مرتد قرار دیا، بالکل غلط ہے۔ بعض لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی کے منکر ہو گئے تھے اور اکثر نے

www.khatmenubuwwat.org

اسلام کو چھوڑ دیا تھا اور بعض جگہ متنبی بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ اور بعض نے اپنے ارتداد کی یہ وجہ قرار دی تھی کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نبی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر نبی ہوتے تو نہ مرتے۔ پس حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وفات پانے کو ارتداد کا سبب بنا لیا تھا۔ کسی حدیث میں ان کے ارتداد کی وجہ تاویلاً زکوٰۃ کی ادائیگی ذکر نہیں کی گئی۔ مختار مدعیہ کا محض مغالطہ ہے۔

تاویل کرنے والوں کو کافر نہ کہنے کے متعلق ایک حوالہ گواہ مدعا علیہ نمبر۱ نے منہاج السنۃ کا پیش کیا تھا کہ گواہ نمبر۲ کے بیان کے مطابق خوارج نے ضروریات دین کا انکار کیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ نے خوارج کو مسلمان ہی سمجھا اور البحر الرائق میں ان کی عدم تکفیر کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خونوں اور جانوں کو حلال سمجھتے ہیں۔ تاویل سے کام لیتے تھے، اگرچہ وہ تاویل باطل تھی۔ اور اگر کوئی بغیر تاویل کے جائز سمجھے تو وہ کافر ہے۔

پھر منہاج السنہ میں ہی لکھا ہے:

الثانی ان المتاؤل الذی قصده متابعة الرسول لا یکفر ولا یفسق اذا اجتهد فاخطأو هذا مشهور عند الناس فی المسائل العملیه واما مسائل العقائد فکثیر من الناس کفره المخطئین فیها وهذالقول لا یعرف عن احد من الصحابة والتابعین لهم باحسان ولا یعرف عن احد ائمة المسلمین وانما هو فی الاصل من اقوال البدع الدین یبتدعون بدعة ویکفرون من خالفهم فالخوارج والمعتزلة والجهمیة. (منہاج السنہ، ج۳،ص۶۰)

بعض وہ تاویل کرنے والا جس کا ارادہ تاویل سے متابعت رسول ہو، اس کو کافر یا فاسق نہیں کہا جائے گا جب کہ وہ اجتہاد کرے اور غلطی کی جائے مسائل عملیہ کے متعلق، تو یہی بات عام لوگوں میں مشہور ہے۔ لیکن عقائد کے مسائل میں بہت سے لوگوں نے مخطئیون کو کافر کہا ہے۔ لیکن یہ نہ تو کسی صحابی کا قول ہے اور نہ تابعین میں سے کسی کا، اور نہ ہی مسلمانوں کے کسی امام کا۔ یہ درحقیقت ان بدعتیوں کا قول ہے جو ایک بدعت نکالتے ہیں، پھر جو ان کی مخالفت کرے، اسے کافر کہہ دیتے ہیں، جیسے کہ خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ۔ اور اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ عقائد ہمیشہ ضروریات دین سے ہوتے ہیں۔ پس ان میں بھی اگر کوئی تاویل کرے اور غلطی کھائے تو پھر بھی ان کی تکفیر کرنا سوائے بدعتیوں کے صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے جائز نہیں سمجھا۔

گواہان مدعیہ تو احمدیہ کی اس وجہ سے تکفیر کرتے ہیں کہ احمدی خاتم النبیّین کے معنی یہ نہیں کرتے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ حالانکہ یہ معنی نہ تو قرآن مجید میں مذکور ہیں، نہ کسی صحیح مشہور حدیث میں۔ اور جس روایت میں آخر الانبیاء کا لفظ آیا ہے تو وہ بھی ادنیٰ درجہ کی حدیثوں میں سے آیا ہے۔ اور عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی گواہان مدعیہ بڑے شوق سے ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف ہم صحابہ کو دیکھتے ہیں کہ تقدیر کا مسئلہ جو اعتقادات اور ایمانیات میں سے ہے اس کا بعض لوگوں نے جب انکار کیا تو اکثر صحابہ نے پھر بھی ان کو کافر نہ کہا۔

چنانچہ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

”وقد حدث انکار القدر فی ایامهم فما کفرهم اکثر الصحابة رضی الله عنهم.“ (کتاب الفصل فی الملل والنحل، ج۳،ص۲۵۷)

www.khatmenubuwwat.org

یعنی ان کے زمانہ میں تقدیر کا انکار ہوا، لیکن اکثر صحابہ نے منکرین تقدیر کو کافر نہ کہا اور گواہ مدعا علیہ نمبر۱ نے جو حوالہ الیواقیت والجواہر، ج۲،ص۱۴۰ سے پیش کیا تھا، اسے اب تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے۔

امام عبدالوہاب الشعرانی ان غلط تاویل کرنے والوں کے متعلق، جو اہل قبلہ ہیں، جیسے معتزلہ اور نجاریہ اور روافض اور خوارج اور مشبہہ، لکھتے ہیں کہ:

جمہور علماء اور خلفاء نے مؤولین کو کافر نہیں کہا، بلکہ انہیں مسلمان سمجھا۔ اور مسلمانوں سا ان سے معاملہ کیا۔ اور جس نے انہیں کافر کہا، اس نے ظلم کیا اور حد سے بڑھ گیا۔ یہ اختلاف بیان کر کے مؤولین کو کافر نہ کہنے والے اماموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے:

کہ ائمہ کے دوسرے گروہ نے مؤولین کی تکفیر نہیں کی۔ اور نہ ان میں سے کسی کو کافر اور نہ رسولوں کا مکذب قرار دیا۔ اور انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ اگر تویل کرنے والے کافروں کی طرح رسولوں کے مکذب ہوتے تو وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام کی تاویل کے پیچھے نہ پڑتے، بلکہ اس کلام کو ہی پرے پھینکتے اور اس سے اعراض کر لیتے۔ پس ان کا اس کی تاویل کی طرف مائل ہونا بتاتا ہے کہ انہوں نے اس کلام کو قبول کیا اور اس کی تصدیق کی۔ مگر اتنی بات ہے کہ وہ درست تاویل نہ کر سکے اور اس میں غلطی کھا گئے۔ تو ان کا حکم اس شخص کا سا ہے جو کفر سے بھاگا اور اپنی غلطی سے بدعت میں مبتلا ہو گیا۔

اور ابوسلیمان الخطابیؒ فرماتے ہیں:

کہ پہلی مخالفت اہل سنت سے حضرت علیؓ کے زمانہ میں ہوئی اور مخالفت کرنے والے وہ لوگ تھے جن کے بارہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بایں الفاظ خبر دی تھی کہ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کہ تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ اور حضرت علیؓ سے ان کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا وہ کافر ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، وہ کفر سے تو بھاگ گئے (لیکن گواہ دعیہ نمبر۳ نے اپنے بیان میں لکھوایا تھا کہ جب خوارج سے بعض ضروریات دین کا انکار ہوا تو نماز وروزہ ان کو حکم کفر سے بچا نہ سکا) تو کہا گیا، اچھا وہ منافق ہیں۔ تو آپ نے فرمایا، نہیں، کیونکہ منافقین تو خدا تعالیٰ کا قلیل ذکر کرتے ہیں، اور یہ لوگ تو خدا تعالیٰ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ تو دریافت کیا گیا کہ اچھا وہ ہیں کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں فتنہ پہنچا تو اس میں اندھے اور بہرے ہو گئے۔

”قال الخطابی وانما لم یجعلهم کفارا لانهم تعلقوا بضرب من التاویل.“

اور خطابی نے کہا کہ حضرت علیؓ نے انہیں کافر قرار نہیں دیا۔ کیونکہ وہ ایک قسم کی تاویل کرتے تھے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول غیر قول من الدین سے مراد یہ ہے کہ وہ اطاعت سے نکل جائیں گے، جیسا کہ قرآن شریف کی آیت: مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ (یوسف،۷۶) میں دین سے مراد اطاعت ہے۔ اور اس نے کہا کہ جو علماء تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہتے، ان کی دلیل یہ ہے کہ تاویل کرنے والے کے خون اور اموال کی حفاظت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کی وجہ سے ایک ثابت شدہ امر ہے۔

”ولم یثبت لنا ان الخطأ فی التاویل کفر.“

اور یہ بات کہ تاویل کرنا کفر ہے، یہ ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس کے لیے بھی نص یا اجماع کی دلیل کا ہونا ضروری یا اجماع کی اصل صحیح پر کوئی قیاس صحیح ہو۔لیکن ہم نے ان میں سے کوئی بات نہیں پائی۔ پس تاویل کرنے والے لوگ مسلمان ہی ہوں گے۔ ہاں اگر کسی زمانہ میں کسی ایسے مجتہد کا وجود پایا جائے جس میں ائمہ اربعہ کی طرح شروط اجتہاد کامل طور پر پائے جائیں اور وہ کہے کہ اس کے پاس یقینی دلیل ہے اور تاویل میں غلطی کرنا موجب کفر ہے، تو ہم انہیں کا ذکر کریں گے۔لیکن ایسے شخص کا پایا جانا بہت ہی بعید ہے۔

اور لکھتے ہیں:

کہ ہمارے شیخ امام الدین مصری امام جامع الغمری نے بیان کیا کہ ایک شخص نے توحید کے بارے میں کچھ ایسی کلام کی جو بظاہر شریعت کے مخالف تھی تو شاہ مصر کی حضوری میں علماء کی مجلس منعقد ہوئی اور انہوں نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا۔ اور شیخ جلال الدین المحلی اس وقت غیر حاضر تھے۔ جب حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کس نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا؟ تو شیخ الاسلام صالح البلقینی اور ایک جماعت نے کہا کہ ہم نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ تو اس نے کہا، کس دلیل سے؟ تو شیخ صالح نے جواب دیا کہ میرے والد شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی نے ایسے ہی واقعہ میں کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ تو شیخ جلال الدین نے کہا، تم اپنے باپ کے فتویٰ کی وجہ سے ایک موحد مسلمان شخص کو قتل کرتے ہو، جو کہتا ہے کہ میرا رَب اللہ ہے اور محمد ہمارا نبی اللہ کا رسول ہے۔ پھر اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے قلعہ سے نیچے لے آئے اور کسی کو ان کا پیچھا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اور لکھتے ہیں:

کہ مخزومی نے کہا کہ شیخ الاسلام شہاب الدین زہریؒ نے ایک شخص کے قتل کا فتویٰ دیا، جس نے باوجود منع کرنے کے حضرت عائشہؓ ام المؤمنین کو گالیاں دی تھیں۔ پس جب وہ اس شخص کو قتل کرنے کے لیے کھینچ کر لے چلے تو اس نے بلند آواز سے کہا کہ اے زہری! بتا، تیری حجت اللہ تعالیٰ کے پاس کیا ہوگی۔ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رَب اللہ ہے اور محمد میرا نبی خدا کا رسول ہے؟ تو زہری اس کے بعد ہمیشہ اس کے قول کو یاد کر کے زار وزار رویا کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میں اس آدمی کے قتل سے خائف ہوں کہ کہیں قیامت کے روز مجھ سے اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ کرے۔

دیکھو یہ خوف اس شخص کے متعلق ہے جس نے کہ اس کو گالیاں دیں اور برا بھلا کہا تھا، جس کی برأت قرآن میں مصرح ہے۔

اور لکھا ہے:

کہ امام شافعی سے منقول ہے کہ میں جو ظاہر کے مخالف تاویل کرنے والے ہیں، ان کو کسی ذنب کی وجہ سے کافر نہیں قرار دیتا۔

مخزومی کہتے ہیں کہ امام شافعی کی مراد اہل اہواء سے محتمل تاویل کرنے والے ہیں۔ جیسے معتزلہ اور مرجئہ اور اہل قبلہ سے اہل توحید مراد ہیں۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۱۴۰-۱۴۳)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ کسی آیت کی تاویل یا کسی عقیدہ کی تاویل میں غلطی کرنے سے کوئی انسان کافر نہیں ہو جاتا۔ اور اسی طرح ابن حزم نے ایک گروہ کا ان لوگوں کے متعلق جو ان سے اعتقادی مسائل میں اختلاف کریں، یہ مذہب نقل کیا ہے:

www.khatmenubuwwat.org

"ان كان الخلاف فى صفات الله عزوجل فهو كافر و ان كان فيما دون ذلك فهو فاسق وذهبت طائفة الى انه لا يكفر ولا يفسق مسلمٌ يقول قاله فى اعتقاد. اوفتيا و ان كل من اجتهد فى شىء من ذلك فان بما راى انه الحق فانه ماجور على كل حال ان اصاب الحق فاجر ان فان اخطأ فاجرٌ واحد وهذا قول ابن ابى ليلٰى و ابى حنيفه والشافعى وسفيان الثورى وداؤد بن على رضى الله عنه من جميعهم وهو كل من عرفنا له قولا فى هذه المسألة من الصحابة رضى الله عنهم لا نعلم منهم فى ذلك خلافا اصلا." (کتاب الفصل فی الملل والنحل، ج ۳، ص ۲۴۰)

لیکن اگر مخالفت اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہے تو وہ کافر ہے۔ اور اگر اس کے سوا دوسرے معتقدات میں اختلاف ہے تو وہ فاسق ہے۔ اور ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ کسی مسلم کی تکفیر اور تفسیق اس کے کسی قول کی وجہ سے جو اس نے اعتقاد کے بارہ میں یا فتویٰ میں کہا ہو، نہیں ہوگی۔ اور ہر وہ شخص جو کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے اور جو اسے حق معلوم ہو، اُسے اختیار کرے تو وہ بہر حال ماجور ہے۔ اگر اس نے حق کو پا لیا تو اسے دو اجر ملیں گے۔ اور اگر غلطی کی تو ایک اجر۔ اور یہ قول ابن ابی لیلیٰ اور ابوحنیفہ اور شافعی اور سفیان ثوری اور داؤد بن علی اور تمام صحابہ کا ہے۔ جو ہم جان سکے ہیں۔ اور اس کے خلاف کوئی قول نہیں ملا۔

اور جو اختلاف خاتم النبیّین کے معنوں میں فریق مدعیہ اور فریق مدعا علیہ کے مابین ہے، ان حوالوں کی روشنی میں کون انسان ہے جو یہ کہے کہ اس کی وجہ سے گویا مدعیہ کو فریق مدعا علیہ کی تکفیر کا حق حاصل ہے۔ اور مختار مدعیہ کا یہ قول کہ اہل اہواء وہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں، یہاں بھی ضروریات دین میں سے کوئی چیز نہیں۔ حالانکہ معتزلہ اور مشبہ اور جہمیہ وغیرہ نے جو اللہ تعالیٰ کی صفات وغیرہ اور قرآن مجید کے متعلق آپس میں اختلاف کیا ہے، کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ اگر خاتم کے معنی آخری معنی جس کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہ آوے، ضروریات دین میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کی تاویل یا عدم تاویل کرنا کیوں ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔

اور علاوہ ازیں جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ احمدی جماعت خاتم النبیّین کے معنی کرنے میں تاویل نہیں کرتی، بلکہ اس کے صحیح معنی لیتی ہے، جو عربی زبان اور محاورات کی رُو سے بالکل درست ہے، لیکن فریق مخالف ہے جو اس کے تاویل معنی کرتا ہے، کیونکہ زبان عرب اور محاورات عرب کے لحاظ سے خاتم کے معنی آخر کے حقیقی معنی نہیں، بلکہ لازم معنی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نزدیک خاتم النبیّین کے معنی

مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بھی خاتم النبیّین کے یہی معنی کیے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اس کے لیے ایام الصلح، صفحہ ۴۷، ۷۵، اور صفحہ ۱۴۶، آئینہ کمالات، صفحہ ۳۸۷، اور راز حقیقت، صفحہ ۱۶، اور ازالہ اوہام، صفحہ ۲۳۸، اور صفحہ ۱۷۶ اور صفحہ ۲۴۴ وغیرہ کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ جن میں آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبی کے آنے سے انکار کیا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جہاں جہاں حضرت اقدس نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے سے یہ مراد لی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، تو وہاں سے وہ نبی مراد ہے جو مستقل ہو، یا صاحب شریعت ہو۔ اور اس

www.khatmenubuwwat.org

کی نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع اور پیروی کا نتیجہ نہ ہو۔ چنانچہ ایام الصلح ،صفحہ ۴۷ میں یہ صاف طور پر لکھا ہے کہ:

اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے جو اپنا سکہ جماتی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. (احزاب،۴۰) اور حدیث میں ہے: لا نبی بعدی. اور لیکن بایں ہمہ حضرت مسیح کی وفات نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکی ہے، لہٰذا دنیا میں ان کے دوبارہ آنے کی طمع خام اور اگر کوئی اور نبی، نیا یا پرانا، آوے تو ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کیوں کہ خاتم الانبیاء ہیں، ہاں وحی ولایت اور کمالات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے۔ ماسوا اس کے حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ محدث بھی نبیوں اور رسولوں کی طرح خدا کے مرسلوں میں داخل ہے۔ بخاری میں: وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث، کی قرأت غور سے پڑھو۔ دوسری حدیث میں ہے: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل.[1]

یہ بھی یاد رہے کہ مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آتا ہے۔ یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے۔ اس وجہ سے براہین احمدیہ میں بھی ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے حق میں ہیں۔ دیکھو صفحہ ۴۹۸، هو الذی ارسل رسوله بالهدی. اس جگہ رسول سے مراد یہ عاجز ہے۔ اور پھر دیکھو صفحہ ۵۰۴، براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے: جری الله فی حلل الانبیاء. جس کا ترجمہ ہے، خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں۔ اس الہام میں میرا نام رسول بھی رکھا گیا اور نبی بھی۔ جس شخص کے خود خدا نے یہ نام رکھے ہوں، اس کو عوام میں سے سمجھنا کمال درجہ کی شوخی ہے۔ صفحہ ۴۷-۷۵ اور ایام الصلح ،صفحہ ۱۴۶ میں یہ لکھا ہے:

ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ کی موت کو ہی چاہتا ہے، کیونکہ اگر آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔ اور نہ وحی نبوت کا سلسلہ منقطع متصور ہو سکتا ہے اور نئے پرانے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں تفریق موجود ہے۔ اور حدیث: لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔[2]

اب یہ عبارات صاف بتلا رہی ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آپ جس قسم کے نبی کی آمد کو وہ پرانا ہو یا نیا بند تجویز فرماتے ہیں، وہ مستقل نبی ہے، جس نے براہ راست نبوت کو پایا ہے۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ کی مثال سے ظاہر ہے، ورنہ آپ ساتھ ہی صاف طور پر یہ اقرار کرتے ہیں کہ میرا نام خدا نے رسول اور نبی رکھا ہے۔

اور ازالہ اوہام، صفحہ ۵۷۵ میں لکھا ہے:

نیز خاتم النبیّین ہونا ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے، ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدی سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا، جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں، وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے، جیسے جز کل میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی، جس پر جبرئیل کا نازل ہونا بھی ایک لازمی امر کا سمجھا گیا ہے، کسی طرح امتی نہیں بن سکتا۔[3]

۱۔ یہ حدیث موضوع یعنی من گھڑت ہے۔ (ایام الصلح ، روحانی خزائن، ج۱۴،ص ۳۰۸)

۲۔ ایام الصلح ، روحانی خزائن، ج۱۴،ص ۳۹۲ ۳۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج۳،ص ۴۱۰

www.khatmenubuwwat.org

پھر صفحہ ۵۸۷ میں لکھا ہے:

محدث من وجہ نبی ہوتا ہے، مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اپنی طرف سے براہِ راست نہیں، بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا ہے۔[۱]

غرضیکہ جس جس جگہ آپ نے خاتم النبیّین اور لا نبی بعدی سے یہ مراد لیا ہے کہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نیا یا پرانا نہیں آ سکتا، تو اس سے مراد وہی نبوت ہے جو مستقل نبوت ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ کی تھی، نہ کہ دوسری نبوت، جو آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے، جو کثرت مکالمات ومخاطبات اور اُمور غیبیہ پر کثرت سے اطلاع پانے کا نام ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بطور قاعدہ کلیہ کے فرماتے ہیں:

جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے، صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں، اور نہ ہی مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے، رسول اور نبی ہوں، مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے، سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔[۲]

پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ قول فیصلہ کن ہے کہ آپ نے جہاں کہیں یہ لکھا ہے کہ آنخضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، یا یہ کہ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بالکل مسدود ہے، اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ آنخضرت کے بعد کوئی ایسا نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا، جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے، یا آپ کے واسطہ کے بغیر نبوت حاصل کرے۔

لیکن اس امر کا سمجھ لینا ضروری ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ اپنے لیے باوجودیکہ آپ کو الہامات میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا گیا تھا، لیکن آپ اپنے متعلق محدث کا لفظ استعمال فرماتے رہے، ان معنی سے کہ آپ نے یہ مقام آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے حاصل کیا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے تھا کہ ابتداء آپ نبی کی یہ تعریف خیال فرماتے تھے کہ نبی وہ ہے جو شریعت لائے یا شریعت سابقہ کے بعض احکام منسوخ کرے، یا بلاواسطہ نبی ہو۔ چنانچہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۵ میں بحوالہ الحکم، جلد ۳، صفحہ ۲۹، ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے:

مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسولوں کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں، یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں، یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے، اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے ہوشیار رہنا چاہیے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کے نہیں ہے، اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف

۱۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۴۱۶

۲۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۳۱۱-۳۱۰

www.khatmenubuwwat.org

خاتم الکتب ہے۔

لیکن چونکہ لغت میں جو شرائط نبوت پائی جاتی تھیں، وہ اپنے اندر موجود پاتے تھے۔ یعنی (۱) کثرت سے مکالمہ ومخاطبہ، (۲) انذار وتبشیر سے امور غیبیہ پر اظہار، (۳) خدا تعالیٰ کا نبی نام رکھنا اس لیے آپ اپنے آپ کو لغوی نبی کہتے تھے۔ اور عام مسلمانوں کی مذکورہ بالا تعریف کے خلاف سمجھ کر (کیونکہ یہ عام مسلمانوں کا ہی عقیدہ تھا اور انبیاء انکشاف تام تک عام عقیدہ پر قائم رہتے ہیں)۔ آپ باوجود سب شرائط نبوت کے پائے جانے کا اقرار کرنے کے لیے نبی کی بجائے محدث کا لفظ استعمال فرماتے تھے۔ لیکن بار بار کے الہامات نے آخر آپ کی توجہ کو نبی کے حقیقی مفہوم کی طرف پھیرا اور آپ کے دل پر پورے طور پر اَمر واقع کا انکشاف ہوا۔ اور قرآن کریم کو بھی آپ نے عام لوگوں کے عقیدہ کے خلاف پایا تو آپ نے اس پہلے عقیدہ کو ترک کر دیا۔ چنانچہ اس کا ثبوت وہ تحریرات ہیں جو آپ نے نبی کی تعریف میں ۱۹۰۱ء کے بعد لکھی ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

۱۔ خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات ومخاطبات کا نام اس نے نبوت لکھا ہے، یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔[۱]

۲۔ جب کہ وہ مکالمہ ومخاطبہ اپنی کیت وکیفیت کی رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو، تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے، جس پر عام نبیوں کا اتفاق ہے۔ (الوصیت، ص۱۴، ۱۹۰۵ء)

۳۔ ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے، اور دوسری طرف بنی نوع انسان کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات ومخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔[۲]

۴۔ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے، بالضرورۃ اس پر مطابق آیت: فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ (جن، ۲۶) کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔[۳]

۵۔ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنی متحقق نہیں ہوسکتے۔ (مکتوب مندرجہ اخبار عام، ۱۹۰۸ء)

پس پہلی تعریف کے مطابق تو آپ اپنے نبی ہونے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نیا ہے یا پرانا، انکار کرتے رہے۔ اور دوسری تعریف کے ماتحت اپنے آپ کو نبی لکھتے رہے اور اس مفہوم نبوت کا اپنے میں متحقق ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا اور اس قسم کی نبوت جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع اور آپ میں فنا ہو کر حاصل ہو، کبھی ختم نبوت اور لا نبی بعدی کے

۱۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج۲۳، ص۳۴۱

۲۔ لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن، ج۲۰، ص۲۲۵

۳۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج۱۸، ص۲۰۹

www.khatmenubuwwat.org

مخالف نہیں قرار دیا۔ چنانچہ اب میں آپ کی دوسری تحریریں پیش کرتا ہوں جس سے خاتم النبیّین اور لا نبی بعدی کے معنی آپ نے کیے ہیں۔

(۱) ایک طرف تو آپ حسب آیت: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ (احزاب،۴۰)، اولاد نرینہ سے جو ایک جسمانی یادگار تھی، محروم رہے۔ اور دوسری طرف روحانی اولاد بھی آپ کو نصیب نہ ہوئی۔ جو آپ کے روحانی کمالات کی وارث ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ قول: وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب،۴۰) بے معنی الخ ظاہر ہے کہ زبان عرب میں لکن کا لفظ استدراک کے لیے آتا ہے۔ یعنی جو اَمر حاصل نہیں ہو سکا، اس کے حصول کی دوسرے ہیرلہ میں خبر دیتا ہے، جس کی رُو سے اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی۔ مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی اور آپ نبیوں کے لیے مہر ٹھہرائے گئے ہیں۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی اتباع کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔ غرض اس آیت کے یہ معنی تھے، جن کو اُلٹا کر نبوت کے آئندہ فیض سے انکار کر دیا گیا۔ حالانکہ اس انکار میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سراسر مذمت اور منقصت ہے۔ کیونکہ نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظل طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کر دے اور روحانی امور میں اس کی پوری پرورش کر دکھلاوے۔[۱]

(۲) پھر فرماتے ہیں: **وتفی بختم النبوة ختم کما لانها علی نبینا الذی هو افضل رسل اللّٰه وانبیاء ونعتقد بانه لا نبی بعده الا الذی هو من امته ومن اکمل اتباعه الذی وجد الفیض کله ومن روحانیة واضأ بضیأة هناک لا غیر ولا مقام الغیرة ولیست نبوة اخریٰ ولا محل للغیرة.**[۲]

اور ختم نبوت سے ہماری مراد یہ ہے کہ تمام کمالات نبوت ہمارے نبی پر جو خدا کے انبیاء اور تمام رسولوں سے افضل ہیں، ختم ہو گئے ہیں۔ اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہ جو آپ کی امت سے ہو اور آپ کے کامل متبعین سے ہو، اور تمام فیض آپ کی روحانیت سے پایا ہو۔ اور آپ کے نور سے منور ہوا ہو۔ پس وہاں غیریت نہیں ہے اور نہ ہی جائے غیرت۔ اور کوئی دوسری نبوت نہیں ہے، اس لیے ایسی نبوت محل حیرانگی نہیں۔

(۳) پھر فرماتے ہیں:

وانی علی مقام الختم من الولایة کما کان سیدی المصطفی علی مقام الختم من النبوة ولا خاتم الانبیاء ولا خاتم الاولیاء لاجل بعدی الا الذی هو منی وعلی عهدی.[۳]

کہ جیسے میرے سردار مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ختم نبوت کے مقام پر تھے، میں ختم ولایت کے مقام پر ہوں۔ آپ خاتم الانبیاء تھے اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ ان معنوں میں کہ میرے بعد کوئی ولی نہیں ہوسکتا۔ مگر وہی جو مجھ سے ہو اور میرے طریقہ پر ہو۔ اس لحاظ سے خاتم النبیّین کے یہ معنی ہوئے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ مگر جو آپ میں سے ہو اور آپ کی شریعت کا متبع ہو۔

۱۔ چشمہ مسیحی، روحانی خزائن، ج۲۰، ص ۳۸۸

۲۔ مواہب الرحمٰن، روحانی خزائن، ج۱۹، ص ۲۸۵ ۳۔ خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن، ج۱۶، ص ۶۹

www.khatmenubuwwat.org

(۴) عقیدہ کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے، وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کا نبی ہے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں، مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے، وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں۔[۱]

(۵) پھر مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ اپنے آپ کو خاتم الاولاد لکھا ہے۔ باوجودیکہ یہ اُردو زبان میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ آیا یہ خاتم بفتح تاء ہے یا بکسر تا ہے۔ تاہم اس کی تشریح بیان گواہ مدعا علیہ میں کی جا چکی ہے۔ آپ نے اپنے لیے خاتم المصلحین بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو: (اربعین نمبر۲، ص ۸، ایڈیشن دوم)

غرض آنے والے مصلح کے لیے جو خاتم المصلحین ہے۔ ''دو مہر عطا کیے گئے ہیں۔'' اب اس سے آپ کا یہ قطعاً منشا نہیں ہے کہ آپ کے بعد کوئی مصلح نہیں آئے گا۔ بلکہ آپ نے آئندہ مصلح موعود کے آنے کی پیشگوئی کی ہوتی ہے۔

پھر اس طرح آپ فرماتے ہیں:

''اس میں حکمت یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں۔ جیسا کہ آدم علیہ السّلام خاتم المخلوقات ہیں۔''[۲]

کیا آدم علیہ السّلام کے خاتم المخلوقات ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ کے بعد کوئی مخلوق نہیں اور سلسلہ خلق بند ہو گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہی ہے کہ آدم علیہ السّلام اکمل اور اشرف المخلوقات ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اکمل اور اشرف المخلوقات ہیں، جیسے آدم کے بعد کوئی پیدا نہیں ہوسکتا۔ مگر جو اس کی نسل سے ہو۔ اسی طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیّین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ مگر وہی جو آپ کی روحانی اولاد سے ہو۔

(۶) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لیے مہر دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیّین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی تھی۔[۳]

(۷) وان قال قائل کیف یکون نبی من ھذہ الامۃ وقد ختم اللّٰہ علی النبوۃ فالجواب انہ عزوجل ماسما ھذا الرجل نبیا الا لاثبات کمال نبوۃ سیّدنا خیر البریۃ فان ثبوت کمال النبی لا یتحقق الا بثبوت کمال الامۃ ومن دون ذلک ادعاء محض لا دلیل علیہ عند اھل الفطنۃ ولا معنی بختم النبوۃ علی فرد من غیر ان تختتم کمالات النبوۃ علی ذٰلک الفرد ومن کمالات العظمٰی کمال النبیب فی الافاضۃ وھو لا یثبت من غیر نموذج یوجد فی الامۃ. (استفتا، ص ۱۶، حاشیہ)

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ اس امت سے نبی کیسے ہوسکتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت پر مہر کر دی ہے۔ تو اس کا

۱۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۵-۱۶
۲۔ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۲۵۸
۳۔ حقیقۃ الوحی، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۰۰

جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمال کے اثبات کے لیے رکھا ہے، کیونکہ نبی کا کمال اس کی امت کے کمال کے ثبوت سے متحقق ہوتا ہے اور اس کے بغیر تو کمال کا دعویٰ کرنا اہلِ دانش کے نزدیک دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور کسی فرد پر نبوت کے ختم ہونے سے سوائے اس کے اور کیا مراد ہوسکتی ہے کہ اس فرد پر کمالات نبوت ختم ہو گئے اور سب سے بڑا کمال نبی کا یہ ہے کہ وہ دوسروں کو فیضان پہنچانے میں کامل ہے۔ اور اس کا ثبوت جب تک کہ امت میں کوئی نمونہ موجود نہ ہو، ثابت نہیں ہوسکتا۔

(۸) آنچہ نا آشنایان حقیقت بہ مغز سخن نارسیدہ بہ لفظ رسول و رسالت و نبی و نبوت اعتراض میکند۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء است ومضمون حدیث لا نبی بعدی بعدازاں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نبی نتواند بود ایشاں معنی ختم نبوت اصلاً نہ فہمیدہ اند چہ بر وجود ذی جود سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کمال درجہ نبوت ختم شدہ است نہ نبوت آرے تا درجہ بر وجود ذی جود سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کمال درجہ نبوت ختم شدہ است نہ نبوت آرے روز قیامت غیر از امت و امت بودن آنحضرت نبی صاحب شریعت جدیدہ نخواہد رسید چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ را نیز ہمیں اعتقاد است کما نقلہ محمد طاہر فی تکملہ مجمع بحار الانوار عن عائشہ قولوا خاتم الانبیاء لاتقولوا لا نبی بعدہ الغرض عقیدہ ما اینست کہ سلسلہ نبوت ختم نشدہ است اما کمالات نبوۃ بر ذات سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام ختم گشت است ہیچ اسرائیل نبی دریں امت نخواہد رسید آنکہ مبعوث شدنی بود مبعوث گردند۔ (تذکرۃ الشہادتین، فارسی، حاشیہ، ص ۶، جولائی ۱۹۰۴ء)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نزدیک خاتم النبیّین اور لا نبی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی مستقل یا صاحب شریعت جدیدہ پرانا ہو یا نیا، اس امت میں نہیں آ سکتا۔ ہاں ایسا نبی جو فناء الرسول ہو کر نبوت کے مقام کو حاصل کرے تو ایسی نبوت ختم نبوت اور حدیث لا نبی بعدی کے مخالف نہیں ہے۔ پس مختار مدعیہ کا حضرت مسیح موعود کی تحریرات کو اپنی تائید میں پیش کرنا بے سود ہے، اگر اس بارہ میں زیادہ تحقیق درکار ہو تو ملاحظہ ہو: (حقیقۃ النبوۃ، ص ۸۲-۱۳۴)

(۱۰)

انقطاع نبوۃ پر دوسری پیش کردہ آیات کا صحیح مطلب

دوسری آیت جو گواہان مدعیہ نے اپنے زعم میں انقطاع نبوت پر پیش کی ہے، وہ آیت: **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ** (مائدہ، ۳) کہ جب دین کامل ہو چکا اور نعمت پوری ہو چکی تو اب کسی نبی کی کیا ضرورت۔

جواب نمبر ا:

اس آیت میں انقطاع نبوت کا بالکل ذکر نہیں ہے، بلکہ اکمال دین اور اتمامِ نعمت کا ذکر ہے۔

(۲) اکمال دین اور انقطاع نبوت آپس میں لازم نہیں ہے، کیونکہ نبی کے لیے نیا دین لانا ضروری نہیں ہے، بلکہ پہلے دین کی اشاعت اور ترویج کے لیے بھی نبی ہوسکتا ہے، جیسا کہ آیت: **اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ**

www.khatmenubuwwat.org

(مائدہ،۴۴) سے ظاہر ہے۔

(۳) پس اس آیت سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو صرف اتنا کہ ایسا نبی کوئی نہیں آ سکتا جو شریعت جدیدہ لائے یا شریعت اسلامیہ کے احکام میں تغیر وتبدل کرے۔

(۴) گواہان اور مختار مدعیہ خود حضرت عیسیٰ کے نبی ہونے کی حیثیت میں نزول کے قائل ہیں۔ تو کیا وہ سمجھتے ہیں کہ دین میں کوئی نقص ہے۔ پس جس غرض کے لیے وہ حضرت عیسیٰ کا انتظار کر رہے ہیں، اسی غرض کے لیے ہم حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کو مانتے ہیں۔

(۵) اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے وجود کا مانع ہے تو پھر یہی دین اپنی ترویج اشاعت[۱] کے لیے کیوں ایک اسرائیلی نبی کا محتاج ہے۔

(۶) اصل بات یہ ہے کہ اکمال دین اور اتمام نعمت ہی اس امر کی مقتضی ہے کہ اسی دین کی پیروی سے انسان اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات روحانیہ کو حاصل کرے اور روحانیت کا اعلیٰ درجہ کا ارتقائی مقام جو نبوت کے کام سے موسوم ہے، وہ اس مقام پر اس مکمل دین کی متابعت اور کامل نبی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی سے فائز ہو۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو: بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱۔

چنانچہ سیّد عبدالکریم بن ابراہیم جیلی اپنی کتاب الانسان الکامل، جلد۱، صفحہ ۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

قال اللّٰہ تعالیٰ الیوم الکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الی فانقطع نبوۃ التشریع بعدہ وکان محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیّین لانہ جاء بالکمال ولم یجیئی بعدبذٰلک.

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اکمال دین کی وجہ سے خاتم النبیّین ہوئے ہیں اور اگر یہی آیت: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ... الخ (آل عمران،۳) کسی اور نبی پر نازل ہوتی تو وہی خاتم النبیّین ہوتا۔

۲۔ لیکن یہ آیت صرف محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوئی تو آپ خاتم النبیّین ہوئے، کیونکہ آپ نے کوئی حکمت اور کوئی ہدایت اور کوئی علم اور کوئی سر ایسا نہیں چھوڑا جس کی ضرورت ہو اور آپ نے وہ نہ بتایا ہو۔

۳۔ آئندہ جو کاملین آئیں گے، وہ آپ ہی کا اتباع کریں گے اور شریعت کو وہ کامل ہی پائیں گے۔

۴۔ چونکہ دین کا آپ پر کامل ہونا آپ کے خاتم النبیّین ہونے کو مستلزم ہے، اس لیے اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت کا تعلق دین اور شریعت سے ہے کہ آپ کے بعد کوئی شریعت نہیں آئے گی۔

۵۔ آخر میں لکھتے ہیں، اس وجہ سے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سب امور جن کی دین میں احتیاج ضروری تھی، بیان کر دی ہے، اس لیے آپ کے بعد تشریعی نبوت کا حکم منقطع ہو گیا۔ اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیّین ہیں، کیونکہ آپ

۱۔ یہ واضح غلط فہمی ہے۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اس دین کی ترویج و اشاعت کے لیے نہیں بلکہ امت محمدیہ کی فتنہ دجال کے مقابل مدد و نصرت کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ (محمد رضوان عزیز)

www.khatmenubuwwat.org

ہی کامل دین لے کر آئے اور کوئی نہیں لایا۔

پس اس آیت سے بھی آئندہ باب نبوت کا مسدود ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ دین کا کامل ہونا چاہتا ہے کہ اب مقام نبوت جو خدا تعالیٰ کی نعمت ہے، اس سے اس دین کے متبعین محروم نہ ہوں، بلکہ عندالضرورت اللہ تعالیٰ انہیں اس نعمت سے متمتع فرما دے۔

بقیہ آیات:

اسی طرح آیت: وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ، (سبا، ۲۸) اور آیت: قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا، (اعراف، ۱۵۸) اور لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (رعد، ۷) پیش کر کے یہ استدلال کیا ہے کہ چونکہ آپ کی رسالت و بعثت تمام لوگوں کے لیے ہے اس لیے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

سوال کا جواب یہ ہے:

۱۔ ان آیات میں آئندہ نبی آنے یا نہ آنے کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے۔

۲۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے دوسرے انبیاء پر ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ وہ ایک قوم کے لیے آئے تھے اور میں تمام دنیا کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ پس اس میں دعوت کی عمومیت کا ذکر ہے۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے۔ لیکن آپ کے دین کی ترویج کے لیے ان کے بعد بہت سے نبی آئے اور وہ حضرت موسیٰ کے دین پر لوگوں کو عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے رہے۔ اس طرح اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بھی کوئی نبی جو آپ کا متبع اور آپ کی شریعت کو فروغ دینے کے لیے آئے تو اس میں آپ کی دعوت کی عمومیت میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ اور چونکہ وہ آپ کا شاگرد ہوگا اور اس نے تمام فیوض آپ کی متابعت کی برکت سے پائے ہوں گے اس لیے اس سے بھی آپ کی دیگر انبیاء پر فضیلت ثابت ہوگی۔ اور آیت: اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلاً شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً، (مزمل، ۱۵) کی مدد سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جب مثیل موسیٰ ہوئے تو ضروری ہوا کہ جیسے سلسلہ موسویہ میں شریعت موسویہ کی ترویج و اشاعت کے لیے نبی آئے، یہاں بھی کم از کم مشابہت کو پورا کرنے کے لیے ایک نبی آئے۔ لیکن چونکہ آپ خاتم النّبیّین ہیں اس لیے وہ نبی آپ کی کمال متابعت کر کے ہی ہوسکتا ہے۔ تا یہ بھی ظاہر ہو کہ آپ حضرت موسیٰ سے بہت بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور آپ کی شاگردی اور اتباع سے انسان اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج و مشابہت کو حاصل کرسکتا ہے۔

اور گواہ مدعیہ نمبر الف نے جو آیت سراجا منیرا پیش کی ہے کہ جیسے سورج پر روشنی ختم ہے، ایسے ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نبوت ختم ہے۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے سورج پر روشنی ختم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس سے روشنی حاصل کر کے کوئی روشن نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح خاتم النّبیّین کے یہ معنی نہیں کہ آپ کے فیض سے بھی کوئی نبوت کو نہیں پا سکتا۔ اور اس وجہ سے آپ کو صرف سورج ہی نہیں، بلکہ منیر سورج قرار دیا گیا ہے۔ یعنی دوسروں کو بھی وہ روشن کرنے والا ہے۔ پس جیسے چاند سورج منور اور دوسروں کو روشن کرسکتا ہے، جس کا نور نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت سے مستفاد ہو۔

www.khatmenubuwwat.org

اس طرح گواہ مدعیہ نمبر الف نے جو آیت: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ، (بنی اسرائیل، ۸۸) اور آیت: وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ، (بنی اسرائیل، ۱۰۵) اور آیت: اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران، ۳۲) وغیرہ کسی آیت سے بھی ایسی نبوت کا جس کے ہم قائل ہیں، انقطاع ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ان میں تو نبوت کے بقاء یا انقطاع کا ذکر ہی نہیں پایا جاتا۔

اور آیت میثاق النبیّین سے تو نبوت کا بقاء ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسے دیگر انبیاء سے میثاق لیا گیا ویسے ہی آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی لیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ حجر کی آیت سے ظاہر ہے۔ اور آیت: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر، ۹) سے بھی یہی نکلتا ہے کہ ایسے وقت میں جب کہ علم قرآن دنیا سے اٹھ جائے گا تو اس کی حفاظت معنوی کے لیے ایسے نبی کا آنا جو آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد روحانی سے ہو۔ اور قرآن مجید کی پیروی کی برکت سے اس نے مقامِ نبوت حاصل کیا ہو۔ اس آیت کے ہوتے ہوئے جب کہ آنے والا نبی کوئی نیا حکم نہیں لائے گا تو اس کا آنا سوائے تخریب امت ہونے کے اور کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ یہ جواب ہے کہ نبوت فی نفسہ کوئی عذاب نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا ایک انعام ہے۔ پس ایسا نبی جو آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پیرو اور آپ کی شریعت کی ترویج واشاعت کے لیے آئے، اس کا آنا یقیناً باعث تخریب امت نہیں، بلکہ اصلاح امت ہوگا۔

اور مختاران اور گواہان مدعیہ کا اپنا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ جو اللہ تعالیٰ کے ایک نبی ہیں، وہ آئیں گے۔ اور آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دین کی اشاعت کریں گے۔ پس اگر ایک مستقل نبی کے آنے سے آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت اور دعوت کے عام اور تمام لوگوں کے لیے ہونے میں کوئی رخنہ واقع نہیں ہوتا تو آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد روحانی میں سے ایک فرد کو حضور کی پیروی کی برکت سے اگر مقام نبوت حاصل ہو جائے تو اس میں کون سا گناہ لازم آجاتا ہے۔

بہرحال گواہان مدعیہ نے جو آیات اپنے مدعا کے اثبات میں پیش کی تھیں، ان سے قطعاً ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

(۱۱)

پیش کردہ احادیث کا صحیح مطلب

مختار مدعیہ اور گواہان نے جو احادیث انقطاع نبوت کے ثبوت میں پیش کی تھیں، ان کے جو جوابات گواہان مدعا علیہ نے دیے تھے، مختاران مدعیہ نے اپنے سکوت سے ان کو صحیح تسلیم کرلیا۔ اور ان کے رَد میں کوئی بات پیش نہیں کی۔ اس لیے میں مختصراً ان جوابات کو دُہرا دیتا ہوں۔ اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہان مدعیہ نے دوسو احادیث پیش کیں جن میں سے سترہ حدیثیں صحیح پیش کی گئیں، محض مغالطہ ہے۔ کسی کے فضول دعویٰ سے کہ اتنی حدیثیں پائی جاتی ہیں، دعویٰ ثابت نہیں ہو جاتا۔ اور جو حدیثیں انہوں نے پیش کی تھیں، وہ ان کے مفید مطلب نہیں ہیں۔ اور قطعاً ان سے ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اور کل حدیثیں انہوں نے تیرہ پیش کی ہیں۔ اور یہی ان کے نزدیک سب سے قوی تھیں۔ لیکن ان سے بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ اور پھر ان تیرہ میں سے بھی بعض احادیث بالکل ضعیف ہیں۔

www.khatmenubuwwat.org

پہلی حدیث:

کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی کو مخاطب کر کے فرمایا:

''الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی.''[1]

کہ اے علی! کیا تو اس بات سے خوش نہیں ہوتا کہ تو مجھے ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰ کو ہارون تھے، مگر ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اب اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ سیاق حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ یہاں اصل میں وجہ شبہ حضرت علی اور حضرت ہارونؑ میں وہ خلافت کا تھوڑا سا زمانہ ہے، جو دونوں کو پیش آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام طور پر تشریف لے گئے تو ہارون کو خلیفہ بنا گئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ. (اعراف،۱۴۲)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنے بھائی سے کہا کہ اے ہارون! قوم میں تو میرا جانشین رہ۔ اسی طرح پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی کو غزوۂ تبوک پر جاتے ہوئے مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ لیکن جب حضرت علی کو حضرت ہارون سے تشبیہ دی گئی تو اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ حضرت ہارونؑ تو نبی تھے، شاید یہ بھی نبی ہوں۔ تو آپ نے اس کا ازالہ کر دیا کہ میرے بعد نبی نہیں۔ چنانچہ بحارالانوار کی ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ:

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا النبوة.[2]

کہ تو مجھے ہارون کی طرح ہے موسیٰؑ کے مقابلہ میں مگر نبوت میں نہیں۔ یعنی تو نبی نہیں ہے۔ اور صفحہ ۲۷۷ میں الا انه لیس معی نبی کے الفاظ ہیں کہ مگر میرے ساتھ کوئی نبی نہیں ہے۔

اور ایک حدیث میں تو صاف لکھا ہے:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انک لیس بنبی انه لا ینبغی لی ان اذهب الا وانت خلیفتی.[3]

کہ تو مجھے ہارون کے بمنزلہ پر ہے، مگر یہ کہ تو نبی نہیں ہے۔ اور میرے لیے مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور آپ کو اپنا جانشین مقرر کر کے نہ جاؤں۔

اور بعد کے معنی غیر حاضری کے بکثرت قرآن وحدیث میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ فانا قد فتنا قومک من بعدک یا موسی. اے موسیٰ! ہم نے تیری قوم کو تیرے بعد یعنی تیری غیر حاضری میں فتنے میں ڈال دیا ہے۔

۲۔ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْ بَعْدِیْ. (اعراف،۱۵۰) جب حضرت

۱۔ الا ترضیٰ ان تکون...... صحیح بخاری، رقم ۴۱۵۴

۲۔ ان تکو ن منی...... مسند احمد، رقم ۱۴۶۳ ۔ ۳۔ اما ترضیٰ ان...... کنزالعمال، رقم ۳۲۹۳۱

www.khatmenubuwwat.org

موسیٰ ناراضگی سے افسوس کرتے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئے تو فرمایا، تم نے میری غیر موجودگی میں جانشینی کی ہے۔

۳۔ اسی طرح فرمایا: وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ. (بقرۃ،۵۱)
تو یہاں بھی بعدہ کے معنی بعد ذهابه الی الطور ہیں۔ یعنی طور پر جانے کے بعد یعنی ان کی غیر حاضری میں تم نے بچھڑے کو معبود بنایا۔

پس بعد کے معنی غیر حاضری کے کثرت سے زبان عرب میں پائے جاتے ہیں۔ باقی اس امر کی تائید میں حوالجات اور مطلب کے لیے ملاحظہ ہوں: بیان (مطبوعہ) گواہ مدعا علیہ۔

او المراد انه لم یبعث بعد عیسی نبی بلا شرعة مستقلة وانما مستقله فان بعث بعده من بعث یتقریر شریعة عیسٰی رفعه خالد بن سنان اخرجها الحاکم من المستدرک من حدیث ابن عباس ولا طرق. (فتح الباری، ج۶،ص۳۵۴)

(۱۴)

علماء نے لا نبی بعدی کے کیا معنی کیے

نواب صدیق حسن خاں صاحب اقتراب الساعۃ، مطبوعہ آگرہ، صفحہ۱۶۲ میں لکھتے ہیں:

(۱) حدیث لا وحی بعد موتی بے اصل ہے۔ ہاں لا نبی بعدی آیا ہے۔ مگر اس کے معنی بھی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لائے گا۔

(۲) اسی طرح ملا علی قاری بھی فرماتے ہیں:

اما حدیث لا وحی بعدی باطل لا اصل له نعم ورد لا نبی بعدی ومعناه عند العلماء انه لا یحدث بعده نبی بشرع ینسخ شرعه. (کتاب الاشاعۃ لاشتراط الساعۃ السید شریف محمد بن رسول الحسینی البرزنجی، ص۲۲۶)

اس کا ترجمہ وہی ہے جو اوپر نمبر۱ میں ذکر ہے کہ حدیث ''میری نبوت کے بعد وحی نہیں'' باطل ہے اور بے اصل محض ہے۔ ہاں لا نبی بعدی آیا ہے اور اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا جو نئی شریعت لائے اور آپ کی شریعت کو منسوخ کر دے۔ بقیہ ملاحظہ ہوں بیان گواہ مدعا علیہ۔

دوسری حدیث:

جو گواہان مدعیہ نے پیش کی تھی: **وکانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء**[۱] کی ہے۔ سوال کا جواب ملاحظہ ہو بیان مطبوعہ مدعا علیہ۔ اور نیز اس حدیث میں یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو قسم کے نبی ہوئے تھے۔ ایک وہ جو سیاسی تھے جیسے یوشع، سلیمان، داؤد علیہم السّلام وغیرہ اور دوسرے غیر سیاسی یعنی جنہوں نے زہد اور تصوف میں اپنی زندگی گزار دی، وہ بادشاہ نہ تھے، جیسے حضرت زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہ السّلام وغیرہ۔

۱۔ **کانت بنو اسرائیل**...... صحیح بخاری،۳۴۵۵

www.khatmenubuwwat.org

اس حدیث میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے جس سیاست کو شروع کیا تھا، اسے ناقص چھوڑ کر وفات پا گئے اور اپنے اتباع کے لیے سیاسی ترقیات کے دروازے کھول گئے۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد سیاست کے لیے کسی نبی کی ضرورت نہیں، بلکہ خلفاء ہوں گے جو اس کام کو سرانجام دیں گے۔ اور وہ ایک دو نہیں بلکہ کثرت سے ہوں گے تو اس حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی قسم کا نبی امت محمدیہ کے لیے جب کہ وہ حسب پیشگوئی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم یہود کے قدم بقدم چلیں، کوئی مسیحی نفسی امتی نبی نہیں آئے گا۔

تیسری حدیث:

ختم بی النبوۃ پیش کی ہے۔ اس حدیث کے الفاظ پر بھی اگر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہاں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا مقابلہ پہلے انبیاء سے کیا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کی روایتوں میں لفظ من قبلی سے ظاہر ہے کہ ان انبیاء پر جو مجھ سے پہلے تھے، چھ باتوں پر فضیلت دے گئی۔ جن میں ایک یہ ہے کہ میں خاتم النبیّین ہوں۔[1]

ختم بی النبیون میں اگر ختم کے معنی بھی لیے جائیں تو النبیون میں الف لام تخصیص یا عہد کے لیے ہوگا۔ یعنی وہ نبی جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں، جو بالاستقلال نبی تھے۔ پھر بھی اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ آپ کے بعد حضور کے فیضان اور حضور کی پیروی کی برکت اور قوت قدسیہ اور افاضہ روحانیہ کے طفیل آپ کی شریعت کی اشاعت کے لیے کوئی نبی نہیں آ سکتا اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے معنی تفہیمات الٰہیہ میں یہی کیے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے شاعر بنائے۔

چوتھی حدیث:

العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی.[2]

العاقب کی تفسیر سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس کا مفصل جواب دیکھو بیان گواہ مدعا علیہ مختار مدعیہ نے جو حوالہ حاشیہ بخاری سے پیش کیا ہے کہ فتح الباری میں یہ لکھا ہے کہ ترمذی میں بعدی نبی کے الفاظ آئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی عبارت میں یہ لکھا ہے، **فظاھر الاوراج** کہ یہ لفظ بعد کے داخل شدہ ہیں۔

پس شارح لیس بعدہ نبی کے الفاظ کو دیگر بزرگوں کی طرح کسی کی طرف سے داخل شدہ قرار دیتا ہے۔ اور العاقب کے معنی بخاری، جلد۲، طبع مہدی، صفحہ ۳۷۷، حاشیہ نمبر ۷ میں یہ لکھا ہے: **الذی یخلف فی الخیر من کان قبلہ** کہ جو نیکی میں اپنے سے پہلے کا جانشین ہو۔

پانچویں حدیث:

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات[3] سے مختار مدعیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوت

۱۔ **فضلت علی الانبیاء بست......** صحیح مسلم، ۱۱۹۵

۲۔ **انا العاقب......** صحیح مسلم، ۶۲۵۱

۳۔ **لم یبق من النبوۃ......** صحیح بخاری، ۶۵۸۹

www.khatmenubuwwat.org

منقطع ہے۔اس کا جواب ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ۔

پس مبشرات بھی نبوۃ کی ایک قسم ہے۔آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ نبوت میں سے صرف مبشرات کی نوع باقی رہ گئی ہے۔ چنانچہ حکیم محمد حسین صاحب رئیس امروہہ اپنی کتاب کواکب درّیہ میں لکھتے ہیں:

نبوت لغت میں بمعنی خبر دینے کے ہے۔امور آئندہ اور اس کے اقسام میں سے بخصوصیت الٰہیہ جس میں کسب کو دخل نہ ہو اور جو بخصوصیت الٰہیہ ہے۔اس کی بھی بہت سی اقسام ہیں۔ایک خواب میں روح رب اعظم خود ارشاد کرے۔ دوسری مشاہدہ میں روح اعظم کے ارشاد ہے۔تیسرے ملک خواب میں کہے جو مشاہدہ میں آ جاوے پانچویں کوئی نبی خواب میں فرما دے۔ چھٹے: کوئی نبوی مشاہدہ میں فرما دے۔ساتویں: صلصلۃ الجرس خواب میں دریافت ہو۔آٹھویں: مشاہدہ میں بطور سلسلۃ الجرس دریافت ہو۔ یہ سخت ترین اقسام وحی سے ہے۔اور اس میں سے کبھی شیطان بھی چرا لیتا ہے۔نویں: روح القدس یعنی اسم رحمان ہے کہ مقام فنا یا بقا میں دریافت ہو۔الغرض اصطلاح میں نبوت بخصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے۔وہ دو قسم کی ہے۔ایک نبوت تشریعی جو ختم ہو گئی۔ دوسری نبوت بمعنی خبر دادن ہے۔اس کو مبشرات کہتے ہیں۔اپنے اقسام کے ساتھ اس میں سے رؤیا بھی ہے۔(کوکب دریہ، ص ۱۴۷-۱۴۸)

پس اس حدیث میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مبشرات کی جو ادنیٰ قسم تھی، رؤیا بیان کی ہے، ورنہ ان تمام بزرگانِ دین اور ائمہ اسلام کو جنہوں نے رؤیا کے اوپر کشوف اور وحی الٰہی اور مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ کے دروازہ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد مفتوح مانا ہے، جھوٹا ماننا پڑے گا۔

چھٹی حدیث:

انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم، وان مسجدی آخر المساجد سے مختار مدعیہ اور گواہان نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یہ حدیث ابن ماجہ سے روایت کی ہے۔اور اس کے راویوں میں سے ایک راوی اسماعیل بن رافع ہے۔جن کے متعلق میزان الاعتدال، جلد ۱، صفحہ ۹۰ میں لکھا ہے: **ضعفة احمد ویحی وجماعة وقال الدارقطنی وغیرہ متروک الحدیث وقال ابن عدی احادیثه کلها مما فیه نظر.**

کہ امام احمد اور امام یحییٰ (ابن معین) اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف ٹھہرایا ہے اور امام دارقطنی اور دوسرے ائمہ نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی تمام احادیث کو قبول کرنے میں توقف ہے۔صرف امام بخاری نے اسے مقارب الحدیث یعنی درمیانہ قرار دیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر اس کی حدیث لے لی جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن باقی ائمہ اسے ضعیف قرار دیتے ہیں اور اسے متروک الحدیث مانتے ہیں۔

اور اس کے دوسرے راوی عبدالرحمان بن محمد حمادی کے متعلق میزان الاعتدال، جلد ۲، صفحہ ۱۰۴ میں لکھا ہے:

قال ابن معین یروی المنکر عن المجهولین. قال ابو حاتم صدوق یروی عن المجهولین. احادیث منکرہ فیفسد حدیثه بذلک وقال ابن معین ایضًا ثقة وقال وکیع ما کان احفظه للطوال وقال عبداللّٰہ بن احمد

www.khatmenubuwwat.org

بن حنبل عن ابیه ان المحاربی کان یدلس ولا نعلمه سمع من معمر.

ابن معین نے کہا ہے کہ وہ منکر حدیثیں غیر معروف اور مجہول لوگوں سے روایت کرتا ہے۔ ابو حاتم نے کہا، سچا تو ہے لیکن مجہول شخصوں سے روایت کرتا ہے، جس سے اس کی تمام حدیث خراب ہو جاتی ہے۔ اور وکیع نے کہا ہے کہ وہ لمبی حدیثیں یاد نہیں رکھ سکتا۔ اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ وہ مدلس ہے، اور ہم نہیں جانتے کہ اس نے معمر سے سنا ہو۔

باوجودیکہ اس کے راوی اتنے ثقہ نہیں کہ اس کی حدیث کو یقینی طور پر صحیح مان لیا جائے، مگر تاہم اس حدیث کے معنی بالکل واضح ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس دجال کا ذکر کرتے ہوئے جو اسلام کا دشمن اور اسلام کی تخریب میں مساعی ہوگا۔ اس کے بالمقابل آپ نے اپنی نسبت آخر الانبیاء فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی آخر الامم ذکر فرما کر واضح کر دیا کہ آپ ایسے آخری نبی ہیں نکہ آپ کے بعد کوئی مستقل امت بنانے والا نبی نہیں آ سکتا۔

اور گواہ مدعیہ نمبر ا نے جو حدیث اوّل النبیّین فی الخلق کنز العمال سے پیش کی ہے تو وہ بھی ابن بلال سے مروی ہے جو کہ مسلم کتب صحاح میں سے نہیں ہے۔ دوسرے اس میں النبیّین سے مراد بھی آپ سے پہلے کے انبیاء ہیں۔ اور آپ ان کی نسبت سے یقینی آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد ویسا کوئی نہیں آ سکتا۔

اور گواہ مدعا علیہ نمبر الف نے دو حدیثیں کنز العمال سے ایسی پیش کی ہیں جن میں صرف آپ کا خاتم النبیّین ہونا مذکور ہے۔ اور آپ کے خاتم النبیّین ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ اور ہم بصدق دل یقین رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیّین ہیں۔ یاد رہے کہ گواہ نمبر ۲ کے عنوان کے ماتحت چار حدیثوں کا ذکر آ گیا ہے۔

ساتویں حدیث:

مثلی ومثل الانبیاء من قبلی.[۱]

اس حدیث سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو صرف دو امر ثابت ہوتے ہیں۔

(ا) جس قسم کے پہلے نبی آیا کرتے تھے۔ صاحب شریعت یا مستقل یعنی براہ راست نبوت حاصل کرنے والے اس قسم کا اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور درحقیقت یہاں پہلے نبیوں کی نسبت سے جو آپ نے تشبیہ دی ہے تو وہ شریعت کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

فکانه شبه الانبیاء وما بعثوبه من ارشاد الناس ببیت است تواعده ورفع بنیانه وبقی منه موضع به یتم اصلاح ذلک البیت...... فان شریعة کل نبی بالنسبة الیه کاملة به فالمرادهنا الی الاکمل بالنسبة الی شریعته المحمدیة مع ما مضی من انشرائع الکاملة. (فتح الباری، ج ۶، ص ۴۰۷)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اس حدیث سے جو تشبیہ بیان ہوئی ہے تو وہ شریعت محمدیہ کے بہ نسبت پہلی شرع کاملہ کے اکمل ہونے کے اظہار کے لیے ہے۔

۱۔ مثلی و مثل الانبیاء...... صحیح بخاری، ۳۵۳۵

www.khatmenubuwwat.org

(۲) دوسرا اَمر اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے نبیوں میں سے اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

آٹھویں حدیث:

لو کان بعدی نبی لکان عمر. [۱]

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس حدیث سے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوت کے بند ہونے پر استدلال کیا ہے تو اس سے مراد وہی نبوت ہے جو مستقل اور براہِ راست اور بغیر اتباع آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حاصل ہو۔ باقی اس حدیث پر معنی اور تفصیل ملاحظہ ہو: بیان گواہ مدعا علیہ نمبرا۔

نویں حدیث:

سیکون فی امتی ثلثون کذابون. [۲]

کہ میری امت میں تیس دجال ہوں گے۔ اس کا جواب ملاحظہ ہو: بیان گواہ مدعا علیہ نمبرا (ص ۵۹-۶۰)

اس میں ایک بات اور قابلِ غور ہے۔ وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تیس کا عدد معین فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سچا بھی آئے گا اور یہ تیس مدعیان نبوت کا ذبہ تو مدت ہوگئی، پہلے ہو چکے۔ جیسا کہ اکمال کے حوالہ سے ثابت ہے۔

ہاں ایک حدیث کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے جو طبری نے تہذیب الآثار میں ذکر کی ہے۔ اور وہ یہ ہے: **سیکون بعدی ثلاثون کلهم یدعی انه نبی ولا نبی بعد الا من شاء اللّٰہ.** [۳]

کہ میرے بعد تیس دجال ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر جسے خدا تعالیٰ نبی بنانا چاہے گا وہ نبی ہوگا۔ پس اس روایت میں یہ استثناء اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سچا نبی بھی آنا ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اس حدیث کے جواب میں فرماتے ہیں:

بار بار یہ کہتے ہیں کہ ہم تم کو اس وجہ سے نہیں مانتے کہ ہماری حدیثوں میں لکھا ہے کہ تیس دجال آئیں گے۔ اے بدقسمت قوم! کیا تمہارے حصہ میں دجال ہی رہ گئے۔ تم ہر ایک طرف سے اس طرح تباہ کیے گئے جس طرح ایک کھیتی کو رات کے وقت کسی اجنبی کے مویشی تباہ کر دیتے ہیں۔ تمہاری اندرونی حالتیں بھی بہت خراب ہوگئی اور بیرونی حصے بھی انتہا کو پہنچ گئے۔ صدی کے سر پر جو مجدد آیا کرتے تھے، وہ بات شاید نعوذ باللہ خدا کو بھول گئی کہ اب کی دفعہ اگر صدی کے سر پر بھی آیا تو بقول تمہارے ایک دجال آیا۔ تم خاک میں مل گئے۔ مگر خدا نے تمہاری خبر نہ لی۔ تم بدعات میں ڈوب گئے، مگر خدا نے تمہاری دستگیری نہ کی۔ تم میں سے روحانیت جاتی رہی، صدق و صفا کی بو نہ رہی۔ سچ کہو اب تم میں روحانیت کہاں ہے۔ خدا کے تعلقات کے نشان کہاں۔ دین تمہارے نزدیک کیا ہے۔ صرف زبان کی چالاکی اور شرارت آمیز جھگڑے اور تعصب کے جوش اور اندھوں کی طرح حملے خدا کی طرف سے ایک ستارہ نکلا، مگر تم نے اس کو شناخت نہ کیا۔ اور تم نے تاریکی کو اختیار کیا۔ اس لیے خدا نے تمہیں تاریکی میں ہی چھوڑ

۱۔ لو کان بعدی...... سنن ترمذی، ۳۸۸۶   ۲۔ سیکون فی امتی...... سنن ترمذی، ۲۲۱۹

۳۔ سیکون بعدی ثلاثون...... تذکرۃ الموضوعات (طاہر فتنی ہندی)، ۱/ ۸۸

www.khatmenubuwwat.org

دیا۔ اب اس صورت میں تم اور غیر قوموں میں کیا فرق ہے۔ کیا ایک اندھا اندھوں میں بیٹھ کر کہہ سکتا ہے کہ تمہاری حالت سے میری حالت بہتر ہے۔ ہائے افسوس ان نادانوں پر جنہوں نے مجھے شناخت نہیں کیا۔ وہ کیسی تیرہ و تاریک آنکھیں تھیں جو سچائی کے نور کو دیکھ نہ سکیں۔ میں ان کو نظر نہیں آ سکتا کیونکہ تعصب نے ان کی آنکھوں کو تاریک کر دیا۔ دلوں پر زنگ ہے اور آنکھوں پر پردے۔ اگر وہ سچی تلاش میں لگ جائیں اور اپنے دلوں کو گند سے پاک کر دیں، دن کو روزے رکھیں اور راتوں کو اُٹھ کر نماز میں دعائیں کریں اور روئیں، اور نعرے ماریں تو امید ہے خدائے کریم ان پر ظاہر کر دے کہ میں کون ہوں۔ چاہیے کہ خدا کے استغناء ذاتی سے ڈریں۔ (براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص ۱۴۶-۱۴۴)

(۱۳)

اجماع کی بحث

مختار مدعیہ و گواہان نے اس امر پر زور دیا ہے کہ خاتم النبیّین کے معنوں پر کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ شرعی نہ غیر شرعی۔ تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہ گذشتہ بحث سے بالکل واضح ہے کہ ان معنوں پر نہ صحابہ کا اجماع ہوا، نہ ان کے بعد کسی اور عصر میں اجماع ثابت ہے۔ بلکہ اس کے خلاف ہم نے ائمہ اور علماء کے اقوال سے ثابت کر دیا ہے کہ خاتم النبیّین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔ باقی ایسے مسائل جو اجتہاد یا فہم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ دعویٰ کرتا کہ کسی چیز پر تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو پھر صحابہ کے اجماع کے ایک قسم کے سوا باقی اجماعوں کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ چنانچہ ارشاد الفحول، صفحہ ۷۷، مطبوعہ مصری میں لکھا ہے:

اجماع صحابہ کا بلاخلاف حجت ہے اور قاضی عبدالوہاب سے منقول ہے کہ بعض مبتدع لوگوں کا یہ خیال ہے کہ صحابہ کا اجماع بھی حجت نہیں۔ اور صرف صحابہ کے اجماع کے حجت ہونے کی خصوصیت کی طرف داؤد ظاہری گئے ہیں۔ ابن حبان کی کلام سے بھی جو انہوں نے اپنی صحیح میں لکھا ہے، یہی ظاہر ہے اور یہی بات۔

امام احمد بن حنبل سے مشہور ہے، کیونکہ ابو داؤد نے جو ان سے روایت کی ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ اجماع یہ ہے کہ جو آنحضرت یا آپ کے صحابہ سے ثابت ہے۔ اس کی اتباع کی جائے۔ اور وہ تابعین سے جو ثابت ہوگا، اس کے بارے میں مخیّر ہیں، چاہے قبول کرے یا نہ۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب صحابہ کسی بات پر اجماع کریں تو ہم اسے تسلیم کریں گے اور اگر تابعین اجماع کریں تو ہم ان کی مزاحمت کریں گے۔

اور ابن وہب نے کہا ہے، داؤد اور اس کے اصحاب کا مذہب یہی ہے کہ اجماع صرف صحابہ کا ہی اجماع ہے اور اس قول کے خلاف کوئی قول موجود نہیں ہے۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ صحابہ کے بعد کے اجماع کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ تو ہم جواب دیں گے کہ وہ اجماع دو وجہ سے جائز نہیں ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ آنحضرت نے خبر دی ہے کہ ایک گروہ میری امت سے ایسا ہوگا جو حق پر

www.khatmenubuwwat.org

مرے گا۔ اور دوسری یہ کہ ملکوں کی وسعت اور کثرت امت کی وجہ سے ان کے تمام اقوال کا ضبط کرنا ناممکن ہے۔ اور جو شخص اس اجماع کا دعویٰ کرے، ایسے شخص کا کذب ظاہر ہے۔

پس جب کہ صحابہ کے بعد اجماع کا وجود ہی ناممکن ہوا۔ تو یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے پر اُمت کا اجماع ہے، بالکل کذب اور بہتان ہے۔ اور باقی رہا صحابہ کا اجماع، تو اس کے متعلق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ کبھی اور کسی وقت خاتم النبیّین کے معنی پر نہیں ہوا۔ باقی ملاحظہ ہو: بیان مطبوعہ صفحہ ۶۰-۶۲

اور بعض اقوال جن میں یہ لکھا ہے: **لا یختلف فیه اثنان.** کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس میں دو شخص بھی اختلاف نہیں کرتے تو صرف کسی عالم کے ہی یہ کہنے سے اجماع ثابت نہیں ہو جاتا۔ جیسے کہ ارشاد الفحول کے حوالہ سے ظاہر ہے، ثابت ہے۔ جس میں امام مالک نے ایک مسئلہ کے متعلق کہا کہ اس میں کسی ایک شخص کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ حالانکہ اس میں اختلاف موجود تھا۔ اس طرح امام شافعی نے کہا کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ حالانکہ اس میں خلاف مشہور ہے۔ پس کسی کے ایسا کہنے سے اجماع ثابت نہیں ہو جاتا۔

گواہان مدعا علیہ نے جو حوالہ اجماع کے متعلق اپنی تائید میں نور الانوار سے پیش کیا تھا، اس کے متعلق مختار مدعیہ نے ۱۱/ اکتوبر کی بحث میں یہ لکھا ہے کہ اجماع الصحابۃ نصاً کا جو مفہوم لیا گیا ہے کہ ہر ایک تصریح کرے، یہ صحیح نہیں، بلکہ یہ اجماع سکوتی ہی کے مقابل میں ہے۔ مختار مدعیہ کے اس جواب سے ظاہر ہے کہ نہ تو اس نے نور الانوار کی عبارات کو غور سے دیکھا۔ اور نہ اس کے سمجھنے کی کوشش کی۔ نور الانوار کی عبارت یہ ہے:

”فالقویٰ اجماع الصحابة نصا مثل ان یقولوا جمیعا اجمعنا علی کذا فانه مثل الایة والخبر المتواتر حتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکرؓ ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابة وهو المسمی بالاجماع السکوتی ولا یکفر جاحده.“ (نور الانوار، ص ۱۸۹)

کہ سب سے اقویٰ اجماع صحابہ کا ہے، جو نصاً ہو۔ یعنی سب کے سب بالاتفاق یہ کہیں کہ ہم نے اس پر اجماع کیا ہے تو وہ آیت اور خبر متواتر کی طرح ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کا منکر کافر ہوگا۔ اور حضرت ابوبکر کی خلافت پر جو اجماع تھا وہ اس قسم کا تھا، اور اس کے بعد وہ اجماع ہے کہ جس میں بعض صحابہ نے اظہار رائے کیا اور باقی صحابہ خاموش رہے اور ان کی مخالفت نہ کی۔ تو یہ اجماع سکوتی کہلائیں گے اور اس کا منکر کافر نہیں ہوگا۔

اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ نصاً سے مراد وہی ہے جو گواہان مدعیہ کی ہے کہ وہ اپنی زبان سے کہیں کہ ہم اس پر اجماع کرتے ہیں۔ پھر مختار مدعیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اجماع سے مراد اُمت کا اجماع ہے۔ یہ شرط نہیں کہ صحابہ اہلِ بیت کا اجماع ہو۔ سو اس کے متعلق اوپر کافی ذکر کیا جا چکا ہے۔ لیکن یہاں پر یہ کہہ دینا نامناسب نہیں ہے کہ یہاں مابہ النزاع وہ اجماع ہے جس کے انکار سے کفر لازم آوے۔ اور وہ جیسا کہ نور الانوار کی عبارت سے ظاہر ہے۔ وہی اجماع ہے جو صحابہ کا اجماع ہے جو صحابہ کا اجماع نصاً ہو یعنی سب کہیں کہ ہم اس پر اجماع کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے سکوتی اجماع ثابت ہو تو اس کا منکر بھی کافر نہیں ہوگا۔ چہ

www.khatmenubuwwat.org

جائیکہ صحابہ کے بعد کے اجماع کے منکر کو کافر کہا جائے۔ چنانچہ گواہ مدعیہ نمبر۳ نے بھی ۲۸ ؍اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے کہ حنفیہ کا اصول ہے کہ اجماع صحابہ کا قطعی ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔اور مابعد کے اجماع کا منکر مبتدع اور فاسق ہے۔

لیکن نہ گواہان مدعیہ اور نہ مختاران مدعیہ اس امر کا ثبوت دے سکے ہیں کہ خاتم النبیّین کے ان معنوں پر جو گواہان مدعیہ نے پیش کیے ہیں۔صحابہ نے نصاً اجماع کیا تھا۔ پس جب صحابہ کا ان معنی پر ایسا اجماع ثابت نہیں تو اس کے سوا دوسرے معنی کرنے والے کو کافر قرار دینا مذہب حنفیہ کی رُو سے بھی جائز نہیں ہے۔مختار مدعیہ نے یہ بھی کہا کہ گواہان مدعیہ نے اپنی تائید میں اجمعت الامۃ کے الفاظ دکھائے ہیں کہ ان کے پیش کردہ معنی پر اُمت نے اجماع کیا ہے، اگرچہ اس کا جواب بھی اوپر گزر چکا ہے۔مگر پھر بھی یہاں ایک مثال سے واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کسی شخص کا اجمعت الامۃ کہہ دینا بھی ثابت نہیں کرتا کہ واقعی طور پر امت کا اس پر اجماع بھی ہو۔ چنانچہ کتاب الابانہ میں لکھا ہے۔

اجمعت الامة علی ان اللّٰہ عز و جل رفع عیسٰی الی السماء. (کتاب الابانہ، مطبوعہ حیدرآباد، ص ۴۶)

کہ امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السّلام کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ حالانکہ امام مالک نے ان کی وفات کے متعلق تصریح کی ہے۔اور ۹؍اگست کو بوقت جرح عدالت کے روبرو جب ان کے قول کو پیش کیا گیا تو گواہ مدعیہ نمبر۳ اس کے خلاف ان کا کوئی قول نہ پیش کر سکا اور اس طرح اور بھی اکابر نے مسیح کی وفات کو تسلیم کیا ہے۔پس کسی شخص کے یہ کہہ دینے سے کہ امت نے اس پر اجماع کیا ہے۔اجماع ثابت نہیں ہو جاتا۔خصوصاً جب کہ اس کے خلاف ائمہ کے اقوال بھی موجود ہوں۔اگر غور سے دیکھا جائے تو تمام امت کا اگر اجماع قرار دیا جا سکتا ہے تو صرف اس بات پر کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبی شریعت لانے والا نبی کوئی نہیں ہوسکتا۔اور گواہان مدعا علیہ نے مسلم الثبوت، جلد۲، صفحہ ۱۷۱ سے امام رازی کا یہ مذہب پیش کیا تھا کہ وہ تواتر معنوی کے حجت ہونے کو مستبعد خیال کرتے ہیں۔مختار مدعیہ یہ کہتا ہے کہ اس کے نیچے فواتح الرحموت میں اس کی تردید موجود ہے۔حالانکہ جس کتاب سے گواہان مدعیہ نے حوالہ پیش کیا ہے، اس کے حاشیہ میں رازی کی تائید کی گئی۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے شہادت القرآن میں تواتر معنوی کا ذکر نہیں کیا، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے کے متعلق اس قدر روایات آئی ہیں کہ جن سے قدر مشترک کو کہ مسیح آئے گا، متواتر ماننا پڑتا ہے۔تواتر معنوی تو اس کا یہ ہونا چاہیے تھا کہ حضرت عیسیٰؑ ہی آئیں گے اس کو آپ نے رَد فرمایا ہے اس لیے کہ پیشگوئی کی کیفیت وقوع کے سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے اور اس طرح مجتہد بھی سمجھنے میں خطا کر سکتا ہے۔

(۱۴)

مسیلمہ کذاب وغیرہ سے قتال کی وجہ

ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱

www.khatmenubuwwat.org

(۱۵)

اسلامی بادشاہوں کے فیصلے

ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱

(۱۶)

مسیلمہ کذاب نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا!

ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱

اور گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۹؍اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت کے بعد مسیلمہ نے احکام میں تغیر وتبدل کیا اور حجج الکرامہ میں جو واقعات مذکور ہیں، وہ صحیح ہیں۔

(۱۷)

علماء نے کس قسم کی نبوت کو بند سمجھا ہے

گواہان مدعیہ اور مختار مدعیہ نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی جس کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ثابت کرنے کے لیے مفسرین کے اقوال پیش کیے ہیں۔ لیکن قبل اس کے جو میں ان کے اقوال کا صحیح مفہوم بیان کروں۔ اصولی طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ مفسرین نے جو کسی آیت سے کچھ سمجھا ہو۔ وہ دوسرے پر حجت ملزمہ نہیں ہوسکتی، مفسرین تو کجا رہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کا فہم بھی حجت قطعیہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان سے بھی سمجھنے میں غلطیاں ہوتی رہی ہیں، جیسا کہ میں پہلے مثالوں سے واضح کر چکا ہوں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، مطبوعہ صدیقی، لاہور، ص ۳۹-۴۱ میں لکھتے ہیں:

پس ابن حزم کا قول یہ ہے جو کہتا ہے کہ تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں کہ سوائے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کسی کے قول کو بلا دلیل اخذ کرے۔ بدلیل اس آیت کے: اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ (اعراف:۳) کہ تم اسی کے پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہاری رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اور اس کے سوا اور رفیقوں یا اولیاء کی پیروی مت کرو۔ اور بدلیل آیت: وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ...... (بقرۃ،۱۷۰) کہ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم پیروی کرو اس کی جو خدا نے اتارا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو پیروی کریں گے۔ اسی چیز کے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مدح میں فرمایا ہے جو تقلید نہ کرے۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ۔ (زمر،۱۷-۱۸) کہ تو بشارت دے میرے ان بندوں کو کہ جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں۔ اور پھر اسی میں سے اس بات کا اختیار کر لیتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ اور وہی عقل والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ (نساء،۵۹) پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو

اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، سو اللہ تعالیٰ نے تنازع کے وقت حادثے کا لوٹانا بجز قرآن کریم اور حدیث کے کسی طرف مباح نہیں کیا۔ اور اس سے تنازع کے وقت کسی قائل کے قول کی طرف رد کرنا حرام ہوگیا، کیونکہ وہ قرآن اور سنت کے سوا ہے۔ اور تمام صحابہ کا اجماع اوّل سے آخر تک اور تابعین کا اجماع اوّل سے آخر تک اور تبع تابعین کا اجماع اوّل سے آخر تک اس تقلید سے باز رہنے اور منع کرنے پر ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی شخص اپنے میں سے کسی انسان کے قول کی طرف یا اپنے سے پہلے کے قول کی طرف قصد کرے۔ پھر وہ تمام اقوال کو اخذ کر لے۔ پس جس شخص نے امام ابوحنیفہ کے تمام اقوال یا امام شافعی کے تمام اقوال یا امام احمد کے تمام اقوال اخذ کیے۔ اور ان میں سے یا ان کے علاوہ اپنے متبوع کا قول چھوڑ کر غیر کا قول نہیں لیا۔ اور جو قرآن وحدیث میں آیا ہے، اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ جب تک کہ اس کو کسی انسان معین کے قول سے مطابق کر لے۔ تو وہ خوب سمجھ لے کہ اس نے تمام امت اوّل سے آخر تک کے یقیناً خلاف کیا، جس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور وہ اپنے واسطے سارے تینوں تعریف کیے ہوئے زمانوں میں نہ سلف پاتا ہے اور نہ امام۔ تو اس نے بے شک مؤمنین سے الگ راہ اختیار کی اس وجہ سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

اور اسی طرح ائمہ اربعہ کے اقوال جس میں انہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہماری کوئی اندھی تقلید نہ کرے، بلکہ اگر کوئی قول ہمارے اقوال سے اچھا دیکھے تو اس کو اختیار کرے۔ (دیکھو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱)

اور اگر مفسرین کی تفسیروں کا نمونہ دیکھنا ہو تو ملاحظہ ہو: بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱

باوجودیکہ مفسرین کے اقوال کسی پر حجت نہیں ہیں۔ تاہم مختار مدعیہ کے پیش کردہ حوالہ جات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ان سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی جس نبوت کو بند قرار دیا ہے، وہ ایسی نبوت ہے کہ جس سے شریعت اسلامیہ کو منسوخ ماننا پڑے۔ جیسا کہ ان کی مثالوں سے واضح ہے۔

چنانچہ پہلا حوالہ جو زیادہ تر گواہوں نے پیش کیا ہے۔ وہ ابن کثیر، جلد۸، صفحہ۹۱،۹۲ کا ہے، جو **فمن رحمت اللّٰہ تعالیٰ** سے شروع ہوتا ہے اور **افعالھم** تک ختم ہوتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کی بندوں پر ایک رحمت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھیجنا، پھر آپ کو خاتم الانبیاء والمرسلین کے لقب اور دین حنیف کے کامل کر دینے سے مشرف فرمانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سنت متواترہ میں اس بات کی خبر دی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، تا کہ جان لیں خدا کے بندے کہ ہر وہ شخص کہ جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اس مقام کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب، افاک، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہوگا۔ خواہ وہ کتنے ہی شعبدہ بازی جادوگری کے اقسام اور طلسمات اور نیرنگیاں دکھاوے۔ کیونکہ نبی صادق سے یہ سب باتیں عقلمندوں کے نزدیک محال ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اسود عنسی سے یمن میں اور مسیلمہ کذاب سے یمامہ میں برے حالات اور بیہودہ باتوں سے ظاہر کیا جن سے ہر ذی عقل وفہم جان گیا کہ یہ دونوں کاذب ہیں، گمراہ ہیں۔ اور اسی طرح ہر ایک اس مقام کا مدعی قیامت کے روز تک ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ مسیح دجال پر ختم ہو جائیں گے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے امور کو پیدا کرے گا کہ ان کے کرنے والے کے جھوٹ پر علماء اور مومنین گواہی دیں گے۔

www.khatmenubuwwat.org

اور یہ خداوند تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر بہت بڑی مہربانی ہے کہ وہ فی الواقعہ نہ کسی نیکی کا حکم کرتے ہیں اور نہ برائی سے منع کرتے ہیں۔ مگر اتفاقی طور پر یا جس میں ان کا کوئی خاص مقصد ہو اور وہ اپنے اقوال و افعال میں نہایت درجہ کے جھوٹے اور فاجر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ. تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ. (شعراء، ۲۱۱-۲۲۲)

اس حوالہ سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک ایسے انبیاء کی آمد ممتنع ہے جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی طرح ہوں۔ اور جو نہ امر بالمعروف اور نہ نہی عن المنکر کریں، بلکہ اوّل درجہ کے فاسق اور فاجر اور لوگوں کو فسق و فجور کی طرف بلانے والے ہوں۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے حالات زندگی کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ایسے نبی کا آنا جو متبع شریعت محمدیہ ہو۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو، اس کا اس میں ذکر نہیں ہے اور حضرت مسیح کا تو یہ چیلنج ہے۔

کہ تم کوئی عیب، افترا، یا جھوٹ، یا دغا کا الزام میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے، تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے، یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لیے یہ ایک دلیل ہے۔[1]

اور مولوی محمد حسین بٹالوی نے براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے اشاعۃ السنۃ، جلد ۷، نمبر ۹، صفحہ ۲۸۴ میں آیت: هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ. (شعراء، ۲۱) جسے حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے، پیش کر کے حضرت مرزا صاحب کے مخالفین کو جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رُو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم اور پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں۔

اور یہ مولوی محمد حسین بٹالوی وہی ہیں جن کے متعلق مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے سبیل الرشاد میں رئیس قوم غیر مقلدین لکھا ہے اور ان کے قول کو بطور حجت کے پیش کیا ہے۔ (سبیل الرشاد ص ۱۶)

دوسرا حوالہ

روح المعانی، جلد ۷، صفحہ ۶۵ کا پیش کیا ہے:

”وکونه صلّی اللّٰه علیه وسلّم خاتم النبیّین مما نطقت به الکتاب وصدعته به السّنته واجمعت علیه الامة فیکفر مدعی خلافه ویقتل ان یصر.“

یعنی حضور کا خاتم النبیّین ہونا اُن باتوں میں سے ہے جن کو قرآن پاک نے بیان کیا اور سنت نے اُسے کھول دیا۔ اور امت نے اس پر اجماع کیا۔ پس وہ شخص کافر ہوگا جو اس کے خلاف دعویٰ کرے اور قتل کیا جائے گا۔ وہ جس نے اصرار کیا، جو شخص اس کے برخلاف کرے، اس میں ضمیر کا مرجع یا تو خاتم النبیّین ہوسکتا ہے یا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ

۱۔　تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۶۴

جوشخص ایسی نبوت کا دعویٰ کرے کہ جس کی وجہ سے وہ کہے کہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین نہیں مانتا، یا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف دعویٰ نبوت کرے تو وہ کافر ہوگا۔ پس اس حوالہ سے بھی اس نبوت کا امتناع ثابت نہیں ہوسکتا، جس کے ہم اور دیگر علماء واولیاء اور مجددین امت قائل ہیں۔

تیسرا حوالہ

شفا قاضی عیاض کی شرح مؤلفہ ملا علی قاری، جلد۲، صفحہ ۵۱۸، ۵۱۹ کا ہے۔

(وکذالک من ادّعی النبوة احد مع نبینا علیه الصلوٰة والسلام)

کاصحاب مسیلمة واسود العنسی (وبعده کاعیسویة من الیهود القائلین بتخصیص رسالته الی العرب خاصّة والکرامیه لانهم ابا حوالمحرّمات القائلین بتواتر الرسل وکاکثر الرفضة القائلین بمشارکة علی مع الرسالة النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم ای حال وجوده وبعده وکذالک کل امام عند هولاء یقوم مقامه فی النبوة والحجة یعنی ان ارادوا بها الحقیقة. والا فی المنزلة المجازی لا توجب الکفر والبدعة.

یعنی کافر ہے وہ شخص جو آنحضرت کے ساتھ کسی کو نبی قرار دے۔ جیسے اسود عنسی اور مسلیمہ کے پیرو یا آپ کے بعد یہود کا عیسوی فرقہ جو کہتے ہیں کہ آنحضرت کی رسالت صرف عرب کے لیے مخصوص ہے اور کرامیہ کی طرح جو تواتر رسل کے قائل ہیں۔ جنہوں نے محرمات کو بھی جائز قرار دے دیا تھا اور اکثر رافضیوں کی طرح جو حضرت علی کے رسالت۔ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت میں مشارکت کے معتقد ہیں۔ آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کے بعد بھی اور اسی طرح ان کے نزدیک ان کا ہر امام آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قائم مقام ہوتا ہے۔ نبوت اور حجت ہونے میں۔ یعنی اگر وہ اس سے حقیقی نبوت مراد لیں، ورنہ مجازی نبوت کفر اور بدعت کا موجب نہیں ہے۔

اس میں بھی اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور یہود کے قبائل کی مثال دے کر جن کے متعلق یہ ثابت شدہ امر ہے کہ انہوں نے اسلامی شریعت کے احکام کو منسوخ کیا اور اسلامی محرمات کو حلال قرار دیا۔ یہ بتاتا ہے کہ جو نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد منقطع ہے، وہ وہی مستقل اور حقیقی نبوت ہے جس میں اسلامی شریعت کو منسوخ ماننا پڑے۔ چنانچہ اخیر میں بھی اس کو کھول دیا گیا ہے کہ مجازی نبوت کفر کو واجب نہیں کرتی۔

اس عبارت سے ثابت ہے کہ اگر علی وجہ المجاز کسی کو نبی مانیں تو اس سے کفر لازم نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بھی فرماتے ہیں:

سمیت نبیًا من اللّٰه تعالٰی علی طریق المجاز لاعلٰی وجه الحقیقة. (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۶۵)

اسی طرح انجام آتھم حاشیہ، صفحہ ۲۷-۲۸ میں فرماتے ہیں:

ومن قال بعد رسولنا و سیّدنا انی نبی و رسول علی وجه الحقیقه.

www.khatmenubuwwat.org

والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعة الفراء فهو کافر کذاب.

ترجمہ: اور جو شخص ہمارے رسول اور سردار کے بعد یہ کہے کہ میں علی وجہ الحقیقۃ نبی اور رسول ہوں، اور افترا کے طور پر کہے اور قرآن مجید اور شریعت غرا کے احکام کو چھوڑے تو کافر اور کذاب ہے۔ اور سراج منیر، صفحہ۲-۳ میں فرماتے ہیں:

مگر یاد رکھو کہ خدا کے کلام میں اس جگہ حقیقی معنی مراد نہیں، جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔[1]

بقیہ حوالوں کا جواب دیکھو بیان گواہ مدعا علیہ نمبرا

(۱۸)

علماء کے نزدیک رسول اور نبی کی تعریف

ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبرا۔ اصل بات یہ ہے کہ پہلے علماء نے جو نبوت کا انکار کیا ہے، یہ تو اس تعریف کے مطابق کیا ہے جو ان کے نزدیک تھی کہ رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب ہو، یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔ اور نبی کے لیے بھی پہلے رسول کی اتباع لازم نہ تھی، بلکہ روح الامین خود ان کے پاس شریعت وغیرہ لاتا تھا۔ جس کے مطابق وہ عبادت وغیرہ کرتے تھے۔ جیسا کہ الیواقیت والجواہر، جلد۲،ص ۲۸ سے ظاہر ہے۔ اور اسی تعریف کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اُسے کہتے ہیں جس نے عقائد اور احکام دین بذریعہ جبرئیل حاصل کیے ہوں۔ اور قرآن مجید کی آیت: اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ (نساء،۱۶۳) سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے علوم دینیہ بذریعہ جبرئیل سیکھے تو لازماً ماننا پڑا کہ پہلوں کو بھی اس طرح علوم دینیہ حاصل ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک عالم کا قول صراحۃً ہمارے اس دعویٰ کی تائید کرتا ہے۔ اور وہ امام ملا علی قاری ہیں۔ کیونکہ وہ شرح فقہ اکبر میں یہ لکھتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد دعویٰ نبوت کرے، وہ بالاجماع کافر ہے۔ اور موضوعات کبیر میں وہ خاتم النبیّین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ اور اسی طرح الاشراط الساعة میں ان کا یہ قول درج ہے کہ **لا نبی بعدی** کے معنی **لا نبی ینسخ شرعه** کے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ پس ان دونوں قولوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں علماء سابقین نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوت کو بند قرار دیا ہے، وہ وہی نبوت ہے جو نئی شریعت والی ہو اور اسلامی احکام کو منسوخ قرار دے۔ لیکن ایسی نبوت جس کے ہم مدعی ہیں جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں بطور انعام کے ملتی ہے اور کوئی نئی شریعت اس کے ساتھ نہیں ہوتی، بلکہ اس کا حامل قرآن پاک کا پیرو اور سنت رسول کا خاتم ہوتا ہے تو ایسی نبوت کو یا تو علماء نے جائز قرار دیا ہے، یا ایسی نبوت کے متعلق انہوں نے سکوت اختیار کیا ہے۔

۱۔ سراج منیر، روحانی خزائن، ج۱۲،ص ۵

www.khatmenubuwwat.org

خلاصہ کلام یہ کہ گواہان اور مختار مدعیہ کا علماء سابقین کے اقوال کو ہمارے خلاف پیش کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا، کیونکہ انہوں نے جو نبی اور رسول کی تعریف کی ہے، اس کی رُو سے ہم بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

(۱۹)

ظلی ...... بروزی

ظلی اور بروزی کے لیے ملاحظہ ہو بیان مطلوبہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا۔ نیز بروز کا ذکر خواجہ غلام فرید صاحب نے اشارات فریدی میں بھی لکھا ہے:

والبروز ان یفیض روح من ارواح الکمل علی کامل کما یفیض علیه التجلیات وھو یصیر مظھره و یقول انا ھو. (اشارات فریدی، حصہ ۲، ص ۱۱۰)

پھر فرماتے ہیں:

کہ از حضرت آدم صفی اللہ تا خاتم الولایت امام مہدی حضور حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم بارز اند پس اوّل بار آدم علیہ السّلام بروز کردہ اند۔ اوّل قطب حضرت آدم علیہ السّلام شدہ است۔ الی ان قال تا آنکہ ایام مہدی علیہ السّلام بروز خواہند فرمود۔ پس حضرت آدم تا مہدی ہمہ انبیاء وکمل اولیاء کہ قطب مدار شدہ اند۔ ہم مظاہر روح محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہستند و روح مرادشان بروز وظہور فرمودہ است۔ (اشارات فریدی، حصہ دوم، ص ۱۱۱-۱۱۲)

(۲۰)

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تناسخ کے قائل تھے!

ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا

چونکہ مختار مدعیہ نے بحث میں یہ کہا ہے کہ گواہان مدعیہ میں سے کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر تناسخ کا الزام نہیں لگایا۔ اس لیے جب وہ گواہ نمبر ۲ کے قول کو جو انہوں نے تریاق القلوب کے حوالہ کے بارہ میں کہا تھا، رَد کرتے ہیں تو پھر مجھے بھی اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

www.khatmenubuwwat.org

(۲۱)

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

گواہان ومختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ایک یہ الزام قائم کیا ہے کہ آپ نے صاحب شریعت جدیدہ نبی ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ جو باتفاق فریقین کفر ہے۔ سوان حوالوں کے جوابات لکھنے سے پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعض عبارات پیش کرتا ہوں، جن سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آپ قرآن شریف کے بعد کسی اور شریعت کا نزول جائز قرار نہیں دیتے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

۱۔ ”بل الحدیث یدل علی النبوۃ التامت الحاملۃ لوحی شریعتہ قد انقطعت.“[۱]
بلکہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبوتِ تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہو وہ منقطع ہو چکی ہے۔ (توضیح المرام، ص ۱۹)

۲۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی اور ایک شوشہ یا نقطہ اس کی شرائع یا حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا۔ جو احکام فرقانی کے ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کو تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔[۲]

۳۔ قرآن مجید کا ایک شوشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔[۳]

۴۔ جو شخص قرآن مجید اور شریعت غرا کے احکام کو ترک کر کے نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ کافر اور کذاب ہے۔[۴]

۵۔ قرآن شریف پر شریعت ختم ہوگئی، مگر وحی ختم نہیں ہوئی۔[۵]

۶۔ یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو، یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم وحی پا سکتا ہو، بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے۔[۶]

۱۔ توضیح المرام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۶۱

۲۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۷۰

۳۔ نشان آسمانی، روحانی خزائن، ج ۳۹۰

۴۔ انجام آتھم، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۲۷

۵۔ کشتی نوح، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۲۴

۶۔ مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۲۱۳

www.khatmenubuwwat.org

۷۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھا دے۔ یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے۔ یا اس کی پیروی معطل کرے، بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔[۱]

۸۔ خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے خلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔[۲]

۹۔ اور کسی کو مجال نہیں کہ وہ ایک نقطہ یا ایک شوشہ قرآن کریم کا منسوخ کر سکے۔ (اخبار عام، ۶؍مئی ۱۹۰۸ء، بحوالہ حقیقۃ النبوۃ، ص ۲۷۱)

۱۰۔ نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لیے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ حاصل کر لے۔ اور تجدید دین کے لیے مامور ہو۔ یہی نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہے۔[۳]

۱۱۔ میری مراد نبی سے یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقابلہ پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں، یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اتباع سے حاصل ہے۔[۴]

۱۲۔ ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے۔ اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ (بدر، ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء بحوالہ حقیقۃ النبوۃ، ص ۲۷۲)

۱۳۔ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں۔ اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اقتداء اور متابعت سے باہر ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ (اس حوالہ میں ہر ایک کتاب کا لفظ قابلِ غور ہے۔) (اخبار عام، ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء، بحوالہ حقیقۃ النبوت، ص ۲۷۰)

۱۴۔ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں ہوں اور نہ ہی میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے

۱۔ الوصیت، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۳۱۱
۲۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۳۴۰
۳۔ تجلیات الٰہیہ، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۴۰۱
۴۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۰۳

اپنے رسول ومقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔[1]

اب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مذکورہ بالا اقوال سے جو ابتداء دعویٰ سے آخر تک ہیں۔ چنانچہ اخبار عام کا حوالہ تو آپ کی وفات سے تین دن پہلے کا ہے، ان سب سے ثابت ہے کہ آپ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ صاحب شریعت جدیدہ نبی ہیں، بلکہ اپنے آپ کو غیر شرعی نبی تحریر فرماتے رہے ہیں۔ اب جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ان توضیحات کے بعد آپ کی کسی عبارت سے صاحب شریعت جدیدہ ہونے کا دعویٰ آپ کی طرف منسوب کرتا ہے تو وہ غلطی ہے۔ اور مؤلف کے خود انہی توضیحات کے مخالف مفہوم نکالنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اور گواہ مدعیہ نمبر۲ جرح کے جواب میں اس بات کو تسلیم کر چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی کسی خاص کتاب کو شریعت قرار نہیں دیا ہے۔

اور نہ ہی مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں یہ کہا ہے کہ میری وحی شریعت ہے لیکن اربعین کی عبارت سے ایسا ثابت ہوتا ہے۔

لیکن مذکورہ بالا تمام تصریحات ایسی ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے اربعین یا آپ کی کسی عبارت سے ان عبارتوں کے خلاف مفہوم لینا عقل وانصاف کے خلاف نہیں، بلکہ خود مدعیہ کے گواہان کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ گواہ مدعیہ نمبر۱ نے ۲۱/اگست کو مکرر بیان میں کہا ہے کہ ''اگر مصنف کے ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال مذکور ہوں اور ان میں ایک قول مبہم ہے۔ تو اس مبہم قول کو مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔ اور ۳۱/اگست کو گواہ نمبر۴ نے بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ متکلم کے مبہم کلام کو اس کے مصرح کلام پر حمل کیا جائے گا۔''

پس گواہوں کے اقرار کی بنا پر یہ ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود کے جن اقوال سے گواہوں نے آپ کے صاحب شریعت جدیدہ ہونے کا دعویٰ ثابت کرنا چاہا ہے، ان اقوال کی وہ تشریح کی جانی چاہیے جو حضرت مسیح موعود کے مفصل اور واضح اقوال کے مطابق ہے اور وہ اقوال کہ جن میں سے کہ چند اوپر درج کیے جا چکے ہیں، اس امر کو باصراحت ثابت کرتے ہیں کہ آپ کو صاحب شریعت جدیدہ اور مستقل نبی ہونے کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔

جن اقوال سے گواہان مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا دعویٰ صاحب شریعت ہونے کا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ان کا جواب ملاحظہ ہو: بیان، مطبوعہ صفحہ ۷۷-۹۰، گواہ مدعا علیہ نمبر۱

اور چوتھے حوالہ کے جواب میں یہ بات بھی واضح رہے کہ امام وقت کی اطاعت اور اس کی تعلیم پر چلنا اس وقت کے لوگوں کے لیے نجات کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید جنہیں نواب صدیق حسن خاں صاحب نے حجج الکرامہ، صفحہ ۱۴۷ میں مجدد صدی سیزدہم قرار دیا ہے۔ اور گواہان کے نزدیک بھی وہ ایک بہت بڑے پایہ کے عالم گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب منصب امامت میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ امام وقت کی اطاعت کیے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوسکتی۔

۱۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج۱۸، ص۲۱۰-۲۱۱

www.khatmenubuwwat.org

اور اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں حدیث:''من لم یعرف امام زمنهٔ فقد مات میتة الجاهلیة'' پیش کی ہے۔یعنی جس نے اپنے زمانہ کے امام کی شناخت نہیں کی تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''ازاں جملہ توقف نجات اُخرویست بر طاعت اویعنی چنانکہ اگر کسے باہزار وجہ ورمعرفت الٰہیہ وتہذیب نفس جدوجہد تمام وسعی مالا کلام بجا آور دراما دقتیکہ ایمان بالرسل ندارد ہرگز اخروی بدست نخواہد آورد وخلاص ازغضب جبار ودرکات نارنخواہد یافت ہم چنیں ہر چند عبادات شریعیہ وطاعت دینیہی بجا آورد وجدوجہد تمام در امتثال احکام اسلام بروے کار آرد۔اما تاوقتیکہ در اطاعت امام وقت گردن اونتہد واقرار بامامت اونکند ہرگز عبادات مذکورہ درآخرت کار آمدن نیست واز دارو گیر ربّ قدیر خلاص یافتنی نہ من لم یعرف امام زمانہ فقدمات میتۃ جاہلیۃ۔''وقال النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة.'' (منصب امامت،ص۶۳،۶۴)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ فرمانا کہ میری اطاعت اور میری تعلیم کو ماننا جوعین قرآن مجید کی تعلیم ہے اور اس کو مدار نجات قرار دینا،آپ کو صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں بناتا۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:

اور لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔مگر یہ نبوت آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی نبوت ہے، نہ کوئی نئی نبوت۔اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کی جاوے اور آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی سچائی دکھلائی جائے۔[1]

اور ازالہ اوہام،جلد۲،صفحہ۲۴۲ پر فرماتے ہیں:

ہر ایک برکت جو اس عاجز پر بہ پیرایہ الہام وکشف وغیرہ نازل ہو رہی ہے، وہ محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے طفیل سے اور ان کے توسط سے ہے۔

پس اس قسم کی تصریحات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو قرآن مجید سکھایا ہے اور آپ کی وحی قرآن مجید کے موافق ومطابق اور شریعت اسلامیہ کی خادم ہے۔پس آپ کا آپ کی وحی اور تعلیم اور بیعت کو مدار نجات قرار دینا اس لیے نہیں ہے کہ آپ کوئی نئی شریعت لائے ہیں، بلکہ قرآن شریف کی صحیح تعلیم کو پیش کر کے منوانا مراد ہے۔

آٹھواں حوالہ:

ہمیں ان فتوؤں کو بھی مدنظر رکھا جانا چاہیے جو خود فرقہ مختلفہ کے علماء نے ایک دوسرے کے پیچھے نماز ناجائز قرار دینے کے لیے دیے ہیں۔

چنانچہ دیوبندیوں کے واجب التعظیم بزرگ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اس سوال پر کہ ''جمعہ کی نماز جامع مسجد میں باوجودیکہ امام بدعقیدہ ہو، پڑھے یا دوسری جگہ پڑھے؟'' یہ جواب دیا کہ ''جس کے عقیدے درست ہوں، اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ،ص۱۵۷)

۱۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج۲۳،ص۳۴۱

www.khatmenubuwwat.org

اور اسی طرح الفتح المبین میں مولوی نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے تمام معتقدین کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ''مذہب غیر مقلدین اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں تو اہل سنت کے نماز لامذہبوں کے پیچھے نہیں ہوتی اور بالکل غیر جائز اور نادرست ہے۔'' (ص ۴۵۸)

اور لکھا ہے: ''اس فرقۂ لامذہب کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھنا اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور سبب فتنہ وفساد کے ان کو مساجد میں آنے نہ دینا بجا اور درست ہے۔'' (ص ۴۵۹)

اس فتویٰ پر دوسو علماء کے دستخط اور مُہریں ثبت ہیں، جن میں مولوی رشید احمد گنگوہی بھی شامل ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۵۱ پر ہے کہ ''جب کہ شافعی المذہب متعصب کے پیچھے اقتداء جائز نہ ہوئی جیسا کہ فتویٰ عالمگیری و جامع الرموز میں مرقوم ہے: **امام الاقتداء بشافعي فلا بأس به اذا لم يتعصب لم يبغض للحنفي.''**

''پس ان غیر مقلدین لامذہب کے پیچھے بطریق اولیٰ جائز نہ ہوئی۔''

پس اگر ان لوگوں کے فتویٰ سے کہ خلاف فرقہ کے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی حرام ہے اور ان کی امامت میں اقتداء کرنا جائز نہیں۔ اس سے وہ صاحب شریعت نبی نہیں ہو جاتے تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت پر حکم دینے پر آپ کا مدعی نبوت تشریعی کا نتیجہ نکالنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

بیانوں کے علاوہ مختار مدعیہ نے جرح میں آپ کو مدعی نبوت تشریعیہ ثابت کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود کی کتب سے چند حوالے پیش کیے ہیں:

پہلا حوالہ:

''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' کا پیش کیا ہے، جو یہ ہے: ''دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔'' اتنی عبارت مختار مدعیہ نے کوٹ کی ہے۔ جس سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ آپ نے شریعت اسلامیہ کے حکم کو منسوخ کر دیا۔ حالانکہ اگر مختار مدعیہ اس کے ساتھ کی عبارت جو ان الفاظ کے آگے تھی، مطالعہ کرتا تو بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ یہ حکم آپ نے اپنی طرف سے نہیں دیا، بلکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسیح موعود کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ مسیح جب آئے گا تو وہ دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی، بلکہ خدا کا بھی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو، جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔

نیز اس کتاب میں آپ نے اسلامی جہاد کی حقیقت بیان کی ہے کہ اسلام میں جہاد یعنی تلوار سے دین کی حمایت کے لیے لڑنا اسلام میں کن حالات میں جائز قرار دیا گیا تھا۔ پھر لکھا ہے، اس لیے اب مذہبی طور پر تلوار اُٹھانے والوں کا خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر نہیں۔ جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا اور قرآن کو دیکھتا ہے، وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر لوگ وحشی کاربند ہو رہے ہیں، یہ اسلامی جہاد نہیں ہے، بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے

www.khatmenubuwwat.org

ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئی ہیں۔[1]

پس ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت مذہب کے لیے تلوار نہ اٹھانے کا حکم حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی طرف سے نہیں دیا، بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ مسیح موعود کا زمانہ ایسا ہوگا کہ اس وقت شریعت اسلامیہ کی رُو سے دین کے لیے تلوار سے جہاد کرنا ناجائز ہوگا۔

مولویوں کا بخاری کی حدیث کے مطابق عقیدہ ہے کہ جب مسیح آئے گا تو وہ قرآن مجید کے صریح حکم: حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ. (توبہ، ۲۹) کہ اہل کتاب وغیرہ سے جزیہ کو لے کر ان سے جنگ کو ترک کیا جائے، کے خلاف جزیہ نہیں قبول کرے گا۔ اور جو مسلمان نہیں ہوگا، اس کو تلوار کے گھاٹ اتارے گا۔

اور اربعین نمبر۴، صفحہ۱۳ کے حاشیہ کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے، اس میں بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ ایسا ہوگا کہ اس وقت موجبات جہاد مفقود ہوں گے۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے کہ ’’مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔‘‘

اور اعجاز احمدی، صفحہ۲۳ کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے، اور مولوی محمد حسین بٹالوی سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے، اور لکھا ہے کہ ’’گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیالوں کو دلوں سے مٹایا جائے اور ایسے خونریز مہدی اور خونریز مسیح سے انکار کیا جائے۔‘‘[2]

یہ اس لیے لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے گورنمنٹ پر ایک میموریل کے ذریعہ یہ ظاہر کرنا چاہا کہ مسلمان ایسے مہدی اور ایسے عیسیٰ کے منتظر نہیں ہیں جو عیسائیوں کے ساتھ لڑے گا۔ اور یہ یقین دلانا چاہا کہ میرا تو یہی عقیدہ ہے کہ کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو خونریزی سے قیامت برپا کر دے گا۔ اور نہ کوئی ایسا مسیح آئے گا جو آسمان سے اُتر کر اس کا ہاتھ بٹائے گا۔ اور اس قسم کی یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔

پس چونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مسیح موعود اور مہدی کے زمانہ کے وقت جہاد کے متعلق وہی عقیدہ ظاہر کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے لکھا ہے کہ اس لیے آپ نے اسے مخاطب کر کے لکھا ہے کہ اگر واقعی تمہارا یہی عقیدہ ہے کہ تم نے میموریل کے ذریعہ ظاہر کیا ہے تو ان لوگوں کے دلوں سے جہاد کے مسئلہ کے خیال کو دور کیا جائے۔ اور اس طرح سے مولوی محمد حسین بٹالوی کا لوگوں پر اتفاق ظاہر ہوگیا۔ کیونکہ لوگوں سے وہ یہ کہتا تھا کہ ایسے مہدی سے انکار کرنا کفر ہے اور گورنمنٹ کو لکھا کہ ایسا کوئی مہدی نہیں آئے گا۔

اور اسی طرح حقیقۃ المہدی، صفحہ۲۲ کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے، اس میں بھی یہی لکھا ہے کہ جہاد سیفی کا وقت گزر چکا ہے۔[3] اور اس وقت قلمی اور روحانی جہاد کی ضرورت ہے۔ اور اس طرح تحفہ گولڑویہ، صفحہ۷۹ کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے، اس میں بھی یہی لکھا ہے:

۱۔ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، ج۱۷، ص۸

۲۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج۱۹، ص۱۴۳　　　　۳۔ حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن، ج۱۴، ص۴۴۸

www.khatmenubuwwat.org

’’کہ اسی وقت تک جہاد تھا کہ جب اسلام پر مذہب کے لیے تلوار اُٹھائی جاتی ہے۔ اب خود بخود ایسی ہوا چلی ہے جو ہر ایک فریق اس کارروائی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، جو مذہب کے لیے خون کیا جائے۔‘‘

اب جب کہ دیگر مذاہب کی طرف سے اسلام پر مذہب کے لیے تلوار نہیں اٹھائی جاتی، اس لیے شریعت اسلامیہ کی رُو سے یہ جائز نہیں ہے کہ دیگر مذاہب پر تلوار اٹھائی جائے، اس لیے جہاد سیفی کا وقت نہیں ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب اپنی کتاب اقتراب الساعۃ، مطبوعہ بنارس کے صفحہ ۷ میں فرماتے ہیں:

جو لوگ اس علم سے ناواقف ہیں، وہی فتاویٰ جہاد کا حق میں ہر فتنہ کے دیتے ہیں، ورنہ دنیا میں مدت سے صورت جہاد کی پائی نہیں جاتی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ حکم جہاد کا اسلام میں نہیں ہے، یا تھا مگر اب منسوخ ہوگیا ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ کی لڑائی بھڑائی خواہ مسلمان وکافر میں ہو، یا باہم مسلمانوں کے، مشکل ہے کہ جہاد شرعی ٹھہر سکے۔ خلق کا یہ حال ہے کہ جو لوگ اچھے کام رات دن کرتے ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یا جو مال اپنے اوپر یا اپنے گھر پر صرف کر کے اٹھاتے ہیں، اس میں بھی تو ان کی نیت مطابق شرع کے نہیں ہوتی ہے۔ یا تو دکھانا، سنانا ناموری حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، یا اسراف وتبذیر میں گرفتار ہوتے ہیں۔ پھر بھلا خدا کی راہ میں جان دینے کو بے مطلب دنیا کے آج کل کون نکل سکتا ہے۔ وہ دن گئے کہ لوگ دین کے پیچھے دنیا پر لات مارتے تھے۔ اب تو جو کام دین کے پردہ میں بھی ہوتا ہے۔ وہ بھی غالباً دنیا طلبی کے لیے ہی ہوتا ہے۔ پھر اس جدال وقتال کو کس طرح جہاد دین سمجھا جائے۔

اس کے بعد یہ بتانے کے لیے کہ شریعت اسلامیہ میں جہاد سیفی کب واجب ہوتا ہے اور اس کی غرض کیا ہے، قرآن مجید اور احادیث اور اولیاء امت کے اقوال سے ثابت کرتا ہوں۔ قرآن مجید اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد تین اقسام پر مشتمل ہے؛ جہاد اکبر، جہاد کبیر، جہاد اصغر۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں، **کلمة حق عند سلطان جائر الجهاد الاكبر.** (مشکوٰۃ) کہ ظالم اور جابر حاکم کے سامنے سچی بات کہنا جہاد اکبر ہے۔ اور تفسیر روح البیان، جلد ۱، صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے: ’’**قال عليه السّلام ان افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر وانما كانت افضل لان الجهاد بالحجة والبرهان جهاد اكبر بخلاف الجهاد بالسيف والسنان فانه جهاد اصغر.**‘‘ یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جہاد میں سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا کہنا ہے اور یہ اس لیے افضل ہے کہ حجت اور برہان کا جہاد جہاد اکبر ہے اور سیف و سنان کا جہاد جہاد اصغر ہے۔‘‘

اور جب حضور غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو فرمایا: ’’**رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر.**‘‘ کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس آئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضور کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ میں اللہ کے راستہ میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں۔ فرمایا، کیا تیرے والدین ہیں؟ اس نے کہا، ہاں۔ **قال فيهما فجاهد.** یعنی آپ نے فرمایا کہ ان کے معاملہ میں جہاد کر۔ تو آپ نے والدین کی خدمت کو بھی جہاد قرار دیا۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا. فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا.** (فرقان، ۵۱-۵۲) اس آیت میں، جو مکی ہے، کافروں

سے قرآن مجید کے ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس جہاد سے مراد وعظ ونصیحت ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے تصریح کی ہے۔

پس قرآن مجید واحادیث رسول کریم نے لسانی، مالی جہاد اور اہواء نفسانیہ کی اماتت اور اپنی تمام حرکات وسکنات کو شریعت کے مطابق کرنے کو جہاد کبیر اور جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ اور جہاد بالسیف کو جہاد اصغر کہا ہے۔ جہاد کبیر اور جہاد اکبر ہر وقت اور ہر زمانہ میں جاری ہیں۔ لیکن جہاد اصغر کے لیے چند شرائط ہیں، جب وہ پائے جائیں تو مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، ورنہ نہیں۔

جہاد بالسیف کب واجب ہوتا ہے!

جب ہم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہد سعادت عہد پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے اور حضور کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت تک تلوار نہیں اٹھائی جب تک کہ آپ کے دشمنوں نے آپ کو اور آپ کے جانباز صحابہ کو انواع واقسام کی ایذائیں پہنچا کر جنگ کے لیے مجبور نہ کر دیا۔ اور جب تنگ آمد بجنگ آمد والی حالت پیدا ہوگئی تو آپ نے تلوار کا مقابلہ تلوار سے کیا۔ کیونکہ دشمن بعض صحابہ کو گرم پتھروں پر لٹاتے اور وہ سخت گرمی کی حالت میں شدت پیاس سے باہر زبان نکالتے اور نہایت عجز اور آہ وزاری سے پانی طلب کرتے، مگر انہیں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیا جاتا اور بعض کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا جاتا۔ عورتوں کی بے حرمتی کی جاتی۔ مسلمانوں کا باہر نکلنا دشوار ہوگیا اور زمین ان پر تنگ کر دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے جنگ کا حکم دیا۔ چنانچہ سب سے پہلی آیت جس میں مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی گئی، یہ ہے: اِنَّ اللّٰہَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوۡرٍ. اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّھُمۡ ظُلِمُوۡا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِھِمۡ لَقَدِیۡرُ نِ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِھِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ. (حج،۳۸-۳۹)

اس آیت کریمہ اسے اذن قتال کی مندرجہ ذیل وجوہات معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ جس جنگ کی صحابہ کو اجازت دی گئی تھی وہ دفاعی تھی۔

۲۔ جن کو اجازت دی گئی وہ مظلوم تھے۔

۳۔ انہیں مظلومی کی حالت میں ان کے گھروں سے نکالا گیا تھا۔

اور ان پر یہ ظلم وستم صرف اس کہنے کی وجہ سے روا رکھا گیا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے، یعنی محض اختلاف عقائد اور دین کی بناء پر انہیں قتل کیا گیا اور گھروں سے نکالا گیا۔ ایک دوسری آیت: وَقٰتِلُوۡھُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَۃٌ (بقرۃ،۱۹۳) میں قتال کی غرض بیان کی گئی ہے جو بخاری میں مذکور ہے کہ ایک شخص ابن عمرؓ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ ایک سال تو حج کرتے ہیں اور دوسرے سال عمرہ۔ اور جہاد فی سبیل اللہ تو آپ ترک کر کے بیٹھ ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے لیے بار بار ترغیب دی ہے۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، اے میرے بھائی کے بیٹے! اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اوّل اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، دوسرے پانچ نمازیں پڑھنا، تیسرے روزے رمضان شریف کے رکھنے، چوتھے زکوٰۃ دینا، اور پانچویں بشرط استطاعت

www.khatmenubuwwat.org

بیت اللہ کا حج کرنا (یعنی اس میں جہاد کا ذکر نہیں) تو اس شخص نے کہا، کیا آپ آیت: وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا. (حجرات، ۹) اور آیت: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (بقرة، ۱۹۳) نہیں پڑھتے۔ آپ نے فرمایا، ہم اس غرض کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہد میں پورا کر چکے ہیں۔ **وكان الاسلام قليلا فكان الرجل يفتن فى دينه اما قتلو واما يعذبوه حتى كثر الاسلام فلم تكن فتنه.**[1] (بخاری) یعنی اس وقت مسلمان تھوڑے اور کمزور تھے اور کفار اسلام قبول کرنے والے ہر شخص کو فتنہ وفساد اور مصائب میں مبتلا کرتے تھے۔ یا تو اُسے قتل کر دیتے، یا ہمیشہ تکلیف میں رکھتے۔ یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا اور فتنہ باقی نہ رہا۔

پس آیت اور حضرت ابن عمر کے اس قول سے ظاہر ہے کہ جہاد بالسیف اس وقت واجب ہوتا ہے جب دین کے معاملہ میں جبر واکراہ سے کام لیا جائے۔ اور جب کوئی مسلمان ہونا چاہے تو اُسے تلوار کے زور سے روکیں۔ اور اگر مسلمان ہو جائے تو اُسے قتل کر دیا جائے، یا اُسے ہمیشہ عذاب اور تکلیف دیتے رہیں۔ اور ایک مقتدا تابعی حضرت عطاء ابن ابی رباح کا جو اپنے زمانہ میں مکہ شریف کے مفتی تھے، یہی فتویٰ ہے۔ یہ علم حدیث اور فقہ میں جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر جیسے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے شاگرد رشید تھے۔

(۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا مذہب جہاد بالسیف کے بارہ میں

جہاد بالسیف کے فرض و واجب ہونے میں جو مذہب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کا تھا، وہی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ہے۔ چنانچہ آپ ایک پادری کے جواب میں فرماتے ہیں:

اور اس نکتہ چین نے جو جہاد اسلام کا ذکر کیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر برانگیختہ کرتا ہے، سو اس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افتراء نہیں۔ اگر کوئی سوچنے والا ہے، جاننا چاہیے کہ قرآن شریف یوں ہی لڑائی کے لیے حکم نہیں فرماتا۔ بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو اس پر ایمان لانے اور اس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ اور اس بات سے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں۔ اور ان لوگوں سے لڑنے کے لیے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں۔ اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔ اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔

۱۔ قادیانی مبلغ نے ازراہ دجل اس روایت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیا ہے۔ بخاری کی اس روایت میں مسلمانوں کی باہم لڑائی کا تذکرہ ہے جو یزید اور سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی اور قادیانی کفار سے جہاد کی حرمت کے لیے اسے دلیل بنا رہا ہے۔ (محمد رضوان عزیز)

www.khatmenubuwwat.org

اولئک الذین غضب اللّٰہ علیھم ووجب علی المومنین ان یحاربوھم ان لم ینتھوا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے لڑیں، اگر وہ باز نہ آئیں۔[1]

موجودہ حالات میں واقعات بالا اور شرائط مذکورہ جہاد بالسیف کی نہیں پائی جاتیں، لہٰذا حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن مجید کے عین منشا کے مطابق یہ فتویٰ دیا کہ اب دینی جنگ حرام ہے۔ آپ نے یہ فتویٰ حکم جہاد کی تنسیخ کے لیے نہیں دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر یہ افتراء کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا ہے کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے، اس لیے جہاد کی ممانعت کرتا ہے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ بن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی طبعی موت سے بمقام سرینگر کشمیر مر گیا۔ اور نہ وہ خدا تھا، نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہیں ہوں گے۔ پس تو اے نادانو! میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لیے ہم پر تلوار چلاتی ہے، قرآن شریف کی رُو سے مذہبی جنگ کرنا حرام ہے، کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔[2]

انبیاء اقدسین کا طرزِ عمل

صحابہ رضی اللہ عنہم جب کفار مکہ کے بے پناہ شدائد سے تنگ آ کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ماتحت بادشاہ حبشہ کے ملک میں چلے گئے جو ایک عیسائی بادشاہ تھا، تو مہاجرین صحابہ اس حکومت اور بادشاہ کے قوانین کی پوری پوری اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہے۔ کبھی سرکشی اور سول نافرمانی نہیں کی۔ بلکہ ان صحابہ کے قائد حضرت جعفر ابن ابی طالب نے برسر دربار بادشاہ کی تعریف کی کہ: **ان قومنا بغوا علینا و اراد وافتننا عن دیننا فخرجنا الیٰ دیارک واخترناک علی من سواک ورغبنا فی جوارک ورجونا ان لا نظلم عندک ایھا الملک۔** (تاریخ الامم الاسلامیہ للخضری، ص ۱۰۸)

کہ ہم پر ہماری قوم نے چڑھائی کی اور ہمیں ہمارے دین سے پھسلا کر فتنہ میں ڈالنا چاہا تو ہم تیرے ملک میں چلے آئے اور ہم نے دوسروں پر تجھے ترجیح دی اور تیرے قرب کو ہم نے پسند کیا اور اے بادشاہ! ہمیں امید ہے کہ تیرے ہاں ہم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ غرضیکہ ہمارے مخالف صحابہ کے طرز عمل سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ انہوں نے کسی مذہبی آزادی دینے والی حکومت سے جنگ کی ہے۔

۱۔ نور الحق، اول، روحانی خزائن، ج ۸، ص ۶۲

۲۔ کشتی نوح، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۷۵

www.khatmenubuwwat.org

حضرت سیّد احمد صاحبؒ بریلوی اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید کا مذہب

تیرھویں صدی کے مجدد سیّد احمد بریلوی اور ان کے جان باز و جاں نثار حواری مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید، جنھوں نے اپنے زمانہ کے ظالم سکھوں سے مسلمانوں کو مذہبی آزادی نہ دینے پر جہاد کیا۔ اور خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ ان کا مذہب وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ہے۔ یہ دونوں بزرگ ہستیاں ہندوستان پنجاب میں نہایت عظمت اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ سیّد اسمٰعیل شہیدؒ کو اخبار اہلحدیث میں خاتم الشہداء لکھا ہے۔ (اہلحدیث، ۱۵/مئی ۱۹۰۸ء) اور سیّد صاحب بریلوی کو نواب صدیق حسن خان صاحب نے حجج الکرامہ میں مجددین میں شمار کیا ہے۔ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری، مولف سوانح احمدی، صفحہ ۵۷ میں لکھتے ہیں:

(۱) یہ سب صحیح روایت ہے کہ اثناء قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید وعظ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔ اس وقت پنجاب کے سکھوں کا ظلم اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ ان پر جہاد کیا جائے۔

(۲) صاحب مخزن لکھتا ہے کہ (سیّد صاحب) ہر گھڑی اور ہر ساعت جہاد اور قتال کا ارادہ کرتے رہتے تھے اور سرکار انگریزی گو کافر تھی، مگر اس کی مسلمان رعایا کی آزادی اور سرکار انگریزی کی بے رو ریائی اور بوجہ موجودگی ان حالات کے ہماری شریعت کے شرائط سرکار انگریزی کے جہاد کرنے کو مانع تھیں، اس واسطے آپ کو منظور ہوا کہ اقوام سکھ پنجاب پر جو نہایت ظالم اور احکامات شریعت کی حارج اور مانع تھے، جہاد کیا جائے۔ (سوانح احمدی، ص ۴۵)

(۳) یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے۔ کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دینِ اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جاوے گا۔ کیونکہ سینکڑوں کوس سفر کر کے سکھوں کے ملک سے پار ہو کر افغانستان جانا اور وہاں برسوں رہ کر سکھوں سے لڑنا، یہ ایک ایسا امر محال ہے، جس کو ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ سیّد صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے، نہ انگریزوں کا، نہ سکھوں کا ملک لینا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ سکھوں سے بالکل جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادران اسلام پر ظلم کرتے ہیں اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی ادا کرنے کے مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر سکھ اب یہاں ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آ جائیں گے تو ہم کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور سرکار انگریزوں گو منکر اسلام ہے، مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت اسلامی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں، بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے، اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سنن سیّد

www.khatmenubuwwat.org

المرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب، طرفین کا خون بلاسبب گرادیں۔ یہ جواب باصواب سن کر سائل خاموش ہوگیا اور اصل غرض جہاد کی سمجھ لی۔

(۴) اسی کتاب سوانح احمدی کے صفحہ ۱۱۵ پر سیّد صاحب کا ایک خط درج کیا ہے، جس میں مذکور ہے، نہ با کسے از امراء مسلمین منازعت داریم نہ کسے از روساء مومنین مخالفت با کفار لئام مقابلہ داریم نہ با مدعیانِ اسلام۔ صرف بادراز موئیاں (لمبے بال والے یعنی سکھ) بویان مقابلہ ایم۔ نہ باکلمہ گویان۔ ونہ اسلام جویان ونہ با سرکار انگریزی کہ او مسلمان رعایائے خودرا برائے ادائے فرائض مذہبی شان آزادی بخشیدہ است۔

(۵) اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۸ پر لکھا ہے:

اس سوانح اور نیز مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیّد صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔

اب ایک طرف قرآن مجید وحدیث اور صلحائے امت اور مجددین ملت ہیں، جو حضرت سیّدنا مسیح موعود علیہ السّلام کی مسئلہ جہاد میں تائید کرتے ہیں اور دوسری طرف گواہان اور مختاران مدعیہ ہیں جو علوم شرعیہ سے محض ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام پر تنسیخ جہاد کا الزام لگاتے ہیں۔ اس سے عدالت بخوبی معلوم کرسکتی ہے کہ کون سا فریق حق پر ہے۔

قرآن مجید سے امکانی نبوت پر دلائل

ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ۔ مذکورہ دلائل میں سے دلیل نمبر ا کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ آیت: یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ (اعراف، ۳۵) میں خطاب ان بنی آدم سے ہے جو حضرت آدم علیہ السّلام کے وقت میں تھے۔ اور اس کے لیے انہوں نے ابن جریر کے ایک روایت پیش کی ہے اور ابن جریر کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے خود لکھا ہے کہ وہ رئیس المفسرین ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آیت کا مفہوم اس کے سیاق وسباق سے خود بخود واضح ہو تو ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ روایت کے پیچھے پڑیں۔ اور اگر کوئی روایت اس صریح مفہوم کے جو کہ سیاق وسباق سے ظاہر ہوتا ہے۔ مخالف مفہوم بیان کرتی ہو تو وہ روایت، بوجہ قرآن مجید کے صریح مفہوم کے مخالف ہونے کے، ساقط عن الاعتبار ہوگی۔

چنانچہ آیت متنازعہ فیہ کے سیاق وسباق سے وہی مفہوم ثابت ہوتا ہے جو گواہانِ مدعا علیہ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ اسی آیت سے پہلے بھی بنی آدم کے ساتھ خطاب موجود ہے۔ جو یہ ہے: یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ. (اعراف، ۳۱) اس آیت میں یا بنی آدم کے ساتھ جو خطاب کیا گیا ہے تو وہ انہیں لوگوں کے لیے ہے جو نزول قرآن مجید کے وقت موجود تھے، یا بعد میں آئیں گے۔ اور اس آیت کی تفسیر میں صحیح مسلم میں بھی آیا ہے کہ مشرک مرد اور عورتیں بیت اللہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے تھے۔ اور اسے موجب ثواب سمجھتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاردی: خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ...... یعنی ننگے طواف نہیں کرنا چاہیے۔ اور اس آیت کے شانِ نزول میں جو بھی

www.khatmenubuwwat.org

روایات آتی ہیں، انہیں معنوں کی مؤید ہیں۔ اوراس سے بھی پہلی آیت: یٰبَنِیٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ (اعراف، ۲۷) سے بھی ظاہر ہے کہ یہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے۔ اور سورت کا ابتلاء بھی انہیں معنوں کی تائید کرتا ہے۔ اور حضرت آدم کا واقعہ بھی ضمنی طور پر درمیان میں آیا ہے۔ اور آیت متنازعہ فیہا کے بعد جو آیات ہیں، وہ بھی ہمارے معنوں کی تائید کرتی ہیں۔ کیونکہ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے منکرین مکذبین کے متعلق فرمایا ہے کہ قَالَ ادْخُلُوْا فِیٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ. (اعراف، ۳۸) کہ مکذبین کو ان کی وفات کے بعد کہا جائے گا کہ تم بھی آگ میں ان امتوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ جو تم میں سے قبل جن اور انس سے گزر چکی ہیں۔

پس یہ آیت بھی بتا رہی ہے کہ آیت متنازعہ فیہا میں انہیں لوگوں سے خطاب ہے۔ جن سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں۔ اور وہ وہی لوگ ہیں جو قرآن کریم کے نزول کے وقت موجود تھے، یا ان کے بعد آنے والے تھے۔ اور یہی بات گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں بحوالہ اتقان امام جلال الدین سیوطی کی کتاب سے نقل کی تھی، جس کے ہوتے ہوئے مختار مدعیہ نے صریح غلط بیان کی کہ گواہان مدعا علیہ نے اس پر کوئی نقل پیش نہیں کی۔ اور جو روایت مختار مدعیہ نے پیش کی ہے، وہ کوئی مرفوع متصل نہیں ہے۔ اور اس کا نفس مضمون اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور اس کی ذرّیت کو اپنی ہتھیلی میں رکھا اور پھر ان کو اے بنی آدم سے خطاب کیا۔ اوّل تو اس میں آدم اور اس کی اولاد کا ہتھیلی میں رکھنے کا ذکر ہے۔ اور خطاب میں آدم کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ دوسرے قرآن مجید میں مطلقاً اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں ہے کہ یہ قول جس کا حکایتاً عن الماضی ہے، ثالثاً اس روایت کے راوی بھی کوئی زیادہ ثقہ نہیں۔

چنانچہ عبدالرحمٰن بن زیاد کے متعلق ابن قطان نے کہا ہے کہ بعض اس کو ثقہ کہتے ہیں؛ **ولکن الحق فیه انه ضعیف.** یعنی اس کے متعلق سچی بات یہی ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال)

اور ایک راوی ہیاج ہے، جس کے متعلق یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ اور مرّہ نے کہا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ اور پھر یہ روایت بھی صحابی سے نہیں، بلکہ تابعی سے ہے۔ اور تابعین کے متعلق لکھا ہے:

قال شعبة بن الحجاج وغیره اقوال التابعین فی الفروع لیست حجة فکیف تکون حجة فی التفسیر.

کہ شعبہ وغیرہ نے کہا ہے کہ تابعین کے اقوال تو ضروریات دین میں بھی حجت نہیں تو وہ تفسیر میں کیسے حجت ہو سکتے ہیں۔ (ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان، ج۱،ص۷)

اور علاوہ ازیں تفسیروں میں جو روایات آئی ہیں، ان کے متعلق بزرگانِ سلف نے کوئی اچھی رائے ظاہر نہیں کی۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

هذالتفاسیر التی اسندوها الی ابن عباس غیر مرضیة. ورواتها مجاهیل. (اتقان، ج۲،ص۲۲۴،مصری)

یعنی یہ لمبی لمبی تفسیریں جن کو ابن عباس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، وہ سب ناپسندیدہ ہیں۔ اور ان کے راوی مجہول ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: **وقد جمع المتقدمون فی ذٰلک وادعوا الا ان کتبهم ومنقولاتهم تشتمل**

www.khatmenubuwwat.org

علی الغث والسمین والمقبول والمردود. (مقدمہ ابن خلدون، ص۲۶۰، مصری)

یعنی متقدمین نے تفسیری باتیں جمع کی ہیں اور ایک حد تک خوب احاطہ کیا۔ مگر ان کی کتب میں اور ان کی درج شدہ باتوں میں اعلیٰ اور ناقص، مقبول و مردود سب قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ پھر صفحہ ۲۶۱ میں لکھا ہے: **فامتلات التفاسیر من المنقولات عندھم الی مثل ذالک.** یعنی متقدمین کی تفاسیر محض منقول باتوں سے بھر گئیں۔ جو ان تک یہودیوں اور عیسائیوں سے پہنچی ہیں۔ اور وہ سب ایسی ہی خبریں ہیں جو یہود و نصاریٰ کی روایات پر مشتمل ہیں۔ اور وہ تفسیر ایسی نہیں ہیں جو احکام سے متعلق ہوں کہ ان اقوال کی صحت کی جائے تا ان پر عمل واجب ہو اور ایسی صحت تلاش کرنے کے بارہ میں مفسرین نے بہت تساہل استعمال کیا ہے۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ابن جریر کو رئیس المفسرین لکھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو کچھ اس نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے، وہ صحیح ہے۔ بلکہ آپ نے اسے رئیس المفسرین علماء متقدین کے قول کے مطابق لکھا ہے۔ چنانچہ فتح البیان، جلد اوّل، صفحہ ۱۰۳/۱۰ میں بحوالہ اتقان مصنفہ امام جلال الدین سیوطی لکھا ہے: **کتابه اجل التفاسیر واعظمها یتعرض لتوجیه الاقوال و ترجیح بعضها علی بعض والاعراب والاستنباط فهو یفوق بذالک علی تفاسیر المتقدین.** (فتح البیان، جلد اوّل، ص۱۰)

کہ ابن جریر کی کتاب تفسیر باقی تفسیروں کی نسبت جلیل اور عظیم الشان ہے، کیونکہ وہ اقوال کی توجیہ کرتا۔ اور بعض قولوں کو بعض پر ترجیح دیتا ہے اور خود استنباط کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی تفسیر متقدمین کی تفسیروں پر فوقیت رکھتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ابن جریر کی جو روایات آئینہ کمالات اسلام میں لکھی ہیں، وہ بطور استدلال نہیں لکھیں بلکہ پہلے قرآن مجید کی آیت سے ایک مضمون بیان کیا ہے اور تائیدی طور پر ان روایات کو فریق مخالف پر اپنا مدعا منوانے کے لیے ذکر کی ہیں۔ اور ایسا کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابن جریر نے اپنی تفسیروں میں جو روایات درج کی ہوں، ان کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ مختار مدعیہ نے اس امر کے یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کے لوگوں کو یا بنی آدم کی بجائے **یآیھا الناس** سے قرآن مجید میں خطاب کیا جاتا تھا اور یا بنی آدم سے جو یہاں خطاب کیا گیا ہے تو اس کا امت محمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ آدم سے لے کر بعد کے تمام لوگوں کو خطاب ہے۔ اور اس آیت میں ذات آدم کو جو خطاب تھا، اس کا حکم خاتم النّبیین سے ختم ہو چکا تھا۔

سو جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، اس آیت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے۔ اور اتقان میں بھی امام جلال الدین سیوطی نے یہی لکھا ہے۔ لیکن مختار مدعیہ پر اس کو واضح کرنے کے لیے نامناسب نہ ہوگا کہ اس کے مسلم مقتداء بانیِ مدرسہ دیوبند کا قول بھی ذکر کر دیا جاوے کہ یا بنی آدم سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

علیٰ ہذا القیاس۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کے آدمیوں کو خداوند کریم اس آیت میں: **يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ.** (اعراف، ۲۷) اور نیز اور آیت میں بنی آدم فرماتا ہے۔ حالانکہ حضرت کا ان میں سے کوئی بھی بیٹا نہ تھا۔ اگر تھے بھی تو

www.khatmenubuwwat.org

کہیں اڑسنگ کے پڑسنگ جا کر اولاد کی اولاد ہوتی ہے۔ (ہدیۃ الشیعہ، ص ۲۹۰)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آیت کے ما لحق و ما سبق کی رُو سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے۔ تو مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ اس کا حکم آیت خاتم النبیین سے ختم ہو چکا، غلط ہو گیا۔ کیونکہ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی قسم کے رسول کا آنا ممتنع اور محال تھا تو اس آیت کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ نیز نسخ احکام میں ہوا کرتا ہے نہ کہ اخبار میں۔ اور یہ بات کہ آئندہ رسول آئیں گے، از قبیل اخبار ہے، نہ از قبیل احکام۔

اور اما یاتینکم میں فرضی صورت دلالت نہیں کرتا۔ جیسا کہ مختار مدعیہ نے کہا ہے، بلکہ امر واقع کا بیان ہے۔ ورنہ منکرین نبوت جمیع انبیاء تو یہ بھی کہہ دیں گے کہ اما یاتینکم من ھدی بھی فرضی صورت پر دلالت کرتا ہے، ورنہ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ واقع میں بھی آئیں گے۔ جب خدا تعالیٰ انسانوں کو مخاطب کر کے ایک خبر دیتا ہے تو اس سے مراد فرضی صورت نہیں ہوا کرتی۔

معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعیہ کو یہ وہم صرف امّا سے پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ عربی زبان میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ مضارع مؤکد بنون تاکید پر لام کی بجائے امّا بھی آ جاتا ہے۔ اور وہ فرض کے لیے نہیں جیسے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مریم کو فرمایا: فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا. (مریم، ۲۶) اب ظاہر ہے کہ حضرت مریم سے خدا تعالیٰ نے امّا ترین کلام کی تھی تو اس کی مراد یہی تھی کہ تو انسان کو دیکھے تو ان سے کلام نہ کرنا۔ چنانچہ انہوں نے موقعہ پر انہیں جواب دینے کی بجائے اپنے بچے کی طرف اشارہ کر دیا تو اس نے ان سے کلام کی۔ پس اسی طرح اس آیت میں بھی فرضی صورت میں کلام نہیں کیا گیا۔

دوسری آیت: قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ. (بقرۃ، ۱۲۴)

اس آیت سے گواہ مدعا علیہ نمبر ۲ نے یہ استدلال کیا تھا کہ اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کی ذریت سے نبی بنانے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ اور امتناع نبوت کی وجہ ان کا ظالم ہونا بتائی ہے کہ یہ وعدہ اس وقت تک پورا ہوتا رہے گا جب تک کہ وہ ظالم نہ ہوں۔

پس دو ہی صورتیں ہیں: یا تو یہ تسلیم کیا جاوے کہ تمام آل ابراہیمؑ ظالم ہو گئی ہے، اور یا یہ مانا جائے کہ ان میں نبوت کا پایا جانا ممکن ہے۔

اس پر مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اوّل ذرّیت کا لفظ جسمانی نسل پر بولا جاتا ہے، روحانی پر نہیں۔ دوم جسمانی طور پر مرزا صاحب ذریت ابراہیم سے نہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ذریت کا لفظ عربی زبان میں روحانی نسل پر بولا جاتا ہے۔ مختار مدعیہ پر حجت قائم کرنے کے لیے میں یہاں پر لغت عرب کے حوالے چھوڑتا ہوا صرف اس کے مقتدا و مسلمہ عالم بانیِ مدرسہ دیوبند کے قول پیش کر دینے پر اِکتفا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

ہو سکے ہے کہ ذریت سے مراد مرید اور متبع ہی مراد ہو۔ چنانچہ عربیت کے محاورات میں اپنے زمرہ کے لوگوں کو آل اور

www.khatmenubuwwat.org

ذریت کہہ دیا کرتے ہیں۔ (ہدیۃ الشیعہ، ص۳۰۴)

اس سے اعتراض کی پہلی جز، جس میں مختار مدعیہ کی تحدی پائی جاتی تھی کہ ذریت کا لفظ صرف جسمانی اولاد پر بولا جاتا ہے، غلط ثابت ہوئی۔ اور دوسری جز تو بدیہی طور پر باطل ہے، کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد سے ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: **واللّٰہ جمع فیھم نسل اسحاق واسماعیل من کمال الحکمۃ والمصلحۃ.** (استفتاء، ص ۷۷) کہ میرے باپ دادوں میں کمال حکمت اور مصلحت کی بنا پر اسحاق اور اسماعیل کی نسل جمع ہوگئی۔ پس آپ بلا ریب ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں۔ کیونکہ اگر آپ کو نبی فارس مانا جائے تو بھی آپ حضرت اسحاق کی اولاد ہونے کی وجہ سے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے ہیں۔ اور اگر مغل یعنی ترکی نژاد سمجھا جائے تو بھی۔ کیونکہ ترک ابراہیمؑ کی لونڈی (بیوی) قطورہ کی اولاد سے ہیں۔ جیسے عرب حضرت ہاجرہ کی اولاد سے اور ترکوں کا قطورہ کی اولاد سے ہونے کا ذکر ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ، ص ۵۶)

تیسری آیت: اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (حج، ۷۵) کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مضارع کا صیغہ حال اور مستقبل کے لیے یکساں طور پر استعمال نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر وہ حقیقی طور پر دونوں زمانوں پر دلالت کرتا ہے تو وہ لفظ مشترک ہوا۔ مگر مشترک میں دونوں معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ اس کے جواب میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ مضارع کا حال اور استقبال دونوں کے لیے یکساں طور پر ہونا جب تک کہ کوئی قرینہ کسی ایک میں سے اس کو مختص نہ کرے، ہر ایک شخص جو عربی زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، جانتا ہے۔

چنانچہ منجد میں لکھا ہے: المضارع صیغۃ الفعل التی تدل علی الحال او الاستقبال۔ کہ مضارع فعل کا ایک صیغہ ہے جو حال یا استقبال پر دلالت کرتا ہے۔ اور خود گواہان مدعیہ میں سے گواہ نمبرا نے جرح کے جواب میں تسلیم کیا ہے۔

کہ مضارع کا صیغہ حال اور استقبال دونوں کے لیے آتا ہے۔

اور کسی لفظ کا دونوں معنوں میں مشترک ہونا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ اگر کسی جگہ اس کے دونوں معنی لگ سکتے ہوں تو صرف اشتراک کی وجہ سے نہ لیے جائیں۔ مثلاً جب یہ کہا جائے کہ رأیت عینہ اور اس سے مراد آنکھ اور چشمہ دونوں ہو سکتے ہوں تو دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں، جب تک کہ اسے کوئی خاص قرینۂ ایک معنی میں معین نہ کردے اور آیت میں یہ صیغہ خدا کے لیے استعمال ہوا، اس لیے بیان استمرار کے معنی ہی موزوں ہو سکتے ہیں۔

چوتھی آیت: اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ. صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ (فاتحہ، ۵-۶) کے متعلق مختار مدعیہ نے جرح میں ایام الصلح، صفحہ۱۶۳ کا حوالہ دیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے اس آیت کے وہ معنی نہیں کیے جو گواہان مدعا علیہ نے کیے ہیں۔ ایام الصلح میں آپ آیت لکھ کر فرماتے ہیں:

''اس جگہ مفسر قائل ہیں کہ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی ہدایت سے غرض تشبیہ بالانبیاء ہے، جو اصل حقیقت کا اتباع ہے۔''

www.khatmenubuwwat.org

اس عبارت سے آپ نے ان لوگوں کو جواب دے دیا ہے جو ایک مستقل نبی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی دوبارہ آمد کے قائل تھے۔ اور مخالفین کے اس قول کا کہ مثیل نبی نبی ہوتا ہے، جواب دیا ہے۔ اور مفسرین کے قول سے یہ ثابت کیا ہے کہ کسی کو نبیوں کے ساتھ تشبیہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ نبی ہے۔ اور یہ معنی ان معانی سے جو گواہان مدعا علیہ نے کیے ہیں، متضاد نہیں ہیں۔ کیونکہ ایام الصلح میں جس قسم کی نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ اس قسم کی نبوت گواہان مدعا علیہ اس آیۃ سے ثابت نہیں کرتے اور اس قسم کی نبوت اس آیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے خود ثابت کی ہے۔ جیسا کہ کشتی نوح، صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں: کیا ضروری نہیں کہ اس امت میں بھی کوئی نبیوں اور رسولوں کے رنگ میں نظر آئے، جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں کا وارث اور ان کا ظل ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ اس امت میں اس زمانہ میں ہزار ہا یہودی صفت لوگ پیدا کرے اور ہزار ہا عیسائی مذہب میں داخل کرے۔ مگر ایک شخص بھی ایسا نہ ظاہر کرے کہ جو انبیاء گذشتہ کا وارث اور ان کی نعمت پانے والا ہوتا۔ پیشگوئی جو آیت: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے مستنبط ہوتی ہے۔ وہ ایسی پوری ہو جائے جیسا کہ یہودی اور عیسائی ہو جانے کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔[1]

مختار مدعیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے جو اس آیت کا ترجمہ کیا ہے کہ ہمیں ان لوگوں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا، یہ غلط ہے۔ حالانکہ اس پر آیت میں جو دعا ہے، اس کا یہی مفہوم ہے جو گواہان مدعا علیہ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ ایک مومن یہ دعا نہیں کرتا کہ وہ ان کا رستہ ہی دیکھنے پر خوش ہو جائے اور اسے منعم علیہ گروہ میں داخل نہ کیا جائے۔ اگر وہ منعم علیہ گروہ میں داخل نہیں ہوگا تو یقیناً مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ، یا ضَّآلِّيْنَ میں سے ہوگا۔ اور آیت: مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ (نساء، ۶۹) پر مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت میں معیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ نبی ہو جائیں گے، بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ان کے ساتھ ہوں گے اور اپنی تائید میں ایک تو بخاری سے حدیث پیش کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی وفات کے وقت یہ آیت: مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ پڑھی اور دوسری حدیث: التاجر الصدوق الامین مع النبیّین.[2] تاجر صدوق امین نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

ان دونوں روایتوں سے مختار مدعیہ نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اس آیت سے جو مفہوم گواہان مدعا علیہ نے نکالا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں روایتیں اس مفہوم کے مخالف نہیں ہیں، جو گواہان مدعا علیہ نے پیش کیا ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ آیت وفات کے وقت پڑھی تو اس پڑھنے سے کس طرح ثابت ہوگیا کہ آپ کی مراد اس آیت سے یہ ہے کہ آپ نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوں، اور نبیوں میں شامل نہ ہوں۔ حالانکہ آنحضرت تو نبی ہی نہیں، بلکہ خاتم النبیّین تھے۔ پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تو بے شک نبیوں ہی کے رتبہ میں ہوں گے، کیونکہ آپ نبی تھے اور تاجر صدوق بھی ضرور انہیں لوگوں میں سے ہوگا، جن پر خدا کا انعام ہوا تو وہ بھی اپنے مقام کے لحاظ سے ضرور ان چاروں گروہوں میں شامل ہوگا۔

۱۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۴۷-۴۸

۲۔ التاجر الصدوق...... سنن ترمذی، رقم ۱۲۰۹

www.khatmenubuwwat.org

اس کے قطعاً یہ معنی نہیں ہیں کہ اگر وہ نبی نہیں تو نبیوں کے ساتھ ہوگا اور اگر صدیق نہیں تو صدیقوں کے ساتھ ہوگا اور اگر یہ مراتب آخرت کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں تو پھر بھی کوئی عقلمند اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ چاروں گروہ جنت میں ایک ہی مقام پر ہوں گے، بلکہ ان کے مقامات اور مراتب کا مختلف ہونا ایک بدیہی امر ہے۔ پس تاجر صدوق ان چاروں مراتب میں سے جن مرتبہ میں ہوگا، وہ اس مرتبہ والوں میں شامل ہوگا۔ اور اگر مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ کے معنی بقول مختار مدعیہ یہ لیے جائیں کہ وہ ان کے ساتھ ہوں گے، نہ یہ کہ ان میں سے ہوں گے تو آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ جو خدا اور رسولوں کی اطاعت کریں گے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کیا، لیکن وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے جن پر خدا کا انعام ہوا، یعنی امت محمدیہ منعم علیہ گروہ کے ساتھ تو ہوگی، لیکن منعم علیہ نہیں ہوگی، نبیوں کے ساتھ ہوں گے، لیکن نبی نہ ہوں گے۔ شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوں گے، لیکن شہید اور صالح نہ ہوں گے۔

اور اس مفہوم کو کوئی عقلمند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں۔ یہ بات کہ صرف مع کے معنی ایسی معیت کے ہوتے ہیں کہ جن کے ساتھ کسی کو معیت حاصل ہے، ویسا ہی ہو جائے اور اس کا بھی وہی مقام ہو جو دوسرے کا مقام ہے تو یہ معنی قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو دعا سکھاتا ہے جس میں وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ (آل عمران،۱۹۳) کے الفاظ موجود ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں نیکوں کے ساتھ وفات دے۔ یہاں پر مع سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ جس دن نیک مریں، اس دن ہمیں بھی مار ڈال، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں ایسی حالت میں وفات دے کہ ہم نیک ہوں۔

اسی طرح ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے متعلق فرمایا ہے: اَبٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ. (حجر،۳۱) اور دوسری آیت میں فرمایا: لَمۡ یَکُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ. (اعراف،۱۱) تو ایک آیت میں مع استعمال کیا اور دوسری میں من استعمال کیا، جن سے ثابت ہوا کہ مع بمعنی من بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح امام فخر الدین رازی آیت: فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰھِدِیۡنَ (آل عمران،۵۳) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **عن ابن عباس اکتبنا مع الشاھدین ای اکتبنا فی زمرۃ الانبیاء لان کل نبی شاھد لقولہ قال اللّٰہ تعالٰی فلنسئلن الذین ارسل الیھم ونسئلن المرسلین وقد اجاب اللّٰہ تعالٰی دعاء ھم وجعلھم انبیاء ورسلہ فاحیوا لموتی وصنعوا کل ما صنع عیسٰی علیہ السّلام.**

(۲) انہ تعالٰی قال شھد اللّٰہ انہ لآ الٰہ الا ھو والملآئکتہ واولوا العلم فجعل اولوا العلم من الشاھدین وقرن ذکرھم بذکر نفسہ وذالک درجۃ عظیمہ ومرتبۃ عالیہ فقالوا فاکتبنا مع الشاھدین ای اجعلنا من تلک الفرقۃ الذین قرنت ذکرھم بذکرک.

(۳) فاکتبنا مع الشاھدین ای اجعلنا ممن یکون فی شھود جلالک حتی نصیر مستحقرین لکل مایصل الینا من المشاق والمتاعب فحنیئذٍ یسھل علینا الوفاء بما التزمناہ من نصرۃ رسولک ونبیک. (تفسیر کبیر، ج ۲،ص ۶۸)

ان مذکورہ بالا تینوں عبارتوں کا بالترتیب ترجمہ حسب ذیل ہے:

www.khatmenubuwwat.org

۱۔ ابن عباس نے فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ کا جو ترجمہ کیا ہے کہ ہمیں انبیاء کے زمرہ میں لکھ لے، کیونکہ ہر ایک نبی اپنی قوم پر شاہد ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم رسولوں سے بھی دریافت کریں گے اور ان سے بھی جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول کیا اور انہیں انبیاء اور رُسل بنایا پھر انہوں نے مردے زندہ کیے اور انہوں نے وہ تمام باتیں کر دکھائیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے کی تھیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے فرشتوں اور اہلِ علم نے اس بات کی گواہی دی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس اہلِ علم کو بھی خدا نے گواہ ٹھہرایا ہے اور ان کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے۔ اور یہ ایک بڑا درجہ اور اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے۔ تو انہوں نے یہ دعا کی کہ ہمیں شاہدوں کے ساتھ لکھ لے۔ یعنی ہمیں اس فرقہ میں سے کر دے جس کا ذکر تو نے اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر کیا ہے۔

۳۔ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ. یعنی ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو تیرے جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں، تاکہ ہم تمام مشقتوں اور تکلیفوں کو جو ہمیں پہنچیں، حقیر جانیں۔ اور جو ہم نے تیرے رسول اور تیرے نبی کی نصرت کا عہد اپنے اوپر لیا ہے، اسے سہولت کے ساتھ بجا لا سکیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ ان صفات کا جن کا ایک مومن میں پایا جانا ضروری ہے، ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے: **فاؤلئک مع المومنین.** یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے تو اس آیت میں **مع المومنین** کے معنی یہی ہیں کہ وہ مومن ہوں گے۔ اور اسی طرح لسان العرب میں **کونوا مع الصادقین** کے معنی کونوا صادقین لکھے ہیں کہ تم صادق بنو۔

مختار مدعیہ نے اپنے خیال میں ایک بہت بڑا یہ اعتراض کیا ہے کہ اس طرح تو **وھو معکم** سے کبھی بندہ بھی خدا ہو جاء گا۔ کیا مختار مدعیہ خدا کی بندے سے معیت اور ایک انسان سے انسان کی معیت کو ایک ہی قسم کی جانتا ہے۔ خدا کی معیت تو انسان کی معیت سے بالکل علیحدہ چیز ہے۔ اس سے اسے انسانوں کی انسانوں سے معیت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ پس آیت متنازعہ فیہا کے یہ معنی ہوئے کہ خدا اور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرنے والے بھی ان لوگوں میں سے ہوں گے۔ خیر خدا تعالیٰ کا انعام ہوا یعنی نبی، صدیق اور صالحین میں سے، یعنی جو جس مرتبہ کے لائق ہوگا، اسے خدا تعالیٰ وہ مرتبہ عطا کرے گا۔

اور آیت: **واذاخذنا میثاق النبیین ومنک ومن نوح.** اور اسی طرح: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ. (آل عمران، ۱۷۹) اور ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (انعام، ۸۸) سے گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے بقاء نبوت پر جو استدلال کیا ہے، وہ اس کے بیان میں تفصیل سے مذکور ہے۔ اور مختار مدعیہ نے اس پر جو سوالات کیے، ان کا جواب بھی اس میں موجود ہے۔

البتہ آیت: لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور، ۵۵) کے متعلق جو بحث مختار مدعیہ نے کی ہے، وہ قابلِ التفات ہے۔

گواہ مدعا علیہ نے یہ آیت خلافت جسمانی اور خلافت روحانی دونوں پر چسپاں کی ہے۔ لیکن مختار مدعیہ نے ۱۲/اکتوبر کی بحث میں کہا ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (نور، ۵۵) سے مراد صرف صحابہ ہیں۔ خلافت فی الارض کے معنی نبی بنانے کے

نہیں، جن بنی اسرائیل کی خلافت ارضی کے ساتھ ان کو تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کے متعلق قرآن میں تصریح ہے کہ اس سے سرزمین بیت المقدس کی حکمرانی مراد ہے، نبوت وغیرہ نہیں۔ لہٰذا یہاں بھی حکمرانی مراد ہے۔ جو صحابہ کرام کی حکمرانی سے پوری ہو چکی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ سے صرف صحابہ کو مراد سمجھنا الفاظ قرآن کریم کی عمومیت کا بلا دلیل باطل کرنا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جو خطابات مومنوں سے کیے گئے ہیں، ان سے صرف صحابہ ہی مقصود نہیں، بلکہ امتی لوگ بھی مراد ہیں۔ چنانچہ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ (نساء،۱۱) میں بھی يُوْصِيْكُمُ اور اَوْلَادِكُمْ میں وہی خطاب موجود ہے۔ اب اگر اسی خطاب کے مخاطب صرف صحابہ ہی لیے جائیں تو پھر دوسرے امتی اسی حکم سے آزاد ہو جائیں گے۔ چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب اس آیت کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ متکلم اس کے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں اور مخاطب امتی۔ (ہدیۃ الشیعہ، ص ۲۵۵)

پس آیت مذکورہ بالا میں بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے والے امتی مراد ہیں۔ اور یہ کہنا کہ یہ آیت صرف خلافت جسمانی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، خلافت روحانی سے نہیں، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خلافت جسمانی یعنی بادشاہت تو ایسے لوگوں کو بھی مل جاتی ہے جو نیک اور مومن نہیں ہوتے۔ پس محض خلافت جسمانی کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ مقید کرنا واقعہ کے لحاظ سے غلط ہے۔

نیز اس کا جو نتیجہ دین کا مضبوط ہو جانا نکالا گیا ہے، یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ آیت میں صرف خلافت جسمانی مراد نہیں ہے، بلکہ خلافت روحانی بھی۔ اور دین کو متمکن کرنے والی درحقیقت خلافت روحانی ہوتی ہے، نہ کہ خلافت جسمانی۔ اگر مختار مدعیہ اس امر کی دلیل پہلے مفسرین سے چاہے تو تفسیر کبیر موجود ہے۔ امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان الاستخلاف بالمعنی الذی ذکرتموہ حاصل بجمیع الخلق فالمذکور ھٰھنا فی معرض البشارۃ لا بدوان یکون مغایر الہ واما قولہ تعالیٰ کما استخلف الذین من قبلھم فالذین کانوا قبلھم قد کانوا خلفاء تارۃ بسبب النبوۃ وتارۃ بسبب الامامۃ والخلافۃ حاصلۃ فی الصورتین (تفسیر کبیر، ج ۶، ص ۴۲۸، ۴۲۹) یعنی جن معنوں میں اختلاف کا تم نے ذکر کیا ہے اور خلافت جسمانی مراد لی ہے تو یہ خلافت تو تمام مخلوقات کو حاصل ہے۔ پس جس خلافت کا یہاں بطور بشارت کے ذکر کیا گیا ہے، ضروری ہے کہ وہ اس کے مغایر ہو اور اللہ تعالیٰ کے قول میں جو پہلوں کے استخلاف کا ذکر کیا گیا ہے تو جو لوگ مسلمانوں سے پہلے تھے، ان میں خلفاء کبھی نبوت کی وجہ سے اور کبھی امامت کی وجہ سے ہوئے تھے اور خلافت ان دونوں صورتوں میں حاصل ہوتی ہے۔

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ جیسے پہلے خلافت روحانی و جسمانی تھی، ویسے ہی اس امت میں بھی ہوگی۔ پھر اس کی اور وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واما قولہ کما استخلف الذین من قبلھم یعنی کما استخلف ھارون ویوشع و داؤد وسلیمان وتقدیر النظم یستخلفنھم کما استخلف الذین من قبلھم من ھؤلاء الانبیاء علیھم السلام.

یعنی خدا تعالیٰ کے قول کہ جیسے ان سے پہلے خلیفے بنانے سے مراد ہارون اور یوشع اور داؤد اور سلیمان وغیرہ خلیفے ہیں اور اس

آیت کے معنی ہے کہ خدا ان کو ان پہلے نبیوں کے خلیفے بنانے کی طرح خلیفے بنائے گا۔

اور لکھتے ہیں: واما قولہ تعالیٰ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم وھو الاسلام. (تفسیر کبیر، ج ۶، ص ۴۲۸، ۴۲۹)

کہ ولیمکنن لھم کے معنی یہ ہیں کہ خدا ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، یعنی اسلام کو ثابت اور مضبوط کرے گا۔ اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو استدلال اس آیت سے گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے خلافت روحانی اور جسمانی پر کیا ہے، وہی صحیح ہے۔

احادیث سے امکان نبوت کا ثبوت!

ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱

مختار مدعیہ نے نواس بن سمعان کی حدیث پر جس میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے لقب سے پکارا ہے۔ یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ازالہ اوہام، ص ۲۳۷ میں لکھا ہے کہ ''اس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکہ کھایا ہے۔''

جواب:

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا اس قول سے قطعاً یہ منشاء نہیں ہے کہ نواس کی روایت موضوع ہے اور اس میں جو لفظ نبی اللہ کا وارد ہوا ہے، وہ صحیح نہیں ہے، بلکہ دجال کے متعلق جو بعض باتیں جو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیثوں سے اختلاف رکھتی ہے۔ صرف ان کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ نواس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکہ کھایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''اب حاصل کلام یہ ہے کہ وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے، خود مسلم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے۔ اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ نواس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکہ کھایا ہے۔ یہ فرض صاحب مسلم کے سر پر تھا کہ وہ اپنی ذکر کردہ حدیث کا تعارض اپنی قلم سے رفع کرتے۔ مگر انہوں نے جو ایسے تعارض کا ذکر تک نہیں کیا۔ تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد المنکدر کی حدیث قطعی اور یقینی سمجھتے تھے اور نواس بن سمعان کی حدیث کو از قبیل استعارات و کنایات خیال کرتے تھے اور اس کی حقیقت کو حوالہ بخدا کرتے تھے۔'' (ازالہ اوہام، بار پنجم، ص ۱۰۱)

اور اس امر کا ذکر کہ آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہہ کر پکارا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی متعدد کتب میں کیا ہے۔ اور مختار مدعیہ نے سراج منیر، صفحہ ۳ سے جو حوالہ پیش کیا ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ حدیثوں میں مسیح موعود کے لیے جو نبی کا لفظ آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔

وہ اس لحاظ سے ہے کہ حقیقی نبی سے آپ صاحب شریعت اور مستقل نبی مراد لیتے ہیں۔ اور اس کے مقابل میں آپ

www.khatmenubuwwat.org

فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کو جو حدیثوں میں نبی کہا گیا ہے تو اس سے مراد حقیقی نبی نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث کہ ابوبکر میری امت میں سب سے افضل ہیں، مگر یہ کہ کوئی نبی ہو۔ یہ اتنی واضح حدیث تھی کہ اس پر مختار مدعیہ کو چاہیے تھا کہ وہ خاموش رہتا، مگر اس پر بھی اس نے کہہ دیا کہ اس جگہ الا ان یکون نبی سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں۔ جو حقیقی طور پر نبی ہیں۔ حالانکہ حدیث میں ایک تو نبی کا لفظ نکرہ واقع ہوا ہے، جس کو کسی خاص فرد کے ساتھ مخصوص کر دینا صحیح نہیں، دوسرے اس حدیث کے الفاظ میں یہ امر صاف مذکور تھا کہ ابوبکر اس امت میں سب سے افضل ہے۔ مگر یہ کہ کوئی نبی ہو، یعنی اگر امت میں سے کوئی نبی ہو تو وہ افضل ہوگا۔ کیونکہ اس میں حضرت ابوبکر کا مقابلہ پہلے انبیاء سے نہیں تھا، بلکہ اس سے ہے جو کہ اس امت میں سے آئے۔

پس اس حدیث سے ایک تو نبی کا آنا ثابت ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ وہ امتی ہوگا جس نے تمام کمالات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کے نتیجے میں حاصل کیے ہوں گے۔

۲۳

خلاصہ ملاحظہ ہو!

بیان مطبوعہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۱، صفحہ ۹۶، ۹۷

تیسری وجہ تکفیر کا رد

گواہان مدعیہ نے تیسری وجہ تکفیر یہ بیان کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے قیامت اور نفخ صور وغیرہ اور قیامت کے دن مردوں کے قبروں سے جی اٹھنے وغیرہ سے انکار کیا ہے۔

اس کا جواب ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ۱

نیز ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالہ جات، جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے صاف طور پر بعث بعد الموت اور روزِ قیامت اور اعمال کی جزا و سزا کا صریح طور پر اقرار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

۱۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔
آمنت باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ فاتقوا اللّٰہ ولا تقولوالست مسلما واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون.[۱]

۲۔ **وتعتقد ان الجنۃ حق والنار حق وحشر الاجساد حق.** یعنی ہمارا اعتقاد ہے کہ جنت برحق ہے اور جہنم بھی برحق ہے، حشر اجساد بھی برحق ہے۔[۲]

۱۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۰۲

۲۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۳۸۷

www.khatmenubuwwat.org

۳۔ ہم وہ لوگ ہیں جن کا مقولہ ہے: لآ الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ امنا باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والجنۃ والنار والبعث بعد الموت. یعنی ہم ایمان لاتے ہیں خدا تعالیٰ پر فرشتوں پر اور اس کے سب رسولوں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور جنت پر اور جہنم پر اور بعث بعد الموت پر۔[1]

۴۔ ونؤمن بالملائکتہ ویوم البعث والجنۃ والنار. اور ہم فرشتوں اور یوم البعث اور دوزخ اور بہشت پر ایمان رکھتے ہیں۔[2]

۵۔ یہ بات نہایت بدیہی اور عند العقل مسلم اور قریب قیاس ہے کہ جیسا کہ انسان دنیا میں ارتکاب جرائم یا کسب خیرات اور اعمال صالحہ کے وقت صرف روح سے ہی کوئی کام نہیں کرتا، بلکہ روح اور جسم دونوں سے کرتا ہے۔ ایسا ہی جزا وسزا کا اثر بھی دونوں پر ہی ہونا چاہیے، یعنی جان اور جسم دونوں کو اپنی اپنی حالت کے مناسب پاداش اُخری سے حصہ ملنا چاہیے۔ (نور القرآن، حصہ دوم، ص ۲۳)

۶۔ پس ہم مسلمان لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ بہشت جو جسم و روح کے لیے دار الجزاء ہے، وہ ایک ادھورا اور ناقص دار الجزاء نہیں، بلکہ اس میں جسم اور جان دونوں کو اپنی اپنی حالت کے موافق جزاء ملے گی، جیسا کہ جہنم میں اپنی حالت کے موافق دونوں کو سزا دی جائے گی۔ (نور القرآن، حصہ دوم، ص ۳۱)

۷۔ قیامت کو جو لوگ جہنم کا مزہ چکھیں گے، وہ کہیں گے: وَقَالُوْا مَالَنَا لَانَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّ ھُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ. (ص، ۶۲) یعنی ہمیں کیا ہو گیا کہ دوزخ میں وہ لوگ نظر نہیں آتے جنہیں ہم شریر سمجھتے تھے۔[3]

۸۔ اور یوم آخر قرآن شریف کی رُو سے یہ ہے جس میں مردے بھی اٹھیں گے اور پھر ایک فریق بہشت میں داخل کیا جائے گا جو جسمانی اور روحانی نعمت کی جگہ ہے اور ایک فریق دوزخ میں داخل کیا جائے گا، جو روحانی اور جسمانی عذاب کی جگہ ہے۔[4]

۹۔ ایسا عقیدہ جو مومنین مطہرین بلا توقف بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں، یہ میری طرف سے نہیں، بلکہ یہی عقیدہ ہے جس کی قرآن شریف نے تعلیم دی ہے۔ اور دوسری تعلیم جو قرآن شریف میں ہے جو حشر اجساد ہو گا۔ اور مردے زندہ ہوں گے وہ بھی حق ہے۔ اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ یہ بہشت میں داخل ہونا (یعنی فوت ہوتے ہی داخل ہونا) صرف اجمالی رنگ میں ہے۔ اور اس صورت میں جو مومنوں کو مرنے کے بعد بلا توقف اجسام دیے جاتے ہیں، وہ اجسام ابھی ناقص ہیں، مگر حشر اجساد کا دن تجلی اعظم کا دن ہے، اس دن کامل اجسام ملیں گے۔ (براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص ۲۶، حاشیہ)

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مختار مدعیہ نے جو بحث کی ہے، وہ قطعاً قابلِ التفات نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود

۱۔ انوار الاسلام، روحانی خزائن، ج ۹، ص ۳۵

۲۔ نور الحق، اول، روحانی خزائن، ج ۸، ص ۷

۳۔ لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۲۱۸

۴۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۴۵

www.khatmenubuwwat.org

علیہ السّلام نے متعدد جگہ اپنی کتب میں ان سب عقائد کا بیان فرمایا ہے اور جو آیات اور احادیث ان مسائل کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ ملحدین کے اعتراضات کوملحوظ رکھ کر ان سب میں تطبیق فرمائی ہے تو یہ تقریر کو جو ازالہ اوہام میں بیان ہوئی ہے تو وہ ان مختلف حدیثوں اور آیات کی تطبیق میں ہے۔ مختار مدعیہ نے بارہ۱۲/ اکتوبر کی بحث میں کچھ آیات سنائی تھیں جن سے بزعم خود اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور نفخ صور ہوگا۔ مگر مرزا صاحب کے نزدیک جب جنتی جنت میں رہیں گے اور دوزخی دوزخی میں تو قبروں میں کون ہے جو نکلے گا۔ اور نفخ صور اس کو جمع کرے گا۔ سو اس سوال کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلام سے اوپر گزر چکا ہے۔ میں مختار مدعیہ سے اگر وہ بھی ظاہری قبور مراد کہتا ہے تو وہ قومیں جو مردوں کو جلاتی ہیں، یا جو سمندروں میں دوب کر مر جاتے ہیں یا جنہیں درندے کھا جاتے ہیں۔ وہ کن قبروں سے اٹھیں گے۔ اگر تمام لوگ قیامت کے روز تک اپنی قبروں میں ٹھہرے رہتے ہیں اور ان میں سے کوئی جنت اور دوزخ میں داخل نہیں ہوتا تو ان آیات کا کیا مطلب ہے: اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا (نوح، ۲۵) کہ نوح کے مخالف غرق کیے گئے، پھر انہیں آگ میں داخل کر دیا۔ اور اسی طرح فرماتا ہے: اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. (غافر، ۴۶) کہ فرعونی صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوا اس دن ہم حکم کریں گے کہ فرعون کو اشد العذاب میں ڈالو۔ اور آیت: یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً. فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ. وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ. (فجر، ۲۷-۳۰) اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ جو نفس خدا کی طرف سے تسلی پا گیا ہو، اسے دیگر بندگان الٰہی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اور اسی طرح ایک مومن کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ. (یٰسین، ۲۶) اسے کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا۔ اور اسی طرح احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے معراج میں اور اس کے علاوہ بھی جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت کو دیکھا تو اس میں اکثر ضعفاء تھے اور شہداء کے متعلق تو قرآن مجید میں وارد ہے کہ انہیں مردے مت کہو۔ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ. (آل عمران، ۱۶۹) بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور وہ رزق پاتے ہیں۔

اور امام ابن حزم فرماتے ہیں: هکذا نص رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم علی ان ارواح الشهداء فی الجنة وکذالک الانبیاء بلا شک. (کتاب الفصل، ج ۳، ص ۱۳۴)

یعنی اسی طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نص کے طور پر بیان کیا ہے کہ شہداء کی ارواح جنت میں ہیں اور اسی طرح انبیاء کی ارواح بھی بلاشک جنت میں ہیں۔ پس اگر کوئی شخص مرنے کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل نہیں ہوتا تو مختار مدعیہ ان آیات اور اپنے اس عقیدہ میں کہ مردے قبروں سے اٹھیں گے، تطبیق کر کے دکھائے اور یہ بھی یاد رہے کہ جن قبور کا ذکر قرآن مجید میں ہے، وہ یہ قبریں نہیں ہیں، بلکہ ان سے برزخی قبریں مراد ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ. (عبس، ۲۱) یعنی پھر خدا تعالیٰ انسان کو مارتا ہے اور پھر اس کے لیے قبر بناتا ہے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:[۱] القبر روضة من ریاض

۱۔ القبر روضة من...... ترمذی، رقم ۲۴۶۰

www.khatmenubuwwat.org

الجنة او حفرة من حفر النار. کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

پس مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب محض الفاظ مانتے ہیں، معنی کچھ نہیں۔ درحقیقت اس کے اپنے اوپر صادق آتا ہے۔ کیونکہ وہ ان آیات کے معنی پر غور نہیں کرتے، بلکہ بغیر کسی غور اور فکر کے مومنوں کی شان اور خلافِ عقیدہ رکھتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ ہم حشر اجساد اور بعث من فی القبور اور دیگر تمام امور اُخروی پر ایمان لاتے ہیں اور نفخ صور کو بھی مانتے ہیں۔ مختار مدعیہ نے شہادۃ القرآن اور چشمہ معرفت کے چند حوالے پیش کر کے کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نفخ صور کے منکر ہیں۔ حالانکہ شہادۃ القرآن میں ہی آپ نے آیت: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ (زمر، ۶۸) کے تحت میں لکھا ہے۔ یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں، قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی۔[1]

اسی طرح صفحہ ۶۴ پر بھی فرماتے ہیں، کیونکہ نفخ صور صرف جسمانی احیاء اور اماتت تک محدود نہیں، بلکہ روحانی احیاء اور اماتت بھی ہمیشہ نفخ صور کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے۔

دیکھو ان دونوں حوالوں میں جو شہادۃ القرآن میں ہی موجود ہیں، کیا نفخ صور کا اقرار موجود نہیں ہے، پھر یہ کہنا کس قدر خلاف واقعہ ہے کہ آپ نے نفخ صور سے انکار کیا ہے۔ آپ نے آیت: وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا (کہف، ۹۹) کی آیت میں نفخ صور سے مراد مسیح موعود لی ہے۔ کیونکہ اس آیت کے سباق و سیاق سے ظاہر ہے کہ یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ دوسرے مقام میں فرمایا ہے: **فاذا جاء وعد ربی جعله دكا وكان وعد ربی حقا. وتركنا بعضهم يومئذ يموج فی بعض. نفخ فی الصور فجمعناهم جمعا.** (الجزء،۱۶)

یعنی جب وعدہ خدا تعالیٰ کے نزدیک آجائے گا تو خدا تعالیٰ اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر دے گا جو یاجوج و ماجوج کی روک ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ اور ہم اس دن یعنی یاجوج و ماجوج کی سلطنت کے زمانے میں تفرق فرقوں کو مہلت دیں گے کہ تا ایک دوسرے میں موجزنی کریں۔ یعنی ہر ایک فرقہ اپنے مذہب و دین کو دوسرے پر غالب کرنا چاہے گا اور جس طرح ایک موج اس چیز کو اپنے نیچے دبانا چاہتی ہے جس کے اوپر پڑتی ہے۔ اس طرح اقوام موج کی مانند بعض بعض پر پڑیں گی، تا ان کو دبا لیں اور کسی کی طرف سے کمی نہیں ہوگی۔ ہر ایک فرقہ اپنے مذہب کو عروج دینے کے لیے کوشش کرے گا۔ اور وہ اپنی لڑائیوں میں ہوں گے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صور پھونکا جائے گا۔ تب ہم تمام فرقوں کو ایک ہی مذہب پر جمع کر دیں گے۔ صور پھونکنے سے اس جگہ یہ اشارہ ہے کہ اس وقت عبادہ اللہ کے موافق خدا تعالیٰ کی طرف سے آسمانی تائیدوں کے ساتھ کوئی مصلح پیدا ہوگا اور اس کے دل میں زندگی کی روح پھونکی جائے گی اور وہ زندگی دوسروں میں سرایت کرے گا۔[2] قرآن مجید کے نو (۹) مقامات پر نفخ صور کا ذکر آیا ہے۔

پس اگر ان میں سے کسی ایک مقام کی نسبت آپ یہ سمجھتے ہوں کہ اس کے سیاق کے لحاظ سے وہ اس زمانہ کے لیے بطور پیش گوئی کے ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ آپ مطلقاً نفخ صور کا انکار کرتے ہیں، چنانچہ دوسری آیت کے ماتحت جیسے کہ شہادۃ

۱۔ شہادت القرآن، روحانی خزائن، ج۶، ص ۳۲۱

۲۔ شہادت القرآن، روحانی خزائن، ج۶، ص ۳۱۱

القرآن، ص ۲۵ کے حوالہ سے ذکر ہو چکا ہے۔ آپ قیامت کے وقت جو نفخ صور ہوگا، اسے تسلیم کرتے ہیں۔

پھر مختار مدعیہ نے یہ فرض کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جب قیامت کا ہی انکار کر دیا تو پل صراط وغیرہ کا بھی انکار کر دیا۔

حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کی جماعت ہر ایک اس چیز کو مانتی ہے جو قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ آپ پل صراط کے متعلق بھی فرماتے ہیں:

یہی صورت جسمانی طور پر عالم آخرت میں ہمیں نظر آجائے گی اور ہم آنکھوں سے دیکھیں گے کہ درحقیقت ایک صراط ہے جو پل کی شکل پر دوزخ کے اوپر بچھایا گیا ہے۔ جس کے دائیں بائیں دوزخ ہے، تب ہم مامور کیے جائیں گے کہ اس پر چلیں۔ سو اگر ہم دنیا میں صراطِ مستقیم پر چلتے رہے ہیں اور دائیں بائیں نہیں چلے تو ہم کو اس صراط سے بھی خوف نہیں ہوگا۔ اور نہ جہنم کی بھاپ ہم تک پہنچے گی اور نہ کوئی فزع اور خوف ہمارے دل پر طاری ہوگا، بلکہ نور ایمان کی قوت سے چمکتی ہوئی برق کی طرح ہم اس سے گزر جائیں گے۔ لیکن جو شخص دنیا میں صراطِ مستقیم پر نہیں چل سکا، وہ اس وقت بھی چل نہیں سکے گا اور دوزخ میں گرے گا اور جہنم کی آگ کا ہیزم بن جائے گا۔[1]

مختار مدعیہ نے جس رنگ سے تکفیر کی اس کو دیکھ کر بے اختیار حضرت مسیح کا مقولہ یاد آتا ہے کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے۔ لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ یہی مختار مدعیہ ہے جس نے مولوی احمد رضا خان کے فتاویٰ تکفیریہ کے رَد میں کتابیں لکھی ہیں۔ مولوی اسماعیل صاحب شہید کے متعلق مولوی احمد رضا خاں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ’’جو شہید مظلوم خاں صاحب کے نزدیک وہابی نہیں، بلکہ ان کے باپ ہیں اور مقتدا و پیشوا اور ان سے خاں صاحب کے نزدیک ایک نہیں، بلکہ متعدد کیا، بیشمار کفر سرزد ہوئے ہیں، جن کی بناء پر ان پر جزمًا قطعًا یقینًا اجماعًا موجودہ کثیرہ کفر لازم۔‘‘ (الکواکب الیمانی علی اولاد الزدانی، ص ۹۰)

لیکن اگر مختار مدعیہ اپنی عبارتوں کو بالمقابل رکھ کر اس عبارت کو پڑھتا تو اس کو معمولی سمجھ کر ذکر بھی نہ کرتا۔ مولوی احمد رضا خان کی مذکورہ بالاتحریر مختار مدعیہ کی تحریر کے مقابل میں کچھ چیز نہیں۔

چنانچہ مختار مدعیہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق کہتا ہے:

حشر اجساد تقریباً سو آیات سے زیادہ میں مذکور ہے اور ایک آیت کا بھی انکار کرنا کفر ہے، لہٰذا کم از کم سو وجہ کفر و ارتداد مرزا صاحب کی ہوتی۔ اور چونکہ بحث من فی القبور بھی ضروریات دین سے ہے اور قبروں سے اٹھنے والے کروڑوں کیا، اربوں ہیں اور مرزا صاحب نے ہر ایک شخص کے قبر سے اٹھنے کا انکار کیا ہے، لہٰذا بیشمار وجھوں سے کافر اور مرتد ہوئے۔

اب بتاؤ مختار مدعیہ کی تحریر مولوی احمد رضا خان کی تحریر سے تکفیر میں بڑھی ہوئی ہے، یا نہیں۔ لیکن باوجود اس کے وہ اسے قابلِ اعتراض سمجھتا ہے۔

۱۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵، ص ۱۴۷-۱۴۸

چوتھی وجہ تکفیر

توہین انبیاء علیہم السّلام

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کسی نبی کی توہین نہیں کی

گواہان مدعیہ نے ایک وجہ تکفیر کی یہ بیان کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے انبیاء کی توہین کی ہے اور جو انبیاء کی توہین کرے وہ کافر اور مرتد ہے۔ اس کے جواب کے لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ان کے اس اعتراض کا خود جواب دیتے ہیں:

''اور اگر یہ اعتراض ہے کہ نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ **لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین** اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔''[ا]

(ا)

مختاران مدعیہ نے انبیاء کی توہین ثابت کرنے کے لیے پہلا حوالہ یہ پیش کیا ہے اور یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا شعر ہے:

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

سو اس کا جواب ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا

اور مختار مدعیہ نے اس سے جو استدلال کیا ہے، وہ قطعاً باطل ہے۔ اس کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرفان کا جو جام اور انبیاء علیہم السّلام کو پلایا ہے۔ میرے سیّد و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل سے وہی جام مجھے بھی پلایا ہے۔ اس کا مطلب جیسا کہ مختار مدعیہ نے ظاہر کرنا چاہا ہے، یہ ہرگز نہیں ہے کہ حضرت اقدس کو تمام انبیاء کے عرفان سے معہ حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرفان کے زیادہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ مختار مدعیہ کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی اس قول سے کہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کو اپنے واحد ماننے کی جو توفیق عطا فرمائی ہے وہی توفیق مجھے بھی عطا فرمائی ہے۔ یہ مطلب نکالے کہ اس قائل نے اپنی توفیق کو تمام انبیاء کی توفیق کی برابر بنا کر تمام انبیاء پر اپنی فوقیت جتائی ہے، حالانکہ یہی مطلب لینا بالکل باطل ہوگا۔ صحیح

ا۔ انوار الاسلام، روحانی خزائن، ج ۹، ص ۳۵

www.khatmenubuwwat.org

مطلب صرف یہ ہے کہ جس طرح ہر نبی خدا تعالیٰ کو واحد مانتا تھا، اسی طرح میں بھی واحد مانتا ہوں، نہ یہ کہ ان سب کا مجموعی طور پر واحد ماننا میرے واحد ماننے کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔علیٰ ہذا القیاس، حضرت اقدس کے شعر کا بھی یہی مطلب ہے کہ ہر نبی کو جو جام عرفان دیا گیا ہے وہی جام لبالب مجھے بھی دیا گیا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی کے طفیل اپنا جام عرفان پلانے میں کسی سے کم نہیں رکھا، بلکہ جو جام ان کو پلایا وہی مجھے بھی پلایا۔جیسا کہ اسی نظم میں آپ فرماتے ہیں کہ:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم ز کسے

اگر آپ کا مقصود وہ ہوتا جو مختار مدعیہ نے ظاہر کرنا چاہا ہے تو آپ یہ کیوں فرماتے کہ میں عرفان میں کسی سے کم نہیں ہوں۔اس صورت میں تو آپ یہ فرماتے کہ میں ان سے بہت بڑھا ہوا ہوں اور پھر یہ کیوں فرماتے کہ:

وارث مصطفیٰ شدم بیقیں
شدہ رنگیں رنگ یار حسیں

یعنی مجھے جو جام عرفان الٰہی پلایا گیا ہے اور جس میں مجھے کسی سے کم نہیں رکھا گیا ہے وہ اس لیے ہے کہ میں آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وارث اور حضور کے رنگ سے رنگیں کیا گیا ہوں اور اسی نظم میں یہ کیوں فرماتے:

لیک آئینہ ام زرب غنی
از پئے صورت مہر مدنی

یعنی میں آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شکل مبارک کے لیے بطور آئینہ ہوں اور جس طرح آئینہ جس چیز کے سامنے ہو اس کی صورت اپنے اندر لے لیتا اور دوسروں پر ظاہر کرتا ہے، اسی طرح میں نے آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شکل مبارک اپنے اندر لے لی ہے اور میں حضور ہی کی شکل مبارک دوسروں کو دکھانے والا ہوں۔اگر شعر مذکورہ کا وہ مطلب ہوتا جو مختار مدعیہ نے ظاہر کیا ہے،تو اس شعر کے آگے ہی یہ شعر کبھی نہ لکھے جاتے۔اس مضمون کو جو جام مجھے پلایا گیا، وہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی کے طفیل پلایا گیا ہے۔حضرت اقدس نے جابجا تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اور وہ لوگ کہ جو قرآن شریف کا اتباع اختیار کرتے ہیں اور خدا کے رسول مقبول پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں اور اس کو تمام مخلوقات اور تمام نبیوں اور تمام رسولوں اور تمام ان چیزوں سے جو ظہور پذیر ہوئیں یا آئندہ ہوں، بہتر اور پاک تر اور کامل تر اور افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں، وہ بھی اب تک ان نعمتوں سے حصہ پاتے ہیں اور جو شربت موسیٰ اور مسیح علیہما السّلام کو پلایا گیا، وہی شربت نہایت کثرت سے نہایت لطافت سے نہایت لذت سے پیتے ہیں اور پی رہے ہیں۔اسرائیلی نوران میں روشن ہے۔ بنی یعقوب کے پیغمبروں کی ان سے برکتیں ہیں۔سبحان اللہ ثم سبحان اللہ! حضرت خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کس شان کے نبی ہیں۔اللہ اللہ کیا عظیم الشان نور ہے، جس کے ناچیز خادم جس کے ادنیٰ سے ادنیٰ امت جس کے احقر سے احقر چاکر مراتب مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ **اللھم صل علیٰ نبیک وحبیبک سیّد الانبیاء وافضل الرسل وخیر المرسلین**

www.khatmenubuwwat.org

وخاتم النبیّین محمد و آلہٖ و اصحابہٖ وبارک و سلم.“ (براہین احمدیہ، حصہ چہارم، حاشیہ نمبر۱۱، ص ۲۴۵-۲۴۷)

(۲)

دوسرا حوالہ توہین انبیاء کے متعلق یہ پیش کیا گیا ہے:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

اس کا جواب ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ۔

اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ قول موجب توہین انبیاء ہوسکتا ہے تو شارح فصوص الحکم حضرت شیخ عبدالرزاق قاشانی جو مہدی موعود کو عرفان الٰہی میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سوا تمام انبیاء علیہم السّلام سے فائق ظاہر کرتے ہیں، بہت بڑے توہین انبیاء کرنے والے ٹھہریں گے، کیونکہ وہ شرح فصوص الحکم، مطبوعہ مصر، ص ۵۲، ۵۳ میں لکھتے ہیں:

”المھدی الذی یجئی فی آخر الزمان فانه فی الاحکام الشرعیه تابعًا محمد صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فی المعارف والعلوم والحقیقه تکون جمیع الانبیاء والاولیاء تابعین ولا یناقض ما ذکرنا لان باطنه باطن محمد صلّی اللّٰہ علیه وسلّم.“

یعنی وہ امام مہدی جو آخری زمانہ میں آئیں گے، وہ احکامِ شرعیہ میں تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہی تابع ہوں لیکن معارف علوم اور حقیقت میں تمام انبیاء اور اولیاء ان کے تابع ہوں گے اور یہ بات ہمارے مذکورہ قول کے مناقض نہیں، کیونکہ ان کا باطن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہی باطن ہوگا۔

(۳)

تیسرا حوالہ یہ پیش کیا گیا ہے:

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرا ہنم

اس کا جواب ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا۔

اور اس مضمون کا ایک شعر دیوبندیوں کے مسلمہ بزرگ شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے:

فقط ایک آپ کے دم سے نظر آتے تھے سب زندہ
بخاری و غزالی بصری و شبلی و شیبانی

www.khatmenubuwwat.org

(۴)

چوتھا حوالہ یہ پیش کیا گیا ہے:

تکدر ماء السابقین و عیننا
الی آخر الایام لاتتکدر

(اعجاز احمدی)

اور اس کا یہ ترجمہ کر کے کہ نبیوں کے پانی خشک ہو گئے، لیکن ہمارا چشمہ آخری دنوں تک کبھی خشک نہ ہو گا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں آپ نے تمام انبیاء، حتیٰ کہ سیّد الانبیاء آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مبارک چشمہ کے بھی خشک ہو جانے اور صرف اپنے چشمے کے ہمیشہ جاری رہنے کا دعویٰ کر کے تمام انبیاء حتیٰ کہ حضور سیّد المرسلین پر بھی اپنی فضیلت ظاہر کی ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس نے خود اس شعر کا جو ترجمہ فرمایا ہے، وہ یہ ہے:

''کہ دوسروں کے پانی جو امت میں سے تھے، خشک ہو گئے مگر ہمارا چشمہ آخری دنوں تک کبھی خشک نہ ہو گا۔''

اس ترجمے سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نے سابقین کے لفظ سے اس امت کے لوگ مراد لیے ہیں، نہ کہ تمام انبیاء اور قرآن مجید کے متعلق تو اسی کتاب اعجاز احمدی کے صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں:

واللّٰہ فی القرآن کل حقیقۃ وآیات مقطوعۃ لا تغیر
معین معین الخلد نور معیتا ھداہ غیر الماء لا یتکدر

اور بخدا قرآن شریف میں ہر ایک حقیقت سے اور اس کی آیتیں قطعی ہیں جو بدلتی نہیں۔ وہ صاف پانی ہے، بہشت کا پانی، ہمارے خدا کا نور ہدایت اس کی صاف زلال ہے، مکدر نہیں ہے۔

پس شعر اوّل کے ترجمہ کی موجودگی میں جو حضرت اقدس نے خود کیا ہے اور پھر ان دونوں شعروں اور ان کے ترجموں کی موجودگی میں مختار مدعیہ کا یہ نتیجہ نکالنا کہ شعر اوّل میں سابقین سے تمام انبیاء علیہم السّلام مراد ہیں، کیونکہ درست ہو سکتا ہے۔

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابد العلی افق السماء لا تغرب

(مقامات امام ربانی، ص ۱۰۴)

اس شعر میں اولین کے سورج غروب ہو جانے اور اپنے سورج کے ہمیشہ درخشاں رہنے اور کبھی غروب نہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے تو کیا اس شعر کے لفظ اولین سے مختار مدعیہ تمام نبیوں کو معہ سیّدنا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مراد لے کر یہ مطلب سمجھتا ہے کہ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی نے تمام نبیوں حتیٰ کہ سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سورج کا بھی غروب ہو جانا ظاہر کر کے اپنے

www.khatmenubuwwat.org

سورج کے ہمیشہ درخشاں رہنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس طرح آنجناب نے تمام انبیاء پر اپنی فضیلت ظاہر کی ہے۔ بلکہ اس شعر کا مطلب وہ ہے جو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات، جلد۳، صفحہ۲۵۲، مکتوب نمبر۱۲۳ میں فرمایا ہے:

مراد از شمس آفتاب فیضان وارشادات واز افول آن عدم فیضان مذکورہ وچوں بوجود حضرت شیخ معاملہ کہ باولین متعلق داشت باوقار گرفت داد واسطہ وصول رشد وہدایت گردید چنانچہ پیش ازوی اولیس بودہ اند ونیز تا معاملہ توسط فیضان برپا است بتوسل اوست ناچار راست آمد کہ افلت شموس الاولین۔۔۔ الخ

یعنی شمس سے مراد آفتاب فیضان وارشادات ہے اور اس کے غروب ہونے سے فیضان وارشادات مذکور کا مفقود ہونا اور جب اس معاملہ نے جو اولین سے تعلق رکھتا تھا۔ سیّدی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے وجود پر قرار پکڑا اور آپ رشد وہدایت کے رسول کا واسطہ ذریعہ ٹھہرنے جیسا کہ آپ سے پیشتر اولین ہوئے ہیں۔ اور اب جب تک بھی کہ فیضان کے توسط کا معاملہ برپا ہے، آپ ہی کے توسل سے ہی ناچار آپ کا افلت شموس الاولین الخ فرمانا راست آیا۔ یعنی آپ سے پہلے اولیائے امت کے جو فیضان اپنے اپنے زمانوں میں جاری تھے وہ بند ہو گئے اور چشمہ فیضان حضرت شیخ بنا دیے گئے۔ جو مطلب حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا حضرت ربانی مجدد الف ثانی نے بیان فرمایا ہے، وہی مطلب حضرت اقدس کے شعر کا ہے، جو معنی حضرت شیخ کے شعر میں لفظ اولین کے ہیں، وہی معنی حضرت اقدس کے شعر میں سابقین کے مختار مدعیہ کو اختیار ہے جو چاہے وہ مطلب لے لے۔ مگر دونوں شعروں کا مطلب ایک ہی نہیں ہوگا۔ جو مراد ایک شعر میں لفظ اولین کی ہے وہی دوسرے شعر میں لفظ سابقین کی۔ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ایک جگہ تو تمام انبیاء معہ حضور سیّد الانبیاء کے مراد لیے جائیں اور دوسری جگہ صرف اولیائے امت اور مختار مدعیہ نے شعر سے اولیاء امت کی جو توہین نکالی ہے اس کا جواب بذیل عنوان اولیاء امت آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۵)

پانچواں حوالہ یہ پیش کیا گیا ہے:

مقام او مبین از راہ تحقیر
بدورانش رسولاں ناز کردند

اور کہا گیا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ زمانہ بدترین زمانہ ہے اور خود گواہان مدعا علیہ نے بھی اسے بدترین زمانہ ہی کہا ہے۔

جواب: گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیان میں یہ ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس زمانہ کے مولویوں کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ بدترین مخلوقات ہوں گے اور ضلالت اور گمراہی کا دور دورہ ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی آپ نے مسیح موعود کے آنے کی بشارت دی ہے اور اس کے اور اس کی جماعت کے ذریعہ اسلام کی جو تبلیغ اور اشاعت ہوگی، اس پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ باوجود یہ کہ مولوی اور دوسرے مخالفین اسلام اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوں گے اور تمام منصوبے اس کی ہلاکت کے کریں گے اور اس کی جماعت کا استحصال کرنے کے لیے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے اور اس کی

www.khatmenubuwwat.org

جماعت کی شاملِ حال ہوگی۔ اور وہ روز افزوں ترقی کرتی جائیں گی، یہاں تک کہ وہ زمانہ آ جائے گا کہ تمام دنیا میں اسلام کا سورج چمکے گا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حمد وستائش سے زمین معمور ہو جائے گی۔ جیسا کہ منصب امامت کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ:

''انی لا رجوان طال بی عمران القی عیسٰی بن مریم فان عجل بی موت فمن لقیه منکم فلیقرء ا من السّلام اخرجه مسلم و احمد باسنادین رجالهما رجال الصحیحین.'' (حجج الکرامہ، ص ۴۲۹)

یعنی میں اس بات کی امید کرتا ہوں کہ اگر میری عمر لمبی ہو جائے تو میں عیسیٰ ابن مریم سے ملوں۔ پس اگر میں پہلے وفات پا گیا تو جو تم میں سے اسے ملے تو اسے میری طرف سے سلام کہے۔ اور اس جگہ عیسیٰ ابن مریم سے حضرت عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی نبی مراد نہیں، بلکہ محمدی عیسیٰ ابن مریم یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مراد ہیں۔ کیونکہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی نبی سے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم معراج میں مل چکے تھے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ دجال کے فتنہ سے تمام انبیاء اپنی قوموں کو ڈراتے آئے ہیں اور اس کے فتنہ سے بڑھ کر نہ کبھی فتنہ ہوا اور نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

پس جیسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دیگر انبیاء نے دجال کے فتنہ ہائلہ سے ڈرایا، ویسا ہی انہیں اس شخص کا بھی علم دیا گیا ہوگا جو اس کے فتنہ کو دور کرے گا اور وہ فریقین کے نزدیک مسیح موعود ہے جو ہمارے نزدیک حضرت مرزا صاحب کے آنے سے پورا ہو چکا۔ چنانچہ دلائل النبوۃ، جلد ا، صفحہ ۱۴ میں ابوہریرہ سے ایک روایت آئی ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اے میرے رب! میں الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جن کو علم اوّل وعلم آخر دیا جائے گا اور وہ قرون ضلالت مسیح دجال سے مقاتلہ کریں گے۔ پس تو اس کو میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ احمد کی امت ہے۔ نیز ملاحظہ ہوں: حجج الکرامہ، صفحہ ۱۳۰۔ اور مولانا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ ''شیخ ابوالحسن شاذلی قدس اللہ تعالیٰ روحہ کہ قطب زمان خود بود از واقعہ کہ دید چنیں خبر دادہ است کہ حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم با موسیٰ وعیسیٰ علیہم السّلام مفاخرت ومباہات کردہ است بغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔'' (نفحات الانس معہ سلسلۃ الذہب، مطبوعہ نولکشور، ص ۲۲۹)

پس جب امام صاحب غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے وجود سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مفاخرت اور مباہات کا اظہار کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہیں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ناز کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی اپنے لائق بیٹے کے اچھے کاموں پر ناز کرے۔ پس جیسے کہ ایک باپ کا اپنے بیٹے کے کاموں پر ناز کرنا بیٹے کی عزت افزائی کا موجب ہے، نہ کہ باپ کی ہتک کا۔ ویسے ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اپنے روحانی بیٹے مسیح موعود کے خدمات اور کاموں کے حال معلوم کر کے اس کے وقت پر ناز کرنا اس کو عزت بخشتا ہے، نہ کہ نعوذ باللہ حضور کی ہتک اور دوسرے انبیاء اس زمانہ کے مولویوں کی طرح حاسد نہیں ہیں کہ وہ کسی کے کمال کو دیکھ نہ سکیں اس لیے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اپنے کامل فرزند روحانی پر ناز کرنے کو دیکھ کر اور انبیاء کا بھی ناز کرنا ایک لازمی امر تھا۔ اور ناز کرنا موجب توہین نہیں ہوتا۔ ایک بیٹا اپنے باپ اور باپ اپنے بیٹے پر اور بڑا بھائی چھوٹے بھائی پر بھی ناز کر سکتا ہے اور ناز کرنے کے موجب توہین قرار دینا درست نہیں ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۶)

چھٹا حوالہ یہ پیش کیا گیا ہے کہ:

روضہ آدم کہ تھا جو نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

اس شعر سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ نے تمام انبیاء کی توہین کی ہے اور اپنی طرف وہ بات منسوب کی ہے جو کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی، حالانکہ اس شعر سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ مقصد نہیں کہ اپنی فضیلت تمام انبیاء پر ظاہر کریں، بلکہ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ شخص جس کا آخر زمانہ میں آنا مقدر تھا اور جس کی آمد پر تکمیلِ اشاعت موقوف تھی وہ میں ہوں اور میرے آنے سے وہ بات پوری ہوئی کہ روضہ آدم جس سے مراد نسل انسانی ہے، کی ہدایت کے لیے جو آخری ہدایت اور آخری شریعت نازل ہوئی تھی، اس سے فیضیاب ہونے کا وقت اب آ گیا ہے اور اب آپ اور آپ کی جماعت کے ذریعہ دنیا کی تمام اقوام کو وہ ہدایت پہنچی ہے اور پہنچتی رہے گی۔ یہاں تک کہ تمام دنیا کی قومیں دینِ اسلام کو قبول کرلیں اور جیسا کہ انسان حضرت آدم علیہ السّلام کے وقت ایک قوم تھے، اسی طرح آخری زمانہ میں بھی ایک قوم کی صورت میں ہو جائیں۔ چنانچہ اسی نظم میں جس کے شعر کے مطلب پر یہ کلام ہو رہا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا ہے:

ملت احمد کے مالک نے جو ڈالی تھی بنا　　آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزان دیار
گلشن احمد بنا ہے مسکن باد صبا　　جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتار یار

اور اس مضمون کو آپ نے چشمہ معرفت، صفحہ ۸۲ میں یوں فرمایا ہے:

''اور چونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس خدا نے نہ چاہا کہ وحدۃ اقوامی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی، یعنی شبہ گزرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا، وہ اسی زمانہ میں انجام کو پہنچ گیا۔ اسی لیے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں اک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں، زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لیے اس امت میں سے ایک نائب مقرر کیا۔ جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اس کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں اور اس کے آخر پر مسیح موعود ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو، جب تک کہ وہ پیدا ہوتے، کیونکہ وحدۃ اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوۃ کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے۔ اس کی طرف یہ ایک اشارہ کرتی ہے: **هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ.** (توبہ،۳۳)'' (ص۸۲،۸۳)

پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ سے تکمیل ہدایت ہوئی لیکن تکمیل اشاعت کا زمانہ وہ نہیں تھا کیونکہ اشاعت

www.khatmenubuwwat.org

کے اسباب اس وقت پیدا نہیں کیے گئے تھے اور تکمیل اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم میں یہی مقررہ تھا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی کے ذریعہ سے ہو۔ علماء متقدمین اس امر کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید اپنی کتاب منصب امامت، صفحہ ۵۶ میں لکھتے ہیں:

”قال اللّٰہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وظاهر است که ابتداء ظهور دین در زمان پیغمبر صلّی الله علیه وسلّم بوقوع آمده دا تمام آن از دست حضرت مهدی واقع خواهد گردید.“

پھر فرماتے ہیں:

”قال اللّٰہ تعالیٰ قُلۡ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا. وظاهر است که تبلیغ رسالت بنسبت جمیع ناس ازان جناب متحقق نگشته بلکه امر دعوت از آنجناب شروع گردیده یوما فیوما بالواسطه خلفاء راشدین وائمه مهدیین او بنزاید کشید تا ازینکه بواسطه امام مهدی خواهد رسید.“ (ص ۵۶، منصب امامت)

اور اسی مضمون کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے شعر مذکورہ بالا میں اشارہ فرمایا ہے۔

(۷)

ساتواں حوالہ یہ پیش کیا گیا ہے:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

حالانکہ اس شعر کا کسی نبی کی توہین سے کچھ بھی تعلق نہیں، اس میں آپ نے اپنا مقام بیان فرمایا ہے۔

کہ میں مسیح بھی ہوں اور کلیم خدا بھی کہ خدا تعالیٰ مجھ سے کلام کرتا ہے اور بروزی طور پر محمد و احمد بھی ہوں اور جیسا کہ اپنے دوسرے مقامات پر تشریح فرمائی کہ محمد و احمد کا نام بروزی طور پر مجھے عطا کیا گیا ہے اس لیے کہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خادم اور آپ کا قائم مقام ہوں۔ چنانچہ اس قصیدہ میں آپ فرماتے ہیں:

بروے یار کہ ہرگز نہ رتبتے خواہم   مگر اعانت اسلام مدعا باشد
پناہ بیضہ اسلام آن جوان مردیست   کہ خون بدل ز پئے دین مصطفیٰ باشد[۱]

اور اس کی تائید تریاق القلوب کے صفحہ ۷ کے اس مضمون سے بھی ہوتی ہے:

”اے تمام وہ لوگو! جو زمین میں رہتے ہو اور تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق و مغرب میں آباد ہو، میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔

۱۔ تریاق القلوب، روحانی خزائن، ج ۱۵، ص ۱۳۱ - ۱۳۷

www.khatmenubuwwat.org

اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال وتقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں، جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔“[1]

(۸)

آٹھواں حوالہ یہی پیش کیا ہے:

آدم نیز احمد مختار
در برم جامہ ہمہ ابرار

اور اس پر بھی وہی اعتراض کیا ہے جو اس سے پہلے شعر پر کیا تھا، سو اس کا جواب بھی بالکل وہی ہے جو حوالہ نمبر ا میں گزر چکا ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میں آدم بھی ہوں اور احمد مختار صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی اور مجھ پر ان تمام ابرار کا جامہ ہے جو آدم سے لے کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تک ہوئے۔ اس لحاظ سے میں آدم بھی ہوں اور موسیٰ بھی ہوں اور عیسیٰ بھی ہوں اور احمد مختار بھی، صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی ہوں۔ کیونکہ جو جامہ علم و معرفت کا ان پر خدا کی طرف سے پہنایا گیا تھا۔ وہی خدا تعالیٰ نے مجھے بھی اپنے فضل سے باتباع آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پہنایا ہے۔

(۹)

نواں حوالہ یہ پیش کیا:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اور اسی طرح انہوں نے حقیقۃ الوحی میں سے صفحہ ۷۲ کا حاشیہ بھی جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں، شیث ہوں،[2] یعنی انبیاء کے نام مجھے دیے گئے ہیں، پیش کیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر کسی نبی کو بہت سے نام دے جائیں تو اس سے دوسرے انبیاء کی توہین کیسے لازم آتی ہے اس میں تو انبیاء کی عزت کا اظہار ہے، کیونکہ مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دیا جائے تو بالعموم مشبہ بہ میں وجہ مشبہ اقویٰ طور پر پائی جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنی کتاب براہین احمدیہ، حصہ پنجم میں مختلف ناموں کے دیے جانے کی وجہ تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ تریاق القلوب، روحانی خزائن، ج ۱۵، ص ۱۴۱

۲۔ حقیقۃ الوحی، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۷۶

www.khatmenubuwwat.org

''خدا تعالیٰ نے میرا نام احمد و محمد بھی رکھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبوت ہیں۔ ویسا ہی عاجز خاتم ولایت ہے اور بعد کے اس کے براہین احمدیہ کے حصص سابق میں میرے متعلق یہ بھی فرمایا: ''جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء'' یعنی رسول خدا تمام گذشتہ انبیاء علیہم السّلام کے پیرایہ میں اس وحی الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السّلام خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں، خواہ اسرائیل ہوں یا غیر اسرائیلی، ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصہ دیا گیا ہے...... اور اس میں سے یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السّلام کے جانی دشمن اور سخت مخالف جو عناد میں حد سے بڑھ گئے تھے جن کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا گیا، اس زمانہ کے اکثر لوگ بھی اس سے مشابہ ہیں۔ اگر وہ توبہ نہ کریں...... اور جیسا کہ پہلی امتوں میں کوئی قوم طاعون سے مری اور کوئی قوم پانی کے طوفان سے اور کوئی آندھی کے طوفان سے اور کوئی قوم خسف سے اسی طرح اس زمانہ کے لوگوں کو عذابوں سے ڈرنا چاہیے۔ اگر وہ اپنی اصلاح نہ کریں، کیونکہ اکثر لوگوں میں یہ تمام مواد موجود ہیں۔ محض حکم الٰہی نے مہلت دے رکھی ہے اور یہ فقرہ کہ: جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء بہت تفصیل کے لائق ہے۔''[1]

اسی طرح آپ نے صفحہ ۸۸، ۸۹، ۹۰ پر ان اسماء کی وجہیں تحریر کی ہیں اور تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۸۴ میں یہ لکھ کر کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کے نام سے مجھے خطاب فرمایا ہے، لکھا ہے:

''سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو۔''[2]

بایزید بسطامی کے متعلق تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ''ایک نے آپ سے کہا، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور محمدؐ خدا کے بزرگ و بلند بندے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا: وہ سب میں ہی ہوں۔'' (تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۴۹)

چنانچہ اس طرح خواجہ غلام فرید صاحب اپنی کتاب فوائد فریدیہ کے صفحہ ۴۰ میں حضرت فضیل ابن عیاض کا قول نقل فرماتے ہیں: ''فرمودہ است انا العرش والکرسی واللوح والقلم وانا الجبرئیل والمیکائیل والعزرائیل والاسرافیل وانا موسیٰ وعیسیٰ ومحمد۔''

اور صفحہ ۴۱ میں نقل فرماتے ہیں: ''حضرت سہل بن عبداللّٰہ تستری فرمودہ است کہ من حجتم بر ملائکہ و گوسفند من حجت است بر علماء وفقہاء۔''

اور اسی صفحہ پر نقل فرماتے ہیں: ''حضرت ابوالحسن نوری فرمودہ است نظرت یوما الی النور فلم ازل انظر الیہ حتی صرت ذالک النور۔''

اور بھی بہت سے بزرگوں کے خواجہ صاحب نے اقوال نقل کیے ہیں، کیا مختار مدعیہ ان سب کو کافر و مرتد قرار دے گا۔

پس اگر کسی مشابہت کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب کو مختلف انبیاء کے نام دیے گئے تو اس سے نہ تو کسی نبی کی توہین لازم آتی ہے اور نہ اس سے دوسرے انبیاء پر آپ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

۱۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج ۲۱، ص ۱۱۶

۲۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۲۱

www.khatmenubuwwat.org

سیّد الانبیاء محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور مسیح موعود

گواہان مدعیہ نے حضرت مسیح موعود پر ایک یہ الزام بھی لگایا ہے کہ آپ نے حضرت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین کی ہے۔اور اپنے کو ان پر فضیلت دی ہے۔ان کا جواب ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ۱،۲

(۱) پہلی وجہ توہین گواہان مدعیہ نے یہ بیان کی ہے کہ وہ آیات قرآنیہ جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو چند مراتب اور مقامات علویہ سے مشرف فرمایا تھا۔انہیں اپنے اوپر چسپاں کرلیا۔

اس کا جواب ملاحظہ ہو: بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا

اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایسے الہاموں کے متعلق اپنی کتاب براہین احمدیہ میں جس میں کہ یہ سب الہامات درج ہیں، تحریر فرمایا ہے:

''اس جگہ یہ وسوسہ دل میں نہیں لانا چاہیے کہ کیونکر ایک ادنیٰ امتی آں رسول مقبول کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہو سکے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرتؐ کے کمالات قدسیہ سے شریک و مساوی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دَم مارنے کی جرأت نہیں۔ چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔مگر اے طالب حق! ارشدک اللہ تم متوجہ ہو کر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں، اور تا ہمیشہ اس کے نور اور اس کی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم و لاجواب کرتی رہیں۔اسی طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کو جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گزرے ہوتے ہیں۔خدا ان کو فانی اور ایک مصفا شیشے کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ من جانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے۔''[۱]

پھر فرماتے ہیں:

''اور ان کلمات کا حاصل مطلب تلطفات اور برکات الٰہیہ میں جو حضرت خیر الرسل کی متابعت کی برکت سے ہر ایک کامل مومن کے شاملِ حال ہو جاتی ہیں اور حقیقی طور پر مصداق ان تمام آیات کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دوسرے سب طفیلی ہیں اور اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایک مدح وثنا جو کسی مومن کے الہام میں کی جائے، وہ حقیقی طور پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدح ہوتی ہے اور وہ مومن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصہ لیتا ہے اور وہ بھی محض خدا تعالیٰ کے لطف و احسان سے نہ کسی

۱۔ براہین احمدیہ، حصہ سوم، روحانی خزائن، ج ۱، ص ۲۶۸

www.khatmenubuwwat.org

اپنی لیاقت وخوبی سے۔"[1]

پھر آپ کا ایک الہام ہے: **کل برکة من محمد صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فتبارک من علم وتعلم.** یعنی ہر ایک برکت جو اس عاجز پر بہ پیرایہ الہام وکشف وغیرہ نازل ہو رہی ہے، وہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل اور ان کے توسط سے ہے۔ (ازالہ اوہام، ص۲۴۲)

اور فرماتے ہیں:

۱۔ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں...... اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں، جس میں خدا مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے۔[2]

۲۔ میری مراد نبوت سے کثرۃ مکالمت اور مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے حاصل کی ہے۔[3]

۳۔ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں، بلکہ آسمان پر ایک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شاملِ حال ہے۔ یعنی محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔[4]

۴۔ اور ہم لوگ جو قرآن شریف کے پیرو ہیں اور ہماری شریعت کی کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن شریف ہے۔ اس لیے ہم خدا تعالیٰ سے اکثر عربی میں الہام پاتے ہیں۔ تا وہ اس بات کا نشان ہو کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ سے ملتا ہے اور ہم ہر ایک امر میں اس سے فیضیاب ہیں۔[5]

اس سے مختار مدعیہ کا وہ اعتراض باطل ہو گیا، جو اس نے ۱۲/اکتوبر کی بحث میں کیا تھا کہ مرزا صاحب مقام نبوۃ کے مدعی ہیں، وہ جس چیز کو ثابت کرتے ہیں، بطریق استحقاق اور بطریق منصب کے ثابت کرتے ہیں۔ برخلاف دوسرے اولیاء کے کیونکہ مندرجہ بالا حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ آپ کو ملا ہے وہ بطفیل آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ملا ہے۔ آپ کو بالاستقلال کسی کمال کے حاصل کرنے کا دعویٰ نہیں ہے۔ نیز ۱۲/اکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ نے صوفیہ کے حوالوں کے متعلق جو اصولی طور پر بحث کی ہے وہ بالکل بے محل ہے۔ کیونکہ اس نے مثالوں میں یہ ظاہر کر دیا ہے کہ اگر کوئی ولی کہے کہ میں فلاں نبی کے مقام میں گیا یا مقام محمود میں گیا تو ان کا مطلب ان کی حسب تصریحات پیش نہیں کیے تھے، بلکہ انہوں نے جس جس مدعا کے اثبات کے لیے اولیاء کے حوالے پیش کیے ہیں، ان سے ان کا مدعا بالکل واضح اور ثابت ہے اور مختار مدعیہ نے جو تاویل کی ہے اس کو ان حوالجات کے مطلب سے دور کی بھی نسبت نہیں ہے۔

۱۔ براہین احمدیہ، حصہ چہارم، روحانی خزائن، ج۱، ص۵۸۱-۵۸۰

۲۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۲۸۶

۳۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج۲۲، ص۵۰۳

۴۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج۱۸، ص۲۱۱

۵۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج۲۳، ص۲۱۸

www.khatmenubuwwat.org

(۲)

عینیت کا دعویٰ

گواہان مدعیہ نے جو حضرت مسیح موعود پر یہ الزام لگایا تھا کہ آپ نے عین محمد ہونے کا دعویٰ کر کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین کی ہے اس کا مفصل جواب گواہان مدعا علیہ نے دے دیا تھا۔ ملاحظہ ہو بیان مطبوعہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۱، ۲۔ ان کے جواب پر مختار مدعیہ نے یہ کہا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو محمد و احمد قرار دے کر عینیت کا دعویٰ کیا ہے۔ گواہوں نے جواب دیا ہے کہ یہ عینیت جسمانی نہ تھی، یہ بالکل غلط جواب ہے۔ روحیں ایک تھیں یا دو اگر یہ مطلب ہے کہ جسم دو تھے، روح ایک تھی۔ تو یہ عین تناسخ ہے جو سب کے نزدیک باطل اور اگر مرزا صاحب میں دو روحیں تھیں تو نبی کی کونسی روح تھی۔ اگر مرزا صاحب کی روح تھی تو پھر وہی خرابی لازم آئی۔ یعنی ختم نبوۃ کا انکار اور اگر آنحضرت کی روح تو پھر مرزا صاحب نبی نہ ہوئے۔ (دیکھو بحث ۱۲/۱ اکتوبر)

چونکہ گواہان مدعا علیہ کا جواب بالکل واضح ہے اور اس جواب پر مذکورہ بالا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا، اس لیے میں یہاں پر گواہان مدعا علیہ کے جواب کی طرف اشارہ کر دینے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ جواب ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۔ اور اس جواب میں بحوالہ مثنوی، دفتر چہارم، صفحہ ۱۵۰ یہ حوالہ بھی پیش کیا گیا تھا کہ ''بایزید چوں قطب وقت بود عین رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بود چرا کہ قطب نمے باشد مگر بر قطب محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم دہر کہ بر قطب کسے بود عین آنکس است۔'' مگر مختار مدعیہ نے اس کی طرف ذرا بھی التفات نہیں کیا اور اس پر اعتراض کر دیا کہ بایزید بسطامی کیسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عین ہو گئے تھے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے کہیں بھی اپنے لیے عین محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے الفاظ نہیں فرمائے۔ بلکہ آپ نے تصریح فرمائی ہے کہ مجھے بروزی طور پر محمد و احمد کا نام دیا گیا ہے اور میرے اور ان کے درمیان شاگرد و استاد کی نسبت ہے اور ظل و اصل کی ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم استاد ہیں اور اصل ہیں اور حضرت مسیح موعود آپ کے شاگرد اور ظل ہیں اور امام ربانی بھی مکتوبات، جلد ۱، صفحہ ۲۶۶، مکتوب نمبر ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السّلام کے حامل تبع بہ سبب کمال متابعت انہی میں جذب ہو جاتے ہیں اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہوتے ہیں کہ تابع و متبوع یعنی نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سوائے اوّل اور آخر ہونے کے اور اصل اور ظل کے اور حضرت مسیح موعود نے صاف فرما دیا ہے:

''آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لیے منتخب کیا جو خلق اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد و محمد اس کو عطا کیا، تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہٖ آنحضرت گا ظہور تھا۔''[۱]

پس حضرت مسیح موعود نے حقیقی طور پر کہ وہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہونے کا جو آج سے چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے، ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔

۱۔ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، ج ۱۷، ص ۲۶۳

www.khatmenubuwwat.org

(۳)

حقیقی خاتم

مختار مدعیہ نے ۹/ اکتوبر کی بحث میں بحوالہ ضمیمہ خطبہ الہامیہ، صفحہ ب، ایک یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے متعلق کہا ہے کہ میں حقیقی خاتم ہوں اور رسول مقبول کو بھی قرآن مجید میں خاتم النبیّین کہا گیا ہے۔ حقیقت کے مقابل میں مجاز ہوتا ہے تو گویا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مجازی خاتم النبیّین ٹھہرے۔ یہ صریح کفر اور توہین ہے۔

جواب:

مختار مدعیہ کا یہ ایک صریح مغالطہ ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کہیں بھی اپنے آپ کو حقیقی خاتم النبیّین نہیں کہا اور نہ آنحضرت کو مجازی ختم النبیّین کہا ہے۔ جس عبارت پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے اس میں اس کی تردید موجود ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

ختمت النبوة علٰی نبینا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فلا نبی بعدہ الا الذی نور بنورہ وجعل وارثہ من حضرت الکبریا واعلموا ان الختمیة اعطیت من الازل لمحمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ثم اعطیت لمن علمہ روحہ وجعلہ ظلہ فتبارک من علم وتعلم فان الختمیة الحقیقیة کانت مقدرة فی الالف السادس الذی ھو یوم سادس من ایام الرحمان لیشابہ ابا البشر من کان ھو خاتم نوع الانسان.

یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نبوۃ ختم ہوگئی۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ مگر وہی جو آپ کے نور سے منور کیا جائے۔ اور جناب الٰہی سے آپ کا وارث بنایا جائے۔ یاد رکھو کہ ازل سے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ختمیت عطا کی گئی۔ پھر اس شخص کو عطا کی گئی جس کو اس کی روح نے سکھایا اور اسے اپنا ظل بنایا۔ پس بابرکت ہے وہ جس نے سکھایا اور جس نے سیکھا۔ پس حقیقی ختمیت چھٹے ہزار میں مقدر تھی، جو خدا کے دنوں سے چھٹا دن ہے، تا اس سے حضرت ابوالبشر آدم کی بھی اس شخص سے مشابہت پائی جائے تو نوع انسان کا خاتم ہے۔

یہ عبارت خود بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم حقیقی خاتم النبیّین ہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ مگر وہی جو آپ کے نور سے منور ہو۔ پس جو شخص نبوت کا مقام آنحضرت کی اتباع کی برکت سے پائے گا تو وہ حقیقی خاتم النبیّین کیسے ہو سکتا ہے۔ دوسرے حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا شاگرد اور وارث بتایا ہے۔ پس آپ کو جو ختمیت حاصل ہوئی ہے تو وہ بطور وراثت کے ہے۔ اور نیز آپ نے اپنی بعثت کو بروزی طور پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اقتباس الانوار، ص ۵۲ میں بھی لکھا ہے: ''محمد بود کہ بصورت آدم در مبدء ظہور نمود یعنی بطور بروز در ابتداء عالم روحانیت محمد مصطفیؐ در آدم متجلی شد و ہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گردد یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است نیز روحانیت محمد مصطفیؐ بروز

www.khatmenubuwwat.org

وظہور خواہد کرد وتصرفہا خواہد نمود۔'' (ایام الصلح، ص ۱۵۰)

اور جو ختمیت آپ کو عطا کی گئی ہے، وہ بلحاظ ولایت کے ہے اور آنحضرت کو ختمیت بلحاظ نبوۃ کے ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین العربی فرماتے ہیں:

''فکل نبی من لدن اٰدم الی اٰخر نبی ما منھم احد یأخذ الا من مشکاۃ خاتم النبیّین وان تأخر وجود طینتہ فانہ بحقیقتہٖ موجود وھو قولہ کنت نبیًّا واٰدم بین الماء والطین وغیرہ من الانبیاء ما کان نبیًّا الا حین بعث وکذالک خاتم الاولیاء کان ولیا وآدم بین الماء والطین وغیرہ من الاولیاء ما کان ولیا الا بعد تحصیلہ شرائط الولایۃ من الاخلاق الالھیۃ فی الاتصاف بھا من کون اللّٰہ یسمی بالولی لحمید فانہ الولی الرسول النبی وخاتم الاولیاء الولی الوارث الاخذ عن الاصل المشاھد للمراتب وھو حسنۃ من حسنات خاتم الرسل محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم.'' (فصوص الحکم، ص ۳۰)

یعنی آدم سے لے کر آخری نبی تک انہیں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو خاتم الانبیاء کے طاقدان سے نور نہ لیتا ہو۔ اگرچہ آنحضرت کا وجود عنصری متاخر ہو لیکن وہ اپنی حقیقت کے ساتھ موجود تھے اور یہ امر خاتم الانبیاء کے اس قول سے ثابت ہے کہ میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ اور آنحضرت کے سوا دوسرے انبیاء میں سے کوئی نبی نہیں تھا۔ مگر جس وقت کہ وہ مبعوث ہوئے اور اسی طرح خاتم الاولیاء اس وقت ولی تھے جبکہ آدم پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے اور اس کے سوا اولیاء میں ولی نہیں ہوا۔ مگر جس وقت کہ اس نے ولایت کی شرائط اخلاق الٰہی کو ولایت سے متصف ہو کر حاصل کر لیا اور یہ شرائط ولایت کی بہ سبب اللہ تعالیٰ کا نام ولی حمید ہونے کے ہے۔ پس خاتم الرسل کی نسبت باعتبار ان کی ولایت کے خاتم الاولیاء کی طرف ایسی ہی ہے جیسے انبیاء اور رسولوں کی نسبت اس کی طرف۔ پس تحقیق وہ ولی اور رسول اور نبی تھے۔ اور خاتم الاولیاء ولی اور وارث اور لینے والا اصل معدن سے اور مشاہدہ کرنے والا مراتب کا ہے اور وہ خاتم الاولیاء خاتم الرسل محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے درجات حسنات میں سے ایک درجہ حسنہ کا مظہر ہے۔

پس باوجودیکہ ختمیت حقیقہ حضرت مسیح موعود کے لیے خاتم ولایت ہونے کے لحاظ سے لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ختم نبوۃ کے لحاظ سے حقیقی ختمیت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بالاستقلال حاصل ہے اور حضرت مسیح موعود کو جو ختمیت حاصل ہوئی ہے تو وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں ہوئی ہے اور بطور وراثت کے۔ چنانچہ ختمیت کے لحاظ سے آپ کا دعویٰ خاتم الاولیاء ہونے کا ہے۔ چنانچہ آپ خطبہ الہامیہ میں بھی، جس کا مختار مدعیہ نے حوالہ دیا ہے، فرماتے ہیں:

''میں ولایت کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں، جیسا کہ ہمارے سیّد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں، مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔''[1]

۱۔ خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن، ج ۱۶، ص ۷۰

www.khatmenubuwwat.org

اور فرماتے ہیں:

''براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام احمد اور محمد بھی رکھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم نبوۃ ہیں، ویسا ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے۔''[1]

پس مختار مدعیہ کا یہ قول کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو حقیقی خاتم النبیّین اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مجازی قرار دیا ہے، محض بہتان ہے۔

(۴)

معجزات کی تعداد

مختار مدعیہ نے تحفہ گولڑویہ کے حوالے کی بناء پر ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے معجزات تین لاکھ بیان کیے ہیں اور آنحضرتؐ کے تین ہزار۔ اس کا مفصل جواب گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں دے دیا ہے، اس لیے اب اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ا،۲۔

اصل بات یہ ہے کہ مختار مدعیہ کو اس امر سے غلط فہمی ہوئی ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود کے کلام سے کہ نشان بھی خرق عادت ہے اور معجزہ بھی خرق عادت ہے، دونوں کو ایک سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے جہاں نشان کو خرق عادات قرار دیا ہے، وہیں نشان کی تقسیم بھی بیان کی ہے، جس سے بین طور پر معجزہ اور نشان میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر معجزہ نشان ہوتا ہے، لیکن ہر نشان کو کسی کا معجزہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مثلاً حضرت مسیح موعود نے بعض لوگوں کو آپ کی صداقت کے متعلق خوابیں آنا، یا آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کا اس زمانہ کے متعلق ظاہر ہونا اپنے نشانات میں سے شمار کیا ہے، لیکن ان کے متعلق یہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ آپ کے معجزات ہیں۔

پس جہاں نشانات کا ذکر کیا ہے، وہاں آنحضرت کے نشانوں یا معجزات کا قطعاً ذکر نہیں کیا۔ ورنہ آنحضرتؐ کے ویسے نشانات کا تو کوئی شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ اور تحفہ گولڑویہ میں جہاں مقابلہ میں آنحضرت کے معجزات کا ذکر کیا ہے، وہاں اپنی پیشگوئیاں سو (۱۰۰) کے قریب بتائی ہیں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تین ہزار معجزات اور یہ بھی فریق مخالف کے مسلمات کی بناء پر کہا ہے۔ ورنہ حضرت مسیح موعود کا مذہب یہی ہے کہ آپ کے معجزات قیامت تک ظہور میں آتے رہیں گے اور گواہان مدعا علیہ حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال سے ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کی تائید میں جو ظاہر ہوتا ہے، وہ بھی آنحضرتؐ کے معجزات ہیں اور آپ کو مکالمہ و مخاطبہ کا شرف بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیض سے ملا ہے۔

ا۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج ۲۱، ص ۱۱۶

www.khatmenubuwwat.org

(۵)

حضرت مسیح موعود کا نبی ہونا

مختار مدعیہ نے ۹؍اکتوبر کی بحث میں ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ بہت سی عبارات میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ عیسیٰؑ کا تشریف لانا آنحضرتؐ کی ہتک ہے اور اسلام کی بربادی ہے۔ (ازالہ اوہام، ص ۲۲۵) اور اپنے آپ کو ان سے بڑا قرار دے کر نبی مانا ہے اور یہ صریح توہین آنحضرتؐ کی ہوئی، کیونکہ جب مسیح جیسے گھٹیل کم درجہ نبی کا آنا اسلام کی بربادی اور آنحضرتؐ کی ہتک ہے تو بہت بڑے نبی کے آنے کی وجہ سے تو اسلام کی بربادی اور آنحضرتؐ کی توہین زیادہ ہوئی ہے۔

جواب:

مختار مدعیہ کا یہ ایک مغالطہ ہے یا حضرت مسیح موعودؑ کی تحاریر سے ناواقفیت کا ثبوت ہے، کیونکہ آپ نے مسیحؑ کے آنے کو جو فساد عظیم قرار دیا ہے تو اس کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ اگر وہ آئیں تو یا وحی نبوت یعنی نبوۃ مستقلہ کا دروازہ جو بلاواسطہ اتباع آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے، کھلا ماننا پڑے گا، یا ان کا مسلوب النبوۃ ہو کر آنا تسلیم کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ازالہ اوہام، صفحہ ۲۲۵ کی عبارت جس کا مختار مدعیہ نے حوالہ دیا ہے، یہ ہے:

''اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیّین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا اور یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوۃ سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔''

اور صفحہ ۲۳۵ میں فرماتے ہیں:

''صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے، وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جانا، نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رُو سے بھی ممتنع ہے۔''

پس حضرت عیسیٰ امتی ہو ہی نہیں سکتے، کیونکہ امتی کا مفہوم یہ ہے کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ بے دین ہو پھر آنحضرتؐ کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو اور یہ خیال حضرت عیسیٰ کی نسبت کرنا کفر ہے، کیونکہ وہ ایک مستقل نبی تھے اور خدا تعالیٰ نے ان پر تجلی فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی اور آنحضرت کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے۔

لیکن ایک امتی کا آنحضرتؐ کی اتباع اور آپ میں فنا ہو کر نبوت کے مرتبہ کا حاصل کرنا، نہ قرآن مجید کے مخالف ہے اور نہ احادیث کے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تو خاتم النبیّین ہیں، پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے۔ اس

www.khatmenubuwwat.org

کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا، نبی نہیں آ سکتا۔ جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی مانتے ہیں، بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوۃ کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بیشک ایسا عقیدہ معصیت ہے۔ اور آیت: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. (احزاب،۴۰) اور حدیث: لانبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادۃ ہے، لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں، جو فرمایا: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیے گئے۔ اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے، نبوۃ کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں گر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے، یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے، اس پر عملی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لیے اس کا نبی ہونا حیرت کی جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں، بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لیے، بلکہ اسی کے جلال کے لیے۔‘‘[۱]

پس مستقل نبی کے آنے سے جس کی نبوۃ آنحضرتؐ کی اتباع کا نتیجہ نہیں ہے، اس سے فساد عظیم لازم آتا ہے، نہ کہ جس قسم کی نبوۃ کا حضرت مسیح موعود نے دعویٰ کیا ہے۔

اور جو حوالہ مختار مدعیہ نے اخبار الحکم کا پیش کیا ہے کہ پہلے انبیاء تو آنحضرتؐ کے خاص خاص صفات میں ظل تھے اور اب ہم تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔ یہ ڈائری ہے۔ اوّل تو ضروری نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے من وعن الفاظ ڈائری نویس نے نقل کیے ہوں، لیکن بصورت تسلیم اس میں بھی آنحضرتؐ کی کوئی توہین نہیں اور نہ دوسرے نبیوں کی توہین ہے، کیونکہ ان کے نبوت بالاصالہ اور بالاستقلال تھی، جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے:

’’پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہرگز نہیں ہیں، گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرتؐ کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر وہ ان آیتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی اور آنحضرت کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے تا وہ امتی کہلاتے۔‘‘[۲]

پس پہلے انبیاء کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاص خاص صفات میں ظل ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان میں جو صفتیں بالاستقلال وبالاصلہ پائی گئی تھیں، وہ تمام کی تمام آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم میں اکمل طور پر پائی گئیں۔ پس اس کمال کو مدنظر رکھتے ہوئے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہر اس صفت میں جس سے پہلے نبی متصف ہوئے، حاصل تھا۔ ان کے لیے ظل کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ گویا اصل میں ان تمام صفات کے مستحق تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی ہیں، لیکن آپ کو جو صفات حاصل ہوئیں وہ بالواسطہ نہ تھیں، بلکہ مستقل اور بلاواسطہ تھیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو جو کچھ بھی حاصل ہوا، وہ بالواسطہ تھا، نہ

۱۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۰۷

۲۔ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خزائن، ج ۲۱، ص ۳۶۴

www.khatmenubuwwat.org

بالاستقلال اور اس لیے یہاں تفاضل کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ اسی عبارت میں فرماتے ہیں:
''کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے، وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہم کو عطا کیے گئے۔ اور پھر مولانا روم کا یہ شعر پیش کیا ہے:

نام احمد نام جملہ انبیاء ست
چوں بیامد صد نود ہم پیش ماست

اور ظلی طور پر جو کمالات امت محمدیہ کو حاصل ہوئے، ان کو مدنظر رکھتے ہوئے شیخ محی الدین ابن عربی، سیّد عبدالقادر جیلانی کا ایک قول نقل فرماتے ہیں:

یامعشر الانبیاء اوتیتم اللقب واوتینا مالم تؤتوا. (فتوحات مکیہ، ج ۲،ص ۱۰۰)

یعنی انہوں نے فرمایا کہ اے انبیاء کے گروہ! تمہیں تو نبوت کا لقب دیا گیا اور ہمیں وہ کچھ دیا گیا جو تمہیں نہیں دیا گیا۔

اسی طرح سیّد محمد بن نصیر الدین جعفری المکی الحسینی خلیفہ حضرت چراغ دہلوی، بحر المعانی، صفحہ ۱۶ میں فرماتے ہیں:
''اے محبوب! اگر موسیٰ علیہ السّلام کہ مظہر ذات اوست در آئینہ محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم رب ارنی ہر گز خبر بہ لن ترانی نخور دے۔ اما چوں بیرون آئینہ او خواست لامحالہ خبر بہ لن ترانی خورد و آنکہ اے محبوب موسیٰ علیہ السّلام اگر در عہد حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ بودے چوں محال او بدیدے۔ گویا کہ جمال حضرت جل وعلا دیدے وتسکین یافتے کہ من رانی فقد رای ربی زہے بیچارگی کہ در ذات موسیٰ شد بعد از خبر بہ لن ترانی در آئینہ محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم از حضرت احدی جل جلالہ روشن کرد بعدہ تمنا برد وگفت کہ اللہ اجعلنی من امتہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم وآلہ واصحابہ واحبابہ وسلّم۔''

پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے وہ کمالات حاصل ہوتے ہیں جو پہلوں کو حاصل نہ ہوئے تھے۔

اسی طرح صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے: ''امام مجاہد میگوید کہ بالائے عرش ہفتاد حجاب از نور وظلمت است چوں موسیٰ ازیں خبر یافت سلوک آغاز میکردند۔ وے شنید کہ یا موسیٰ ہذا مقام ومنزل مخصوص بمحمد علیہ السّلام وامتہ۔''

پس جو چیز کہ موسیٰ جیسے عظیم الشان نبی کو حاصل نہ ہوئی، وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے امتیوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دی گئی۔

حیات مسیح

مختار مدعیہ نے ایک الزام حضرت مسیح موعود پر یہ بھی لگایا ہے کہ آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو شرک کی طرف منسوب کیا، کیونکہ آپ نے استفتاء، صفحہ ۳۹ میں حیات مسیح کے عقیدہ کو شرک قرار دیا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عقیدہ حیات مسیح کا حدیث: **ان عیسٰی لم یمت وانه راجع الیکم** (ابن کثیر) سے ثابت ہے، لہٰذا مرزا صاحب نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مشرک قرار دے کر آپ کی توہین کی۔

www.khatmenubuwwat.org

جواب:

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی عقیدہ کا اظہار نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بجسد ہ العصر ی زندہ موجود ہیں، بلکہ آپ کے اقوال سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ وفات مسیح کے قائل تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

ایھا الناس بلغنی انکم تخافون من موت نبیکم ھل خلد نبی قبلی فیمن بعث فاخلد فیکم. (لباب الخیار فی سیرۃ المختار، ص۹۴) اے لوگو! مجھے یہ بات معلوم ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈرتے ہو۔ کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی زندہ باقی رہا ہے جو میں تم میں رہوں گا۔

اسی طرح بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حشر کے دن جب میرے بعض صحابہ پکڑ کر لے جائے جائیں گے اور میں کہوں گا کہ یہ تو میرے صحابہ ہیں تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ جب سے تو ان سے علیحدہ ہوا، اس وقت سے یہ مرید ہو گئے تھے۔ اس پر آپ فرماتے ہیں: **فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدًا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم.** (کتاب التفسیر، بخاری، ج ۳، ص ۸۶) کہ میں بھی وہ ہی بات کہوں گا جو حضرت عیسیٰؑ نے کہی کہ میں بھی اپنی قوم کا نگران اور محافظ تھا، جب تک کہ میں ان میں تھا۔ مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کا رقیب اور نگران تھا۔ پس اس حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد صحابہ میں ارتداد واقع ہوا، ویسے ہی حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد عیسائیوں نے مسیح کو خدا بنایا۔ اسی طرح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آنے والے مسیح کو گندم گوں رنگ اور سیدھے بالوں والا بیان فرمایا ہے اور مسیح اسرائیلی کا حلیہ گھنگھریالے بال اور سرخ رنگ کا ذکر فرمایا۔ اور یہ دونوں حلیے بتا رہے ہیں کہ پہلا مسیح جس کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے معراج کی رات عیسیٰؑ کے ساتھ یعنی وفات یافتہ انبیاء میں دیکھا، وہ اور ہے اور وہ وفات پا کر وفات یافتہ انبیاء میں شامل ہو گیا ہے اور جو آنے والا ہے وہ اور ہے۔ اور پھر بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات پر جب حضرت ابوبکرؓ نے آیت: **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ** (آل عمران، ۱۴۴) پڑھی تو سب نے اس دلیل کی بنا پر کہ تمام انبیاء وفات پا چکے ہیں، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کو تسلیم کر لیا۔

پس مختار مدعیہ کا ان احادیث کی موجودگی میں یہ کہنا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم حیات مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے، بالکل غلط ہے۔ اور جو روایت تفسیر ابن کثیر سے مختار مدعیہ نے پیش کی ہے، وہ بوجہ ضعیف اور مجروح ہونے کے مذکورہ بالا مرفوع متصل احادیث کے مقابلہ میں قابلِ قبول نہیں ہے، اور نہ کسی صحابی سے مروی ہے۔ بلکہ تابعی کی روایت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تابعی تو اسے کہتے ہیں جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نہ ملا ہو۔ اس لیے یہ حدیث مرسل ہو گئی۔ اور جب اس کے راویوں پر ہم نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی نہایت درجہ کے ضعیف راوی ہیں۔ چنانچہ اس کا ایک راوی احمد بن عبدالرحمٰن بن وھب ابوعبداللہ المصر ی ہے اور اس کے متعلق ابن عدی نے کہا ہے:

رایت شیوخ مصر مجمعین علی ضعفه والغرباء لا یمتعون عن الاخذ عنه ابو ذرعة وابو حاتم ممن

www.khatmenubuwwat.org

دونھما. (میزان الاعتدال) یعنی میں نے مصر کے تمام مشائخ یعنی علماء کو متفق پایا کہ وہ ضعیف راوی ہے اور اجنبی لوگ جس سے ابو ذرعہ اور ابو حاتم اس سے روایات لینے سے رکتے نہیں، اور ظاہر ہے کہ وہ مصری ہے اور مصر کے علماء کی رائے اس کے حق میں صحیح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مصر سے باہر کے رہنے والوں کو اس کے حالات کا حقیقی علم نہیں ہوسکتا۔

دوسرا راوی عبداللہ بن ابی جعفر الرازی ہے۔ اس کے متعلق محمد بن حمید الرازی نے کہا ہے:

''سمعت منه عشرة الاف حديث فرميت بها كان فاسقا.'' (میزان الاعتدال)

یعنی میں نے اس سے دس ہزار حدیث سنی اور سب کو میں نے پھینک دیا اور وہ فاسق تھا۔ اور ابوزرعہ اور ابو حاتم نے اسے سچا کہا ہے۔ لیکن اس کے حق میں بھی محمد بن الرازی کی شہادت قابلِ قبول ہے، کیونکہ وہ اس کا ہم وطن ہے اور اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

تیسرا راوی عیسیٰ بن ابی عیسیٰ باماں ابوجعفر الرازی ہے۔ اس کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ بعض نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے، لیکن احمد اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں۔ وقال الفلاس نسئی الحفظ. یعنی فلاس نے کہا ہے کہ اس کا حافظہ اچھا نہیں۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ مشہور لوگوں سے سن کر حدیثیں بیان کرنے میں مفرد ہے۔ اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ وہ کثیر الوہم ہے اور جاننا چاہیے کہ عمرو بن علی الفلاس یحییٰ بن سعید قطان کا شاگرد ہے، جیسا کہ ابن معین بھی انہی کا شاگرد ہے۔

اور چوتھا راوی ربیع بن انس ہے۔ اس کے متعلق ابن معین نے کہا ہے:

''كان يتشيع فيفرط فيه وذكره ابن حبان في الثقات وقال الناس يتقون من حديثه كان من رواية ابى جعفر عنه لان في احاديثه عنه اضطرابًا كثيرًا.'' (تہذیب التہذیب)

یعنی وہ تشیع میں افراط کا پہلو اختیار کرتا تھا۔ ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ لوگ اس کی اس حدیث کے لینے سے پرہیز کرتے ہیں جو ابوجعفر نے اس سے روایت کی ہے۔ کیونکہ اس کی ان احادیث میں جو اس نے ربیع سے روایت کی ہے، بہت اضطراب ہے۔

اور آخری راوی حسن بصری ہے۔ اس کے متعلق اکمال فی اسماء الرجال میں صاحب المشکوٰۃ نے بھی لکھا ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری دو سال میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ پس انہوں نے آنحضرت کو دیکھا تک نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے یہ بات یہود سے کہی کہ عیسیٰ مرے نہیں۔ پس لازماً یہ حدیث مرسل ہوئی۔ اور ایسی حدیث کا حکم بھی اپنے پاس نہیں، بلکہ دیوبندیوں کے مقتدا اور پیشوا کی کتاب ہدیۃ الشیعہ سے پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''اور سنّیوں کے نزدیک گو حضرت زید اکابر اولیاء میں سے ہوں۔ لیکن تاہم آدمی ہیں جب تک مستند نہ ہو، کیونکر معلوم ہو کہ انہوں نے جس سے یہ بات لی ہے وہ معتبر ہے کہ نہیں۔ صحابہ کی ملاقات میں تو احتمال ہے، باقی رہے تابعین سو ان میں جھوٹے، سچے، نیک و بد، سب طرح کے ہیں۔ اور اگر بالفرض کسی معمر صحابی سے ان کی ملاقات ہوئی ہو تو بھی کیا لازم ہے کہ وہ صحابی اس وقت حاضر ہی تھے، یا ان کو کسی دوسرے صحابی سے یہ بات پہنچی تھی اور پھر حضرت زید نے بھی انہیں سے سنا ہو۔ احتمال ہو کہ جس

www.khatmenubuwwat.org

صحابی سے ان کی ملاقات ہوئی ہو اُن کو یہ بات معلوم نہ ہو اور اگر معلوم بھی ہو تو انہوں نے ان سے نہ سنا ہو، بلکہ کسی تابعی سے سنا ہو۔ بلکہ زبان زد عام ایک بات دیکھ کر اس کے موافق نقل کر دیا ہو، یا بطور تسلیم قول معترض یہ بات فرمائی ہو۔ بہرحال احتمالات چند در چند قادح اعتبار روایت موجود ہیں، پھر بایں ہمہ احتمالات کوئی کیونکر اس روایت کو در بارہ دعویٰ ہمہ فدک قبول کرے، خصوصاً در صورتیکہ آیت اور روایت صحیحہ متصل، بلکہ مرفوع اعنی روایت مشکوٰۃ اس کے مخالف موجود ہو۔''

ہدیۃ الشیعہ، ص ۲۳۱ میں وضاحت کے لیے یہ عبارت بہ تبدیلی الفاظ یوں لکھے دیتا ہوں کہ پھر بایں ہمہ احتمالات مذکورہ کوئی کیونکر مختار مدعیہ کی اس روایت کو در بارہ عقیدہ حیات مسیح قبول کرے۔ خصوصاً درصورتیکہ آیت: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ. (مائدہ، ۱۱۷) اور آیت: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ. (آل عمران، ۱۴۴) اور روایت صحیحہ متصل، بلکہ مرفوع روایت بخاری اس کے مخالف موجود ہے۔ اور نیز البراہین القاطعہ، ص ۸۲ میں مولوی خلیل احمد صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

''اب اس حدیث شیخین کے مقابلہ میں ضعیف روایت کہ قابلِ احتجاج ہی ہرگز نہیں، کس طرح درست ہوگی۔''

اور مختار مدعیہ کا یہ اعتراض اس وقت درست ہوسکتا تھا اگر آپ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی مسیح علیہ السّلام کو آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ مانتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی تمام کتابیں اس بات سے مملو ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت مسیح کو وفات یافتہ سمجھتے ہیں اور یہی عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ (اعجاز احمدی، ص ۶۰)

رہی یہ بات کہ حضرت مسیح موعود نے حیات مسیح کے عقیدہ کو شرکِ عظیم قرار دیا ہے تو اس کا جواب گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں بالتفصیل دے دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ عربی زبان میں کسی چیز کو اس کی مستقبل کی حالت کو مدنظر رکھ کر جو نتیجتاً اس سے پیدا ہوتی ہے، نام دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

تسمية باسم ما يؤول اليه نحوانی ارانی اعصر خمرًا ای عنبًا يؤول الى الخمرية ولا يلدوا الا فاجرا كفارا ای مائل الى الكفر والفجور. (اتقان، ج ۲، ص ۴۵)

کہ کسی چیز کو وہ نام دے دینا جو اس کا آئندہ ایک نئی حالت کے ماتحت نام ہوتا تھا، جیسے قرآن مجید میں آتا ہے کہ قیدی نے دیکھا کہ میں شراب کو نچوڑتا ہوں تو مراد شراب سے انگور ہیں، جن سے شراب بنتی ہے۔ اور اسی طرح قوم نوح کے متعلق فرمایا کہ وہ نہیں جنیں گے مگر فاجر اور کافر لوگ۔ یعنی وہ بچے جو کافر اور فاجر ہوں گے۔ پس چونکہ حیات مسیح کا عقیدہ منجر الی الشرک تھا اور لاکھوں مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ نے اس حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو شرک عظیم قرار دے دیا اور اُردو کی تصانیف میں اس امر کی تصریح کر دی کہ یہ عقیدہ منجر الی الشرک ہے یا یہ عقیدہ شرک کا حامی ہے۔

اور گواہان مدعا علیہ نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ بعض وقت عربی زبان میں کسی فعل کے لیے شرک یا کفر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے مرتکب کو کافر اور مشرک نہیں کہا جاتا، لیکن مختار مدعیہ نے ان احادیث کو بالکل نظرانداز کر کے وہی اعتراض دوبارہ کر دیا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کو منوانے کے لیے اس کے مقتداؤں کے اقوال پیش کیے جاویں۔ چنانچہ

www.khatmenubuwwat.org

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی ایک عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں:

’’جواب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نہایت صحیح ہے کہ افعال شرکیہ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ شرک محض ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ لوگ ان کو کرتے ہیں اور تاویل ہو سکتی ہے۔ پس پہلی قسم سجدہ بت کو کرنا، زنار ڈالنا، ان امور سے مشرک ہو جاتا ہے۔ اور دوسری قسم میں افعال سے کبیرہ گناہ ہوتا ہے۔ خروج عن الاسلام نہیں ہوتا۔ کیونکہ بعض شرک اصل شرک ہے اور بعض کم، کہ شرک دون شرک کہتے ہیں تو دوسرے درجہ کے شرک حقیقتاً شرک نہیں۔ مثلاً قسم بغیر اللہ کو شرک فرمایا اور ریا کو شرک فرمایا اور تسمیہ بغیر اللہ کو شرک فرمایا۔ پر ان کے کرنے سے مشرک حقیقی نہیں ہوتا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمه اتم. رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ سوم، ص ۵)

اور یہی جواب گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے بجواب جرح دیا تھا، جس کو مختار مدعیہ نے صحیح تسلیم نہ کرتے ہوئے پھر وہی اعتراض کر دیا۔

اور میں اس جواب کو اور واضح کرنے کے لیے ایک اور مثال اور حدیث سے پیش کر دیتا ہوں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

’’بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوٰة.‘‘[1]

یعنی آدمی کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے۔

یعنی اگر نماز چھوڑے تو وہ کفر اور شرک میں داخل ہوگا۔ لیکن تارک نماز کو گواہان مدعیہ کافر اور مشرک نہیں کہتے، جیسا کہ گواہ مدعیہ نمبر ا، ۳ نے بجواب جرح یہ کہا ہے کہ تارک نماز کو کافر اور مشرک نہیں کہا جاوے گا۔ پس جیسے ترک نماز کو اس حدیث میں شرک اور کفر تو کہا گیا ہے لیکن اس کے تارک پر گواہان مدعیہ کافر اور شرک کے احکام نافذ نہیں کرتے اور نہ اسے کافر اور مشرک سمجھتے ہیں۔ اور شارحین نے اس کا ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ نماز چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر کار انسان حقیقتاً کافر بن جاتا ہے، اس لیے ترک نماز کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ پس بعینہٖ اسی طرح حیات مسیح کا عقیدہ چونکہ منجر الی الشرک ہو جاتا ہے، جیسا کہ ہزاروں مسلمانوں کے عیسائی ہونے سے ظاہر ہے، اس لیے اسے شرک کا نام دیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود نے ان پہلے لوگوں کو جنہوں نے اجتہادی غلطی کی بنا پر یہ عقیدہ رکھا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک معذور قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’مجھ سے پہلے جو جو علماء اپنی اجتہادی غلطی سے ایسا خیال کرتے رہے کہ ابن مریم آسمان سے آئے گا، وہ خدا کے نزدیک معذور ہیں، ان کو بُرا نہیں کہنا چاہیے۔ ان کی نیتوں میں فساد نہیں تھا، بوجہ بشریت بھول گئے۔ خدا ان کو معاف کرے۔ کیونکہ ان کو علم نہیں دیا گیا تھا اور ان کی اجتہادی غلطی ایسی تھی جیسے داؤد علیہ السّلام نے غنم القوم کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کی تھی۔ مگر اس کے بیٹے سلیمان کو خدا نے فہم عطا کر دیا تھا۔‘‘[2]

۱۔ بین الرجل...... صحیح مسلم، رقم ۲۵۷

۲۔ دافع البلاء، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۳۶

اور حضرت مسیح موعود نے جو حیات مسیح کا عقیدہ رکھا تو وہ رسمی عقیدہ تھا جو مسلمانوں میں چلا آتا تھا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے آپ پر یہ ظاہر کر دیا کہ حضرت عیسیٰ وفات پا گئے ہیں تو آپ نے لوگوں میں ان کی وفات کا اعلان کر دیا اور قرآن اور حدیث کی رُو سے ان کی وفات کے مسئلہ کو الم نشرح کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام

گواہ مدعیہ نمبر الف نے تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۷۷ کے حوالہ سے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ موسیٰ کی دودھ اور شہد کی نہروں کے ملنے کی پیشگوئی پوری نہ ہوئی، لہٰذا مرزا صاحب حضرت موسیٰ کی توہین کے بھی مرتکب ہوئے۔

جواب:

حضرت مسیح موعود نے تتمہ حقیقۃ الوحی میں نہیں، بلکہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۷۷ میں یہ لکھا ہے کہ:

حضرت موسیٰ کی توریت میں یہ پیشگوئی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک شام میں، جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی تھیں، لے جائیں گے۔ مگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ حضرت موسیٰ بھی راہ میں فوت ہوئے اور بنی اسرائیل بھی راہ میں ہی مر گئے۔ صرف اولاد اُن کی وہاں گئی۔[۱]

حضرت مسیح موعود نے جس امر کا اظہار اس عبارت میں کیا تھا، وہ ایک امر واقع ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حضرت مسیح موعود کا یہ قطعاً منشا نہیں کہ وہ وعدہ کبھی بھی پورا نہیں ہوا۔ بلکہ اپنے اسی عبارت میں بھی واضح کر دیا کہ ان کی اولاد وہاں داخل ہوئی۔ یعنی وہ وعدہ جو بنی اسرائیل سے حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے کیا گیا تھا۔ وہ ان کی اولاد کے ذریعہ پورا ہوا۔ چنانچہ آپ نے ایک اور مقام پر اس امر کو وضاحت سے لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے جو اس کے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کی نسبت ہوتے ہیں۔ کبھی تو بلاواسطہ پورے ہوتے ہیں اور کبھی بالواسطہ اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم کو بھی جو نصرت اور فتح کے وعدہ دیے گئے تھے، وہ ان کی زندگی میں پورے نہیں ہوئے۔ بلکہ ایک دوسرے نبی کے ذریعہ سے جو تمام نبیوں کا سردار ہے، یعنی سیّدنا و امامنا حضرت محمد مصطفیٰ ختم الرسل کے ظہور سے پورے ہوئے اور اسی طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو، جو کنعان کی فتح کی بشارتیں دی گئی تھیں، بلکہ صاف صاف حضرت موصوف کو یہ وعدہ دیا گیا تھا کہ تو اپنی قوم کو کنعان میں پہنچا دے گا اور کنعان کی سرزمین کا تو انہیں مالک کر دے گا۔ یہ وعدہ حضرت موسیٰ کی زندگی میں پورا نہ ہو سکا اور وہ راہ میں فوت ہو گئے۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ پیش گوئی غلط نکلی جو اب تک توارت میں موجود ہے۔ کیونکہ موسیٰ کی وفات کے بعد موسوی قوت اور موسوی روح اس کے شاگرد یوشع کو عطا ہوئی اور وہ خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کے نفخ روح سے موسیٰ میں ہو کر اور موسوی صورت پکڑ کر وہ کام بجا لایا جو موسیٰ کا کام تھا۔ سو خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ موسیٰ ہی تھا۔''[۲]

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۱۸۳

۲۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۳۱۷

www.khatmenubuwwat.org

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نفس پیشگوئی کے پورے ہونے کو مانتے ہیں، لیکن موسیٰ کی بجائے آپ کے خلیفہ یوشع نبی کے ذریعہ پوری ہوئی۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیکھا کہ کسریٰ وقیصر کے خزائن کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں رکھی گئیں، مگر وہ آپ کے ہاتھ کی بجائے حضرت عمر کے ہاتھ میں آئیں۔ اور وہ خزائن کی کنجیوں والی پیشگوئی آنحضرت کے خلفاء کے ذریعہ ظہور میں آئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلّام

گواہان مدعیہ نے جو الزامات حضرت مسیح موعودؑ پر حضرت عیسیٰؑ کی توہین ثابت کرنے کے لیے لگائے تھے، ان کا مفصل جواب گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں دے دیا ہے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ۱، ۲، ۳۔ لیکن اب میں ان نئی باتوں کا جواب دیتا ہوں جو مختار مدعیہ نے بحث میں پیش کی ہیں۔

(ا) مسیحؑ کی پیشگوئیاں

۱۲/ اکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ نے حضرت عیسیٰؑ کی توہین ثابت کرنے کے لیے حضرت مسیح موعودؑ پر یہ الزام لگایا ہے کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئیاں جس قدر جھوٹی نکلیں، اس قدر سچی نہیں نکلیں۔ اور کشتی نوح، صفحہ ۵ میں لکھا ہے کہ قرآن شریف بلکہ تورات کے بعض صحیفوں میں بھی یہ موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی، بلکہ حضرت مسیح نے بھی انجیل میں خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جاویں، لہٰذا معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰ نبی نہیں اور یہ صریح توہین ہے۔

جواب:

مختار مدعیہ کا ازالہ کی عبارت میں سے ایک فقرہ لے کر اعتراض کر دینا، اس کے لیے یہ قطعاً مناسب نہ تھا کہ وہ ایک فقرہ کو لے کر اعتراض کرے۔ اور اس کے ساتھ کی عبارت کو جس سے یہ اعتراض بالکل باطل ہو جاتا ہے، ترک کر دے۔ چنانچہ اب میں اس کے بعد کی عبارت لکھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

’’مگر یہ بات الزام کے لائق نہیں، کیونکہ امور اخباریہ کشفیہ میں اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ کی بعض پیشگوئیاں ہی اسی صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھ لی تھی۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں۔ مگر یہ غلطی نفس الہام میں نہیں، بلکہ سمجھ اور اجتہاد کی غلطی ہے۔ چونکہ انسان تھے اور انسان کی رائے خطا اور صواب دونوں کی طرف جا سکتی ہے، اس لیے اجتہادی طور پر یہ لغزشیں پیش آ گئیں۔‘‘[ا]

اور اجتہادی غلطی کا انبیاء سے ہونا تمام علماء امت کو مسلم ہے۔ چنانچہ انبیاء کو اجتہادی غلطی لگ جانے کے متعلق پہلے حوالے پیش کیے جا چکے ہیں۔

ا۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۰۶

www.khatmenubuwwat.org

دوم: مختار مدعیہ نے علاوہ حوالہ مذکورہ کے ایک حوالہ اعجاز احمدی کا بھی پیش کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ حالانکہ یہ بھی مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے کیونکہ اعجاز احمدی، صفحہ۴ پر حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے:

''حال میں ایک یہودی کی تالیف شائع ہوئی ہے جو میرے پاس اس وقت موجود ہے۔ گویا وہ محمد بن ثناء اللہ کی تالیف ہے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اس شخص یعنی عیسیٰ سے ایک معجزہ بھی ظہور میں نہیں آیا۔ اور نہ کوئی پیشگوئی اس کی سچی نکلی۔ وہ کہتا تھا کہ داؤد کا تخت مجھے ملے گا۔ کہاں ملا (اس کے آگے بہت سی مثالیں ذکر کی ہیں)۔''

ہاں حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو بھی اجتہادی غلطی ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''اور بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے تو امان اٹھ جاتا ہے اور شک پڑ جاتا ہے کہ شاید اس نبی یا رسول یا محدث نے اپنے دعویٰ میں دھوکا کھایا ہے۔ یہ خیال سراسر مغالطہ ہے۔ اور جو لوگ نیم سودائی ہوتے ہیں، وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اور اگر ان کا یہی اعتقاد ہے تو تمام نبیوں کی نبوت سے ان کو ہاتھ دھو بیٹھنا چاہیے۔ کیونکہ کوئی نبی نہیں جس نے کبھی نہ کبھی اپنے اجتہاد میں غلطی نہ کھائی ہو۔ مثلاً حضرت مسیح جو خدا بنائے گئے، ان کی اکثر پیشگوئیاں غلطی سے پُر ہیں۔''[1]

اور صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں:

''ایک شریر یہودی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بیگانہ عورت پر آپ عاشق ہو گئے تھے۔ لیکن جو بات دشمن کے منہ سے نکلے وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ آپ خدا کے مقبول اور پیارے تھے۔ خبیث ہیں وہ لوگ جو آپ پر یہ تہمتیں لگاتے ہیں۔ ہاں آپ نے اجتہادی غلطی سے داؤد کے تخت کی تمنا کی تھی۔ مگر وہ تمنا پوری نہ ہوئی اور مطابق مثل مشہور کہ بن مانگے موتی ملیں۔ مانگے ملے نہ بھیک۔ آپ تو داؤد کے تخت سے محروم رہے۔ مگر وہ برگزیدہ خدا سیّد الرسل جس نے دنیا کی بادشاہت سے منہ پھیر کر کہا تھا: **الفقر فخری.** یعنی فقر پر میرا فخر ہے۔ اس کو خدا نے بادشاہت دے دی۔''[2]

اور اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:

''غرض حضرت مسیح کا اجتہاد غلط نکلا۔ اصل وحی صحیح ہو گی مگر سمجھنے میں غلطی کھائی۔ افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسیٰ کہ اجتہادات میں غلطیاں ہیں اس کی نظیر کسی نبی میں بھی نہیں پائی جاتی۔ شاید خدائی کے لیے یہ بھی ایک شرط ہو گی مگر کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان غلط اجتہادوں اور ان غلط پیشگوئیوں کی وجہ سے ان کی پیغمبری مشتبہ ہو گئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارہ میں بٹھایا جاتا ہے، وہ آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اس قدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے۔ اور پھر بعض دوسری جزئیات میں اگر اجتہادی غلطی ہو بھی تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی۔''[3]

پس اعجاز احمدی میں جو کلام مسیح کی پیشگوئیوں کے متعلق کی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اسی جگہ ایک تو ان لوگوں کو جواب دینا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء اجتہادی غلطی نہیں کھاتے۔ دوسرے عیسائی جو ان کو خدا بناتے ہیں، ان کی بھی

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج۱۹، ص۱۳۲
۲۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج۱۹، ص۱۳۴
۳۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج۱۹، ص۱۳۵

www.khatmenubuwwat.org

تردید کیے جاتے ہیں۔ مختار مدعیہ تو اعجاز احمدی کی عبارت سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کو باطل ثابت کرتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود ان کی نبوت ثابت کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ان سے جو اجتہادی غلطیاں صادر ہوئیں، اس وجہ سے ان کی نبوت مشتبہ نہیں ہوسکتی اور اعجاز احمدی، صفحہ ۸ میں اصولی طور پر فرماتے ہیں:

''انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ ان کی اپنی رائے ہے، نہ خدا کا کلام۔''[1]

پس حضرت مسیح کی جو پیشگوئیاں غلط نکلیں، وہ درحقیقت ان کے اجتہادات تھے اس لیے ان کے پورا نہ ہونے سے ان کی نبوت مشتبہ نہیں ہوتی۔ اور نہ مختار مدعیہ کا اعتراض درست ہوسکتا ہے۔

(۲) صداقت حضرت عیسیٰؑ

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود پر ایک یہ بھی الزام لگایا ہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰ کی اس وجہ سے بھی توہین کی آپ نے اپنی کتاب اعجاز احمدی، صفحہ ۱۳ پر لکھا کہ ہم نے انہیں قرآن مجید کے سہارے مان لیا ہے۔ اگر ایک شخص حضرت مسیح یا دیگر انبیاء کو قرآن مجید کے اقوال کی بنا پر صادق تسلیم کرتا ہے تو نہ معلوم اس میں ان انبیاء کی توہین کیسے لازم آسکتی ہے۔ یہ مختار مدعیہ کا انوکھی طرز کا استدلال ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ یہود کے ان اعتراض کو مدنظر رکھ کر جو انجیل کی بنا پر انہوں نے کیے ہیں، فرماتے ہیں:

''اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسی قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں۔ بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہیں۔ کیونکہ قرآن نے ان کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی، بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ یہ احسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو بھی نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا۔ اسی وجہ سے ہم ان پر ایمان لائے کہ وہ سچے نبی ہیں اور برگزیدہ ہیں اور ان تہمتوں سے معصوم ہیں جو ان پر اور اس کی ماں پر لگائی گئی ہیں۔''[2]

مختار مدعیہ کو یہ نہایت گراں گزرا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے یہ قرآن کا احسان مسیح پر کیوں جتایا۔ حالانکہ حقیقت یہی تھی کہ قرآن مجید کے نزول کے وقت حضرت عیسیٰ سے تعلق رکھنے والی دو قومیں تھیں۔ ایک یہود اور دوسرے نصاریٰ۔ یہود تو نعوذ باللہ انہیں ملعون اور شیطان وغیرہ القاب سے یاد کرتے تھے۔ اور دوسرے عیسائی ان کے ماننے والے۔ وہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ پس اگر ان کی نبوت کسی چیز نے منوائی تو وہ قرآن مجید ہی تھا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اور یہی حقیقت ہے جس کو ہر عاقل و فرزانہ تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ مولوی آل حسن صاحب جن کو گواہ مدعیہ نمبر ا، ۲۱؍ اگست کو مسلمان تسلیم کر چکا ہے اور گواہ مدعیہ نمبر ۳، ۲۹؍ اگست کو ان کی کتاب استفتاء کی تصدیق کر چکا ہے۔ لکھتے ہیں:

''ازانجملہ اگلے سب انبیاء نے بنی اسرائیل پر ایمان لانے کی بسبب فقدان اسناد اور ثبوت، تحریف کی کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔ بجز تصدیق حضرت خاتم النبیین کے۔'' (استفتاء برحاشیہ ازالہ اوہام، ص ۳۷۹)

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۱۵　　۲۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۲۰

www.khatmenubuwwat.org

مولوی آل حسن نے تو صرف حضرت عیسیٰ کی نبوت میں نہیں، بلکہ تمام انبیائے بنی اسرائیل کی نبوت کی ثبوت کا دار و مدار آنحضرتؐ کی تصدیق کو قرار دیا۔ پس کیا مختار مدعیہ ان کے متعلق بھی یہی فتویٰ دے گا کہ انہوں نے تمام انبیائے بنی اسرائیل کی توہین کی ہے، اس لیے وہ کافر و مرتد ہیں۔

(۳) حضرت مسیح علیہ السّلام اور شراب کا استعمال

گواہان مدعیہ نے کشتی نوح حاشیہ، صفحہ ۶۵ کی عبارت سے یہ استدلال کیا تھا کہ مرزا صاحب نے اس میں یہ اقرار کیا ہے کہ مسیح مشراب پیا کرتے تھے۔ اور اس سے صریح توہین حضرت عیسیٰؑ کی لازم آتی ہے۔ گواہان مدعا علیہ نے جو اس کا تفصیلی جواب دیا تھا، مختار مدعیہ نے اس کی طرف توجہ کیے بغیر پھر وہی اعتراض کر دیا ہے۔ بات بالکل صاف تھی۔ کشتی نوح، صفحہ ۱۶ میں آپ نے صریح طور پر لکھا ہے کہ ’’میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں، کیونکہ میں روحانیت کی رُو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لیے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰؑ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں۔ سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں۔ اور مردود اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔‘‘ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جس کتاب میں یہی عبارت موجود ہے اس میں کوئی بات ان کی ہتک اور توہین کی نہیں ہوسکتی، اور جس عبارت پر اعتراض ہے وہ انجیل اور قرآنی تعلیم کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ انجیل کے پیرو عیسائی لوگ ہیں نہ کہ مسلمان۔ پس فی الحقیقت یہ کلام عیسائی مسلمات پر کہا گیا ہے، جیسا کہ چشمہ معرفت کی عبارت ذیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

’’کیا قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ شراب پی لیا کرو۔ یا یہ حکم ہے کہ بجز اپنی قوم کے دوسروں سے سود لے لیا کرو اور کیا عیسائیوں کے عقیدہ کی طرح قرآن شریف بھی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتا ہے، یا شراب پینے کا فتویٰ دیتا ہے، یا یہ تعلیم دیتا ہے کہ بہرحال بدی کا مقابلہ نہ کرو۔‘‘[۱]

اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح کا شراب پینا بالکل ثابت ہے۔ چنانچہ دیوبندیوں کے مسلم مقتدا مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی بھی فرماتے ہیں:

’’جناب مسیح اقرار مے فرمایند کہ یحییٰ علیہ السّلام نہ نان مے خوردند نہ شراب مے آشامیدند و آنجناب شراب بہم مے نوشیدند۔‘‘[۲]

پس یہ کلام جو کہ عیسائیوں کے مسلمات پر ہے، اس لیے اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اس پر تو گواہان ومختاران مدعیہ کے مسلمات کی بنا پر بھی کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، کیونکہ شرح فقہ اکبر علامہ ملا علی قاری کے صفحہ ۱۷۰ میں لکھا ہے کہ پہلے انبیاء کی شریعتوں میں شراب حرام نہیں تھی۔ صرف امت محمدیہ کے لیے حرام کی گئی ہے اور صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۲۱۶ میں لکھا ہے:

۱۔ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۲۷۰
۲۔ یحب موافقة...... صحیح مسلم، رقم ۶۲۰۸

www.khatmenubuwwat.org

"کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یحب موافقۃ اھل الکتاب فیما لم یؤمر بہ."
یعنی آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم جس امر کے بارے میں کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو، اس میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ تحریم خمر سے پہلے صحابہ شراب پیا کرتے تھے اور چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے:

"قال کنت اسقی ابا عبیدۃ وابا طلحۃ وابی بن کعب من فضیخ زھروتمر فجاء ھم آیت فقال ان الخمر قد حرمت فقال ابو طلحۃ قم یا انس فاھرقتھا."[1]

یعنی انسؓ نے کہا کہ میں ابوعبیدہ اور ابوطلحہ اور ابی ابن کعب کو شراب پلا رہا تھا تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ شراب حرام ہوگئی ہے، تو ابوطلحہ نے کہا کہ اے انسؓ! اٹھو اور اس کو زمین پر ڈھلکا دو، تو میں نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ پس جبکہ گواہان مدعیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اس وقت شراب حرام ہی نہیں کی گئی تھی تو پھر حضرت مسیح موعود کے قول پر اعتراض کیسا اور اس سے توہین مسیح علیہ السّلام کا الزام دینا کیسا۔ مختار ان مدعیہ کو چاہیے تھا کہ پہلے وہ گواہان مدعا علیہ کے جواب کو توڑنے اور پھر نئے اعتراض کرتے۔ مگر ان کے اعتراضات سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہوں نے گواہان مدعیہ علیہ کے جوابات کو سمجھا ہی نہیں ہے اور باقی جواب ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا نمبر ۱،۲۔

(۴) دافع البلاء کا حوالہ

دافع البلاء کے حوالہ کا جو مدلل جواب گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں دیا تھا، مختار مدعیہ نے اُسے بالکل نظر انداز کرتے ہوئے پھر وہی اعتراض کر دیا ہے جو کہ گواہان مدعیہ نے کیا تھا اور ضمنی طور پر ایک دو نئے اعتراض بھی کیے ہیں۔ اس لیے پہلے میں نئے اعتراضوں کا جواب دیتا ہوں۔

پہلا اعتراض

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ہم مسیح ابن مریم کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں۔ گویا کہ وہ آپ کے نزدیک نبی نہیں ہیں، صرف راست باز ہیں۔ اور راست باز تو کافروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

جواب:

یہ مختار مدعیہ کی خوش فہمی ہے کہ وہ راست باز کے لفظ سے یہ شبہ نکالیں کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نبی نہیں ہیں، لیکن کوئی عقلمند شخص اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالے گا۔ جبکہ اس عبارت پر جو حاشیہ لکھا گیا ہے۔ اس میں یہ صاف طور پر لکھا ہے: "ظاہر ہے کہ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لیے آئے تھے اور دوسرے ملکوں اور قوموں سے اُن کو کچھ تعلق نہ تھا۔ پس ممکن بلکہ قریب قیاس ہے کہ بعض انبیاء جو لم نقصص میں داخل ہیں، وہ ان سے بہتر اور افضل ہوں گے۔"

حضرت اقدس نے حضرت مسیح علیہ السّلام کا انبیاء کے ساتھ مقابلہ کر کے بتا دیا کہ وہ بھی نبی تھے۔ ورنہ نبی تو غیر نبی سے

۱۔ کنت اسقی...... صحیح بخاری، رقم ۵۲۶۰

www.khatmenubuwwat.org

بہرصورت افضل ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی دوسری تحریرات میں کثرت سے حضرت مسیح کو نبی اور رسول کہا گیا ہے۔ پس کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ اعتراض دیانت وامانت اور راست گوئی پر مبنی ہے۔ استغفراللہ! اور اگر راست باز کہنے سے نبوت کی نفی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان کے حق میں جو ایک جگہ: وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (آل عمران، ۴۵) بیان فرمایا ہے، یعنی وہ خدا تعالیٰ کے مقربوں میں سے ایک مقرب ہیں تو اس سے مختار مدعیہ کے طرز پر لازم آئے گا کہ حضرت مسیح صرف خدا کے مقرب تھے نہ کہ نبی بھی اور اس آیت میں ان کو نبی نہیں بلکہ مقرب کہا ہے۔ اور ہر مقرب کے لیے نبی ہونا ضروری نہیں۔ خدا کے ایسے بیشمار بندے ہوتے ہیں جو مقرب الٰہی تو سمجھے جاتے ہیں، لیکن نبی نہیں سمجھے جاتے۔ غرض مختار مدعیہ کے استدلال کی بناء پر تو یہ آیت پڑھ کر بھی کوئی کہہ دے گا کہ دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کی عدم نبوت کا اثبات کیا ہے۔ اور پھر دوسری آیت میں کہا:

وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ. (آل عمران، ۴۶) یعنی وہ منجملہ دیگر صالحوں کے ایک صالح تھے تو کیا مختار مدعیہ یہ تسلیم کرے گا کہ چونکہ اس آیت میں صرف صالح کہا گیا ہے۔ اس لیے خدا نے حضرت مسیح کے نبی ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ اور کیا مختار مدعیہ اس موقع پر بھی یہی کہے گا کہ صالح تو کفار میں سے بھی ہوتے ہیں۔ پس اس آیت میں حضرت مسیح کی نبوت ورسالت کا انکار کیا گیا ہے۔

دوسرا اعتراض

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ہم مسیح ابن مریم کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ ''واللہ اعلم!'' اور واللہ اعلم کہنے کے یہ معنی ہیں کہ بیشک کا لفظ بھی جھوٹ کہا۔ اور ''اچھا تھا'' بھی جھوٹ کہا۔

جواب:

''ان شاء اللہ'' کہنے کی طرح مختار مدعیہ نے اپنے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود کی کلام میں ''واللہ اعلم'' کہنے سے یہ مراد لی ہے کہ جو کلام پہلے کہا گیا ہے، وہ جھوٹ ہے۔ حالانکہ واللہ اعلم کے قول سے پہلے کلام کو جھوٹا قرار دینا ہرگز مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے پہلے کلام کے متعلق یہ جتانا مقصود ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ جو ہم سمجھ سکتے ہیں، وہ یہ ہے۔ آگے اس سے زیادہ کوئی اور بات ہو، یا اس کے خلاف ہو تو وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس بیان سے اچھی طرح ظاہر ہے اور ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ واللہ اعلم کہنے کا بھی وہ مطلب نہیں جو مختار مدعیہ نے ظاہر کیا ہے، بلکہ واللہ اعلم کہنے کا وہ مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن مختار مدعیہ کو مطمئن کر دینے کی نیت سے اتنا اور کہہ دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ اگر مختار مدعیہ کا مسلک درست ہے، پھر تمام وہ فتوے جن کے آخر میں واللہ اعلم لکھا ہوتا ہے، جھوٹے قرار پائیں گے۔ اور ماننا پڑے گا کہ ان مفتیوں نے جنھوں نے اپنے فتوے کے آخر میں واللہ اعلم بالصواب لکھا ہے۔ (اور یہ علی العموم لکھا جاتا ہے) دیدہ ودانستہ جھوٹا فتویٰ دیا ہے اور اس لحاظ سے تو گویا واللہ اعلم بالصواب کا جملہ جھوٹے فتوؤں کی شناخت کا ایک آلہ بن جائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ اس طرح نہ تو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا کوئی فتویٰ درست رہے گا اور نہ مولوی خلیل احمد صاحب کا نہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا، اور نہ مفتی

www.khatmenubuwwat.org

حبیب الرحمٰن صاحب کا، اور نہ ہی ان سب کے پیر و مرشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا، کیونکہ کسی فتوے کے آخر میں لکھا ہے: واللہ اعلم وعلمہ اتم. اور کسی کے آخر میں: واللہ اعلم بالصواب واللہ مرجع المآب.

تیسرا اعتراض

مرزا صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ”یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنے زمانہ کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے، یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے، ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر بعض راست باز اپنی راست بازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں۔“ فقط ”ورنہ“ پہلے کلام کے خلاف آتا ہے۔ ماقبل اور مابعد دونوں نقیض ہونے جاہئیں۔ یہ اعجازی کلام ہے۔ چاہیے تھا کہ اس میں پہلے کی تردید ہوتی۔ لیکن یہاں بات ایک ہی ہے۔ کیونکہ پہلی عبارت میں زمانہ کے بہت لوگوں کی نسبت اچھا کیا۔ اور ”ورنہ“ کے بعد بھی بعض کی راست بازی کو زیادہ ثابت کیا ہے اس لیے دونوں کلاموں میں کوئی فرق نہیں۔ پس ادبی لحاظ سے یہاں ”ورنہ“ کا استعمال بالکل غلط ہے۔

جواب:

مختار مدعیہ نے یہ اعتراض ایسے طور پر کیا کہ گویا یہ بھی آنجناب کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کے کفر کی ایک بہت بڑی وجہ ہے کہ انہوں نے ”ورنہ“ کا غلط استعمال کیا۔ جس سے اُردو زبان کی توہین ہوگئی۔ اور اُردو زبان چونکہ علمائے دیوبند کی زبان ہے، لہٰذا ان کی توہین ہوئی اور علماء کی توہین سے چونکہ نعوذ باللہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین ہوئی۔ لہٰذا مرزا صاحب کا کفر ثابت اور مرزا صاحب کافر۔ اصل بات یہ ہے کہ جب انسان اپنی آنکھوں پر تعصب کی عینک لگا کر کسی کے کلام کو پڑھے تو اس کو حقیقت نظر نہیں آیا کرتی، بلکہ وہ ایک سچی اور واقعی بات کو بھی قابلِ اعتراض سمجھا کرتا ہے۔ جیسا کہ مختار مدعیہ کے حال سے ظاہر ہوا۔ ورنہ لفظ ”ورنہ“ جو حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں استعمال ہوا ہے، بجائے خود بالکل درست استعمال ہوا ہے۔ اور اس کو بے محل بتانا بے علمی کا نشان ہے۔ کیونکہ ”ورنہ“ کا ماسبق اور مالحق مفہوم کے لحاظ سے ایک نہیں ہے، بلکہ ان دونوں میں فرق ہے۔ ماسبق سے تو یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السّلام بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے تو باقی بعض ان سے درجہ میں برابر ہوں گے۔ اور وہ باقی بعض حضرت مسیح سے افضل نہ ہوں گے۔ اور چونکہ ظاہر یہ کرنا تھا کہ بعض کا اُن سے بہتر ہونا بھی ممکن ہے اور یہ مفہوم پہلے مفہوم کے خلاف تھا۔ اس لیے لفظ ”ورنہ“ لا کر عبارت مالحق میں یہ مفہوم ظاہر کرنے کے لیے لکھا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر بعض راست باز اپنی راست بازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں۔

مختار مدعیہ سے تو توقع نہیں، لیکن ہر غیر متعصب اور فہیم انسان دیکھ سکتا ہے کہ ”ورنہ“ کے ماسبق اور مالحق کا مفہوم ایک ہی ہے، یا دونوں کے مفہوم میں عظیم الشان فرق موجود ہے اور اس امر کا ثبوت کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں بعض راست بازوں کا تعلق باللہ میں افضل ہونا ممکن ہے۔ حضرت اقدس نے اسی موقع پر پیش کر دیا اور وہ یہ ہے:

”کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ. (آل عمران، ۴۵) جس کے یہ معنی ہیں کہ اس زمانہ کے مقربوں میں سے یہ بھی ایک تھے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سب سے بڑھ کر تھے بلکہ اس بات کا امکان

نکلتا ہے کہ بعض مقرب ان کے زمانہ کے ان سے بہتر تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لیے آئے تھے اور دوسرے ملکوں اور قوموں سے ان کو کچھ تعلق نہ تھا۔ پس ممکن بلکہ قریب قیاس ہے کہ بعض انبیاء جو **لم نقصص** میں داخل کہیں، وہ ان سے بہتر اور افضل ہوں گے۔''

چوتھا اعتراض

مختار مدعیہ نے چوتھا اعتراض یہ کیا ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے گواہان مدعیہ کے اعتراض کے جواب میں جو یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت یحییٰ کی فضیلت پر ''حصور'' سے استدلال کرتے ہوئے جو یہ کہا ہے'' کیونکہ ایسے قصے اس نام کے لکھنے سے مانع تھے'' یہ عیسائیوں کو جواب دیا ہے یا ان مسلمانوں کو جو مسیح کو تمام نبیوں سے افضل مانتے ہیں، یہ غلط ہے۔ کیونکہ نہ تو مسلمان حضرت مسیح کو تمام نبیوں سے افضل مانتے ہیں اور نہ عیسائی قرآن مجید کو صحیح مانتے ہیں جو ان پر قرآن مجید سے استدلال کرنا درست ہو اس لیے یہ مرزا صاحب کی اپنی تحقیق ہے اور وہ ان قصوں کو جو مسیح کی طرف منسوب کیے گئے، صحیح خیال کرتے ہیں اور یہ صریح حضرت عیسیٰ کی توہین ہے۔

جواب:

کتاب دافع البلاء، جس سے یہ حوالہ پیش کیا گیا ہے، اس میں جابجا عیسائیوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے ''اور بالآخر یاد رہے کہ اگر تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے ملہم اور آریوں کے پنڈت اور عیسائیوں کے پادری داخل ہیں، چپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں۔'' اور صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں:

''اور عیسائیوں کے خیالات کے اظہار کے لیے ابھی ایک پادری وائٹ بریخٹ صاحب اور ان کی انجمن کی طرف سے اشتہار نکلا ہے اور وہ یہ کہ طاعون کے دور کرنے کے لیے اور کوئی تدبیر کافی نہیں، بجز اس کے کہ حضرت مسیح کو خدا مان لیں اور اُن کے کفارہ پر ایمان لے آئیں۔''

اور جن آخری دو اوراق میں سے اعتراض پیش کیا گیا ہے، اس کے شروع میں لکھا ہے:

''سردست ہماری ہمدردی کا قدر یہی ہوگا کہ پھر دوبارہ اسلام کے مولویوں اور عیسائی مذہب کے پادریوں اور ہندو مذہب کے پنڈتوں سے گالیاں سنیں۔''

اس سے بھی ظاہر ہے کہ عیسائیوں کو اس میں خطاب کیا گیا ہے۔ پھر جس حاشیہ کی عبارت بطور اعتراض پیش کی گئی ہے، وہ جس عبارت کی توضیح کے لیے لکھا گیا ہے، وہ یہ ہے: ''بہرحال اس مقابلہ کے وقت معلوم ہوگا کہ ان تمام مذاہب میں کون سا ایسا مذہب ہے جس کا شفاعت کرنا اور منجی کے بزرگ لفظ کا مصداق ہونا ثابت ہوسکتا ہے۔ سچے منجی کو ہر ایک چاہتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ پس بلاشبہ اب دن آ گئے ہیں کہ ثابت ہو کہ سچا منجی کون ہے۔ ہم مسیح ابن مریم کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں اور اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم۔ مگر وہ حقیقی منجی نہیں تھا۔ یہ اس پر تہمت ہے کہ وہ حقیقی منجی تھا۔ حقیقی منجی ہمیشہ سے اور قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے

www.khatmenubuwwat.org

لیے آیا تھا، اب بتاؤ کہ کیا اس عبارت سے ظاہر نہیں کہ آخری کلام کے مخاطب عیسائی لوگ ہیں۔ اور اُن کے اس عقیدہ کی کہ حقیقی منجی مسیح ہے۔ تردید کی جا رہی ہے اور لفظ ''اکثر'' پر اس حاشیہ کی نشانی ہے جس کی عبارت پر مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ نے اعتراض کیا ہے۔ پھر یہیں تک قصہ ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ اس عبارت کے ملحق میں بھی عیسائیوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''جن لوگوں نے اس کو خدا بنایا ہے، جیسے عیسائی یا وہ جنھوں نے خواہ مخواہ خدائی صفات اس کو دی ہیں، جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان۔ وہ اگر ان کو اوپر اُٹھاتے اُٹھاتے آسمان پر چڑھا دیں یا عرش پر بٹھا دیں، یا خدا کی طرح پرندوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں، ان کو اِختیار ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت عیسائیوں سے متعلق ہے، جو مسیح کو خدا مانتے ہیں اور ان کے ساتھ مسلمان بھی ملحوظ رکھے گئے ہیں جو حضرت عیسیٰ کو آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کے قائل ہیں اور ان کو خدا کی صفات دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے انہیں بغیر اکل وشرب زندہ آسمان پر ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید سے استدلال کیا ہے اور عیسائی مسلمانوں پر حجت قائم کرنے اور مسیح کی خدائی اور اس کی فضیلت و برتری اور اس کا شفیع ہونا ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس لیے مسیح موعود نے ان کے اس عقیدہ کو کہ مسیح حقیقی منجی ہے اور وہی سب راستبازوں کا سردار ہے، بلکہ خدا ہے، غلط ثابت کرنے کے لیے ان کی مسلّمہ باتوں کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے:

''انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے۔ لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحیٰی نبی کو اس پر فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا ہو، یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قرآن میں یحیٰی کا نام 'حصور' رکھا، مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کو رکھنے سے مانع تھے۔ اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ نے یحیٰی کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنا کہتے ہیں، جو پیچھے ایلیا بنایا گیا، اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور ان کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے۔ اور یہ بات حضرت یحیٰی کی فضیلت کو بابداہت ثابت کرتی ہے، کیونکہ بالمقابل اس کے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحیٰی نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔ پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر ہے۔''

یعنی حقیقت تو یہی ہے کہ مسیح علیہ السّلام کی راست بازی اُن کے زمانہ کے دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن باوجود اس کے اگر تم اسے خدا بناتے ہو، یا اسے خدائی صفات دیتے ہو تو یہ تمہاری خوش فہمی ہے اور تمہارے مسلّمہ امور کے بھی مخالف ہے۔

''بلکہ یحیٰی نبی کو اُس پر ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا، اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا۔ الی الآخرہ۔''

سوچو کہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فرمانا کہ ''نہیں سنا گیا'' جس کا مفہوم پہلی عبارت کے ساتھ یہ ہے کہ مسیح کے متعلق تو یہ بات

www.khatmenubuwwat.org

سنی گئی اور ''یحییٰ کے متعلق نہیں سنا گیا'' کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیم میں ان امور کا نشان نہیں پایا جاتا، کیونکہ اگر اسلامی تعلیم میں یہ باتیں ہوتیں تو ان کے لیے ''سنا گیا'' اور ''بعد میں بنایا گیا'' کے الفاظ ہی استعمال میں نہ آتے۔ کیونکہ وہ اپنے عقیدہ میں مذہبی ہوتیں اور تاریخ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ امر یہود اور نصاریٰ دونوں سے سنا گیا۔ اگرچہ دونوں کا نقطۂ نظر مختلف تھا۔ عیسائیوں نے تو ان امور کو معیوب نہ جان کر نقل کیا، لیکن یہود نے ان کو بطور اعتراض کے نقل کیا اور شراب پینے کا ذکر اور یحییٰ کے ہاتھ پر مسیح کے توبہ کرنے کا ذکر انجیل میں پایا جاتا ہے۔ پس عیسائیوں پر حجت تمام کرنے کے لیے اور یہ بتانے کے لیے کہ جس کو تم خدا بنا رہے ہو، اس کے متعلق یہ امور تمہاری انجیلوں میں پائے جاتے ہیں۔ پھر وہ دنیا کے تمام راست بازوں سے بڑھ کر اور خدا کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اور چونکہ فاحشہ عورت کے عطر ملنے اور دیگر واقعات کو یہود نے بطور اعتراض کیا تھا اور قسم قسم کے الزامات مسیح اور ان کی والدہ پر لگائے تھے، اس لیے آنحضرت نے ایک حدیث میں ان کے الزامات سے تطہیر فرمائی۔ لیکن بعض مسلمانوں نے اس سے یہ سمجھا کہ مس شیطان سے محفوظ ہونا صرف حضرت عیسیٰ اور اُن کی والدہ کی خصوصیت ہے، اس لیے پھر عیسائیوں نے جیسے ان کے دوسرے عقائد کو مسیح کی الوہیت کی دلیل اور تمام انبیاء پر فضیلت کا سبب مانا تھا۔ اس حدیث کو بھی مسیح کی فضیلت کا موجب گردانا۔ سو عیسائیوں کی اس دلیل کو کہ حدیث سے مسیح کی فضیلت دوسرے راست بازوں پر ثابت ہوتی ہے، رَد کرنے کے لیے حضور نے آخر میں فرمایا کہ ''مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں، اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے (مسلمانوں سے ہوں یا عیسائیوں سے۔ شمس)۔ اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر سخت ناپاک الزامات لگائے تھے اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے۔ سو اس افترا کا رَد ضروری تھا۔ پس اس حدیث کے اس سے زیادہ کوئی معنی نہیں کہ یہ الزام جو حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر لگائے گئے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہیں، بلکہ ان معنوں میں مس شیطان سے پاک ہیں اور اس قسم کے پاک ہونے کا واقعہ کسی اور نبی کو پیش نہیں آیا۔''

اب میں یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اس عبارت میں جن الزامات سے مسیح کو بَری قرار دیا ہے، وہ وہی الزامات ہیں جو اس سے پہلے ذکر ہوئے ہیں اور وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ امر خود حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب میں بالتصریح بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

(۱) حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا طریق تعلیم عطا کیا تھا، جس سے بدبخت یہودی خیال کرتے تھے کہ وہ توریت کو چھوڑتا ہے اور الحاد کی راہ سے اس کے معنی کرتا ہے۔ اور نیز کہتے تھے کہ اس شخص میں تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں۔ کھاؤ پیو ہے اور برائیوں اور بدچلنوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور اُن سے اختلاط کرتا ہے اور اجنبی عورتوں سے باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ نادان یہودیوں کے یہ اعتراضات آج تک ہیں کہ یسوع نے جس کو عیسائی اپنا خدا قرار دیتے ہیں۔ ناپاک عورتوں سے اپنے تئیں دور نہیں رکھا، بلکہ جب ایک زناکار عورت عطر لے کر اس کے پاس آئی تو اس کو دانستہ یہ موقع دیا کہ وہ حرام کی کمائی کا عطر اس کے سر کو ملے اور اس کے پیروں پر اپنے زینت کردہ بال رکھے اور ایسا کرنا اس کو رَوا نہ تھا...... یہ وہ اعتراض ہیں جو یہودیوں کی کتابوں میں لکھے ہیں...... ایسا ہی عیسائیوں نے بھی حضرت مسیح پر جھوٹے الزام لگائے تھے کہ گویا انہوں نے نعوذ باللہ خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور خدا تعالیٰ نے حضرت

www.khatmenubuwwat.org

مسیح کو اطلاع دی تھی کہ ایسے ایسے ناپاک الزام تیرے پر لگائے جائیں گے اور ساتھ ہی وعدہ دیا تھا کہ میں تیرے بعد ایک نبی آخر زمان بھیجوں گا اور اس کے ذریعہ یہ تمام اعتراضات تری ذات پر سے دَفع کروں گا اور وہ تیری سچائی کی گواہی دے گا اور لوگوں پر ظاہر کرے گا، تو سچا رسول ہے۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا، یعنی جب ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم دنیا میں آئے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تو آپ نے حضرت مسیح کا دامن ہر ایک الزام سے پاک کر کے دکھلایا۔‘‘[1]

عیسائی بھی ان باتوں کو مانتے ہیں کہ مسیح نے یسوع کے پاؤں پر اپنے بال پونچھے (لوقا ۳۹/ ۷) اور بعض ایسی عورتیں جن کا مسیح سے کوئی جسمانی تعلق نہ تھا۔ آپ کی خدمت کرتی تھیں (متی ۵۵/ ۲۷، لوقا ۳۲/ ۸)، اور یوحنا سے مسیح کے بپتسمہ لینے کا ذکر دیکھو (لوقا باب نمبر ا، و یوحنا باب نمبر ا)۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ دافع البلاء کی عبارت میں جن قصوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ عیسائیوں کے مسلّمات میں سے ہیں، تو لازماً ہمیں ماننا پڑا کہ یہاں عیسائیوں کو اُن کے مسلّمات کی بنا پر جواب دیا جا رہا ہے کہ مسیح خدا تو کجا، اپنے زمانہ کے اور راست بازوں سے بھی راست بازی میں بڑھ کر ثابت نہیں ہوئے۔ اور اگر کہو کہ قرآن مجید کی رُو سے ان کی تمام راست بازوں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ جس طریق پر تم فضیلت ثابت کرتے ہو اُس طریق پر یحییٰ کی مسیح پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہاں لفظ ’’حصور‘‘ کو خصوصیت سے اس لیے پیش کیا کیونکہ عیسائیوں نے اس لفظ سے یہ استدلال کیا تھا کہ حضرت یحییٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے قرآن مجید کی رُو سے افضل ہیں۔ چنانچہ ایک پادری نے اپنے ایک رسالہ موسومہ ’’دلائل اثبات رسالت عیسیٰ مسیح‘‘ (دیکھئے ازالۃ الاوہام) میں یہ لکھا ہے کہ ’’اگر محمد کی طرح کوئی شخص اس زمانہ میں ہوتا تو کوئی اس کو اپنے پاس بیٹھنے کی بھی اجازت نہ دیتا۔ آیا وہ نہیں سمجھتا کہ تجرد اچھا کام ہے، حالانکہ یحییٰ کی صفت میں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ وہ سردار تھا اور عورت کے پاس نہیں جاتا تھا اور نبی تھا، نیکوکاروں میں سے۔ پس محمد کو اقرار تھا اس امر کا کہ یحییٰ اس سے پاک اور بزرگ تھا اور درحقیقت محمد کو یحییٰ سے کیا مناسبت تھی۔‘‘

حضرت یحییٰ کی جو تعریف اس عبارت میں کی گئی ہے، وہ آیۂ شریفہ: وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران، ۳۹) کا ترجمہ ہے۔ اب مختاران مدعیہ سوچیں کہ عیسائی تو قرآن کو نہیں مانتا، لیکن ان کو قرآن مجید میں سے حضرت یحییٰ کے متعلق جو لفظ حصور آیا تھا، اس کو لے کر بھی آنحضرتؐ پر سخت توہین آمیز طعن کی ہے۔ اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اس زمانے میں اگر کوئی شخص آپ کی طرح ہوتا تو اس کو کوئی اپنے پاس بیٹھنے کی بھی اجازت نہ دیتا اور حضرت یحییٰ ان سے افضل ہیں کیونکہ وہ عورتوں سے بالکل دور رہتے تھے۔ اور آنحضرت عورتوں کے معاملہ میں اس کے بالکل ہی خلاف تھے، اسی وجہ سے یحییٰ علیہ السّلام کا نام تو قرآن میں حصور رکھا گیا اور آنحضرت کو یہ نام نہ دیا گیا۔ پس اس طعن کو حضرت مسیح موعودؑ نے عیسائیوں پر لوٹا دیا ہے کہ اے عیسائیو! اگر تمہارا یہ اعتراض درست ہے کہ آنحضرت کا نام حصور نہ رکھا جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ عورتوں سے تعلق رکھتے تھے اور یحییٰ کا نام حصور اس لیے رکھا گیا کہ وہ عورتوں سے دور رہتے تھے اور اس سے ان کی آنحضرتؐ پر افضلیت ثابت ہوتی ہے تو تمہیں یہ امر تسلیم

ا۔ تریاق القلوب، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۵، ص ۴۵۳-۴۵۴

www.khatmenubuwwat.org

کرنا چاہیے کہ حضرت یحییٰ حضرت مسیح سے بدرجہا افضل ہیں، کیونکہ آنحضرتؐ جن عورتوں سے تعلق رکھتے تھے وہ تو ان کی عفیفہ اور صالحہ بیویوں تھیں لیکن جن عورتوں کا حضرت مسیح کے ساتھ رہنا اور خلا ملا کرنا تم مانتے ہو، وہ ان کی بیویاں نہ تھیں، بلکہ بعض ان میں سے بدچلن اور بدکار عورتیں تھیں۔ اور تم جانتے ہو کہ حضرت یحییٰ آبادی سے دور بیابان میں رہتے تھے، جہاں عورتوں کا گزر نہیں ہوتا تھا۔ لیکن حضرت مسیح آبادی میں رہتے تھے اور عورتیں ان کے پاس آتی جاتی تھیں۔ پس تم کو ماننا چاہیے کہ اس وجہ سے خدا نے قرآن شریف میں یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہیں رکھا کہ اس قسم کے قصے جن سے تم کو بھی انکار نہیں ہے۔ اس نام کے رکھے جانے سے مانع تھے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ نے اس جگہ عیسائیوں کے طرزِ استدلال کو مدنظر رکھتے ہوئے ان پر حجت قائم کی ہے اور انہوں نے جو اعتراض آنحضرت پر کیا تھا، وہی ان پر لوٹا دیا ہے۔

اور ایسا ہی گواہانِ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے مسلمہ مقتدا اور شیخ الہند مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر بیت اللہ مرحوم نے اپنی کتاب ازالۃ الاوہام میں کیا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا طعن کا بھی آپ نے ذکر کیا ہے۔ اور بالکل اسی طرح عیسائیوں کی طعن ان پر لوٹائی ہے، ایسا کہ حضرت مسیح موعود نے دافع البلاء میں۔ چنانچہ مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم اپنی کتاب ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۶۰ میں پہلے پادریوں کے طعن دوم ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

طعن دوم۔ نبوت را پاکیزگی لازم است محمد پابند شہوات نفسانیہ بود کہ نہ زوجہ نمود۔

اس کے بعد اس طعن کا جواب دیتے ہوئے صفحہ ۳۶۸ میں فرماتے ہیں:

’’دریں طعن علمائے ایں فرقہ مسیحیہ چہ زباں درازیہاست کہ بہ نسبت خیر البشر نکردہ اند اگرچہ دل مے سوزد مے خواہد کہ آں ہمہ رانقل کردہ الزاماً معکوس سازم مگر خوف طوالت مانع ازیں جہت ہمہ را گذاشتہ فقط قول صاحب دلائل اثبات رسالت مسیح را کہ اوموافق زعم خود تمسک بایں قرینہ نمودہ طعن مے نماید۔ اکتفا مے نم۔‘‘

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ علماء مسیحیہ کی ان زبان درازیوں کو جو اس طعن میں انہوں نے کی ہے، نقل کر کے الزاماً ان پر لوٹ دوں، مگر خوف طوالت مانع ہے۔ اس لیے مصنف دلائل اثباتِ رسالت مسیح کے ایک طعن پر جو اس نے اپنے زعم میں آیتِ قرآنی سے تمسک کیا ہے، اکتفا کرتا ہوں۔

پھر آپ مؤلف مذکور کے متعلق لکھتے ہیں:

’’در آخر رسالہ خود بزبان اردو مے نگارد کہ ترجمۂ اوایں کہ اگر شخصے مثل محمد دریں زماں مے بود کسے نزد خود اجازت نشستن او را نہ دادے دآیا او نمے فہمد۔ کہ تجرد کار نیک است و حالانکہ در صفت یحییٰ در قرآن مے نویسد کہ او سردر دخوائد بود ونزد زن نخواہد رفت و نبی خواہد بود از نیکاں بس خود اقرار دارد بریں کہ یحییٰ ازو پاک بود بزرگ محمد را با یحییٰ چہ مناسبت است۔‘‘

اس عبارت کا اُردو ترجمہ یعنی دلائل اثباۃ رسالت مسیح سے اوپر گزر چکا ہے۔ اس کے بعد مولوی رحمت اللہ صاحب ان کے اس طعن کو ان پر اس طرح لوٹانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’آیا مسیح وحواریاں از توریت وکتاب القضات واقف نبودند کہ دانستندے کہ شراب آں قدر نجس وبداست۔ آیا (مسیح و

www.khatmenubuwwat.org

حواریاں) نمے دانستند کہ ریاضت دروزہ محمودہ است۔ چنانچہ یحییٰ وشاگردانِ او بعمل مے آرند۔ پس چرا دوام ایام خودرا بے ریاضتی بسر مے بردند و دائم حریص اکل وشرب شراب بودند۔ آیا مسیح ایں قدر خیال نمے کردند کہ اجتناب از زناں اجنبیہ خصوصاً فاحشہ ضروریست ومحبت داشتن باز ناں نامحرم بناید۔ پس باقرار مسیح فضیلت یحییٰ بر درفضیلت شاگردانِ یحییٰ برشاگردانِ او ثابت شد۔ وفی الحقیقت مسیح وشاگردانِ اورا با یحییٰ وشاگردانِ او چہ مناسبت۔'' (ازالۃ الاوہام، ص ۳۷۱)

اس کلام کا ماحصل یہ ہے کہ آیا مسیح اور حواری شراب کا نجس و بد اور عبادت روزے کا اچھا ہونا نہیں جانتے تھے۔ یحییٰ اور اس کے شاگرد تو روزہ رکھتے اور عبادت کرتے تھے۔ لیکن مسیح اور اس کے حواری کس طرح بغیر عبادت کے بسر کرتے تھے اور نشہ کھانے اور شراب پینے کے حریص رہتے تھے۔ آیا مسیح اس قدر خیال نہیں کرتے تھے کہ اجنبی عورتوں خصوصاً حرام کاروں سے پرہیز ضروری ہے اور نامحرم عورتوں سے محبت نہیں کرنی چاہیے۔ پس باقرار مسیح اور ان کے شاگردوں کو یحییٰ اور ان کے شاگردوں سے کیا مناسبت۔

اب دیکھنا چاہیے کہ کیا یہ عبارت دافع البلاء کی عبارت کی طرح نہیں ہے اور کیا اس میں وہی طریق اختیار نہیں کیا گیا جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے استعمال کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں عبارتیں ایک ہی ایک رنگ کی ہیں اور ایک ہی آیت کے متعلق ہیں۔ اور جس طرح حضرت اقدس کی عبارت یہی ''وجہ'' کے الفاظ ہیں، اسی طرح مولانا رحمت اللہ مہاجر بیت اللہ کی عبارت میں فی الحقیقت کے الفاظ ہیں۔ اور جس طرح مولانا کے الفاظ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں الزامی طور پر جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، وہ اپنے عقیدے کی رُو سے لکھا کر اسی طرح حضرت اقدس کی عبارت میں یہی وجہ کے الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے عیسائیوں کے معاملہ میں جو کچھ لکھا ہے، وہ اپنے عقیدے کی رُو سے لکھا ہے۔

ضمیمہ انجام آتھم کا حوالہ

مختار مدعیہ نے ضمیمہ انجام آتھم کا حوالہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ مولوی رحمت اللہ صاحب اور مولوی آل حسن صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کی جو عبارت پیش کی گئی ہے، وہ قابلِ اعتراض نہیں ہے اور ان سے توہین لازم نہیں آتی۔ کیونکہ انہوں نے تو لکھ دیا ہے کہ یہ بطور الزام کے ہم لکھ رہے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب نے تو یہ کہا ہے کہ میں یسوع کے متعلق یہ باتیں کہتا ہوں اور گواہان مدعیہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یسوع اور عیسیٰ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کی عبارتوں سے مسیح کی توہین لازم آتی ہے۔ اس کا جواب اگرچہ گواہان مدعا علیہ کے بیانوں میں تفصیل سے آچکا ہے، لیکن یہاں بھی اختصار سے ایک دو باتیں کہہ دینی مناسب معلوم ہوتی ہیں۔ اگر مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی اور مولوی آل حسن صاحب اور دیگر اشخاص کے خاص حضرت عیسیٰ کا نام لیتے اور عیسائیت وغیرہ ان کے معجزات جو قرآن مجید سے ثابت ہیں، انہیں بھان متی کا تماشا کرنے والوں کے ہتھکنڈوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ حضرت مسیح کی اس وجہ سے توہین لازم نہیں آتی کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ لکھ دیا ہے کہ ہم الزامی طور پر یہ جواب دے رہے ہیں تو حضرت مسیح موعودؑ نے یسوع کا نام لے کر جو لکھا اور یہ تصریح کر دی کہ یہاں حضرت عیسیٰ مراد نہیں ہے، کیونکر باعثِ توہین ہوسکتی ہے۔ اور اس سے حضرت عیسیٰ کی توہین کیونکر لازم آئے گی۔ ضمیمہ انجام آتھم سے جو حوالہ پیش کیا گیا ہے،

www.khatmenubuwwat.org

اس میں مندرجہ ذیل عبارتیں قابل غور ہیں:

۱۔ ایک مردہ پرست فتح مسیح نام نے فتح گڑھ، تحصیل بٹالہ، ضلع گورداس پور سے اپنی پہلی بے حیائی کو دکھلا کر ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے۔[۱]

۲۔ یسوع کی تمام پیشگوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے۔[۲]

۳۔ ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیشگوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مردہ کو اپنا خدا بنا لیا۔[۳]

۴۔ متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے۔[۴]

۵۔ ایک فاضل پادری صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو اپنی تمام زندگی میں تین مرتبہ شیطانی الہام بھی ہوا تھا۔[۵]

۶۔ عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔[۶]

۷۔ آپ کا یہ کہنا کہ میرے پیرو زہر کھائیں گے اور ان کو کچھ اثر نہیں ہوگا۔[۷]

۸۔ افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔[۸]

۹۔ آپ وہی حضرت ہیں جنہوں نے پیشگوئی کی تھی کہ ابھی تمام لوگ زندہ ہوں گے کہ میں پھر واپس آ جاؤں گا۔[۹]

ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ یہاں مخاطب عیسائی ہیں اور انہوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق جو گندہ دہانی کی ہے تو الزاماً اُن کے رسول یسوع کے متعلق جسے وہ خدا بنا رہے ہیں یہ جوابات دیے گئے ہیں اور حضرت مسیح موعود کا ایک جگہ ''مگر حق بات یہ ہے'' کہنا بالکل ویسا ہی ہے جیسے مولوی رحمت اللہ صاحب نے اس حوالہ میں جو اوپر گزر چکا ہے، فی الحقیقت کہا ہے اور گواہان مدعیہ نے باوجود اچھی طرح یہ جاننے کے کہ ان کے اکابر نے عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر اس قدر سخت کلمات استعمال کیے ہیں جن کے مقابلہ میں حضرت اقدس سیّدنا مسیح موعود علیہ السّلام ان الفاظ کی سختی، جو آپ نے پادریوں کے فرضی یسوع کے متعلق لکھے ہیں، کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ اور باوجود اچھی طرح سے سمجھنے کے کہ جس طرح ان کے اکابر نے الزامی طور پر سخت الفاظ لکھے ہیں۔ اس طرح حضرت اقدس نے بھی الزامی طور پر لکھے ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر توہین حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا الزام لگا دیا۔ چنانچہ اس میں سے چند کلمات کا ذکر انہوں نے اپنے بیانوں میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ۱، ۲۔

اور حضرت مسیح موعود نے اسی حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم کے آخر میں، جس کے کلمات پر گواہان مدعیہ نے اعتراض کیا ہے، یہ

۱۔ ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۲۸۷

۲۔ ایضاً، ص ۲۸۸

۳۔ ایضاً، ص ۲۸۸

۴۔ ایضاً، ص ۲۸۹

۵۔ ایضاً، ص ۲۹۰

۶۔ ایضاً، ص ۲۹۰

۷۔ ایضاً، ص ۲۹۱

۸۔ ایضاً، ص ۲۹۱

۹۔ ایضاً، ص ۲۹۲

www.khatmenubuwwat.org

تحریر فرمایا ہے:

''بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ اُن کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔ چنانچہ اس پلید، نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو زانی لکھا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔ پس اس طرح اس مردود اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہے، ہمیں اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔ اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔''[1]

اور انجام آتھم کے صفحہ ۱۳ پر بھی فرمادیا ہے:

''اور یادرہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹ مار کہا۔ اور خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے، ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔''[2]

پس آپ نے تصریح فرمادی کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے، مسیح کے لیے نہیں، جو خدا تعالیٰ کے ایک راست باز بندہ اور نبی تھا۔ بلکہ عیسائیوں کے اس فرضی اور موہوم یسوع کی نسبت ہے جس کے متعلق وہ سمجھتے ہیں کہ وہ خدا تھا اور خدائی صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔ اور یہ بھی فرض محال کے طور پر ہے، ورنہ ایسے یسوع کا بھی کوئی وجود نہیں ہے، جیسے کہ مولوی محمد قاسم صاحب بھی فرماتے ہیں:

''مفرط فی المحبت اس کا محبّ نہیں، جس کی محبت کا مدعی ہوتا ہے، بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محبّ ہوتا ہے۔ (ہدیۃ الشیعہ، ص ۲۴۵)

اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

''نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کرتے ہیں تو حقیقت میں ان سے محبت نہیں کرتے، کیونکہ دار و مدار اُن کی محبت کا خدا کا بیٹا ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسیٰ میں تو معلوم البتہ ان کے خیال میں تھی، سو وہ اپنی تصویر خیالی کو پوجتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو خداوند کریم نے ان کی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے۔'' (ہدیۃ الشیعہ، ص ۲۴۵)

کیا مولوی محمد قاسم صاحب کی عبارت محولہ بالا سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود نے حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم یا کسی اور کتاب میں جو کچھ عیسائیوں کے مفروضہ خدا کے متعلق لکھا ہے، وہ ان کی ایک خیالی تصویر کے متعلق ہے، نہ کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق۔ جو خدا تعالیٰ کے ایک نبی تھے۔ پس یہاں یہ سوال نہیں پیدا ہوسکتا کہ مسیح کا نام تو یسوع بھی تھا، ہوا کرے، لیکن آپ نے دو

۱۔ ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۲۹۲-۲۹۴

۲۔ ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۱۳

www.khatmenubuwwat.org

یسوع کی صفات بیان کر کے تخصیص کر دی ہے کہ وہ یسوع مراد نہیں، بلکہ وہ مراد ہے جو خدا ہونے کا مدعی تھا اور ایسے فرضی طور پر کلام کرنے کا ثبوت گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں مثالوں کے ساتھ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر۱،۲۔

پس جس طریق پر حضرت مسیح موعود نے یسوع کے متعلق کلام کیا ہے، ایسے کلام کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انبیاء کا ذکر کر کے فرماتا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ. لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ. يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ لا اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ. وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ. (انبیاء،۲۶-۲۹)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کر کے، جنہوں نے خدا کے لیے ولد بنایا ہے، فرمایا کہ خدا تو اتخاذ ولد سے پاک ہے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کو خدا کا بیٹا بنایا ہے، وہ خدا کے معزز اور مقرب بندے تھے۔ اور پھر آخر میں فرمایا ہے کہ جو ان میں سے یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہوں تو اس کو اس کے اس بدلے میں جہنم کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح یہ سزا دیا کرتے ہیں۔

اب آخری کلام کہ جو شخص یہ کہے کہ میں خدا کے سوا معبود ہوں، ان لوگوں کے اعتقاد کی بنا پر کی گئی ہے کہ جنہوں نے خدا کے لیے ولد تجویز کیا تھا، ورنہ حقیقت میں خدا تعالیٰ کے لیے کوئی ولد نہیں اور نہ کسی نبی نے یہ کہا کہ میں خدا کا حقیقی ولد ہوں، اور نہ ہی کسی نبی سے یہ ممکن ہے کہ وہ کہے، میں خدا کے سوا معبود ہوں۔ جیسا کہ آیت: مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ (آل عمران، ۷۹) سے ظاہر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں ظاہر فرمایا گیا ہے کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ کتاب حکم اور نبوت دیتا ہے، اس سے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ نبی بھی ہو۔ اور وہ لوگوں سے کہے کہ تم مجھے خدا کے سوا معبود بناؤ اور تم میرے بندے ہو۔

پس جیسا کسی نبی سے یہ متصور نہیں تھا کہ وہ لوگوں سے کہے کہ مجھے خدا کے سوا معبود بناؤ تو پھر خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا تعالیٰ کے سوا معبود ہوا تو اس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ یہ صرف فرضی طور پر ہے اور صرف ان لوگوں کے عقیدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہے، جنہوں نے بعض انبیاء کو خدا کے سوا معبود مانا تھا۔ اور اگر جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے، اس آیت میں ملائکہ بھی مراد لیے جائیں تو پھر بھی یہ کلام فرضی طور پر ہی ماننا پڑے گا۔ اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ جنہوں نے ملائکہ کو خدا کے سوا معبود بنایا ہے، اُن کے عقیدہ کے مطابق یہ کلام کیا گیا ہے، ورنہ ملائکہ کی تو یہ صفت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی کام کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک دوسری آیت میں عیسائیوں کے اس عقیدہ کا کہ مسیح خدا ہے، ذکر کر کے فرماتا ہے: قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا. (مائدہ، ۱۷) کہہ تو ان لوگوں کو جنہوں نے مسیح کو خدا بنایا ہے، کہہ دے کہ کون روک سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی طاقت کے ذریعہ سے اگر اللہ تعالیٰ یہ چاہے کہ مسیح اور اس کی والدہ اور تمام ان لوگوں کا جو زمین پر ہیں، عذاب دے کر

استیصال کر دے۔

تو یہاں بھی مسیح کے حق میں جو کلام کیا گیا ہے وہ بھی عیسائیوں کے عقیدہ کو مدنظر رکھ کر کہا گیا ہے، ورنہ ایک خدا کا نبی خدا کے عذاب میں کس طرح گرفتار ہوسکتا ہے اور کیونکر خدا تعالیٰ اس کا استیصال کرے گا۔

پس حضرت مسیح موعود نے جہاں یسوع یا مسیح کے متعلق کلام کیا ہے تو وہ اسی فرضی یسوع اور مسیح کے متعلق ہے، جس کو عیسائیوں نے خدا کے سوا معبود بنایا۔

حضرت مسیح موعود کے بعض حوالہ جات کہ فرضی یسوع مراد ہے، حضرت عیسیٰ نہیں

۱۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح پر نہایت نیک عقیدہ ہے، ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے۔ اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے۔ اپنی نجات کے لیے ہمارے سیّد و مولا محمد مصطفیٰ پر دل و جان سے ایمان لائے تھے اور حضرت موسیٰ کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم ان کی حیثیت کے موافق ہر طرح اُن کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں نے ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا۔ یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا، جن کی سزا لعنت ہے۔ اور ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔ قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی۔ اس شخص کے چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور ایسے پاکوں کو جو ہزار درجہ اس سے بہتر تھے، گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی مسیح مراد لیا ہے۔ اور خدا کا عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا، جس کا ذکر قرآن میں ہے، وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں۔ اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیوں کو سُن کر اختیار کیا ہے۔'' (تبلیغ رسالت، جلد چہارم، ص ۶۵، ۶۶)

۲۔ ''ہمیں حضرت مسیح کی شان مقدس کا بہر حال لحاظ ہے۔ اور صرف فتح مسیح کے سخت الفاظ کے عوض ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے اور وہ بھی سخت مجبوری سے۔ کیونکہ اس نادان نے بہت ہی شدت سے گالیاں آنحضرت کو نکالی ہیں اور ہمارا دِل دکھایا ہے۔'' (نور القرآن، مطبوعہ ۱۸۹۵ء، ص ۱)

۳۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۳ پر پادریوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یقیناً جو کچھ تم مقدس نبی کی نسبت بُرا کہو گے، وہی تمہارے فرضی مسیح کو کہا جائے گا۔ مگر اس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں۔ جس نے نہ خدائی کا دعویٰ کیا، نہ بیٹا ہونے کا اور جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آنے کی خبر دی اور ان پر ایمان لایا۔''

۴۔ اور فرماتے ہیں:

''پڑھنے والوں کو چاہیے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ کو نہ سمجھ لیں، بلکہ وہ ہمارے کلمات اس یسوع

www.khatmenubuwwat.org

کی نسبت لکھے گئے ہیں، جس کا قرآن وحدیث میں نام ونشان نہیں۔'' (تبلیغ رسالت، جلد پنجم، ص ۸۰)

۵۔ اور فرماتے ہیں:

''ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راست باز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہماری قلم سے اُن کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں۔''[۱]

۶۔ اور فرماتے ہیں:

''ہم اس بات کے لیے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راست باز نبی مانیں اور اُن کی نبوت پر ایمان لائیں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو اُن کی شان بزرگ کے برخلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا ہے اور جھوٹا ہے۔''[۲]

۷۔ اور فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ مرے منہ سے نہیں نکلتا، یہی سب مخالفوں کا افتراء ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گزرا، جس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو۔ اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا اور حضرت موسیٰ کو ڈاکو کہا ہو۔ اس لیے میں نے فرض محال کے طور پر اس کی نسبت ضرور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جس کے یہ کلمات ہوں، راست باز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے، اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔'' (تریاق القلوب، حاشیہ، ص ۳۷)

۸۔ اور فرماتے ہیں:

''میں (مسیح ابن مریم کی) عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں اور مفتر اور مفتری ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔''[۳]

۹۔ اور فرماتے ہیں:

''اور یاد رہے کہ ہم عیسیٰ کی عزت کرتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کا نبی سمجھتے ہیں اور ہم ان یہودیوں کے ان اعتراضات کے مخالف ہیں جو آج کل شائع ہوتے ہیں۔ مگر ہمیں یہ دکھلانا منظور ہے کہ جس طرح یہود محض تعصب سے حضرت عیسیٰ اور ان کی انجیل پر حملے کرتے تھے۔ اسی رنگ کے حملے عیسائی قرآن اور آنحضرت پر کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو مناسب نہ تھا کہ اس طریق میں یہودیوں کی پیروی کرتے۔''[۴]

۱۰۔ اور فرماتے ہیں:

''ہمارا جھگڑا اس یسوع کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے، نہ اس برگزیدہ نبی کے ساتھ جس کا ذکر قرآن کی وحی میں

۱۔ کتاب البریہ، روحانی خزائن، ج ۱۳، ص ۱۱۹
۲۔ ایام الصلح، روحانی خزائن، ج ۱۴، ص ۲۲۸
۳۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۷
۴۔ چشمہ مسیحی، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۳۳۷-۳۳۶

www.khatmenubuwwat.org

معہ تمام لوازم کے کیا ہے۔'' (تبلیغ رسالت، جلد ششم، ص۳۲، اشتہار، ۲۸؍فروری ۱۸۹۷ء)

۱۱۔　اور فرماتے ہیں:

''ھذا ما کتبنا من الاناجیل علیٰ سبیل الالزام...... کرام.''[۱]

(ترجمہ) یعنی ج کچھ ہم نے لکھا ہے وہ اناجیل سے بطور الزامی جواب کے لکھا ہے، ورنہ ہم خود حضرت مسیح کی عزت کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ متقی اور معزز انبیاء میں سے تھے۔

حضرت مسیح نبی اللہ ہیں

۱۔　''اس بات میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح سچے نبی ہیں۔''[۲]

۲۔　اور فرماتے ہیں:

''اس لیے ظاہر پرستی کی شامت سے یہودیوں کو دو سچے نبیوں کی نبوۃ سے منکر رہنا پڑا۔ یعنی مسیح اور یحییٰ سے۔'' (ازالہ اوہام، ص۱۱۲)

۳۔　اور فرماتے ہیں:

''اور اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ مجھے صاف طور پر اللہ جل شانہٗ نے فرما دیا ہے کہ حضرت مسیح بلاتفاوت ایسا ہی انسان تھا جیسا کہ اور انسان۔ مگر خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور اس کا مرسل اور برگزیدہ ہے۔''[۳]

۴۔　اور فرماتے ہیں:

''اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ وہ (یعنی مسیح) سچے نبی ضرور تھے۔ رسول تھے۔ خدا تعالیٰ کے پیارے تھے، مگر خدا نہیں تھے۔'' (حجت الاسلام، ص۳۱)

۵۔　اور فرماتے ہیں:

''اس وجہ سے ہم ان پر ایمان لائے کہ وہ سچے نبی تھے اور برگزیدہ ہیں اور ان تہمتوں سے پاک ہیں، جو ان پر اور ان کی ماں پر لگائی گئیں۔''[۴]

۶۔　اور فرماتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ بیشک خدا کا پیارا نبی تھا، نہایت اعلیٰ درجہ کے اوصاف اپنے اندر رکھتا تھا۔'' (مجموعہ اشتہارات، مرتبہ مفتی محمد صادق، ص۱۵۳)

۷۔　اور فرماتے ہیں:

۱۔　البلاغ، روحانی خزائن، ج۱۳، ص۴۵۲-۴۵۱

۲۔　اربعین نمبر۲، روحانی خزائن، ج۱۷، ص۳۷۲

۳۔　حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، ج۶، ص۴۹　　۴۔　اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج۱۹، ص۱۲۰

www.khatmenubuwwat.org

''حضرت مسیح اپنے اقوال کے ذریعہ اور اپنے افعال کے ذریعہ اپنے تئیں عاجز ہی ٹھہراتے ہیں۔ خدا کی کوئی بھی صفت ان میں نہیں۔ ایک عاجز انسان ہیں۔ ہاں نبی اللہ بیشک ہیں۔ خدا کے سچے رسول ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔''[1]

۸۔ اور فرماتے ہیں:

''ایک شریر یہودی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بیگانہ عورت پر آپ عاشق ہوئے تھے۔ لیکن جو بات دشمن کے منہ سے نکلے وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ آپ خدا کے رسول اور پیارے تھے۔ خبیث ہیں وہ لوگ جو آپ پر یہ تہمت لگاتے ہیں۔''[2]

۹۔ اور فرماتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ خدا نہیں، وہ صرف ایک نبی ہے۔ ایک ذرہ اس سے زیادہ نہیں۔ اور بخدا میں سچی محبت اس سے رکھتا ہوں جو تمہیں ہرگز نہیں۔ اور جس نور کے ساتھ میں اِسے شناخت کرتا ہوں، تم ہرگز اسے شناخت نہیں کر سکتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ایک خدا کا پیارا اور برگزیدہ نبی تھا۔ اور ان میں سے تھا جن پر خدا کا ایک خاص فضل ہوتا ہے اور جو خدا کے ہاتھ سے پاک کیے جاتے ہیں۔'' (دعویٰ حق، ص ۵، مشمولہ حقیقۃ الوحی)

۱۰۔ اور فرماتے ہیں:

''یاد رہے کہ ہم حضرت عیسیٰ کی عزت کرتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کا نبی سمجھتے ہیں اور ہم ان یہودیوں کے ان اعتراضات کے مخالف ہیں جو آج کل شائع ہوتے ہیں۔''[3]

ان تمام حوالہ جات سے بصراحت و وضاحت ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا نبی اور راست باز اور مقربان بارگاہ الٰہی سے سمجھتے تھے اور ان کی نبوت پر ایمان لاتے تھے اور ان کے متعلق آپ نے کسی قسم کا توہین آمیز لفظ استعمال نہیں کیا۔

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی شخص کا حق نہیں ہے کہ وہ آپ کو توہین حضرت عیسیٰ کا مرتکب قرار دے دے۔ اور مختار مدعیہ کا باوجود مذکورہ بالا واضح عبارتوں کے یہ اعتراض کرنا کہ حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے، نہ صرف دیانت اور امانت ہی کے خلاف ہے بلکہ گواہ مدعیہ نمبر ۱ کے بیان کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس نے ۲۰؍ اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ کسی شخص کا عقیدہ معلوم کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اس کی کسی کتاب کا ایک جملہ پیش کر دیا جائے۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس کی دیگر تصانیف کو دیکھ کر اس کا صحیح عقیدہ معلوم کیا جائے۔

پس اسی اصل کی رُو سے بھی دیکھا جائے تو مختار مدعیہ کا یہ اعتراض کہ حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے، بالکل لغو اور باطل ہے۔ اور جو اعتراض مختار مدعیہ نے معجزات مسیح کے متعلق کیا ہے۔ اس کا مفصل جواب گواہان مدعا علیہ کے بیان میں موجود ہے۔

۱۔ جنگ مقدس، روحانی خزائن، ج ۶، ص ۱۳۷

۲۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۳۴

۳۔ چشمہ مسیحی، روحانی خزائن، ج ۲۰، ص ۳۳۶

www.khatmenubuwwat.org

لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر بہت سے الزامات آپ کی عبارتوں سے غلط استنباط کر کے لگائے ہیں۔ چنانچہ ۹/اکتوبر کی بحث میں کہا ہے:

(۱) مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ابن مریم نہیں آ سکتے۔ کیونکہ وہ نبی ہیں اور اگر نازل ہوں تو وہ امتی ہوں گے اور براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ رحمانی دین کے لیے ضروری ہے کہ اس میں امتی نبی آئیں اور نبی امتی بن نہیں سکتا۔ لازم آیا کہ اسلام اور باقی سب ادیان شیطانی اور لعنتی ہوں۔ جب مرزا صاحب کے اقرار سے اسلام لعنتی دین ہوا تو اپنے اقرار سے آپ کافر ہوئے۔ لہٰذا نکاح فسخ ہوا۔ حالانکہ مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود کی عبارت سے جو نتیجہ نکالا ہے، وہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ آپ کی تحریرات کا یہ منشاء ہے کہ اگر ایک مستقل نبی کا دوبارہ آنا مانا جائے تو یہ ماننا اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ اس کے امتی نبی ہونے کا یقین کیا جائے اور اس کا امتی نبی ہونا محال ہے۔ کیونکہ امتی کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ اس نے تمام کمالات و مراتب دوسرے کی اتباع سے حاصل کیے ہوں۔ لیکن حضرت عیسیٰ پر یہ تعریف صادق نہیں آ سکتی۔ البتہ ایک امتی شخص نبی ہوسکتا ہے کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع اور پیروی کی برکت سے اس مقام پر پہنچ جائے کہ خدا تعالیٰ اسے عندالضرورت نبوت کے مقام پر سرفراز فرمائے۔ اور دین کی اصلی غرض خدا تعالیٰ سے ملانا اور اس کے قرب کی راہیں بتا کر منزل مقصود تک پہنچانا ہوتی ہے۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ جس دین کی متابعت سے انسان اپنی محبوب ازلی سے ہم کلام نہیں ہوسکتا۔ وہ دین دین ہی نہیں ہے۔ اور نیز آپ نے اپنی تمام کتب میں یہ ثابت کیا ہے کہ اس وقت اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ حقیقی طور پر جس کی پیروی کرنے والا انسان اپنے خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''آپ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں اور دوسرے ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہی کے فیض اور انہی کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔''[۱]

اسی طرح مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا تشریف لانا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک ہے اور اسلام کی بربادی تو ان سے زیادہ درجہ رکھنے والے کا آنا کیوں اسلام کی بربادی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک نہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ جیسے گھٹیل نبی کے آنے سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک اور اسلام کی بربادی ہو جاتی ہے تو اُن سے افضل نبی کے آنے سے تو بہت زیادہ ہتک اور بہت زیادہ بربادی ہونی چاہیے۔

(۲) مختار مدعیہ کا یہ استنباط بھی صریح طور پر غلط ہے، کیونکہ حضرت مسیح موعود نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ، جو مستقل نبی ہیں، ان کے آنے سے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوت ٹوٹتی ہے۔ اور یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد روحانی اتنی ناقص ہے کہ اس میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہوسکتا جو اُمت محمدیہ کی اصلاح کر سکے، بلکہ اس امت کو دینی اصلاح

۱۔　ضمیمہ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۳۸۰

www.khatmenubuwwat.org

کے لیے ایک ایسے نبی کا محتاج ماننا پڑتا ہے جو مستقل نبی ہے اور اس کو نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کے نتیجہ میں بطور انعام نہیں ملی۔ اس لیے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد مستقل نبوت کو ماننے سے بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ جس نبوت کو اپنے لیے ثابت کرتے ہیں، وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع اور فیضان کا نتیجہ ہے اور آپ حضور کے روحانی بیٹے ہیں۔ اور آپ کو جو کمالات حاصل ہوئے ہیں وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی اتباع اور پیروی کی برکت سے ظلی طور پر حاصل ہوئے ہیں۔

(۳) مختار مدعیہ نے آئینہ کمالات اسلام، ص۱۴۳ کا حوالہ پیش کر کے کہا ہے کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السّلام کی روح تین دفعہ جوش مارے گی۔ اس عبارت میں مرزا صاحب یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اصل عیسیٰ علیہ السّلام ہیں اور رسول مقبول آپ کے ظل ہیں۔ اور نیز لازم آیا کہ عیسیٰ علیہ السّلام اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک ہوئے اور حضرت مسیح کے متعلق مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میں اس سے ہر شان میں بڑھ کر ہوں تو مرزا صاحب رسول مقبول سے ہر شان میں بڑھ کر اور افضل ہوئے اور یہ صریح کفر ہے۔ مختار مدعیہ نے جو نتائج مذکورہ بالا عبارت سے نکالے ہیں۔ وہ بالکل غلط اور باطل ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے وہ عقائد نہیں ہیں۔ آئینہ کمالات اسلام میں نہ ایک جگہ بلکہ متعدد مقامات پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سردار انبیاء اور افضل الانبیاء ہونے کا ذکر موجود ہے اور اس سے حضرت عیسیٰ کا اصل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ پس کسی کی قوم کا گمراہ ہونا اور اس کے لیے اس کی روح کا جوش مارنا، تا کوئی اس کی قوم کی اصلاح کرے، اس کی فضیلت کی دلیل نہیں بن سکتا۔

(۴) اسی طرح مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۳۴۳ پر لکھا ہے:

''یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح بہت دفعہ امت محمدیہ میں ظاہر ہوئی اور اس نے حلول کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہزاروں نبی ہوئے۔ اور مرزا صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ اس امت میں مَیں ہی نبی قرار دیا گیا ہوں، کوئی نبی بھی نہ ہوا۔ یہ بھی جھوٹ ہے تو یہ صریح کفر اور ارتداد ہے اس لیے نکاح فسخ ہوا۔''

آئینہ کمالات اسلام کی مذکورہ بالا عبارت میں نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے، لیکن باوجود اس کے مختار مدعیہ نے اپنے پاس سے اس عبارت کا ایک مفہوم وضع کر کے کفر و ارتداد کا فتویٰ دے دیا ہے۔

(۵) مختار مدعیہ نے ۱۲ر اکتوبر کی بحث میں دافع البلاء کا حوالہ پیش کر کے مندرجہ ذیل نتائج نکالے ہیں:

(۱) خدا خدائی کے قابل نہیں، (۲) عیسیٰ نبوت کے قابل نہیں، (۳) نبوت ایک ایسا مرتبہ ہے کہ معاذ اللہ بدمعاش اور رَنڈی بازوں کو بھی مل جاتا ہے۔ اس سے تمام شریعت اور تمام انبیاء علیہم السّلام اور مرتبہ نبوت کی کھلی توہین ہے۔ اس سے مرزا صاحب کافر و مرتد ہوئے۔ اور اسی طرح کیا ہے۔ اور چونکہ بعث من القبور بھی ضروریات دین سے ہے اور قبروں سے اٹھنے والے کروڑوں کیا، اربوں میں، اور مرزا صاحب نے ہر ایک کے قبر سے اٹھنے کا انکار کیا ہے۔ لہٰذا بیشمار وجہوں سے کافر اور مرتد ہوئے۔ پھر جب قیامت کا ہی انکار ہے تو حوضِ کوثر ندارد۔ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ (کوثر، ۱) کا بھی انکار ہوا اور وہ بھی کفر ہے۔ جب قیامت ہی نہیں تو شفاعت کبریٰ جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات سے ہے، وہ بھی گئی۔ جب جنتی جنت میں ہوں گے اور

www.khatmenubuwwat.org

دوزخی دوزخ میں، تو پل صراط بھی ندارد ہے۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جو مختار مدعیہ نے ازراہِ افتراء حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ اور ایسی باتیں جو لازم مذہب پر تکفیر کرنے والوں کے متعلق ائمہ سلف صالحین نے تحریر فرمایا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ الیوقیت والجواہر، جلد۲، صفحہ ۱۲۸ میں ہے:

والصحیح ان لازم المذہب لیس بمذہب وانه لا کفر بمجرد اللزوم. کہ صحیح بات یہ ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہوتا اور مجرد لزوم سے کفر لازم نہیں آتا۔

اور اسی طرح امام ابن حزم لکھتے ہیں:

واما من کفر الناس بما تؤول الیه اقوالهم فخطاء لانه کذب علیٰ الخصم وقویل له مالم یقل به من الکفر. (کتاب الفصل فی الملل والنحل، ج ۳، ص ۲۵۰)

اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے لوگوں کی ان کے اقوال سے نتائج اور لوازم نکال کر تکفیر کی ہے، اس نے بڑی غلطی کی، کیونکہ وہ مقابل پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اور اس کی صرف ایسی بات منسوب کرتا ہے جو اس نے نہیں کی۔ اور اگر اس سے وہ بات لازم بھی آئے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ تناقض ثابت ہوگا۔ اور تناقض کفر نہیں ہے، بلکہ یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ کفر سے دور بھاگ گیا۔

اور خود مختار مدعیہ نے بھی اپنے مکفرین کو جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

''تکفیر صراحت کی بنا پر ہے۔ لزوم میں تکفیر خان صاحب (بریلوی) کے نزدیک بھی نہیں ہو سکتی۔'' (الطین اللازب، ص ۳، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، گواہ مدعیہ نمبر۲)

اور اس کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے اور بفرضِ محال مان بھی لیں کہ وہ کفریات بطریق کنایہ یا لزوم ان عبارات سے ثابت بھی ہوتے ہیں تو گفتگو اس میں ہے کہ خان صاحب کا لزوم اور کنایہ پر بھی کفر کا فتویٰ ہوتا ہے۔

اور لکھتے ہیں:

اور اگر وہ عبارات جن کی صراحت کا دعویٰ کیا ہے، نہ دکھا سکیں تو اس مضمون ہی کو دوسری عبارت صحیحہ میں دکھا دیں۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ان مضامین کو بطریق لزوم ہی ثابت کر دیں۔ گو لزوم مثبت تکفیر نہیں۔ (تزکیہ الخواطر، ص ۱۲، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن گواہ مدعیہ نمبر۲)

اور صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں:

تکفیر تو ان امور کی تصریح اور صراحت پر موقوف ہے اور صراحت بھی کیسی جس میں جانب مخالف ضعیف کا احتمال بھی نہ ہو۔ حالانکہ جن عبارات کو کتب مذکورہ سے خاں صاحب نے نقل فرمایا ہے، ان عبارات میں ان معانی کا ضعیف سے ضعیف بھی احتمال نہیں۔ اور اگر مصنّفین کے حالات اور سیاق وسباق کلام کے مقدم ومؤخر کو دیکھا جائے تو ان معانی کفریہ کی بُو بھی نہیں، بلکہ خلاف کی تصریح۔ پھر یہ تکفیر بے جا اور گناہ کبیرہ اور جہل وناواقفیت ہوائے نفس، حب جاہ، عداوت اسلام وغیرہ وغیرہ نہیں تو اور کیا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

اور صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں:

''اگر مضامین کفریہ صراحتاً تو نہ ہوں، مگر احتمال اور لزوم کے طور پر ہوں تب ایسی صورت میں قاضی و مفتی کو تکفیر حرام و ناجائز ہے۔ جب تک کہ قائل کی مراد معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے معنی کفریہ ہی مراد لیے ہیں۔''

پس مختار مدعیہ کا یہ کہہ کر کہ ان اقوال سے یہ امور لازم آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تکفیر کرنا جب کہ ان اقوال میں معانی کفریہ کی بُو بھی نہیں پائی جاتی، بلکہ مصنف کے حالات اور اُن کتب کے مطالعہ اور ان عبارات کے سیاق اور سباق سے اس کے خلاف صراحت سے ثابت ہوتا ہے۔ تکفیر بے جا، اور گناہ کبیرہ، اور جہل و ناواقفیت، ہوائے نفس، حب و جاہ، عداوت اسلام وغیرہ وغیرہ نہیں تو اور کیا ہیں۔ مختار مدعیہ حضور مسیح موعود علیہ السّلام کی کسی کتاب سے قیامت تک یہ نہیں دکھا سکتے کہ آپ نے قیامت سے انکار کیا ہے یا پل صراط یا بعث بعد الموت یا دیگر امور آخرت سے انکار کیا ہے، یا اپنے آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر فضیلت دی ہو، یا قرآن کی کسی آیت کا انکار کیا ہو۔ پس قائل کی منشاء کے خلاف اس کے قول کا مفہوم لے کر تکفیر کرنا سوائے ان لوگوں کے جو تکفیر کے عادی ہیں اور اسلام کے دشمن ہیں، کسی ایماندار شخص کا کام نہیں۔

توہین صحابہؓ کا الزام اور اس کا جواب

مختار مدعیہ نے صحابہ کی توہین کی ایک وجہ یہ بھی قرار دی ہے کہ آپ نے خطبہ الہامیہ میں فرمایا ہے کہ جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا، وہ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہؓ میں داخل ہوا، یعنی غیر صحابہ کو صحابہ کے ساتھ شریک کر دینا، یہ صحابہ کی سخت توہین ہے۔ لیکن اکابر بزرگانِ اسلام نے امام مہدی کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بروز مانا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی روحانیت تھی جو آدم علیہ السّلام میں جلوہ گر ہوئی تھی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی روحانیت بصورت حضرت مہدی ظاہر ہوگی۔ پس اسی روحانیت اور بروزیت کے لحاظ سے مہدی کے اصحاب کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ میں داخل ہونے والا کہنا صحابہ کی توہین کا موجب کیوں ہونے لگا۔ صحابہ میں داخل ہونے کا یہی مطلب ہے کہ انہیں بعض امور میں صحابہ سے مشابہت حاصل ہوگئی تھی۔ اس توہین کا تعلق نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل فرما کر علماء امت کو انبیائے بنی اسرائیل کا شبیہ ومثیل قرار دیا ہے، کیا اس سے انبیاء بنی اسرائیل کی کوئی توہین ہوگی۔ اگر نہیں تو کسی کے مثیل وشبیہ صحابہ ہونے سے صحابہ کی توہین کیا معنی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تو اپنی امت کے دو گروہوں کے لیے کہ ایک دن میں وہ ہے جس میں خود حضور بنفس نفیس تشریف فرما تھے۔ اور ایک وہ جو آخری زمانہ میں ہونے والا تھا۔ یہ فرمایا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے: لایدری اوله خیرٌ ام آخرهٗ.[1] جس کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری، تو کیا مختار مدعیہ یہ فتویٰ لگائے گا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی امت کے آخری گروہ کو صحابہ کے ساتھ اتنا ہم رنگ قرار دے کر کہ گویا ایک ہی ٹھہرا کر یہاں تک فرما دیا کہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون بہتر ہے اور کون نہیں ہے۔ یعنی دونوں ہی بہتر ہیں۔ اپنے اصحاب کی توہین کی ہے اور غیر صحابہ کو صحابہ سے ملا دیا ہے، جو مختار مدعیہ کے نزدیک کفر وارتداد ہے۔ استغفر اللّٰه ولا حول ولا قوة الا باللّٰه. امید

۱۔ مثل امتی مثل المطر...... سنن ترمذی، رقم ۲۸۶۹

www.khatmenubuwwat.org

ہے کہ اب مختار مدعیہ نے جس امر پر اعتراض کیا ہے، وہ صحابہ کی توہین سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔لیکن اگر اب بھی کچھ کسر باقی رہ گئی ہوتو پھر اس کو دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب خلیفہ مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ کا یہ شعر دیکھ لینا چاہیے جو انہوں نے اپنے پیرو مرشد مولوی رشید احمد ساحب کی وفات پر لکھا ہے:

زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعل ہبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانیِ اسلام کا ثانی

پس جب مولوی رشید احمد کو سیّد الاولین والآخرین افضل المرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ثانی کہنے سے مختار مدعیہ کے نزدیک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک نہیں ہوتی، تو امت محمدیہ میں سے کسی کے مثیل صحابہ ہونے سے ہتک کے کیا معنی۔

اہلِ بیت کی توہین

مختار مدعیہ نے ایک لزوم حضرت مسیح موعود پر توہین اہلِ بیعت کا لگایا ہے اور کہا ہے کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تو فرمایا ہے، میرے اہلِ بیت کی کشتی نوح کی مثال ہے۔لیکن چونکہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیم کو کشتی نوح قرار دیا ہے، لہٰذا اہلِ بیت کی توہین ہوگئی۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تعلیم جس کو آپ نے کشتی نوح قرار دیا ہے، وہ یہی تعلیم ہے کہ ''نوع انسان کے لیے اب روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں، مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لیے کوئی رسول اور شفیع نہیں، مگر محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ سوتم کوشش کرو کہ تم سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اوراس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی برائی مت دو، تا تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ۔''[1]

اگر اس تعلیم کو بحکم خداوندی کشتی نوح قرار دینے سے اہلِ بیت کی توہین لازم آتی ہے تو اہلِ بیت کو کشتی نوح قرار دینے سے اصل کشتی نوح کی ضرور توہین لازم آئے گی۔ پس مختار مدعیہ کے طرزِ استدلال سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ فتویٰ کہاں جا کر لگتا ہے۔

امام حسینؓ کی توہین

ایک اعتراض مختار مدعیہ نے یہ کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب اعجاز احمدی میں امام حسین کی توہین کی ہے اوران پر اپنے آپ کو فضیلت دی ہے اور یہ امر امام حسین کی توہین کا موجب ہے۔ یاد رہے کہ اعجاز احمدی میں ان غالی شیعوں سے خطاب ہے جو مشرکوں کی طرح امام حسین سے مرادیں مانگتے اور اُن کو تمام مخلوق کا سردار تمام انبیاء سے افضل اور سب کا شفیع اور منجی ٹھہراتے ہیں۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی اُن کی شفاعت کا محتاج بتاتے ہیں اور شیعوں کے مقابلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہو، اس کو موجب توہین قرار دینا درست نہیں، کیونکہ ایسے موقعوں پر جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ بغرضِ توہین نہیں ہوتا۔ بلکہ بغرض اصلاح عقائد مخاطب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسۃ العلوم دیوبند ہدیۃ الشیعہ ،صفحہ ۱۴۰ میں فرماتے ہیں:

۱۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۳

www.khatmenubuwwat.org

''اہل ہند جو تمام ولایتوں کے لوگوں کے نامردہ پن میں امام ہیں۔ ان میں کوئی بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا۔ جیسا کہ حضرت امیر (حضرت علی) نے اپنی بیٹی کو حضرت عمرؓ کے حوالے کر دیا، آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے بھی۔ پھر صاحبزادوں میں بھی ایک وہ تھے جنہوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا۔''

پس اگر حضرت اقدس کا غالی شیعوں کے مقابلہ میں کچھ لکھنا حضرت امام حسین کی توہین کا موجب ہے تو محمد قاسم بانی مدرسۃ العلوم دیوبند کا وہ لکھنا جو ابھی نقل کیا گیا ہے، نہ صرف حضرت امام حسین علیہ السّلام، بلکہ ان کی ہمشیرہ رضی اللہ عنہا اور بڑی بھائی حضرت امام حسن علیہ السّلام پھر والد ماجد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی بھی ہتک اور توہین کا موجب ہوگا۔ اور یہ توہین اس توہین سے جس پر مختار مدعیہ معترض ہے، پنج گونہ زیادہ ہوگی۔ اور اگر مولانا محمد قاسم کا لکھنا موجب توہین نہیں ہے تو حضرت اقدس کا لکھنا موجب توہین کیوں۔ رہا فضیلت کا اعتراض، تو ایک کی فضیلت سے دوسرے کی توہین کا نتیجہ نکالنا کسی طرح درست نہیں۔ بعض انبیاء کی بعض دوسرے انبیاء پر فضیلت مسلّمہ فریقین ہے، لیکن ان دوسرے انبیاء کی اس سے کوئی توہین اور ہتک نہیں ہونی چاہیے۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تمام انبیاء سے عموماً اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السّلام سے خصوصاً افضل ہونا مسلم ہے۔ لیکن کیا اس سے تمام انبیاء اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السّلام کی ہتک ہو جاتی ہے۔ امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے تو کیا اس سے تمام امتوں کی توہین ہوگئی، ہرگز نہیں۔ اور امام مہدی کے متعلق تو تمام اکابر، علماء، صلحاء واولیائے امت نے تسلیم کیا ہے کہ وہ صحابہ، بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان نے حجج الکرامہ، صفحہ ۳۸۶ میں امام محمد بن سیرین کا قول نقل کیا ہے۔ اور شرح فصوص الحکم میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ مہدی جو آخر زمانہ میں آئیں گے، وہ احکامِ شرعیہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تابع ہوں گے۔ اور معارف اور علوم اور حقیقت کے علم میں تمام انبیاء واولیاء اس کے تابع ہیں۔ کیونکہ اس کا باطن محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا باطن ہوگا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۔ پس اگر کلام ہوسکتا ہے تو اس امر میں ہے کہ وہ مہدی کون ہے، نہ اس میں کہ اس کا امت محمدیہ کے بزرگوں میں دوسروں سے افضل ہونا، ان دوسروں کی ہتک کا موجب ہے، کیونکہ اُس کے افضل ہونے کو تو اکابر، صلحاء واولیائے امت نے تسلیم کیا ہے اور اس کے دوسروں سے افضل ہونے سے دوسروں کی ہتک کا خیال باطل ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت اقدس نے اعجاز احمدی میں جو کچھ لکھا ہے وہ بغرض توہین ہرگز نہیں۔ بلکہ بلحاظ حمایت حق اور تائید توحید ہے، اسی وجہ سے حضور نے اعجاز احمدی، صفحہ ۴۸ میں فرمایا ہے، جس کو مختار مدعیہ نے پیش کیا ہے کہ:[۱]

''میں نے اس قصیدہ میں جو امام حسین کے متعلق لکھا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نسبت بیان کیا ہے، یہ انسانی کارروائی نہیں۔ خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راست بازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راست باز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید من عاد ولیا ولی دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔ پس مبارک وہ جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا ہے اور خدائی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے۔''

پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ کلام تو بتائید توحید اور بتائید امر حق لکھا گیا ہے، قابلِ اعتراض نہیں ہے، جیسا کہ

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج ۱۹، ص ۱۴۹

مولوی محمد قاسم صاحب ہدیۃ الشیعہ ،صفحہ ۳۴۶ میں لکھتے ہیں۔حضرت ہارون علیہ السّلام کا بچھڑے کے پوجنے کے مقدمے میں بے قصور ہونا کلام اللہ سے ثابت ہے۔اور پھر بایں ہمہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا ان پر غصے ہونا، یہاں تک حضرت ہارون کی داڑھی اور سر کے بال کھینچنے تک نوبت آئی،خود کلام اللہ میں ہی موجود ہے۔سو جب حضرت ہارون تو ہوں بے قصور کہ وہ بے قصور تھے ہی۔اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو یوں کچھ کہہ نہیں سکتے کہ وہ اپنے عندہ میں بے جا غصے نہیں ہوئے تھے، بلکہ بایں نظر کہ ان کے بڑے بھائی پر غصے ہونے کا کوئی منصب نہیں تھا۔مگر خدا واسطہ کی بات نہ ہوتی تو حضرت ہارون ان کا خون بھی کر دیتے تو دَم نہ مارتے۔(ہدیۃ الشیعہ ،ص ۳۴۶)

پس اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا مقصود ان لوگوں کے مقابلہ میں جو حضرت امام حسین کو منجی اور شفیع قرار دیتے ہیں کہ شرک تک نوبت پہنچاتے ہیں اور انہیں تمام انبیاء سے افضل ٹھہراتے ہیں۔ بتائید توحید اور بتائید حق ہے، نہ بغرض توہین۔ورنہ حضرت اقدس حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثار کوچہ آل محمد است

اور اسی طرح اعجاز احمدی میں ہے، جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے، آپ نے حضرت امام حسین کے متعلق راست باز اور رضی اللہ عنہ کے الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔اور اسی طرح آئینہ کمالات اسلام،صفحہ ۳۴ پر آپ فرماتے ہیں:

’’اور اسی طرح علماء کی عادت رہی اور ایسے سعید اُن میں سے بہت ہی کم نکلے، جنہوں نے مقبولانِ بارگاہ الٰہی کو وقت پر قبول کر لیا۔امام کامل حسین رضی اللہ عنہ سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک یہی سیرت اور خصلت ان طاہر پرست مدعیان علم کی چلی آئی کہ انہوں نے وقت پر کسی مرد خدا کو قبول نہیں کیا۔‘‘[۱]

پس اعجاز احمدی میں حضرت اقدس نے جو کلام کیا ہے، وہ ان شیعوں کے مقابلہ میں ہے جو امام حسین کو انبیاء سے بڑھ کر اور تمام مخلوقات سے افضل بتاتے ہیں اور ایسے رنگ میں ہے جس رنگ میں کہ مولوی محمد قاسم صاحب اور دیگر علماء نے بھی ان کے متعلق کلام کی ہے۔اسی طرح ’’صد حسین است در گریبانم‘‘ سے امام حسین کی کوئی توہین لازم نہیں آتی۔ بلکہ اس میں دشمنوں کی ایذا رسانی کا اظہار مقصود ہے کہ جس طرح کربلا میں یزید کے لشکروں نے حضرت امام حسین پر ظلم کیا تھا اور سخت ایذا پہنچائی تھی۔اسی طرح آج میں اپنے آپ کو ہر آن کربلا میں پاتا ہوں، یعنی میرے دشمن میرے لیے مصائب کا نت نیا شاخسانہ کھڑا کرتے رہتے ہیں۔پس ان دشمنوں کی ہر روز نئی ایذا رساں تدبیروں کے مقابلہ میں گویا مَیں ان کے لیے ہر روز ایک نیا حسین ہوتا ہوں اور اس شعر کے ایک یہ معنی بھی ہیں کہ میری جماعت کے بہت سے افراد مصائب و آلام کا نشانہ بنائے جائیں اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کی طرح مظلومانہ حالت میں قتل کیے جائیں گے۔پس اس شعر میں توہین کیسی۔اس میں تو امام حسینؓ کی عظمت کا اظہار ہے۔ کیونکہ اگر حضرت اقدس کی نظر میں حضرت امام حسین اور آپ کے واقعہ شہادت کی عظمت نہ ہوتی تو آپ اپنی اس مصیبت اور شدت

۱۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، ج ۵،ص ۳۴

www.khatmenubuwwat.org

کے ظاہر فرمانے کے لیے جو قوم کی طرف سے آپ کو پہنچی۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی مثال کیوں دیتے۔ صد حسین است در گریبانم کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ قوم کی مخالفت اور یورش نے ایسی شدت اختیار کر لی ہے کہ میں صد حسین است در گریبانم کا مصداق ہو رہا ہوں اور یزیدی الطبع مخلوق نے مجھ پر اس طرح حملہ کیا ہے کہ جس طرح میرے گریبان میں سو حسین ہیں، جن کے ایزا دینے اور قتل کرنے کے لیے وہ آمادہ ہیں۔ اور واقعہ شہادت امام حسین علیہ السّلام کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ازالہ اوہام، حاشیہ صفحہ ۶۱، ۶۹ میں تحریر فرمایا ہے۔ امام حسین علیہ السّلام کا مظلومانہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت و وقعت رکھتا ہے۔ اور فرماتے ہیں: حضور امام مظلوم حسین رضی اللہ عنہ کا دردناک واقعہ شہادت جس کی دمشق کے لفظ میں بطور پیشگوئی اشارہ کی طرز میں حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے، اس کی عظمت و وقعت دلوں میں بیٹھ جائے۔ (ازالہ اوہام، حاشیہ، ص ۷۰) اور پھر آپ امام موصوف کے لیے فرماتے ہیں: بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کے تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر و استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ (التبلیغ، ص ۲، ۳) کیا جس کی تحقیر و تذلیل و ہتک و توہین منظور ہو، اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے حالات ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں۔

اولیاء کی توہین

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مندرجہ ذیل شعر:

تکور ماء السابقین وعیننا

الٰی آخر الایام لا تنکدّر

سے تمام اولیاء کے متعلق کہا ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ کے چشمے خشک ہو گئے اور اس میں اجمالی طور سے تمام اولیاء کی توہین کی ہے۔

اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ مختار مدعیہ کے نزدیک پہلے ادیان جیسے دین موسوی اور دین ابراہیمی وغیرہ دین اسلامی سے منسوب ہو گئے تو گویا دینِ اسلام نے آ کر ان سب کی توہین کی ہے۔ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم چونکہ تمام رسولوں سے افضل ہیں اس لیے گویا آپ نے تمام انبیاء کی توہین کی ہے۔ اگر مختار مدعیہ کی طرزِ استدلال اختیار کی جائے تو دنیا کا نہ کوئی ولی ایسا ہو سکتا ہے، نہ نبی اور رسول، جسے دوسروں کی توہین کا مرتکب نہ ماننا پڑے۔

کیونکہ اگر حضرت اقدس کے مندرجہ بالا شعر سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور دوسرے اولیاء کی توہین لازم آتی ہے تو حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شعر:

افلت شموس الاولین وشمسنا

ابدًا علٰی افق العلٰی لا تغرب

سے اولیاء ماسبق کی توہین لازم آئے گی کیونکہ اس شعر کے معنی یہ ہیں کہ پہلوں کے تو سورج غروب ہو گئے۔ لیکن ہمارا سورج بلندی

کے افق پر چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہ ہوگا۔

اب اس شعر میں اولین کا لفظ ہے جو ان تمام لوگوں پر اطلاق پاتا ہے جو پہلے گزر چکے ہیں، جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دوسرے اولیاء، بلکہ پہلے انبیاء بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ تو کیا مختار مدعیہ اس شعر کی عمومیت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر اولیاء کی توہین کا مرتکب مان کر کافر و مرتد قرار دے گا۔ اسی طرح حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا یہ قول کہ: قدمی هذا علٰی رقبة کل ولیٍّ. (مقامات امام ربانی)

کہ میرا قدم ہر ایک ولی کی گردن پر ہے۔ لفظ کل میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر تمام اولیاء شامل ہیں۔ کیا مختار مدعیہ یہاں بھی عمومیت کو لے کر حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی کو کافر و مرتد قرار دے گا۔ اگر نہیں اور یقیناً انہیں کافر و مرتد قرار نہیں دے گا تو کیا وجہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے شعر میں اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں تو انہیں موجب توہین گردان کر کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے شعر کا صرف یہ مطلب ہے کہ پہلے اولیاء وغیرہ نے جو طرق نکالے تھے، وہ سب طرق اب بند کیے گئے ہیں۔ اب کوئی شخص ان طرق کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ میرا طریق اختیار نہ کرے جو طریقہ میرے سیّد و مولیٰ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تھا۔

پھر مختار مدعیہ نے حضرت اقدس کے اس قول پر بھی اعتراض کیا ہے کہ غرض اس حصہ کثیر وحی اور اُمورِ غیبیہ میں اس امت میں سے مَیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں، ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔[1] اور اس قول کو بھی موجب توہین قرار دیا ہے۔ حالانکہ دنیا کا کوئی صحیح الدماغ اور صحیح العقل انسان اس کو موجب توہین نہیں کہہ سکتا۔ اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں پایا جاتا، جس سے پہلے ابدال، اقطاب اور اولیاء کی توہین ہوتی ہو۔ اس قسم کے بے سروپا اعتراضوں سے یہ ظاہر ہونے کے سوا کہ معترض صاحب اعتراض کر دینا جانتے ہیں اور ان کو اعتراض کرنے کا بہت شوق ہے اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بہت بڑا نقصان ہے کیونکہ مختار مدعیہ کے اس مسلک کو غلطی سے کوئی درست سمجھ لے تو پھر بڑی مشکل پیش آئے گی اور بڑوں بڑوں تک نوبت پہنچے گی اور ان کو مقدسین سابقین کا اہانت کرنے والا ماننا پڑے گا، مثلاً امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی جو تمام دیوبندی علماء کے مسلمہ مقتدا و پیشوا ہیں اور جن کے سامنے حضرات دیوبند کو دَم مارنے کی بھی جرأت نہیں ہوسکتی۔ فرماتے ہیں:

''کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا رہا، لیکن اس صدی کا مجدد اور ہے اور ایک ہزار کا مجدد اور ہے۔ جیسے ایک سو اور ہزار میں فرق ہے، ایسے ہی پہلی صدی کے مجدد میں اور ایک ہزار کے مجدد میں، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔'' (مکتوبات امام ربانی، ج ۲، ص ۱۴)

اب جو مختار مدعیہ کے مسلک کو صحیح سمجھ لیں انہیں امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنے سے پہلے تمام مجددین کی ہتک کرنے والا ماننا پڑے گا۔ سبحان اللہ! یہ خوب مسلک ہے جس کی بناء پر حضرت مجدد الف ثانی جیسے بزرگوار بھی توہین بزرگاں کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔

۱۔ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۴۰۶

www.khatmenubuwwat.org

اے بدذات فرقہ مولویاں

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس فقرہ کو کہ اے بدذات فرقہ مولویاں! تمام اولیاء کی توہین کا موجب قرار دیا ہے، حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کسی جگہ بھی شریف علماء کو جو دشنام دہی اور سب وشتم وغیرہ یہود یانہ خصلتوں کے ظاہر کرنے سے اجتناب کرتے ہیں، کبھی ایسے الفاظ کا مصداق نہیں ٹھہرایا، بلکہ آپ نے اپنی متعدد کتب میں اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کے مصداق محض وہی مولوی ہیں جنہوں نے شرارت اور خیانت کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے اور وہ وہی مولوی ہیں جن کے متعلق رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی فرمایا ہے کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب اسلام کا نام ہی نام رہ جائے گا اور قرآن شریف ان میں صرف رسمی طور پر ہوگا۔ مسجدیں تو بہت بڑی بڑی ہوں گی مگر ہدایت سے خالی اور ان نام کے مسلمانوں کے جو مولوی ہوں گے وہ بدترین مخلوقات ہوں گے اور وہی تمام فتنوں کی جڑ ہوں گے۔ انہیں میں سے فتنہ نکلے گا اور اس کا نقصان انہیں پر لوٹے گا اور یہ وہی علماء ہیں جن کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب بھی فرما چکے ہیں کہ اگر تو یہود کا نمونہ دیکھنا چاہے تو اس زمانہ کے مولویوں کو دیکھ۔ (الفوز الکبیر، ص۱۳)

پس ایسے یہودی سیرت مولوی جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی سخت مخالفت کی اور آپ کے حق میں زبان درازی انتہا تک پہنچا دی۔ اور فحش مضمون کے اشتہارات نکالے جو کسی شریف انسان کی زبان اور قلم سے صادر نہیں ہو سکتے تھے اور یہ مولوی لوگ درحقیقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس پیشگوئی کے مصداق ہو گئے تھے، جس میں آپ نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ یہود کے قدم بقدم چلیں گے۔ پس جس طرح مسیح موسوی علیہ السّلام نے اپنے زمانہ کے مولویوں اور فقیہوں کے دل آزار رویہ کو دیکھ کر انہیں سانپ، بلکہ سانپوں کے بچے اور منافق اور ریا کار اور حرام کار اور شریر اور بدکار وغیرہ القاب سے ملقب کیا اور ان پر لعنتیں بھیجیں۔ جس کا ذکر قرآن شریف ان الفاظ میں فرماتا ہے: لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ م بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ. (مائدہ، ۷۸) اسی طرح حضرت مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اسی قسم کے خبیث فطرت، ممسوح القلب اور سیاہ باطن مولویوں کے حق میں نہ کہ شریف الطبع مولویوں کے حق میں یہ الفاظ استعمال فرمائے:

''اے بدذات فرقہ مولویاں تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑ دو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالا پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔''[1]

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہاں خطاب مولوی محمد حسین بٹالوی اور اس کے ہم مشرب مولویوں کو ہے جنہوں نے اس جیسی خصلتوں کا اظہار کیا۔ نہ کہ اُن لوگوں سے جنہوں نے مذکورہ لوگوں کی حرکات سے کوئی حصہ نہیں لیا۔ پس اعتراض کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینے کی ضرورت ہے کہ یہ الفاظ انہیں مذکورۃ الصدر اصحاب سے مخصوص ہیں، سب کے لیے نہیں۔ اگر کوئی ان حرکات شیطانیہ کا مرتکب نہیں تو اس کو ان الفاظ کا مخاطب سمجھنا یا قرار دینا غلط ہے۔ اور اگر کوئی اس کا مرتکب ہے تو جو کچھ حضرت اقدس علیہ السّلام نے فرمایا ہے، وہ اس کا مستحق ہے۔ پس اعتراض فضول ہے اور اگر مولویوں کی بدزبانی کا نمونہ دیکھنا ہو تو میں عدالت کے سامنے

۱۔ انجام آتھم، روحانی خزائن، ج۱۱، ص۲۱

www.khatmenubuwwat.org

کشف الغطاء، صفحہ ۱۹ دکھاتا ہوں اور نیز کتاب البریہ میں ان کی بدزبانیوں کا کچھ نمونہ دیا گیا ہے۔

پھر مختار مدعیہ نے حضرت اقدس علیہ السّلام کے کفر وارتداد کی ایک وجہ یہ بھی قرار دی ہے کہ آپ نے امت کو گالیاں دی ہیں۔ اور اس نے اپنے اس زعم باطل کو ثابت کرنے کے لیے نجم الہدیٰ کا ایک شعر پیش کیا ہے اور آئینہ کمالات اسلام میں سے ذریۃ البغایا کے الفاظ نقل کیے ہیں، شعر کے الفاظ یہ ہیں۔

جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل ایسا ہی دیکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

رایت فی المنام کان فی حجر عائشة ام المومنین رضی اللّٰه عنها وانا ارضع ثدیها الایمن ثم اخرجت ثدیها الا یسر فرضعته فدخل رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فقال یاعائشة هذا ولدنا حقًا. (قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر، ص ۸۲)

یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت عائشہ ام المومنین کی گود میں ہوں اور میں ان کی دائیں پستان چوس رہا ہوں۔ پھر انہوں نے اپنی بائیں پستان نکالی تو میں نے وہ بھی چوسی۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اندر تشریف لے آئے تو فرمایا کہ اے عائشہ! یہ ہمارا ہی بچہ ہے۔

پس کیا مختار مدعیہ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی پر بھی یہ الزام لگا کر کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی ہے، کفر وارتداد کا فتویٰ دے گا۔ شاید مختار مدعیہ کہے کہ یہ واقعہ تو حضرت عائشہ کے متعلق ہے اور ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذکر کر رہے ہیں۔ تو اگرچہ یہ کہنا قابلِ التفات سمجھے جانے کے لائق نہ ہوگا، تاہم اسی طبیعت کی رعایت سے ہم ایک مثال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی پیش کیے دیتے ہیں اور وہ مثال بھی مولوی محمد علی کانپوری کے پیر ومرشد کے کشف کی ہے جن کا نام نامی مولوی محمد علی صاحب نے جو دیوبندیوں کے مسلم مقتدا اور رہنما ہیں، اپنی کتاب ارشاد رحمانی وفضل رحمانی میں اس طرح لکھا ہے:

''حضرت قدوۃ الکملاء واسوۃ الفضلاء ہادیٔ مراحل شریعت وطریقت واقف اسرار حقیقت ومعرفت مہبط رجال کرام ومرجع خواص وعوام وقطب دوراں وغوث زمان مرشدنا ومولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم وظلت فیوضاتہ۔''

اور مولوی مرتضیٰ حسن صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے:

''کہ ہمارے گھر میں جاؤ مجھے جاتے ہوئے شرم آئی اس لیے تامل کیا۔ حضرت نے مکرر فرمایا، جاؤ ہم کہتے ہیں۔ میں گیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف رکھتی تھیں۔ آپ نے سینہ مبارک بالکل کھول کر مجھے سینہ سے لگا لیا۔'' (ارشاد رحمانی، ص ۵۸)

مختار مدعیہ کے ان اعتراضوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس کو بزرگانِ اسلام کے حالات سے قطعاً ناواقفی اور تعلیم اسلام سے بالکل بیگانگی ہے اور اس کا جو کچھ کہنا ہے وہ اسی ناواقفی کی وجہ سے ہے اور یا وہ بزرگانِ اسلام سے بھی صاف نہیں ہے جو حالت حضرت اقدس نے بیان کی ہے، وہ حالت کشف کی ہے۔ اور کشف کی حالت سے کسی کی توہین نہیں ہوا کرتی۔ پھر حضرت مسیح موعود نے تو یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مادر مہربان کی طرح میرا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ میں بجائے ان کے فرزند کے ہوں۔ اور مجھے مناسبت ہے حضرات حسنین۔

www.khatmenubuwwat.org

ان العدا صاروا خنازیر الفلا

ونساء ھم من دونھم الا کلب

یعنی دشمن ہمارے بیانوں کے خنزیر ہوگئے اوران کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔

مختار مدعیہ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ نے تمام امت کے لوگوں کو جنگلی خنزیر کہا ہے۔لیکن یہ مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے جس کا پہلے بھی کئی مرتبہ ذکرکیا جاچکا ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السّلام کی ایسی تحریریں صرف انہی لوگوں کے حق میں ہیں جنھوں نے ازراہ شرارت آپ کے حق میں طعن وتشنیع اور دشنام دہی کی ہے اور کتوں اورخنزیروں کی صفات دکھائی ہیں، نہ کہ ہرایک شریف اورقوم کے خواص لوگوں کے لیے۔ چنانچہ اس شعر میں لفظ عدا خود بتلاتا ہے کہ مراد آپ کے وہ دشمن لوگ ہیں جنھوں نے آپ کے حق میں بدزبانی کی، اور وہ عورتیں ہیں جنھوں نے مختلف بلاد میں آپ کے سیاپے کیے اورقسم قسم کی گالیاں دیں۔اگرمختار مدعیہ کا مقصد عدالت کو مغالطہ دینا نہیں۔ یا لفظ عدا سے وہ اس مفہوم کو سمجھ نہیں سکا تھا تو اس کے بعد کا شعر اس مفہوم کی بالکل وضاحت کررہا تھا۔اوروہ یہ ہے:

سبّوا وما ادری لای جریمةٍ

سبّوا نعصی الحبّ او نتجنّب

(ص۱۰)

یعنی انہوں نے گالیاں دیں اور میں نہیں جانتا کہ کیوں دیں۔کیا ہم اس دوست کی مخالفت کریں یا کنارہ کریں۔اس سے صاف ظاہر تھا کہ یہاں پر دشمنوں سے مراد بھی وہ دشمن تھے جنھوں نے ناحق آپ کو گالیاں دیں اور آپ کے حق میں سخت نازیبا الفاظ استعمال کیے اوروہ وہی لوگ ہیں جو مولوی کہلانے والے ہیں، جنھوں نے آپ کے حق میں اور آپ کے مخالف نہایت گندے اورمکروہ الفاظ استعمال کیے تھے اورانہی لوگوں کے حق میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی موجود تھی، جس میں آپ نے فرمایا:

تکون فی امتی فزعة فیصیر الناس الی علماء ھم فاذاھم قردة وخنازیر.[۱]

یعنی میری امت میں ایک ایسا حادثہ ہوگا جس سے امت میں گھبراہٹ پیدا ہوگی تو لوگ اپنے مولویوں کے پاس جائیں گے۔مولویوں کے پاس جانے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حادثہ ایسا ہوگا جو دین سے تعلق رکھتا ہے۔یعنی اسلام پر قسم قسم کے اعتراض پیدا ہوں گے۔لوگ ان اعتراضوں کا جواب معلوم کرنے کے لیے اپنے مولویوں کے پاس جائیں گے تو جب مولویوں کے پاس جائیں گے تو انہیں بندر اورسور پائیں گے۔ بندرتو اس لیے کہ وہ دوسروں کی نقل کا عادی ہوتا ہے، اسی طرح اس وقت کے مولوی لکیر کے فقیر ہوں گے، اوربغیر سوچے سمجھے پہلی نقول پر چلنے والے ہوں گے اوران نقلوں پر جو اعتراض پیدا ہوں گے تو اُن کے جواب میں صرف اتنا کہیں گے کہ جو کچھ پہلے لکھا جاچکا ہے، وہی صحیح ہے۔ہم کچھ نہیں سنتے۔اوران کے پاس آنے والے لوگ کہیں گے کہ پھرآپ کی ان روایات پر جوغیر مذاہب کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے۔اس کا ہم کیا جواب دیں۔تو آگے سے کافرقرار دینا اور

۱۔ تکون فی امتی فزعة...... الجامع الکبیر لسیوطی، رقم ۴۲۴

www.khatmenubuwwat.org

گالیاں دینا شروع کر دیں گے۔ یعنی خنزیری صفت کا اظہار کریں گے۔ پس جن مولویوں کے متعلق اس حدیث میں بندر اور سور کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ انہی کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے خنزیر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور اگر اظہار حقیقت گالی ہوسکتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم نے بھی سب کافروں کو گالیاں دی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک کافر کی کتے سے مثال دے کر فرماتا ہے: ذلک مثل الذین کذبوا بایات اللّٰہ.

کہ یہ مثال سب ان لوگوں کی ہے جنہوں نے خدا کی آیات کی تکذیب کی اور اسی طرح یہودیوں کے مولویوں کی گدھے سے مثال دی کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے گدھا کتابیں اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ کفار کے متعلق فرمایا کہ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ. (بیّنہ،۶) کہ وہ بدترین مخلوقات ہیں۔ اور پھر صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ (بقرۃ،۱۸) کہہ کر انہیں بہرے گونگے اندھے فرمایا۔ پس جیسے یہ الفاظ اپنے اپنے محل پر چسپاں ہیں ویسے ہی حضرت مسیح موعود کے الفاظ انہیں مولویوں کے متعلق ہیں۔ جنہوں نے خنزیری صفات کا اظہار کیا اور ان کی انہیں عورتوں کے متعلق ہیں کہ جنہوں نے حیا وشرم کو بالائے طاق رکھ کر گالیاں وغیرہ کے دینے میں کتوں کی سی صفات کا اظہار کیا ہے۔

ذریۃ البغایا

ذریۃ البغایا کے متعلق گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں مفصل جواب دیا تھا۔ اور لغت کی رُو سے یہ ثابت کیا تھا کہ اس کے معنی ’’ان لوگوں کے ہیں جو رُشد اور ہدایت سے محروم ہیں‘‘۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ عربی زبان میں مفسد وشریر کو یا حاسدوں کی کمینگی ظاہر کرنے کے لیے بھی ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، جیسا کہ یابن الفاعلہ۔ زانیہ کے بیٹے یا بن الفاحشہ، یا ولد الزنا، یا ابن اللقیطہ وغیرہ کہہ دیتے ہیں، جس سے مراد محض ان کی بدخصلتی کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ متنبّی کا شعر ہے:

اتنکر موتهم وانا سهيل
طلعت بموت اولاد الزنا

یعنی اے علیؒ بن اسحاق! آپ ان حاسدوں اور چغل خوروں کی موت پر تعجب کرتے ہیں، حالانکہ میں سہیل ستارہ ہوں جو اِن حیوان سرشت بدباطنوں کی موت کے لیے طلوع ہوا ہوں۔

پس مختار مدعیہ نے ذریۃ البغایا کے جو معنی کیے ہیں یہ معنی ضروری نہیں ہیں۔ ذریۃ کا لفظ صرف حقیقی اولاد کے معنوں میں ہی استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ جو کسی قسم کا کام کرے تو اس سے پہلے جو اس قسم کا کام کرنے والے لوگ ہوں، اسے ان کی ذریت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے: اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ (کہف،۵۰) کیا تم شیطان اور اس کی ذریت کو میرے سوا دوست پکڑتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ تو ذریت شیطان ہے۔ تو اس کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ شیطان والے کام کرتا ہے، نہ کہ شیطان کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ گدھے کا بچہ ہے تو اس سے مراد اس کی بیوقوفی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سور کا بچہ ہے تو مقصود اس کی بدیوں کا اعلان ہوتا ہے۔ پس یہاں بھی ذریۃ البغایا سے وہ لوگ مراد ہیں جو بغایا والا کام کرتے ہیں، جس طرح ایک بدکار عورت اپنے اصلی خاوند کو چھوڑ

www.khatmenubuwwat.org

کرغیر کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو اسلام کی تائید میں لکھی ہوئی کتابوں سے منہ پھیر لیتا ہے اور دشمنوں کی تائید کرتا ہے اور اس شخص کو کہ جس نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت دنیا پر ثابت کی اور اسلام کی ایک نمایاں خدمت انجام دی، اس کو کافر اور دشمن اسلام قرار دیتا ہے۔ اور اس کی ان کتابوں کو جن میں اسلام کی صداقت ظاہر کی گئی ہے، بنظرِ حقارت دیکھتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں عیسائیوں کی اور دیگر دشمنان اسلام کی تائید کرتا ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جو اُمت کے حقیقی روحانی باپ ہیں، انہیں چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو حضور پر فضیلت دیتا اور حضور کو چھوڑ کر اُن کو اپنا باپ تسلیم کرتا ہے تو وہ بھی اس بدکار عورت کے مشابہ ہے۔ پس ایسے لوگوں کو استعارۃً ذریۃ البغایا قرار دیا جانا بالکل درست ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے جو کتابیں لکھی ہیں اور جن کتابوں کا ذریۃ البغایا کے الفاظ سے پہلے ذکر ہے۔ وہ براہین احمدیہ، سرمہ چشمہ آریہ، آئینہ کمالات اسلام وغیرہ ہیں، جن میں قرآن مجید کی حقانیت اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فضیلت کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان ان کو بہ نظر استحسان دیکھتا ہے۔

اور یاد رہے کہ ذریۃ البغایا کا استعمال تمام مولویوں کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس سے خاص طور پر وہی مولوی مراد ہیں جو مخالفت میں بیش از بیش ہیں، جنھوں نے آپ کو ہر قسم کی گالیاں دی ہیں اور جنھوں نے تمام ان غیر احمدی شریف زادیوں کو جو احمدیوں کے گھروں میں تھیں۔ زانیہ اور ان کی اولادوں کے زنا کی اولاد ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور امام ابوحنیفہ بھی فرماتے ہیں:

من شھد علیھا بالزنا فھمو ولد الزناء (کتاب الوصیہ، ص ۳۱، مطبوعہ حیدر آباد)

یعنی جو حضرت عائشہ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے وہ خود ولد الزنا ہے۔ پس جب حضرت عائشہ پر زنا کی تہمت لگانے والے کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ولد الزنا کہنا جائز ہوا تو ان مولویوں کو جنھوں نے ہزار ہا پاکباز صالحہ عورتوں کو اپنے فتویٰ کی رُو سے زنا کی تہمت دی۔ اور ان کے نکاحوں کو فسخ قرار دیتے ہوئے ان کی اولاد کو زنا کی اولاد قرار دیا، کیوں ذریۃ البغایا نہ کہا جائے۔

پس اگر ذریۃ البغایا کے استعمال کو ان معنوں میں کیا جاوے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ نے لیا ہے تو اس سے مراد صرف وہ فتویٰ دینے والے مولوی ہیں، جو شریف زادیوں کو زانیہ قرار دیتے ہیں اور اس بات کا ثبوت کہ اس کے مصداق تمام لوگ نہیں ہیں، یہ ہے کہ حضرت اقدس نے آئینہ کمالات اسلام ہی میں فرمایا ہے:

''غرض ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں، انصار دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدم پر چلے رہے ہیں، مگر ہمارا یہ قول کُلی نہیں ہے۔ راست باز علماء اس سے باہر ہیں۔ صرف خاص مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو دعا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جلد اسلام کو ان خائن مولویوں سے رہائی بخشے، کیونکہ اب اسلام پر ایک نازک وقت ہے اور یہ نادان دوست اسلام پر ہنسی اور ٹھٹھا کرانا چاہتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں، جو صریح ہر ایک کے نور قلب کو خلاف صداقت نظر آتی ہیں۔'' (اشتہار ملحقہ آئینہ کمالات اسلام، ص ۹)

اسی طرح ایام الصلح، ٹائٹل پیج، صفحہ ۲ میں آپ فرماتے ہیں:

''سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے

www.khatmenubuwwat.org

طریق کو اِختیار نہیں کرتے۔"[1]

اور لجۃ النور میں فرماتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے:

"ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں، نیک علماء کی ہتک سے اور شرفاء اور مہذب لوگوں پر اعتراض کرنے سے خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں یا آریوں میں سے، بلکہ ہم ان تینوں اقوام کے لیے بیوقوفوں میں سے بھی صرف ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی بدزبانی میں اور برائی کے ظاہر کرنے میں لوگوں میں مشہور ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ جو اس قسم کی برائی سے بری ہو، اور اپنی زبان کو روکتا ہے، اسے ہم بھلائی سے یاد کرتے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں اور بھائیوں کی طرح اس سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔"

اور اسی طرح الہدیٰ، صفحہ ۶۸ میں فرماتے ہیں:

"ولیس کلامنا هزا فی احبارهم بل فی اشرارهم."[2]

یعنی ہمارا ایسا کلام نیک علماء کے حق میں نہیں ہے، بلکہ صرف شریروں کے حق میں ہے۔ پس ان تمام حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتابوں میں اگر کوئی سخت لفظ آیا ہے تو وہ مولویوں کے ایک خاص گروہ کے لیے ہے۔ اس سے عمومیت مراد صرف اس قماش کے مولویوں کا کام ہے، جس کے متعلق وہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

بعض آیات قرآن مجید میں بھی ایسی ہیں جن کے الفاظ اپنے اندر عمومیت رکھتے ہیں۔ مگر مفسرین نے ان سے خاص افراد مراد لیے ہیں۔ جیسا کہ آیت: **اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ. خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِهِمۡ.** (بقرۃ، ۶-۷)

جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا، برابر ہے ان پر کہ ڈرایا تو نے ان کو یا نہ ڈرایا تو نے ان کو، ایمان نہیں لائیں گے۔ سو تفسیر جلالین، صفحہ ۲ میں اس سے ابوجہل اور ابولہب اور ان کے امثال مراد لیے گئے ہیں، یعنی ابوجہل اور ابولہب اور جو اِن کی طرح ہیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

پس اسی طرح ذریۃ البغایا سے مراد وہ خاص مولوی لوگ ہیں جو مخالفت میں ابوجہل اور ابولہب کی طرح حصہ لیتے تھے۔ ان کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ ذریۃ البغایا ہیں اور وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ تمام مولویوں کے لیے جو اختلاف کو اختلاف کی حد تک رکھتے ہیں، کمینگی اور درندگی نہیں دکھاتے ہیں۔ شریف الطبع اور اپنے طور پر نیک مزاج ہیں۔ حضرت اقدس نے یہ الفاظ ہرگز نہیں لکھے، جیسا کہ خود آپ کے ارشاد سے ثابت ہے۔ اسی طرح مسیح ناصری نے بھی انجیل میں یہودی مولویوں کے متعلق فرمایا کہ نہ اپنے باپ ابراہیم کی اولاد پر ہو۔ انہوں نے کہا کہ کیا ہمارا باپ ابراہیم نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم ابراہیم کی اولاد ہوتے تو تم ابراہیم کے سے کام کرتے، تمہارا باپ ابلیس ہے۔ (یوحنا، باب ۲)

ازواج مطہرات کی توہین

مختار مدعیہ نے ازواج مطہرات کی توہین کی یہ وجہ قرار دی ہے کہ احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی زوجہ محترمہ کو اُم

۱۔ ایام الصلح، روحانی خزائن، ج ۱۴، ص ۲۲۸
۲۔ الہدیٰ، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۳۱۴

www.khatmenubuwwat.org

المومنین کہتے ہیں۔حالانکہ قرآن مجید میں صرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیبیاں ہی مومنوں کی مائیں قرار دی گئی ہیں اور کسی نبی کی بیوی ام المومنین قرار نہیں دی گئی۔

اگر قرآن مجید میں دوسرے انبیاء کی بیبیاں مومنوں کی مائیں نہیں قرار دی گئیں ہیں تو قرآن مجید میں دوسرے نبی مومنوں کے باپ بھی قرار نہیں دیے گئے ہیں اور قرآن میں ایسا ذکر کہیں نہیں ہے۔لیکن کیا اس عدم ذکر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء اپنی امتوں کے باپ نہ تھے۔یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا، بلکہ عقائد کی کتب میں لکھا ہوا موجود ہے۔وکل رسول اب لامته. (شرح عقائد نسفی) یعنی ہر ایک رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔تو یقیناً اس رشتہ کے لحاظ سے ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہوں گی اور ان کی بیویوں کا مومنوں کی مائیں کہلانا۔اسی طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہرات کے لیے موجب توہین نہیں ہے۔جس طرح دوسرے نبیوں کا ابو المومنین یعنی مومنوں کا باپ کہلانا، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے موجب توہین نہیں۔پس مختار مدعیہ کا اعتراض غلط ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا کی توہین

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ایک یہ الزام لگایا ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین کی ہے۔اور توہین کی بنا یہ قرار دی ہے کہ آپ نے ایک کشف میں دیکھا کہ آپ کا سر حضرت فاطمہ کی ران پر رکھا ہوا ہے۔مختار مدعیہ کی غرض صرف حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر جا و بے جا اعتراض کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔اپنی اس ہوا نفس کو پورا کرنے کے لیے وہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ اگر کسی کے خواب یا کشف میں ایسا دیکھنے سے دوسرے کی توہین لازم آجایا کرتی ہے تو پھر اُمت کے دوسرے بزرگوں کو بھی توہین کا مرتکب ماننا پڑے گا۔چنانچہ قطب ربانی حضرت سیّد عبدالقادر علیہما السّلام سے۔لیکن مختار مدعیہ اس کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین بتلاتا ہے۔اگر اس کا یہ کہنا صحیح ہے تو حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی بابت وہ کیا کہے گا۔کیا یہی کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب سے بدرجہا زیادہ توہین اور ہتک اور تذلیل اور تحقیر کی ہے۔کیونکہ حضرت اقدس نے مادر مہربان کی طرح جیسا کہ وہ بچوں کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا کرتی ہیں۔حضرت فاطمہ کا آپ کے سر کو اپنے زانو پر رکھ لینا لکھا ہے۔لیکن حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے کشف میں تو یہ بات نہیں ہے۔پس مختار مدعیہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہتک کا سب سے بڑا مرتکب قرار دے کر کہ انہوں نے اپنے سینہ کو فاطمہ کے سینہ سے ملایا۔کافر و مرتد قرار دے گا۔یہ نتیجہ ہے حق کی مخالفت کا کہ جو اعتراض حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر کیا جاتا ہے۔اسی قسم کا یا بالکل وہی اعتراض دوسرے مقدموں پر بھی عائد ہوتا ہے۔

بیت اللہ کی توہین

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے شعر:

زمینِ قادیان اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

سے بیت اللہ کی توہین نکالی ہے اور کہا ہے کہ قرآن مجید میں بیت اللہ کو حرم قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ

www.khatmenubuwwat.org

منورہ کو بھی حرم قرار دیا ہے۔ اگر ہم کسی کو حرم قرار دیں گے تو یہ بیت اللہ کی توہین ہوگی اور مختار مدعیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے بجواب جرح یہ کہا ہے کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ مختار مدعیہ کے دیگر مغالطوں کی طرح یہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ ورنہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے جرح کے جواب میں ہرگز یہ نہیں کہا کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ بلکہ گواہ مدعا علیہ نے یہ تسلیم کیا تھا کہ شعر مذکورہ حضرت اقدس کا شعر ہے۔ مختار مدعیہ گواہان مدعا علیہ کے بیانوں کو بار بار بگاڑ کر بیان کرتا ہے۔ حضرت اقدس نے زمین قادیان کو ہجوم خلق کی وجہ سے ارضِ حرم کے ساتھ تشبیہ دی ہے، یعنی جس طرح لوگ محض دین کی خاطر حج کے لیے ارضِ حرم پر ہجوم کرتے ہیں۔ یہاں بھی ہجوم کرنا دین ہی کے لیے ہے، کیونکہ اعلائے دین حق اسلام کی تجویزیں سوچی جاتی ہیں۔ اسلام کی خوبیاں اور نبی کریم کے فضائل بیان ہوتے ہیں اور کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دینے سے مشبہ بہ کی توہین نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ مشبہ سے اس کی فضیلت اور برتری ثابت ہوا کرتی ہے۔ مختار مدعیہ کو ہر بات میں توہین ہی نظر آتی ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک امر بھی ایسا نہیں ہے جس کو اس نے موجب توہین قرار دیا ہو اور وہی یا اسی کی طرح کوئی اور امر اکابر اسلام یا اکابر دیوبند کی تحریروں میں نہ نکل آیا ہو۔ چنانچہ یہ امر بھی اس کلیہ سے باہر نہیں رہا۔ مختار مدعیہ نے زمین قادیان کے ارضِ حرم سے تشبیہ دینے کو حرم کعبہ کی توہین قرار دیا ہے، لیکن ایک مشہور شعر میں بزرگانِ اسلام نے دل کو کعبہ، بلکہ سو ہزار کعبوں سے بھی بہتر بتایا ہے:

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

اور بعض نے فرمایا ہے کہ حقیقی بیت اللہ تو دل ہی ہے۔ چنانچہ کتاب علم الکتاب میں لکھا ہے۔ دل متصف بارگاہِ حق بر سبیل دوام بیت اللہ دیگر است وقبلہ توجۂ سالکان بلکہ بیت اللہ حقیقی ہمیں است۔ چنانچہ این حدیث قدسی مشعر ازین است۔ **لایسعنی ارضی ولا شمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن** (علم الکتاب، ص۱۱۴)

پس کیا مختار مدعیہ ان تمام اہل اللہ کو بھی یہی کہے گا کہ انہوں نے بیت اللہ کی توہین کی ہے اور اس وجہ سے یہ کافر و مرتد ہے۔ اور نیز جب اس کے نزدیک قرآن مجید میں صرف بیت اللہ کو حرم قرار دیا گیا تھا۔ تو کیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی بیت اللہ کی توہین نکالے گا اور کیا مختار مدعیہ مولوی عبدالمالک مشیر مال ریاست بہاولپور والد ماجد مولوی اختر علی صاحب منتظم آبادی کو بھی کافر و مرتد قرار دے گا۔ جنہوں نے جامع مسجد بہاول پور کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد کو مسجد اقصیٰ کی مثال اور کعبہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے دو شعر جو مسجد میں کندہ ہیں، یہ ہیں:

ہزار شکر کہ دست جواد ہر مومن! برائے زینت ایں کعبہ گوہر افشاں شد
فرشتہ گفت بہ عبدالملک سن تعمیر متال مسجد اقصیٰ بلند ایواں شد

اور کیا مختار مدعیہ ان لوگوں کو بھی جنہوں نے یہ مسجد تعمیر کی اور اس کام کو پسند کیا۔ اسلام کی صف سے نکال کر کفار مرتدین کی صف میں کھڑا کرے گا۔ یہ تو تھا حضرت اقدس سیّدنا مسیح موعود کا زمین قادیان کو ہجوم خلق کی وجہ سے ارضِ حرم کے ساتھ تشبیہ دینا جس سے حضرت اقدس کے قلب مبارک میں ارضِ حرم کی وقعت وعظمت کی حالت بخوبی ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ مشبہ سے مشبہ بہ

www.khatmenubuwwat.org

افضل و برتر ہونا مسلمہ فریقین ہے۔ حضرت اقدس کے بلحاظ ہجوم خلق زمین قادیان کو ارضِ حرم سے تشبیہ دینے سے ارضِ حرم کی فوقیت و برتری ظاہر ہوئی۔ لیکن تمام دیوبندیوں کے مسلم مقتدا و پیشوا اور شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے یہی کچھ فرمایا ہے۔ اور وہ نہ تو عمومیت کے ساتھ ارضِ حرم کے لیے فرمایا ہے اور نہ اس کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے، بلکہ خصوصیت کے ساتھ خاص بیت اللہ کے لیے فرمایا ہے۔ اور جو کچھ فرمایا ہے اور بیت اللہ کا جو درجہ قرار دیا ہے، وہ اس شعر سے ظاہر ہے:

پھرتے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رَستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

یعنی کعبہ میں فقدان عرفان کا یہ عالم ہوگیا ہے کہ وہاں جانے والوں میں سے جو ذوق و شوق عرفانی رکھنے والے تھے۔

لایسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن.

ان کو گنگوہ کا رَستہ پوچھنا پڑتا تھا، جو عرفان کعبہ میں پہنچ کر بھی حاصل نہ ہو سکا تھا۔ وہ گنگوہ پہنچ کر حاصل کریں۔ کیونکہ کعبہ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مولد ہے تو گنگوہ مولوی رشید احمد کا مولد و مسکن، یہ ہے نقطہ نظر دیوبندیوں کے شیخ الہند کا خاص بیت اللہ کے متعلق اور بیت اللہ کے شہر یعنی مکہ معظّمہ کے متعلق جو کچھ ہوگا وہ محتاج بیان نہیں۔ اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

اب رہی مدینہ منورہ کی حالت۔ اس کے متعلق بھی یہی شیخ الہند صاحب فرماتے ہیں:

تمہاری تربت انور کو بھی دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی!

یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دے کر آپ ارنی کہتے ہیں اور جب قبر کو طور سے تشبیہ دے کر ارنی کہا جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے طور پر اللہ تعالیٰ کے دیدار کی آرزو میں کہا تھا تو تشبیہ دینے والے صاحب نے اس پیرایہ میں اپنے آپ کو کس سے تشبیہ دی۔ اور صاحب قبر کو کس سے نہایت صفائی سے ظاہر ہے کہ کسی کی قبر کو طور سے تشبیہ دے کر ارنی کہنے والا اپنے آپ کو موسیٰ علیہ السّلام سے اور صاحب قبر کو اللہ جل شانہٗ سے تشبیہ دے رہا ہے اور یہ مختار مدعیہ کے نزدیک سب کچھ جائز ہے، نہ اس سے طور کی توہین لازم آتی ہے، نہ ہی حضرت موسیٰ کی، نہ کعبہ کی، نہ مدینہ منورہ کی، نہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اور نہ اللہ تعالیٰ عزاسمہٗ کی۔ لیکن حضرت اقدس نے ارضِ قادیان کو ارضِ حرم سے تشبیہ دی اور اس کو عزت والی فرما دیا، کیونکہ حرم عزت والی جگہ کو ہی کہتے ہیں تو اس سے بیت اللہ کی توہین لازم آ گئی۔ سبحان اللہ! یہ خوب لازم آتا ہے۔ اور حضرت اقدس کے الہام: **من دخلہ کان آمنا** سے جو مسجد مبارک قادیان کے متعلق ہے، حرم بیت اللہ کی خصوصیات میں کوئی فرق نہیں آتا، کیونکہ اس کے متعلق حضرت اقدس نے صاف فرما دیا ہے کہ جو شخص بیت الذکر یعنی مسجد مبارک قادیان میں باخلاص وقصد تعبد وصحت نیت وحسن ایمان داخل ہو گا، وہ سوء خاتمہ سے امن میں آ جاوے گا۔ اور یہ وہ بات ہے کہ اس سے خصوصیات بیت اللہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے خصوصیات اسی کے ساتھ ہیں۔ اور مسجد مبارک کے متعلق بھی یہ فضل ظلی طور پر ہے، مستقل طور پر نہیں۔ یعنی جب اسی قسم کی عبادات کے قصد سے جو بیت اللہ میں ہوتی ہے، کوئی شخص بشرائط مذکورہ مسجد مبارک میں داخل ہوگا تو وہ سوء خاتمہ سے امن میں آ

جاوے گا۔ کیا مختار مدعیہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ داخل ہونے پر سوء خاتمہ سے امن میں آ جانا بیت اللہ کے ساتھ ہی خصوصیت رکھتا ہے۔ مختار مدعیہ یہ کبھی نہیں کہہ سکتا، کیونکہ سوء خاتمہ سے امن میں آنا بیت اللہ میں داخلہ کے ساتھ ہرگز مشروط نہیں۔ کروڑ در کروڑ، بلکہ بے گنتی بیشمار ایسے لوگ ہوں گے جن کو بیت اللہ میں داخلہ کا موقع نہ ملا ہوگا۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سوء خاتمہ سے مامون اور محفوظ رہیں گے۔ اور جب یہ ہے تو یہ امر بیت اللہ سے مخصوص نہ رہا۔ بلکہ عام ہوگیا۔ اور جب عام ہوگیا تو یہ اعتراض کہ جو اَمر بیت اللہ کے ساتھ خاص تھا، وہ دوسرے مقام کے لیے تسلیم کر کے اس کو بیت اللہ کی خصوصیت میں شریک کر دیا ہے، خود بخود باطل ہوگیا۔

حج کی توہین

پھر مختار مدعیہ نے ایک الزام احمدیوں پر یہ لگایا ہے کہ انہوں نے حج کی بھی توہین کی۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے برکات خلافت میں لکھا ہے کہ ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ لہٰذا حج کی توہین ہوئی۔ مختار مدعیہ نے جو طرز استدلال کی ایجاد کی ہے، اس کی رُو سے اگر کوئی اپنے بیٹے کا نام محمد رکھ لے تو اس میں اسم محمد کی توہین لازم آ جائے گی۔ اگر کوئی کہہ دے کہ فلاں شخص حضرت ابوبکر وعمر کی طرح، تو اس سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی توہین لازم آ جائے گی۔ چنانچہ تیرہویں صدی کے مجدد سیّد احمد صاحب بریلوی کی مہر کے متعلق لکھا ہے:

۱۔ ’’سیّد احمد صاحب کی مہر جس پر اسمہ احمد کھدا ہوا تھا...... ہر نامہ اور مراسلہ کے خاتمہ پر سیّد صاحب کی مہر ثبت ہوا کرتی تھی۔‘‘ (سوانح احمدی، ص ۱۷۰)

۲۔ اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی مہر جس پر اذکر فی الکتاب اسمٰعیل کندہ تھا۔ (سوانح احمدی، ص ۱۱۷)

۳۔ آپ کے بڑے خلیفوں میں مولوی عبدالحئی اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید ہیں، یہ دونوں بزرگ بمنزلہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح ہیں، آپ کے خلفائے راشدین میں سے تھے۔ (سوانح احمدی، ص ۱۴۲)

۴۔ سیّد احمد صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

اور جن لوگوں نے مجھے زہر دیا، وہ بھی حکمت سے خالی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی ذریعہ سے میرے جد امجد حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کو مجھ پر جاری کر دیا۔ (سوانح احمدی، ص ۱۰۴)

اب مختار مدعیہ کے طرزِ استدلال اختیار کرتے ہوئے مذکورہ بالا اقوال سے ماننا پڑتا ہے کہ سیّد احمد صاحب بریلوی نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین کی ہے، جب کہ اپنی زہر خورانی کے واقعہ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زہر خورانی کے واقعہ سے تشبیہ دی۔ اور اپنی مہر پر اسمہ احمد کندہ کروا کر آیت اسمہ احمد کی توہین کے علاوہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین کی۔ اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید نے آیت: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ (مریم، ۵۴) کی توہین کے علاوہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی توہین کی۔ اور مولوی عبدالحئی اور مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کو بمنزلہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر قرار دے کر حضرت ابوبکر وحضرت عمرؓ کی توہین کی اور مولوی فضل الرحمٰن صاحب دیوبندی نے مولوی محمد قاسم صاحب کی تاریخ وفات یہ نکالی ہے:

www.khatmenubuwwat.org

وفات سرور عالم کا یہ نمونہ ہے۔(ملاحظہ ہو حالات طیب مولوی محمد قاسم صاحب، مطبوعہ صادق الانوار، بہاولپور، ص۳۳)

مختار مدعیہ کے طرزِ استدلال پر تو اس قول سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سخت توہین لازم آئی۔ کیونکہ جب مولوی محمد قاسم صاحب کی وفات سرور عالم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کا نمونہ قرار دی گئی تو مولوی محمد قاسم صاحب آنحضرت کا نمونہ ٹھہرے۔ پس کیا مختار مدعیہ ان مذکورہ بالا بزرگوں کو بھی کافر اور مرتد قرار دے گا۔

مقبرہ بہشتی

مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر ایک الزام یہ بھی لگایا ہے کہ آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قبرستان کی بھی توہین کی۔ کیونکہ آپ نے اپنے قبرستان کے متعلق کہا کہ جو اس میں دفن کیا جائے گا، وہ بہشتی ہوگا۔ لہٰذا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قبرستان کی اس سے توہین ہوئی۔

اگر ایک قبرستان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بوحی الٰہی یہی فرما دیا کہ اس جگہ وہی دفن کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بہشتی ہوگا، تو اس سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قبرستان کی توہین نکالنا اہلِ عقل کی سمجھ سے بالکل بالا ہے۔ دیکھو مجدد الف ثانی صاحب فرماتے ہیں:

''کہ جیسے زمین روضۂ منورہ خاتم الرسل صلّی اللہ علیہ وسلّم زمین جنت سے ہے۔ چنانچہ حدیث میں **مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة** اس پر دال ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے بکمال فضل بباعث عنایت اتباع حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم مرے روضہ کی زمین کو بھی جنت کہا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی میری قبر سے ایک مشت خاک لے کر اپنی قبر میں ڈالے تو اس کی نجات کے واسطے امید عظیم ہے۔ **فکیف من دفن فیه.**'' (مقامات امام ربانی، ص ۱۰۷)

اور اسی طرح آپ کے متعلق لکھا ہے:

''ایک روز ایک قبرستان میں تشریف لے گئے۔ دل میں گزرا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اگر عالم کسی مقبرہ پر گزرے تو چالیس دن تک اس قبر کا عذاب موقوف ہو جاتا ہے۔ بمجرد اس خطرہ کے الہام ہوا کہ تیرے گزرنے کی وجہ سے ان اہلِ قبور کا تا قیامت عذاب موقوف کیا۔'' (مقامات امام ربانی، ص۹۰)

عبارت بالا میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے اپنے روضہ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ مبارک کے مانند قرار دیا ہے اور مختار مدعیہ کے نقطہ نظر کے لحاظ سے یہ بہت ہی بڑی ہتک ہوئی تو کیا مختار مدعیہ امام ربانی مجدد الف ثانی کو بھی روضہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اہانت کا مرتکب قرار دے کر کافر اور مرتد ٹھہرائے گا اور فتویٰ کفر لگائے گا۔

یہ تھے جوابات مختار مدعیہ کے الزامات، بلکہ اتہامات توہین کے اور ان سے ظاہر ہے کہ ان کے یہ اتہامات کیسے لغو اور باطل ہیں۔

کیا تکفیر وجہ ارتداد و فسخ نکاح ہو سکتی ہے؟

گواہانِ مدعیہ نے ایک وجہ احمدیوں کے ارتداد کی یہ قرار دی تھی کہ چونکہ احمدی غیر احمدیوں کی تکفیر کرتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کی تکفیر کرنے کی وجہ سے خود کافر اور مرتد ہیں۔ اس لیے ان کا نکاح کسی مسلمان مرد و عورت سے درست نہیں ہو سکتا۔ اس

کے جواب میں گواہانِ مدعا علیہ نے یہ ثابت کیا تھا کہ اگر تکفیر وجہ ارتداد اور فسخ نکاح ہوسکتی ہے تو مسلمانوں کے تمام فرقے ایک دوسرے کی تکفیر کر کے مرتد ہو چکے ہیں، لہٰذا ان کے نکاح فسخ ہونے چاہئیں اور ان کی اولاد کو اولادِ زنا قرار دینا چاہیے۔ نیز منہاج السنۃ ابن تیمیہ کے حوالہ سے ثابت کیا تھا کہ خوارج حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علیؓ نے ان کی تکفیر کی وجہ سے ان کو مرتد اور دین سے خارج خیال کر کے ان کے نکاح وغیرہ فسخ کیے ہوں، بلکہ انہیں مسلمان قرار دیا اور مسلمانوں والے ان سے معاملات کیے۔

نیز گواہ مدعیہ نمبر ۱ نے ۲۱/اگست کو بجواب جرح یہ کہا ہے، جن ائمہ نے اس حدیث یعنی: **من ترک الصلوة متعمدًا فقد کفر**[۱] کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر کہا ہے، ان لوگوں کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ نیز احمد رضا خاں بریلوی، جس نے دیوبندیوں پر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگایا، ان کے متعلق گواہ مدعیہ نمبر ۱ نے بجواب جرح کہا: ''ہم احمد رضا خاں بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے، احمد رضا خاں کو بھی ہم کافر نہیں سمجھتے۔'' پس اس سے ظاہر ہے کہ محض کسی کو کافر کہنا وجہ کفر اور ارتداد نہیں ہوسکتی۔

پس اوّل تو یہاں یہ بحث نہیں کہ احمدی غیر احمدیوں کو کیا سمجھتے ہیں، بلکہ صرف بحث یہ ہے کہ احمدی مسلمان ہیں یا نہیں۔ پس اگر احمدی دیگر مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہوں اور دائرۂ اسلام سے خارج جانتے ہوں تو پھر بھی محض تکفیر ان کے کفر اور ارتداد کی وجہ نہیں ہوسکتی، جیسا کہ اوپر ثابت کیا جاچکا ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونے سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک فرستادہ کے منکر ہیں۔ مختار مدعیہ نے آئینہ صداقت، صفحہ ۳۵ کا حوالہ دیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ان مسلمانوں کو بھی جنہیں دعوت نہیں پہنچی، خارج از دائرۂ اسلام قرار دیا ہے۔ سو میں اس کتاب سے اس کی تشریح بیان کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک کفر کی یہ تعریف ہے کہ ایسے اصول میں سے کسی اصل کا نہ ماننا جن کے نہ ماننے سے نہ ماننے والا خدا تعالیٰ کا باغی قرار پاوے اور جن کے نہ ماننے سے روحانیت مر جائے۔ یہ نہیں کہ ایسا شخص ہمیشہ کے لیے غیر محدود عذاب میں مبتلا کیا جاوے۔ اور چونکہ اسلام کے احکام کی بناء ظاہر پر ہے اس لیے جو لوگ کسی نبی کو نہیں مانتے، خواہ اس وجہ سے نہ مانتے ہوں کہ انہوں نے اس کا نام نہیں سنا، کافر کہلائیں گے۔ گو خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ مستحق عذاب نہ ہوں گے، کیونکہ ان کا نہ ماننا ان کے کسی قصور کی وجہ سے نہ تھا، چنانچہ سب مسلمان باتفاق ان لوگوں کو جو مسلم نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام سنا ہے یا نہ سنا ہو، کافر ہی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور آج تک ایک شخص نے بھی آئس لینڈ کے اسکیموز یا امریکہ کے ایڈ انڈیز یا افریقہ کے پانٹاس یا آسٹریلیا کے وحشیوں کے مسلمان ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔ اور نہ ان ہزاروں لاکھوں عیسائیوں کی نسبت فتویٰ اسلام دیا ہے جو پہاڑوں یا اندرون یورپ کے رہنے والے ہیں اور جنہیں رسول کریم کی تعلیم کا کوئی علم نہیں۔''

اور صفحہ ۸۵ میں آپ نے فرما دیا ہے:

''بیشک ہم ان کو کافر باللہ یعنی دہریہ نہیں کہتے۔ مگر ان کے کافر بالمامور ہونے میں کیا شبہ ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو راست باز مانتے ہیں، پھر ہمیں کیوں کافر کہا جائے۔ وہ سوچیں، کیا راست باز جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ اگر مرزا

۱۔　من ترک الصلاة متعمدًا...... السلسلة الضعيفه، رقم ۲۵۰۸

www.khatmenubuwwat.org

صاحب راست باز تھے تو پھر ان کے دعووں کے قبول کرنے میں کیا عذر ہوسکتا ہے۔ اور ہمارا یہ عقیدہ بعینہٖ مسلمانوں کا عقیدہ ہے، جو وہ مسیح موعود کی نسبت رکھتے ہیں۔''

چنانچہ گواہ مدعیہ نمبر۴ نے بھی بجواب جرح ۳۱؍اگست کو تسلیم کیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریمؑ کے نزول کے وقت جو شخص ان کو نہ مانے گا، مسلمان نہیں ہوگا۔

گواہان مدعیہ اور مختار مدعیہ نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے انجام آتھم میں لکھا کہ میرا دشمن جہنمی ہے۔ حالانکہ یہ امر قابلِ اعتراض نہ تھا، کیونکہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے اپنی کتاب منصب امامت میں بڑی وضاحت سے اس کی تصدیق کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''ازآں جملہ توقف نجات اُو کرویست بر اطاعت او (یعنی امام وقت) یعنی چونکہ اگر کسے بہزار وجہ در معرفت الیہیہ و تہذیب نفس جدوجہد تمام وسعی مالا کلام بجا آورد اما وقتیکہ ایمان بالرسل ندارد ہرگز نجات اخروی بدست نخواہد آورد۔ وخلاص از غضب جبار ودرکات نار نخواہد یافت ہم چنیں ہر چند عبادات شرعیہ وطاعات دینیہ بجا آورد و جدوجہد تمام در امتثال احکام اسلام بر روی کار آرد اما تاوقتیکہ در طاعت امام وقت گردن نہد واقرار بامامت او نکند ہرگز عبادت مذکورہ در آخرت کار آمدنی نیست واز دار و گیر رب قدیر خلاص یافتنی نہ من لم یعرف امام زمانہ فقدمات میتۃ جاہلیۃ۔'' (منصب امامت، ص۶۳،۶۴)

پھر گواہان مدعا علیہ نے اور اماموں کے اقوال بھی پیش کیے تھے کہ جو شخص اسلام کا اقرار کرتا ہے وہ تمام معاملات میں ائمہ اور حکام کے نزدیک بھی مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ اگرچہ وہ درحقیقت کافر اور مستوجب جہنم ہو۔ ان اقوال میں سے ایک قول منصب امامت مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید کا پیش کیا تھا، جس کے متعلق مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں اور ان کا ایمان واسلام ظاہر ہے اور کفر چھپا ہوا ہے اور دعویٰ کی تصدیق شعار اسلامی سے کرتے ہیں، شریعت سے دستبردار نہیں۔

اب میں منصب امامت کی اصل عبارت پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے:

''ہر چند امثال ایں سلاطین فی الحقیقت از قبیل کفار اشرار اند واز جنس اہل نار فاما از بسکہ بزباں خود دعویٰ اسلام میکنند، پس کفر ایشاں مستور است وایمان ایشاں ظاہر وشاہد تصدیق ہمیں دعویٰ ظاہری از رسوم اسلام مثل عقد نکاح وختان واظہار تجمل بروز عید الفطر والضحیٰ وتجہیز وتکفین ونماز جنازہ ودفن در مقابر مسلمین درمیان خود جاری مے دارند واز شرع ربانی بالکل دست بردار نمے شوند...... اسلام ظاہری مقتضی ہمیں معنی است کہ باایشان در احکام دنیویہ معاملہ مسلمین بعمل آرند وایشان را ہم در باب معاملات از جنس مسلمین شمارند گو کہ در آخرت با کفار اشرار در درکات نار مخلد باشند۔'' (منصب امامت، ص۹۴)

پس جبکہ ایسے نام کے مسلمانوں سے جو درحقیقت کفار اشرار اور از جنس اہل نار ہیں، مولانا اسماعیل شہید صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کے زبانی اسلام کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے معاملات نکاح وشادی وغیرہ میں مسلمانوں کا سا معاملہ کرنا چاہیے، تو پھر ان حوالوں کے ہوتے کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ احمدی مردوں سے جو کہ مسلمان ہونے کے مدعی اور شریعت اسلامیہ سے دستبردار نہیں اور

www.khatmenubuwwat.org

اپنے دعویٰ کی تصدیق تمام اسلامی شعار کو بجالانے سے کرتے ہیں۔ حکام وقت سے استدعا کرے کہ ان سے نکاح وغیرہ معاملات حرام قرار دیے جاویں۔

کیا غیر احمدی اہلِ کتاب نہیں

مختار مدعیہ نے ۹؍اکتوبر کی بحث میں کہا ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے کہا ہے کہ مدعیہ اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے نکاح میں رہ سکتی ہے۔لیکن یہ صحیح نہیں۔ الا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم کے الفاظ مدعیہ کا استثناء کرتے ہیں۔ یہ آیت پہلے اہلِ کتاب کے متعلق ہے۔ گویا کہ مختار مدعیہ کے نزدیک قرآن کتاب ہی نہیں ہے۔غور کرنا چاہیے کہ کتابی عورتوں سے نکاح کے جواز کی علت اور سبب کیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کتاب دی گئی تھی۔ باوجودیکہ وہ کتابیں جو انہیں دی گئی تھیں، محرف ومبدل ہوگئیں۔لیکن پھر بھی ان اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز رکھا گیا تو پھر وہ لوگ کہ جن کو قرآن مجید جیسی کامل کتاب دی گئی جو تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ بار بار کتاب کے لفظ سے پکارتا ہے۔ کیوں اہلِ کتاب نہ ہوں۔ اور اسی وجہ سے بعض علماء نے شیعہ کو اہلِ کتاب قرار دیا ہے۔ چنانچہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’رافضی کے کفر میں اختلاف ہے۔ جو علماء کافر کہتے ہیں۔بعض نے اہلِ کتاب کا حکم دیا ہے،بعض نے مرتد کا۔ پس در صورت اہلِ کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مردسنّی کا نکاح درست ہے۔ اور عکس اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا۔‘‘ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم،ص ۱۷)

پس مسلمان بھی اہلِ کتاب ہیں، اس لیے احمدیوں کے نزدیک ایک احمدی مرد کا سنّی عورت سے نکاح قرآن وحدیث کی رُو سے جائز ہے۔اس لیے مدعیہ کا دعویٰ خارج ہونا چاہیے اور نکاح کو بحال رکھتے ہوئے فیصلہ بحق مدعا علیہ ہونا چاہیے۔

کیا مدعیہ مشرکہ ہے؟

مختار مدعیہ نے ۸؍اکتوبر کی بحث میں احمدی سے سنّی عورت کا نکاح جائز نہ رکھنے کی ایک وجہ اختلاف عقائد کے علاوہ یہ قرار دی ہے کہ احمدی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، اس کے بچوں کی بھی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے۔ اور نیز حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ایک خطبہ مندرجہ الفضل، ۲۵؍اپریل ۱۹۳۰ء میں لکھا ہے کہ ساری دنیا ہی دشمن ہے اور آپ کی تقریر تقدیر الٰہی، صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے کہ پہلے مسیح کو اُس کے دشمنوں نے سولی پر چڑھایا، اب یہ مسیح آیا تو دشمنوں کو سولی پر لٹکائے، اس لیے ڈر ہے کہ جب وہ کسی سنّی عورت سے شادی کریں تو اسے سولی پر نہ لٹکا دیں۔

مختار مدعیہ نے جس سادگی سے اس شبہ کا اظہار کیا ہے وہ قابلِ داد ہے۔ گویا احمدیوں کے گھروں میں سولیاں کھڑی ہوئی ہیں، جہاں کوئی سنّی عورت کسی احمدی کے گھر گئی اور انہوں نے اسے سولی پر لٹکایا، جس دشمنی کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ذکر فرمایا ہے، وہ وہی ہے جو مولوی لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے اور حمدیوں کے خلاف افتراء پردازی سے کام لے کر عوام الناس کے خیالات کو مسموم کرتے ہیں۔

مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ ایک مسلمان کے لیے یہ نص قرآن ایک یہودی عورت کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے۔ لیکن اس

www.khatmenubuwwat.org

جواز کے ساتھ ہی یہود کو مومنوں کا سخت دشمن قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا. (مائدہ،۸۲) کہ اے مخاطب! تو یہودیوں اور مشرکوں کو مومنوں کا بہ نسبت دوسرے لوگوں کے سخت دشمن پائے گا۔ پس باوجود یہود کے تلخ ترین دشمن ہونے کے مسلمانوں کے لیے ایک یہودی عورت سے نکاح کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ نظر برآں اگر غیر احمدی ہمارے دشمن بھی ہوں تو بھی ایک احمدی کا اپنے دشمن قوم کی عورت سے نکاح جائز ہے۔ جیسا کہ ایک مسلمان کا اپنے سخت ترین دشمن قوم یہود کی عورت سے نکاح جائز ہے۔

رہا غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا سوال، تو وہ ایک عورت سے نکاح کرنے کے وقت اٹھ ہی نہیں سکتا اور اس کی جو اولاد ہوگی وہ احمدی ہوگی، اس لیے ان کے نمازِ جنازہ کا بھی سوال پیش نہیں آتا۔ اور اگر اس قسم کے امور شادی کے جواز میں مانع ہو سکتے ہیں تو مسلمانوں کی شادی یہودی یا نصرانی عورت سے بھی ناجائز ہونی چاہیے۔ کیونکہ وہ مسلم نہ تو اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، نہ اس کی نمازِ جنازہ اور نہ ان سے رشتہ ناطہ وغیرہ کرنا جائز سمجھتا ہے۔

پس بیان مذکورہ سے نہایت صفائی کے ساتھ ثابت ہے کہ مختار مدعیہ کی بیان کردہ وجوہ میں سے کوئی وجہ بھی از روئے قرآن مجید، جس میں صریح طور پر یہودی اور نصرانی عورت سے شادی جائز قرار دی گئی ہے۔ ایک احمدی کی فرقہائے اسلام میں سے کسی فرقہ کی عورت سے شادی کے جواز میں روک نہیں ہو سکتی۔

اگرچہ مختار مدعیہ کے متعلق سولی پر لٹکا دیے جانے کا جو خدشہ پیش کیا ہے، میں اس کے متعلق کافی وجوہ تسکین پیش کر کے اطمینان دلا چکا ہوں، لیکن چونکہ مختار مدعیہ سولی سے بہت ہی خائف نظر آتا ہے، اس لیے میں زیادہ سے زیادہ تسکین وتسلی کی غرض سے وہ تعلیم بھی پیش کیے دیتا ہوں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے عورتوں ساتھ حسنِ سلوک کے متعلق دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے...... ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے، وہ میری جماعت سے نہیں ہے۔''[1]

احمدی شریعت اسلامیہ کے پابند ہیں

۱۰؍ اکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ کسی اہلِ کتاب مرد سے لڑکی نکاح نہیں کر سکتی، البتہ اہلِ کتاب کی لڑکی سے مرد نکاح کر سکتا ہے۔ فریق ثانی کی طرف سے کہا گیا ہے کہ اگر کوئی احمدی لڑکی غیر احمدی مرد سے نکاح کرے تو وہ نکاح فسخ نہیں ہو جاتا۔ پس شریعتِ اسلامیہ کا مسئلہ تو یہ ہے کہ کوئی مسلمان لڑکی اہلِ کتاب کے نکاح میں نہیں آ سکتی، لیکن شریعت احمدیہ میں ہے کہ مسلمان لڑکی اہلِ کتاب کے ہاں جا سکتی ہے۔ یہ شرعی حکم ہوا جو پہلے شریعتِ اسلام میں موجود نہیں۔ لیکن یہ بھی منجملہ اور مغالطات کے مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ گواہانِ مدعا علیہ نے یہ بالکل نہیں کہا کہ احمدی لڑکی کا غیر احمدی مرد سے نکاح جائز ہے، بلکہ گواہ مدعا علیہ نے یکم مارچ کو بجواب جرح اس امر کی تصریح کی ہے کہ احمدی اپنی لڑکی کا رِشتہ غیر احمدی سے کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ اور پھر یہ کہا ہے کہ

۱۔ کشتی نوح، روحانی خزائن، ج۱۹، ص ۱۹

www.khatmenubuwwat.org

احمدی میاں بیوی سے اگر کوئی مرتد ہو جاوے یعنی غیر احمدیوں میں شامل ہو جاوے تو اس کا نکاح جیسا کہ تعامل ہے، باقی رہے گا۔

اور ۱۲/ مارچ کو بجواب جرح اس کی توضیح بھی کر دی تھی:

''اگر کوئی احمدی اس وقت غیر احمدی سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دے تو ہم اس نکاح کو باطل قرار نہیں دیتے۔ اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد زنا کی اولاد سمجھی جاوے گی۔ البتہ ہمارے نزدیک نکاح جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر کر دے تو نکاح فسخ نہیں ہوگا اور نکاح فسخ ہونے کی وجہ بھی بھیان کر دی تھی۔''

کہ جب کوئی حکومت اسلامیہ شرعیہ قائم ہو تو اس میں چونکہ قاضی اور مفتی اور حد لگانے والے سب محکمہ موجود ہوں گے، اس لیے مرتد کے فسخ نکاح کے لیے بھی قضاء قاضی کی ضرورت ہوگی اور جہاں حکومت اسلامیہ قائم نہ ہو تو جو قانون رائج ہے، اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اور شریعت اس کے فیصلوں کے متعلق یہ حکم نہیں لگائے گی کہ یہ نکاح باطل ہے اور ان کی اولاد حرام کی اولاد ہے۔

اور اگر کوئی اسلامی ریاست ہوگی تو اس کا جو قانون رائج ہے، وہ جاری ہوگا، یعنی اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

یہ صاف اور واضح بیان تھا کہ جس کے بعد مذکورہ بالا اعتراض کی قطعاً گنجائش نہ تھی، کیونکہ اس میں صاف طور سے یہ ذکر کر دیا گیا تھا کہ احمدی لڑکی کا غیر احمدی مرد سے نکاح تو جائز نہیں، لیکن اگر کوئی کر دے تو وہ نکاح شریعت کے رائج اس وقت قانون کی وجہ سے فسخ اور باطل نہیں ہوگا۔ اور جو معاملات نکاح وغیرہ کے کسی قانون کے ماتحت کیے جائیں، انہیں شریعت باطل نہیں ٹھہراتی۔ فرض کرو، ایک مسلمان مرد مرتد ہو گیا اور فقہ حنفیہ کی رُو سے مرتد ہونے کی حالت میں اس کا کسی سے بھی نکاح جائز نہیں، جیسا کہ ۳۰/ اگست کو گواہ نمبر۴ نے کہا ہے:

''مرتد کے ساتھ کسی سابقہ منکوحہ کا نکاح قائم نہیں رہتا اور نہ آئندہ حرہ یا لونڈی کے نکاح کا اختیار ہے۔''

اور یہی بات کتب فقہ ہدایہ وغیرہ میں لکھی ہے۔ لیکن موجودہ وقت میں اگر کوئی مرتد نکاح کر لے، جو قانوناً جائز ہے اور پھر اس کے بعد وہ اسلام میں داخل ہو جائے تو اس کا پہلے نکاح کو باطل قرار دے کر اس کی پہلی اولاد کو اولاد حرام قرار نہیں دیا جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ جب کسی قانون کے ماتحت نکاح کیا جاوے تو اگرچہ وہ شریعت کی رُو سے جائز نہ بھی ہو تو بھی اس کے متعلق شریعت فسخ اور باطل ہونے کا فتویٰ دے کر اس سے پیدا شدہ اولاد کو حرام کی اولاد قرار نہیں دیتی۔

اس امر میں احمدیوں سے گواہان مدعا علیہ کا ضرور اختلاف ہے، کیونکہ ان کے نزدیک تو ان مسلمان فرقوں کے نکاح، جنہیں وہ اپنے زعم میں کافر اور مرتد خیال کرتے ہیں۔ باطل اور ان کی اولاد حرام کی اولاد ہے۔ جیسا کہ مولوی مرتضیٰ حسن گواہ مدعیہ نمبر۲ اپنی کتاب **الکوکب الیمانی علی اولاد الزدانی** کے ٹائٹل پیج پر لکھتے ہیں:

''مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور اس کے جملہ معتقدین مردوں عورتوں کا نکاح دنیا میں کسی سے صحیح نہیں۔ باطل محض و زنائے صرف ہے، جس کی بنا پر اولاد کا بھی حرامی اور محروم الارث ہونا لازم آتا ہے۔''

اور صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں:

''اور ان کی عورتوں مردوں کا مسلمان عورت و مرد سے نکاح جائز نہیں، بلکہ آپس میں بھی اگر نکاح کریں تو وہ بھی زنائے

www.khatmenubuwwat.org

محض ہے۔''

اور مولوی احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

''کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں، ان کا حکم مثل مرتد ہے...... اور مرد مرتد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت و مرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہوسکتا...... اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا، مگر کبرائے وہابیہ (یعنی مولوی اسمٰعیل شہید وغیرہ۔ شمس)۔''

اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:

''جس کے نزدیک رافضی کافر ہے، وہ فتویٰ اوّل ہی سے بطلان نکاح کا دیتا ہے۔ اس میں اختیار زوج کا کیا اعتبار ہے۔ پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے۔ اور جو فاسق کہتے ہیں، اس کے نزدیک یہ امر ہرگز ہرگز درست نہیں کہ نکاح اوّل صحیح ہو چکا ہے۔ اور بندہ اوّل مذہب رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم علیٰ ھذا رافضی، اولاد سنّی کو ترکہ سنّی سے نہ ملے گا۔'' (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، ص۳۲)

پس گواہان مدعیہ اور اس کے ہم خیالوں کے نزدیک تو روافض اور دیوبندیوں کے نزدیک رضا خانیوں اور رضا خانیوں کے نزدیک دیوبندیوں اور اس طرح مقلدوں کے نزدیک غیر مقلدوں اور غیر مقلدوں کے نزدیک مقلدوں کے نکاح باطل اور زنا محض ہیں۔ اور آج کل مسلمان فرقوں کا گزارہ ان کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے اور ان کی اولادیں بھی حرام کی اولادیں ہیں۔ کیونکہ ہر ایک فرقہ ایک دوسرے کو کافر اور مرتد قرار دے کر ان کے نکاح فسخ اور باطل قرار دے چکا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس کے نکاح درست ہیں اور فسخ اور باطل نہیں کہ ان کی اولادوں کو اولاد زنا قرار دینا پڑے۔ کیونکہ وہ ایک رائج الوقت شرعی قانون کے ماتحت کیے گئے ہیں اور اس قانون کی رُو سے تمام مدعیان اسلام مسلمان قرار دیے گئے ہیں۔ ہاں اگر کوئی ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاویٰ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، جاری کرنا چاہتی ہے تو اسے اختیار ہے۔ لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کو جاری کرنے سے پہلے شرعاً، قانوناً اور عقلاً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرے۔

مذکورہ بالا تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے یکم اور ۲۱/ مارچ کو جو بیان کیا ہے، وہ بالکل درست اور شریعت اسلامیہ کے قطعاً مخالف نہیں ہے اور مختار مدعیہ کا آخر بحث میں یہ کہنا کہ گواہان مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے کہ جب کوئی مسئلہ قرآن و حدیث میں مصرح نہ ہو تو وہاں فقہ حنفیہ پر عمل ہوگا۔ ایک مغالطہ ہے، جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ گواہ مدعا علیہ نمبر۱ نے یکم مارچ کو بجواب جرح کہ کیا آپ فقہ حنفیہ کے پابند ہیں؟ یہ کہا تھا کہ فقہ حنفیہ سے اگر یہ مراد ہو کہ جو کچھ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے، ان سب باتوں کے ہم پابند ہیں تو نہیں۔ لیکن قرآن مجید اور احادیث کے بعد ان میں جو بات قرآن و حدیث کے اقرب ہو، اس کو لیں گے۔

پھر مختار مدعیہ نے نہج المصلی، صفحہ۱۲ کی عبارت پیش کی تھی، جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فقہ حنفیہ پر عمل کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن مختار مدعیہ نے وہ پوری عبارت نہیں لکھوائی تھی، بلکہ اس کے ساتھ کے فقرہ کو چھوڑ دیا تھا۔ پوری عبارت یہ ہے:

www.khatmenubuwwat.org

’’ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو، اس پر وہ عمل کریں۔ اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔ اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ قرآن میں اور نہ سنت میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کرلیں۔ کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں۔‘‘

اس لیے مقدمہ ہٰذا میں مدعا علیہ کے عقیدہ کو دیکھا جائے گا۔ اور وہ یہ ہے کہ احمدی مرد غیر احمدی سنّی عورت سے شرعاً نکاح کرسکتا ہے اور چونکہ رائج الوقت شرعی قانون کی رُو سے غیر احمدیوں اور احمدیوں کو مسلمان تسلیم کیا گیا ہے، اس لیے اگر کوئی احمدی عورت کا غیر احمدی سے یا غیر احمدی عورت کا احمدی مرد سے نکاح کردیا، تاہم وہ نکاح باطل اور فسخ سمجھ کر اس کی اولاد کو زنا کی اولاد نہیں سمجھا جائے گا۔ جماعت احمدیہ کا فقہ حنفیہ سے بعض موجودہ تغیرات کی بنا پر مرتد کے احکام کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔

اور جو حوالے فقہ حنفیہ کی کتب سے ختم نبوت کے بارے میں پیش کیے گئے ہیں، اگر (لیکن جیسا کہ گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں وضاحت سے بتا دیا ہے کہ انھوں نے ختم نبوت سے اس قسم کی نبوت کا بند ہونا نہیں لیا، جس کا دعویٰ حضرت مسیح موعود کو ہے) ان سے مراد اس قسم کی نبوت ہے، جس کا دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کیا ہے۔ تاہم حضرت مسیح موعود نے جہاں مذکورہ بالا تحریر جس میں فقہ حنفی پر عمل کرنے کے لیے لکھا ہے، اسی جگہ ختم نبوت کے معنی بھی تحریر کردیے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’ایسا ہی چاہیے کہ نہ تو ختم نبوت آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا انکار کریں، اور نہ ختم نبوت کے یہ معنی سمجھ لیویں کہ جس سے امت پر مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کا دروازہ بند ہو جاوے۔ اور یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں جو صاحب شریعت ہو، یا بلاواسطہ متابعت آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وحی پا سکتا ہو۔ بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے۔ اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لیے قیامت تک دروازے کھلے ہیں۔ وہ وحی حق جو اتباع کا نتیجہ ہے، کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ مگر نبوت شریعت یا نبوت مستقلہ منقطع ہوچکی ہے۔ **ولا سبیل الیھا الٰی یوم القیامته ومن قال انی لست من انه محمد صلّی اللّٰہ علیه وسلّم وادعی انه نبی صاحب الشریعة اومن دون الشریعة ولیس من الامة فمثله کمثل رجل غمره السیل المنھمر فالقاہ وراء ہ ولم یغادر حتی مات.**‘‘

(نہج المصلی، ص۱۴، بحوالہ ریویو بر مباحثہ محمد حسین بٹالوی و چکڑالوی)

اصولی اختلاف

مختار مدعیہ نے گواہ مدعا علیہ نمبر۱ کے جواب کے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ایک لحاظ سے فروعی اور ایک لحاظ سے اصولی اختلاف ہے، کے متعلق کہا ہے کہ جب گواہ کو مسلم ہے کہ فروعی بھی اختلاف ہے اور اصولی بھی اس لیے نماز روزہ وحدانیت وغیرہ

www.khatmenubuwwat.org

دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ اور یہ مختار مدعیہ کا صریح مغالطہ ہے، کیونکہ مدعا علیہ نے اپنے بیان میں وضاحت کے ساتھ اپنے عقائد لکھ کر یہ بتا دیا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور میرا کوئی عقیدہ خدا اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں ہے۔

اور خلیفہ اوّل کا یہ فرمانا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اصولی اختلاف ہے، اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ نماز روزہ وغیرہ احکام میں اختلاف ہے، جیسا کہ مختار مدعیہ نے عدالت کو دیدہ و دانستہ مغالطہ دینے کے لیے کہا ہے، کیونکہ جو حوالہ خلیفہ اوّل کا نہج المصلی سے دیا گیا ہے، اس میں یہ صاف لکھا ہے:

''جس طرح پر وہ نماز پڑھتے ہیں، ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ اور حج اور روزوں کے متعلق ہمارے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' (نہج المصلی، ص۴۷۴)

اس تصریح کے ہوتے ہوئے کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اصولی اختلاف سے مراد نماز و روزہ وغیرہ میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ مختار مدعیہ نے کہا ہے۔ اور اصولی فرق کی بھی حضرت خلیفہ اوّلؓ نے تشریح کر دی ہے۔ فرماتے ہیں:

''میری سمجھ میں ہمارے اور ان کے درمیان اصولی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔ اس کے ملائکہ پر، کتب سماویہ پر اور اس کے رسل پر۔ خیر و شر کے اندازہ پر اور بعث بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی امر مانتے ہیں اور اس کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں، عام ہے، خواہ وہ نبی پہلے آئے ہوں یا بعد میں، ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں، کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے: لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍمِّنْ رُّسُلِهٖ. (بقرۃ، ۲۸۵) لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قرآن مجید میں خاتم النبیّین فرمایا، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین یقین نہ کرے تو بالاتفاق کافر ہے۔ یہ جدا امر ہے کہ ہم اس کے کیا معنی کرتے ہیں اور ہمارے مخالف کیا۔'' (نہج المصلی، ص۴۷۷)

پس اصولی اختلاف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ماموریت کے لحاظ سے ہے نہ کہ نماز و روزہ وغیرہ احکام کے لحاظ سے اور گواہ مدعا علیہ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ فروعی اختلاف بھی ہے اور اصولی بھی، بلکہ اس نے یہ کہا تھا کہ ایک لحاظ سے فروعی اختلاف بھی ہو سکتا ہے اور ایک لحاظ سے اصولی۔ اور اس کا منشا یہ تھا کہ قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں اور نماز و روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کی فرضیت میں کچھ اختلاف نہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین یقین کرتے ہیں تو اسی لحاظ سے دوسرے معمولی اختلافات فروعی کہلائیں گے۔ اور اصولی اختلاف اس لحاظ سے کہ قرآن مجید میں ایک اصل ایمان کا ایمان بالرسل ذکر کیا گیا ہے۔ مسیح موعود چونکہ خدا کے مامور ہیں اور قرآن مجید و احادیث کی رُو سے ان پر ایمان لانا فرض ہے، اس لحاظ سے اصولی فرق ہے۔ پس گواہ مدعا علیہ نمبر ا کا یہ قطعاً منشا نہیں تھا کہ فروعی اختلاف سے مراد نماز، روزہ و زکوٰۃ و حج وغیرہ میں اختلاف ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

کیا مدعا علیہ اور مدعیہ کا علیحدہ علیحدہ مذہب ہے

مختار مدعیہ نے فریقین مقدمہ کے علیحدہ علیحدہ مذہب ہونے کے ثبوت میں ۸/ اکتوبر کی بحث میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ مدعیہ اپنے استدلال اور مذہب کا معیار یہ مقرر کرتی ہے کہ جو قرآن سے ثابت ہے، اور جو حدیث اور ائمہ سے ثابت ہے۔ اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ جس کی تصدیق مرزا صاحب یا ان کے خلفاء کر دیں، وہ ہمیں مسلّم ہے۔

یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک صریح مغالطہ ہے۔ مدعا علیہ اور اس کے گواہوں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ جو قرآن مجید و حدیث سے ثابت ہو، وہ اس کو نہیں مانتے، بلکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تعلیم کے مطابق وہ قرآن مجید کو ہر چیز پر مقدم کرتے ہیں اور اس کے بعد حدیث کو اور اس کے بعد ائمہ کے اقوال کو، بشرطیکہ کوئی ان میں سے قرآن کے صریح طور پر معارض نہ ہو۔ مختار مدعیہ کا سوال گواہان مدعا علیہ سے صرف حدیث کے متعلق تھا کہ اس کا قرآن مجید کے مطابق ہونا کون ثابت کرے گا۔ جس کے جواب میں گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے کہا کہ ہر ایک شخص جو ثابت کر دے گا کہ فلاں روایت قرآن مجید کے خلاف ہے، وہ اس کے نزدیک قرآن مجید کے خلاف ہو گی۔ اور گواہ نمبر ا نے کہا کہ جس کی تصدیق مرزا صاحب یا ان کے خلفاء کر دیں وہ ہمیں مسلم ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہم سے علم میں زیادہ ہیں اور ان کا ہر فیصلہ بعد تحقیق ہوتا ہے، اس لیے ان کا فیصلہ ہمارے لیے درست اور قابلِ تسلیم ہو گا۔ آخر ہر شخص جو کسی کی اقتداء کرتا ہے اور اس کو اپنا امام تسلیم کرتا ہو تو یہی سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ اس سے علم میں زیادہ ہے اور اسی وجہ سے وہ اس کے اقوال کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔

مختار مدعیہ کو شاید معلوم نہ ہو کہ علامہ محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیو بند کا احادیث کے قبول کرنے کے بارہ میں یہی مذہب ہے جو گواہان مدعا علیہ نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''کہ اہلسنّت کلام اللہ کے سامنے کسی کی نہیں سنتے، یہاں تک کہ احادیث کو بھی اس پر مطابق کر کے دیکھتے ہیں۔ اگر موافق نکلے تو فبہا، ورنہ موافق مثل مشہور کالا ء زبوں بریش خاوند اس کو راویوں کے سر مارتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ کچھ راویوں کا قصور ہے۔ القصہ عقل و نقل کی کسوٹی اور دین و دنیا میں امام سمجھتے ہیں۔'' (ہدیۃ الشیعۃ، ص ۱۰)

اب مختار مدعیہ بتائے کہ احادیث کے موافق قرآن یا مخالف ہونے کا فیصلہ کون کرے گا۔ آخر وہی کرے گا جو اُس کی اہلیت رکھتا ہو۔ اور چونکہ گواہان مدعا علیہ کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء اس بات کی اہلیت رکھتے ہیں، اس لیے وہ ان کا فیصلہ ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اور وہ احادیث جو قرآن کے معارض نہیں ہیں، ان کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی کوئی درجہ کی حدیث ہو، اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔'' (ریویو بر مباحثہ چکڑالوی)

مرتد اُسے کہتے ہیں جو مسلمان ہو، اس کے بعد اسلام سے پھر جائے، جیسا کہ مختار مدعیہ نے ۱۷/ اکتوبر کی بحث میں کہا ہے، لیکن مدعا علیہ کو اقرار ہے کہ وہ مسلمان ہے اور مذہب اسلام پر قائم ہے اور اس کے سوا کسی اور مذہب کو اِختیار کرنا موجب لعنت

www.khatmenubuwwat.org

خیال کرتا ہے اور قرآن شریف یا احادیث میں کوئی ایسی نص نہیں ہے کہ ایک مدعی اسلام ہو، اور وہ کہے کہ میں مذہب اسلام پر بھی قائم ہوں اور اس کے سوا میں نے کسی دین کو اِختیار نہیں کیا تو وہ مرتد قرار دیا جائے۔

مختار مدعیہ کے نزدیک فسخ نکاح کی ایک وجہ

مختار مدعیہ نے فسخ نکاح کے متعلق ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ مدعا علیہ نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے اور اس امر کا اس نے اپنے جواب دعویٰ میں اقرار کیا ہے، اور گواہ نمبر۲ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ غیر احمدی سے احمدی اور احمدی سے غیر احمدی ہو جانے کو مذہب اختیار کرنا کہا جا سکتا ہے۔ اور مذہب بدلنا اور مذہب اختیار میرے نزدیک ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ اور مذہب تبدیل کیے جانے کی حالت میں نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے بھی چشمۂ معرفت میں لکھا ہے، پس یہ نکاح فسخ ہو جانا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ مختار مدعیہ کی یہ تینوں ہی باتیں غلط ہیں۔

پہلی اس لیے کہ مدعا علیہ نے ان معنوں میں ہرگز مذہب تبدیل نہیں کیا، جن معنوں میں مختار مدعیہ نے عدالت کو یقین دلانا چاہا ہے۔ اس امر کے ثبوت میں اس نے جس بیان کا فقرہ مدعا علیہ کی طرف منسوب کیا ہے، وہ مدعا علیہ کا نہیں، بلکہ منصف احمد پور شرقیہ نے مدعا علیہ کے بیان سے بطور نتیجہ اخذ کر کے خود لکھا تھا۔ اور چونکہ اس بیان سے وہ مغالطہ پیدا ہو سکتا تھا جو مختار مدعیہ نے پیدا کرنا چاہا ہے، اس لیے مدعا علیہ نے اسی وقت درخواست دے کر ظاہر کر دیا تھا کہ جو خلاصہ میرے اعتقاد کا اخذ فرمایا گیا ہے، وہ میرے اصل اعتقاد مذہبی سے مغائر ہے۔ میں خدا کو وحدہٗ لاشریک اور حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین تسلیم کرتا ہوں۔ قرآن کریم کو الہامی کتاب مانتا ہوں، کلمہ طیبہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکت اور توسط اور آپ کی شریعت مقدسہ کی اطاعت سے حضرت مرزا صاحب کو اُمتی نبی تسلیم کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کوئی نئی شریعت نہیں لائے، بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع اور اشاعت کرنے والے تھے، ان پر وحی و الہام ببرکت حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم وارد ہوتے تھے۔

یہ ہے خلاصہ اس درخواست کا جو مدعا علیہ نے ۱۹ر فروری ۱۹۲۷ء کو دی ہے اور مسل میں موجود ہے۔

مگر کیسی عجیب جسارت ہے کہ باوجود اسی درخواست کی موجودگی کے مختار مدعیہ نے عدالت کو یہ یقین دلانا چاہا ہے کہ چونکہ مدعا علیہ نے اپنا مذہب بدل لیا ہے اور مذہب بدل لینے سے نکاح قائم نہیں رہتا، لہٰذا عدالت کو نکاح فسخ کر دینا چاہیے، حالانکہ جن معنی میں مذہب کی تبدیلی سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، وہ معنی اس موقعہ پر ہرگز نہیں پائے جاتے۔ مذہب کا لفظ اسلامی فرقوں پر بھی بولا جاتا ہے، جیسے کہ حنفی مذہب، شافعی مذہب، مالکی مذہب، حنبلی مذہب۔ اور اسی لحاظ سے ان فرقوں کے لیے مذاہب اربعہ الفاظ بولے جاتے ہیں اور مذہب کا لفظ دین کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسا کہ دین موسوی، دین عیسوی، دین اسلام وغیرہ۔ اگر پہلے معنی کے لحاظ سے تبدیلی ہو، یعنی کوئی حنفی المذہب انسان شافعی المذہب ہو جائے یا بالعکس، تو اس کو دین کی تبدیلی نہیں کہتے، اور تبدیلی سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ اور اگر مذہب دوسرے معنی کے لحاظ سے تبدیلی ہو، یعنی کوئی شخص مذہب اسلام میں سے

نکل کر مذہب موسوی یا عیسوی میں داخل ہو جائے تو اس کو دین کی تبدیلی کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کسی غیر احمدی کا احمدی ہو جانا، دوسری قسم کی تبدیلی نہیں ہے، نہ جس سے نکاح کا فسخ ہو جانا لازم آوے۔

جیسا کہ خود مدعا علیہ کے اس بیان سے ظاہر ہے جو اس نے درخواست مذکورہ بالا میں لکھا ہے کہ میں خدا کو وحدہٗ لاشریک اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین تسلیم کرتا ہوں اور قرآن کریم کو الہامی کتاب مانتا ہوں، کلمہ طیبہ پر میرا ایمان ہے۔ الخ

پس مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مدعا علیہ نے مذہب بدل لیا ہے اور مذہب بدل لینے کو اس موقع پر دین بدل لینے، یعنی اسلام ترک کر دینے کے معنوں میں لینا قطعاً باطل ہے اور چونکہ مدعا علیہ بفضلہٖ تعالیٰ اسلام پر قائم ہے، اس لیے اس مقدمہ کو خارج ہونا چاہیے۔

دوسری بات مختار مدعیہ کی اس لیے غلط ہے کہ گواہ مدعا علیہ نے مذہب بدل لینے کو ان معنوں میں نہیں لیا ہے جن معنوں میں مختار مدعیہ نے ظاہر کرنا چاہا ہے، یعنی دینِ اسلام کو چھوڑ دینے کے معنوں میں۔ بلکہ فرقے کو بدل لینے کے معنی میں لیا ہے، جیسا کہ گواہ مذکور کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مذہب کے معنی روشن اور طریقے کے ہیں جس پر ایک انسان چلتا ہے اس لیے غیر احمدی سے احمدی ہو جانا، یا احمدی سے غیر احمدی ہو جانے کو مذہب اختیار کرنا کہا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو: جرح بر گواہ مدعا علیہ نمبر۲، بتاریخ ۲۳؍ مارچ۔ غرض چونکہ گواہ نے مذہب بدل لینے کو دین بدل لینے کے معنوں میں نہیں لیا، جن میں کہ مختار مدعیہ لینا چاہتا ہے، بلکہ طریقہ بدل لینے کے معنوں میں لیا ہے، اور طریقہ بدل لینے سے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، اس لیے مقدمہ کا خارج کر دیا جانا ضروری ہے۔

تیسری بات مختار مدعیہ کی اس لیے غلط ہے کہ حضرت اقدس نے چشمہ معرفت میں جو لکھا ہے کہ کسی کے مذہب تبدیل کرنے کی حالت میں اس کی عورت حاکم وقت کے سامنے خلع کی درخواست کر کے اس سے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے تو اس موقع پر آپ کی مراد تبدیلی مذہب سے دین کی تبدیلی ہے، جیسے کوئی اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین یعنی دین عیسوی یا دین موسوی وغیرہ اختیار کرے۔ چنانچہ جس مضمون میں آپ نے یہ لکھا ہے، وہ غیر مسلموں یعنی آریوں کے مقابلہ میں ہے جو آریہ مذہب پر اسلام کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے لکھا گیا ہے۔

غرض چونکہ چشمۂ معرفت کے مضمون میں مذہب کی تبدیلی سے دین کی تبدیلی مراد ہے اور مدعا علیہ نے دین کی تبدیلی نہیں کی، اس لیے چشمۂ معرفت کے مضمون کی رُو سے مدعا علیہ کی منکوحہ یعنی مدعیہ کو علیحدگی کی درخواست کرنے کا کوئی حق ثابت نہیں ہوتا، پس اس مقدمہ کو خارج ہونا چاہیے۔

فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

مختار مدعیہ نے نکاح فسخ کر دیے جانے کی ایک وجہ کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ اب تک فسخ نکاح کی راہ میں دو روکیں واقع تھیں۔ اوّل یہ کہ اس معاملہ کے متعلق علماء ممالک غیر کا کوئی فتویٰ موجود نہیں تھا۔ دوسری یہ کہ عدالت ہائے ہائی کورٹ کے فیصلہ

www.khatmenubuwwat.org

جات موجود تھے کہ احمدی مسلمان ہیں۔ اور اب یہ دونوں روکیں دور ہو چکی ہیں اس لیے نکاح فسخ ہو جانا چاہیے۔ پہلی روک تو اس طرح دور ہوگئی کہ ملک شام سے احمدیوں کے خلاف فتویٰ آ گیا ہے اور دوسری روک دربار معلیٰ نے یہ کہہ کر دور کر دی کہ جج صاحبان ہائی کورٹ مدراس نے اپنے فیصلہ میں یہ تسلیم کر لیا ہے کہ علماء اسلام ہی اس امر کے متعلق بہترین فیصلہ کر سکتے ہیں کہ احمدی عقائد مطابق اسلام ہیں یا نہیں، لیکن مختار مدعیہ کا یہ بیان بھی اس طرح غلط ہے جیسا کہ اس سے پہلا بیان، کیونکہ جس چیز کا نام وہ شام کا فتویٰ رکھتا ہے۔ وہ درحقیقت کوئی فتویٰ نہیں بلکہ میرے ٹریکٹ ''شی عن عقائد الجامعۃ الاحمدیۃ'' کے جواب میں رشید ہاشم کی ایک تحریر ہے جو علماء میں سے نہیں بلکہ ایک تاجر آدمی ہے اور اس کی قابلیت اور دماغی حالت معلوم کرنے کے لیے اس کی یہی تحریر دیکھ لینی کافی ہے۔ چنانچہ گواہ مدعیہ نے میرے متعلق جو اس کی یہ عبارت دکھائی ہے وہ یہ ہے:

''جو عبارت میں نے تیرے رسالہ صفحہ دو تین چار سے نقل کی ہے، یہ تیرے کفر پر دلالت کرتی ہے۔''

اور وہ اس عبارت سے پہلے انہیں صفحات کی یہی عبارت نقل کر کے اس کے متعلق یہ بھی لکھ چکا ہے کہ تیری یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ تو مسلمان ہے۔ اور ایک ہی عبارت کے متعلق اس کی یہ دو متضاد رائیں اس کی دماغی حالت کا اچھا مظاہرہ ہیں اور اس کی شہرت کی یہ حالت ہے کہ جب جرح میں گواہ مدعیہ نمبر۳ سے یہ دریافت کیا گیا کہ رشید ہاشم کو جانتے ہو، تو انہوں نے انکار کر دیا اور اس سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ ملاحظہ ہو جواب جرح ۲۹؍اگست ۱۹۳۲ء

پس چونکہ جس چیز کا نام فتویٰ رکھا جاتا ہے، وہ کوئی فتویٰ نہیں بلکہ ایک شخص کی جوابی تحریر ہے، اس لیے قابلِ التفات نہیں۔ اور اس کے رُو سے کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ کسی طرح نہیں کیا جا سکتا، اس لیے نکاح قائم رکھنا اور مقدمہ خارج کر دیا جانا چاہیے۔

مختار مدعیہ نے حسام الحرمین کے متعلق جو علمائے دیوبند پر علماء حرمین کا فتویٰ کفر کہا ہے کہ اس کی صفِ اوّل میں مرزا غلام احمد کا نام ہے، میں کہتا ہوں کہ اس میں کسی کا نام صف اوّل میں ہو یا صفِ آخر میں، مگر اس سے اس فتوے کے علماء دیوبند کے حق میں ہونے کی نفی نہیں ہو سکتی، البتہ احمدیوں نے اس فتویٰ کو اپنے حق میں بھی تسلیم نہیں کیا۔

مختار مدعیہ کا صریح مغالطہ

مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ یہ فتویٰ اصل میں احمدیوں پر ہے، دیوبندی اس کے ضمن میں داخل کر لیے گئے ہیں، بالکل غلط اور سراسر مغالطہ ہے۔ دیوبندیوں کو احمدیوں کے ذیل میں قرار دے کر ضمنی طور پر کفر کا فتویٰ ہرگز نہیں دیا گیا، بلکہ مستقل طور پر دیا گیا ہے اور اُن کا ان سب فرقوں سے جن پر فتویٰ دیا گیا ہے، کفر میں سخت ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۳ میں یہ لکھا ہے:

''تو ان میں سے کسی کو اصل دین کا انکار کرتے پائے گا اور اس میں کوئی ختم نبوت کا منکر ہو کر نبوت کا مدعی ہے اور کوئی اپنے آپ کو عیسیٰ بناتا ہے اور کوئی مہدی۔ اور ظاہر میں ان سب میں ہلکے اور حقیقت میں ان سب سے سخت یہ وہابیہ ہیں۔ خدا ان پر لعنت کرے اور ان کو رسوا کرے اور ان کا ٹھکانہ اور ان کا مسکن جہنم کرے، بے پڑھے جاہلوں کو جو چوپاؤں کی طرح ہیں، دھوکے

دیتے ہیں کہ وہ پیروان سنت ہیں۔‘‘

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ دیوبندیوں کو ان تمام فرقوں سے جن پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے، سخت تر کافر کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہابیوں سے دو گروہ مراد ہیں۔ ایک وہ جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہ دیوبندی خیال والوں سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا وہ جو مولوی نذیر حسین دہلوی سے تعلق رکھتا ہے، جیسا کہ حسام الحرمین، صفحہ ۱۳، ۱۴ پر وہابیوں کی قسمیں لکھ کر ظاہر کر دیا، مثلاً وہابیہ امثالیہ خواتمیہ وہابیہ امیریہ، وہابیہ قاسمیہ، وہابیہ کذابیہ، وہابیہ شیطانیہ، وہابیہ نذیریہ، اور ان کو مولوی امیر حسن و امیر احمد سہسوانی و مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

مختار مدعیہ نے ان فتوؤں کی طرف سے، جو علمائے اہلسنّت والجماعت ہند وحرمین شریفین نے دیوبندیوں کے حق میں دیے ہیں، عدالت کی توجہ ہٹا دینے کی غرض سے کہا ہے کہ یہاں دیوبندیوں کے کفر و اسلام کی کوئی بحث نہیں ہے۔ مگر یہ کہنا بالکل غلط اور دانستہ حقیقت الامر کو پوشیدہ کرنا ہے، کیا مختار مدعیہ کو اپنا وہ ٹکڑا یاد نہیں رہا جو اس نے فیصلہ دربار معلیٰ کے حوالہ سے چنا اور پیش کیا ہے کہ ’’علماء اسلام ہی اس کے متعلق بہترین فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا احمدی عقائد مطابق اسلام ہیں یا نہیں اور کیا اس نے یہ امر بھی فراموش کر دیا ہے کہ دربار معلیٰ نے یہ مقدمہ شرع شریف کے مطابق فیصل کرنے کے لیے اس عدالت میں واپس کیا ہے، یہ امر کسی طرح نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں کہ جو علماء اس امر کا فیصلہ کرنے والے قرار دیے جائیں کہ فلاں شخص یا فلاں گروہ کے عقائد مطابق اسلام ہیں یا نہیں تو قبل اس کے کہ اس نہایت ہی نازک اور مہتم بالشان امر کا فیصلہ کرنے کے لیے یا ان کا تقرر عمل میں آئے، خود ان کے متعلق بھی یہ باور کیے جانے کے کہ یہ دنیائے اسلام میں کیا سمجھے جاتے ہیں اور ان کے عقائد بھی مطابق اسلام ہیں یا نہیں، قطعی اور یقینی وجود موجود ہونا اشد ضروری ہے، ورنہ کفر و اسلام جیسے مسئلہ میں ان کی رائے قابلِ توجہ تو کیا، لائقِ التفات بھی نہیں ہوسکتی۔ بہت صاف بات ہے کہ اگر وہ خود عقائد اسلامیہ نہ رکھتے ہوں اور اگر ان کے عقائد کی وجہ سے دنیائے اسلام کے مشرق سے لے کر مغرب اور شمال سے لے کر جنوب تک کے تمام علماء نے کفر کے فتوے دیے ہوں، حتیٰ کہ علمائے حرمین شریفین نے بھی تو پھر وہ دوسروں کے کفر و اسلام کا فیصلہ کرنے کے کس طرح اہل سمجھے جا سکتے ہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ کیا اس معاملہ میں علماء دیوبند کے کفر کا کوئی سوال نہیں ہے، یا علمائے دیوبند کے کفر و اسلام کا سوال ایک بڑا ہی ضروری سوال ہے۔ کیا اتنی اہم بات ایسی آسانی سے نظر انداز کی جاسکتی ہے۔

اور کیا ایک ایسا معاملہ جو اپنے نتائج کے لحاظ سے نہایت وسیع الاثر اور بغایت مہتم بالشان ہے۔ بعض غیر ذمہ دار آوازوں کے پیچ وخم اور نشیب وفراز کی بھول بھلیوں میں گم کر دیے جانے کے لائق ہے، دیوبندی علماء دوسروں کو کافر ٹھہرانے کے لیے فتوے لکھیں۔ شہادتیں دیں، بحثیں کریں اور کوئی امکانی کوشش اٹھا نہ رکھیں۔ لیکن جب یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جو خود مرتد اور کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیے گئے ہوں، جن کا کفر تمام روئے زمین کے کفار سے اشد اور اعظم بتایا گیا ہو، وہ کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ اس فیصلہ کے لیے تو فیصلہ کرنے والے کا خود مسلمان، بلکہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہونا شرط ہے تو مختار

www.khatmenubuwwat.org

مدعیہ کو یہ کہہ کر ٹال دینا چاہیے کہ یہاں دیوبندی علماء کے کفر و اسلام کا سوال نہیں ہے۔ اگر یہاں دیوبندی علماء کے کفر و اسلام کا سوال نہیں ہے تو پھر جو ٹکڑا مختار مدعیہ نے دربار معلّٰی کے فیصلہ سے چن کر پیش کیا ہے، اس کے کیا معنی ہیں، اور اس مقدمہ کا شرع شریف کے مطابق فیصلہ کیا جانا کیا مطلب رکھتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ چونکہ اپنے عقائد کے لحاظ سے دیوبندی علماء خود مرتد اور کافر قرار پا چکے ہیں، نہ ایک بار بلکہ بار بار اور نہ صرف سنی حنفی علماء ہند ہی نے انہیں کافر و دائرۂ اسلام سے خارج ٹھہرایا ہے، بلکہ علمائے حرمین شریفین نے بھی اس لیے وہ کسی کے کفر و اسلام کا ہرگز فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اور چونکہ ان کو احمدیوں کے ساتھ پہلے سے بغض وعناد چلا آتا ہے۔ اور وہ اس مقدمہ میں شہادت دینے سے قبل احمدیوں کے ساتھ اپنے بغض وعناد کا پورا پورا اظہار کر چکے ہیں جو طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد شفیع گواہ نمبر ا نے کتاب ختم نبوت لکھی ہے اور مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی گواہ نمبر ۲ نے اشد العذاب شائع کی ہے، جس کا دوسرا نام دین مرزا کفر خاصل رکھا ہے اور جس کے صفحہ صفحہ سے احمدیوں کے ساتھ بغض وعناد ظاہر ہوتا ہے اور اس کے بہت سے غلط الزامات واتہامات و بہتانات اس نے عدالت میں بھی سنائے ہیں اور مولوی انور شاہ گواہ نمبر ۳ نے بھی اپنی ایک مخالفانہ تحریر عدالت میں دکھائی تھی جس کا نام اکفار الملحدین تھا، اس لیے احمدیوں کے متعلق ان کا بیان قطعاً قابلِ التفات نہیں ہے اور چونکہ ان کی حالت مدعیانہ حالت سے بھی بدرجہا بڑھی ہوئی ہے، لہٰذا ان کی شہادت اور یہ مقدمہ خارج ہو جانا چاہیے۔

مختار مدعیہ نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا کہ دوسرے ممالک کی نسبت حرمین کا فتویٰ بہت اونچا ہے، لیکن باوجود اس اقرار کے دیوبندیوں کا اس اونچے فتوے کے نیچے آنا اسے گوارا نہیں ہے، بلکہ اس کے اونچے ہونے کا اقرار بھی اسی وقت تک ہے جب تک کہ دیوبندیوں کا نام درمیان میں نہ ہو۔

اگر دیوبندیوں کا نام درمیان میں آ جائے تو پھر حرمین کا فتویٰ کیا؟ خود علماء حرمین بھی اونچے نہیں رہتے وہ بھی نیچے ٹھہرائے جاتے اور باعتبار علم وفضل اور تقویٰ اللہ، وخشیۃ اللہ، دیوبندی علماء کے مقابل میں ہیچ، حتیٰ کہ نا قابلِ فتویٰ بتائے جاتے ہیں جیسا کہ فتویٰ حسام الحرمین کو علماء دیوبند کے حق میں قبول نہ کرنے اور نہایت صریح وصاف اور کھلے کھلے الفاظ میں علماء حرمین کی ہجو کر کے علماء دیوبند کے مقابلہ میں انہیں خلاف شرع و بے احتیاط اور روپیہ لے کر غلط فتویٰ لکھ دینے والے قرار دینے سے ظاہر ہے۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد ومولوی رشید احمد کی طرف منسوبہ کتاب البراہین القاطعہ کے صفحہ ۱۸، ۱۹ سے اس بیان کی کماحقہٗ تصدیق ہوتی ہے۔ ان میں لکھا ہے کہ علماء دیوبند کا حال جو کچھ ہے وہ سب پر روشن ہے۔ اور کچھ دور نہیں، جس مسلمان کا دل چاہے بچشم خود دیکھ لے کہ ظاہر لباس وہیت موافق شرع کے رکھتے ہیں اور نماز کو باجماعت بخوبی ادا کرتے ہیں اور امر بالمعروف میں بشرط قدرت کوتاہی نہیں کرتے اور تحریر فتویٰ پر رعایت غنی فقیر کی نہیں، حق جواب دیتے ہیں اور جو ان کو کوئی متنبہ کسی خطا پر کرے تو بشرط صحت قبول سے کبھی دریغ نہیں۔ بسر وچشم معترف ہوتے ہیں۔ یہ سب اوصاف واضح ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لے، امتحان کر لیوے اور یہی قبولیت عنداللہ کا نشان ہے۔ (صفحہ ۱۸، البراہین القاطعہ شروع سطر سے) یہ تو دیوبندی علماء کی مدح جو بلا استثناء تمام علماء کے لیے ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ دیوبندی علماء میں سے ایک بھی ان صفات سے خالی نہیں ہے۔ اب ملاحظہ ہو علماء حرمین کی ہجو، جو انہیں حضرات

اکابر دیوبند نے اسی کتاب میں اسی صفحہ اسی مقام پر عبارت منقولہ سے بالکل متصل تحریر کی ہے:

''اور علماء مکہ کا حال جس نے عقل وعلم کے ساتھ دیکھا، وہ خوب جانتا ہے جو نہیں گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل مشاہدہ جانتا ہے اور اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب، کیونکہ اکثر وہاں متقی بھی ہیں، اس حالت میں کہ لباس ان کا خلاف شرع، اسبال آستین اور دامن کا چغہ اور قمیص میں کرتے ہیں۔ ریش اکثروں کی قبضہ سے کم نماز میں بے احتیاطی امر بالمعروف کا باوصف قدرت کے نام ونشان نہیں، اکثر انگوٹھی چھلے غیر مشروع ہاتھوں میں پہنے ہوئے قطع صفوف شائع ہے، فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھوا لو، اُن کے عصیان سے کوئی مطلع کرے تو مارنے کو موجود ہو جاویں۔ اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا، وہ کسی پر مخفی نہیں اور بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابو طالب کو مومن لکھ دیا، خلاف روایات صحاح احادیث کے۔''

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بمقابلہ دیوبندی علماء کے یہ علماء حرمین کی تحقیر وتذلیل اور مذمت وہجو ہے یا نہیں۔ اور اگر کسی کو اس کی کھلی کھلی ہجو ہونے میں ذرا بھی تامل ہو تو خود ہجو کرنے والوں کا یہ اقرار کہ درحقیقت یہ ہجو ہے، اس کی تسلی کے لیے موجود ہے۔ چنانچہ صاحب عبارت نے منقولہ بالا عبارت کے آگے ہی لکھا ہے:

''اور علیٰ ہذا کہاں تک لکھوں کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علماء حرمین کی لکھوں۔ مگر بناچاری لکھنا پڑا۔ پس اگر کسی نے ایسی حالت میں علماء دیوبند کو علماء حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دے دی تو کونسا غضب، کیا اہلِ فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علماء دیوبند کا فتویٰ قابلِ اعتماد ہوگا یا علماء حرمین کا یہ ہے دیوبندی صاحبوں کی نظر میں دیوبندی مولویوں کے مقابلہ میں علماء حرمین کی وقعت اور ان کے فتوے کے مقابلہ میں ان کے فتوے کی عظمت اور بات یہاں تک پہنچ کر بھی ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ موافق مقول مشہور ہے۔

بلکہ جو کمی جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے رہ جاتی ہے، وہ ان کے روحانی فرزند وخلیفہ اور دیوبندیوں کے شیخ الہند جناب مولوی محمود حسن صاحب اپنے مصنفہ مرثیہ میں پوری کر دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

پھریں تھیں کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

جب کعبہ میں دیوبندیوں کے شیخ الہند کے نزدیک فقدان عرفانی کا یہ عالم ہوگیا ہے کہ وہاں جانے والوں میں سے جو ذوق وشوق عرفانی رکھنے والے ہیں، ان کو گنگوہ کا رستہ پوچھنے کے لیے مارا مارا پھرنا پڑتا ہے تا جو عرفانی کعبہ میں پہنچ کر بھی حاصل نہ ہو سکا تھا اور جس کا نام ونشان نظر نہ آیا تھا، وہ گنگوہ پہنچ کر حاصل کریں کہ کعبہ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مولد ہے تو گنگوہ مولوی رشید احمد صاحب کا یہ ہے کعبہ شریف کے متعلق جو بیت اللہ سمجھا جاتا ہے۔ موجودہ دور کے سب سے بڑے دیوبندی اور تمام دیوبندیوں کے مسلمہ شیخ الہند اور امام کا نقطۂ نظر جب بیت اللہ کے متعلق نقطۂ نظر یہ ہے تو بیت اللہ کے شہر یعنی مکہ معظّمہ کے متعلق جو کچھ ہوگا وہ محتاج بیان نہیں۔ اب رہی مدینہ منورہ کی حالت، تو اس کے متعلق موصوف الصدر دیوبندی شیخ الہند صاحب کا ارشاد قابلِ ملاحظہ ہے۔ فرماتے ہیں:

www.khatmenubuwwat.org

تمہاری تربتِ انور کو دے کر طُور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی!

مختار مدعیہ نے دیوبندیوں کو علمائے حرمین کے فتویٰ کفر کی زد سے بچانے کے لیے مذکورہ بالا عذر کے بعد دوسرا عذر یہ پیش کیا ہے کہ علماء حرمین نے وہ فتوے واپس لے لیے۔ اس عذر سے اتنا تو معلوم ہوگیا کہ ان فتوؤں کے دیوبندیوں کی بابت ہونے سے تو مختار مدعیہ کو بھی انکار کی گنجائش نہیں مل سکتی ہے۔ اور اتنا تو اسے بھی ماننا پڑا ہے کہ وہ فتوے دیے تو دیوبندیوں ہی کے لیے گئے تھے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ اب ان کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، کیونکہ علمائے حرمین نے وہ فتوے واپس لے لیے۔ بہت خوب؟ اب میں اس امر کی تحقیق شروع کرتا ہوں کہ اس کی اصلیت کیا ہے اور وہ فتوے درحقیقت علمائے حرمین نے واپس لے لیے تھے یا یہ بھی منجملہ اور مغالطّوں کے مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ مذکورہ فتوؤں کے واپسی کے ثبت میں رسالہ المہند پیش کر کے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ علمائے حرمین نے چھبیس سوالات دیوبندیوں کے عقائد کی بابت دیوبند بھیجے تھے، جن کے جوابات دیوبند سے لکھے گئے اور علماء حرمین نے ان جوابات کے صحیح اور مطابق عقائد اہلسنّت ہونے کی تصدیق کر دی اور اس طرح وہ کفر کے فتوے جو علمائے حرمین کی طرف سے دیوبندیوں پر دیے گئے اور حسام الحرمین میں چھپے تھے، واپس ہو گئے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ اور وہ فتوے ہرگز واپس نہیں کیے گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جن سوالات کی بابت یہ کہا گیا ہے کہ وہ علماء حرمین شریفین نے اہل دیوبند کے عقائد کی تحقیقات کے لیے دیوبند بھیجے تھے وہ علمائے حرمین نے نہیں، بلکہ بعض دیوبندی مولویوں نے جو اس زمانے میں وہاں گئے ہوئے تھے۔ اس غرض سے بھیجے تھے کہ ان کے جواب اپنے دیوبندی عقائد کے خلاف اور اہلسنّت والجماعۃ کے عقائد کے مطابق لکھ دیے جائیں، تا علمائے حرمین شریفین ان کو اپنے عقائد کے مطابق پا کر ان کی تصدیق میں اپنے اپنے دستخط اور مہریں ثبت کر دیں۔ اور پھر وہ جوابات مع تصدیقات علمائے حرمین ہندوستان میں شائع کیے جائیں۔ اور یہ مشہور کیا جائے کہ علمائے حرمین نے دیوبندیوں پر جو کفر کا فتویٰ دیا تھا، وہ دھوکے سے دیا تھا۔ کیونکہ دیوبندیوں کے مخالفوں نے غلط عقائد پیش کر کے ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ دیوبندیوں کے عقائد ہیں۔ لیکن جب علمائے حرمین کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ ہم کو دھوکہ دے کر فتویٰ لیا گیا ہے تو انہوں نے دیوبندیوں کے عقائد کی بابت سوالات لکھ کر دیوبند سے جواب طلب کیے۔ اور جب جواب دیکھے تو انہوں نے تصدیق کر دی کہ دیوبندیوں کے عقائد صحیح ہیں اور اس پر دستخط اور مہریں کر دیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ جو فتوے حسام الحرمین میں چھپے تھے، وہ غلط تھے اور ان کا اب کوئی اثر نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور سوالات بھیجے گئے اور پھر ان کے ایسے جوابات دیے گئے جو دیوبندیوں کے خلاف اور اہلسنّت والجماعۃ کے عقائد کے مطابق تھے اور کئی موقعوں پر دیوبندیوں کی کتابوں میں جو عبارتیں تھیں اور جن کی بناء پر پہلے علماء حرمین ان پر کفر کا فتویٰ دے چکے تھے، وہ تبدیل کر کے پیش کر دیں، یعنی جو عبارتیں کتابوں میں تھیں وہ تو پیش نہیں کیں، بلکہ ان کی جگہ اور عبارتیں اہلسنّت والجماعۃ کے عقائد کے مطابق اپنی طرف سے وضع کر کے پیش کر دیں۔ پھر ان مغالطہ انگیز جوابوں پر ہندوستان کے دیوبندی مولویوں سے تصدیقیں کرائیں کہ یہی ہمارے اور ہمارے اکابر کے عقائد ہیں۔ علاوہ اس کے ایک رسالہ وہابیوں کے عقائد کے رد میں یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ جب ہم وہابیوں کا رَد کرتے ہیں تو پھر ہم خود کہاں وہابی ہو سکتے ہیں، لکھا گیا

www.khatmenubuwwat.org

اور پھر علمائے حرمین کے سامنے حسب موقعہ کہیں مذکورہ سوالات اور کہیں وہ رسالہ ردّ وہابیہ پیش کر کے دستخط ومواہیر حاصل کرنے کی کوشش کی گئی اور کچھ دستخط ومواہیر اس طریقہ سے حاصل کیے گئے اور پھر وہ سب المھند میں نقل کیے گئے۔ اور تیس مہریں علامہ برزنجی کے رسالہ سے المھند میں اتار لی گئیں، جو دیوبندیوں کے جواب پر نہیں تھیں، بلکہ علامہ برزنجی کے ایک رسالہ پر تھیں اور المھند کے صفحہ ۶۰ پر درج ہیں اور یہ سب باتیں المھند سے ثابت ہیں۔

پہلی بات کا کہ سوالات مذکورہ علمائے حرمین میں سے کسی نے نہیں کیے، بلکہ دیوبندی مولویوں میں سے جو اس وقت وہاں موجود تھے، کسی نے بھیج دیے تھے، ثبوت یہ ہے کہ تیئسویں سوال میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے لیے علامہ زماں کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ یعنی سوال ان الفاظ میں کیا گیا کہ کیا علامہ زماں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ نعوذ باللہ جھوٹ بولتا ہے: ''اور ظاہر ہے کہ وہ علمائے حرمین جو مولوی رشید احمد صاحب پر کچھ ہی مدت پہلے کفر کا فتویٰ دے چکے تھے، وہ از سرِنو تحقیقات سے پہلے ان کو علامہ زماں نہیں لکھ سکتے تھے۔ پھر اکیسویں سوال کے جواب میں سوال کرنے والوں کو مخاطب کر کے یہ لکھا گیا ہے کہ ہندوستان کی مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واہیات وموضوع روایات بیان ہوتی ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ سوال کرنے والے وہ لوگ تھے جو ہندوستان کی مولود کی مجلسیں خوب دیکھے ہوئے تھے اور جو اچھی طرح سن چکے تھے کہ ان مجلسوں میں واہیات اور موضوع روایات بیان ہوا کرتی ہیں اور ایسے لوگ جو ہندوستان کی مولود کی مجلسوں میں شریک ہوں اور اُردو زبان کی تقریروں میں واہیات اور موضوع روایات کا بیان ہونا معلوم کر لیں، ہندوستانی مولوی ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ علماء حرم۔''

پھر المھند کے صفحہ ۵۶ پر علامہ سیّد احمد صاحب برزنجی کی تحریر میں ان سوالات کے متعلق یہ لکھا ہے کہ کسی عالم کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور اس عالم کا نام ظاہر نہیں کیا گیا، حالانکہ اگر علمائے حرمین نے وہ سوالات دیوبند کو بھیجے ہوتے تو برزنجی صاحب کو علم ہوتا۔ مگر اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو ان کا بھیجا جانا علامہ برزنجی صاحب کے علم میں تھا اور نہ مولوی خلیل احمد صاحب نے وہ رسالہ پیش کرتے وقت جن میں وہ سوالات اور ان کے جوابات تھے، ان پر ظاہر کیا کہ سوالات کس کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پس صرف اتنا ہی ظاہر کیا کہ کسی عالم کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ علاوہ اس کے سوالات کے آخر میں بھی یہ امر ظاہر نہیں کیا گیا کہ سوالات بھیجنے والے کون حضرات ہیں اور یہ سب امور ثابت کر رہے ہیں کہ سوالات بھیجنے والے علمائے حرمین نہیں، بلکہ دیوبندی مولوی صاحبان ہی تھے۔

دوسری بات یہ کہ سوالات کے جو جوابات دیے گئے ہیں وہ دیوبندی عقائد کے مطابق نہیں، بلکہ عقائد اہلسنّت کے موافق ہیں۔ یہ ثبوت ہے کہ المھند موجود ہے، دیکھ لی جائے، بلا استثناء ہر سوال کے جواب کی یہی حالت ملے گی۔

نمونہ کے طور پر چند جوابوں کے متعلق میں عرض بھی کرتا ہوں۔ بارہواں سوال یہ تھا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا، مسلمانوں کے خون...... مال اور آبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا، شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس سوال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے

www.khatmenubuwwat.org

فرمایا ہے کہ خوارج ایک جماعت ہے، شرکت والی، جس نے امام پر چڑھائی کی تھی۔ اس سے آگے چل کر ردالمختار علامہ شامی سے نقل کیا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکلا حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتا تھا۔ مگر عقیدہ ان کا یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہے وہ مشرک ہے۔ پھر لکھا کہ عبدالوہاب اور اس کا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلہ مشائخ میں نہیں ہے۔

اس جواب سے یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیوں کو محمد بن عبدالوہاب اور ان کے پیروؤں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ وہابیوں کے عقیدوں سے سخت بیزار ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو خارجیوں کی طرح سمجھتے اور تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دینے والا جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ جواب حقیقت کے بالکل ہی خلاف ہے اور عبدالوہاب کے متعلق دیوبندیوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے۔ اور یہ عقیدہ تو سنّی حنفی حضرات کا ہے، جو دیوبندیوں نے علماء حرمین کو مغالطہ دے کر اُن سے اپنے موافق فتویٰ حاصل کرنے کے لیے اپنے عقیدے کی جگہ پیش کر دیا ہے، ورنہ خود اُن کا عقیدہ تو یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے پیروؤں کا عقیدہ نہایت عمدہ ہے اور عقائد میں دیوبندی اور وہابی سب متحد ہیں۔ ہاں اعمال میں کچھ فرق ہے، وہ بھی ایسا ہی جیسا کہ حنفی، شافعی اور مالکی و حنبلی میں ہے۔

چنانچہ تمام دیوبندیوں کے مسلم مقتداء اور امام جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے فتاویٰ، جلد اوّل، صفحہ ۱۱۹، مطبوعہ وحید برقی پریس میں فرماتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے، ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے۔''

یہ وہ وہابیوں اور ان کے عقائد کے متعلق دیوبندیوں کا عقیدہ اور اسی وجہ سے کہ وہ وہابیوں کے عقیدوں کو عمدہ بتاتے اور ان کے ساتھ عقائد میں متحد ہیں۔ وہابیہ دیوبند کہلاتے ہیں۔ لیکن علمائے حرمین کے سامنے اس کے بالکل برخلاف پیش کر دیا کہ ہم محمد بن عبدالوہاب اور ان کے پیرو وہابیوں کو خارجیوں کی طرح سمجھتے ہیں۔

اور اسی پر علمائے حرمین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح اور اہلسنّت کے عقیدہ کے مطابق ہے تو اس فتویٰ سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ علمائے حرمین نے دیوبندیوں کے عقیدے کو عقیدہ اہلسنّت کے مطابق قرار دیا اور وہابیانہ عقائد کی وجہ سے جو کفر کا فتویٰ حسام الحرمین میں ان پر دیا تھا، وہ اٹھا لیا ہے۔

انیسواں سوال یہ تھا، کیا تمہاری رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سیّد الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے۔ اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس کا کیا حکم ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السّلام سے اعلم ہے، وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جا سکتا ہے۔

لیکن جن میاں خلیل احمد صاحب انبٹھی نے یہ جواب دیا ہے، وہی نہایت جسارت سے اپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱

www.khatmenubuwwat.org

میں یہ لکھ چکے ہیں کہ ''شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سے ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کی یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رَد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔''

اس عبارت میں شیطان و ملک الموت کو علم محیط زمین کا حاصل ہونا اور ان کی یہ وسعت علم آیت سے ثابت مانی ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علم محیط زمین اور آپ کی وسعت علم کے متعلق کسی آیت کی موجودگی سے انکار کیا ہے اور اہلسنّت و جماعت سے پوچھا ہے کہ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے، یعنی کوئی بھی نہیں ہے۔ شیطان و ملک الموت کے لیے تو علم محیط زمین کا تسلیم کیا ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علم محیط زمین کے تسلیم کرنے کو شرک قرار دیا ہے اور یہی وہ عقیدہ تھا جس کی وجہ سے علمائے حرمین نے دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اب علمائے حرمین کے سامنے براہین قاطعہ کی یہ عبارت تو پیش نہیں کی گئی، بلکہ اس کے خلاف یہ لکھ دیا گیا کہ جو شخص نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے علم سے کسی کے علم کو زیادہ بتاوے، وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسی عبارت بڑھا دی گئی جس کا براہین قاطعہ میں کہیں نام ونشان بھی نہیں پایا جاتا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر اس جواب کو علمائے حرمین نے صحیح اور درست کہا اور عقائد اہلسنّت کے موافق بتایا تو اس سے دیوبندیوں کے عقیدے کو صحیح اور درست بتانا کہاں ثابت ہوا۔ اور جو فتویٰ کفر کا ان پر حسام الحرمین میں دیا تھا، اس کا واپس لے لینا کس طرح لازم آیا۔ کیونکہ المہند میں تو علمائے حرمین نے اہلسنّت کے اس عقیدے کی تصویب وتصدیق کی ہے نہ کہ دیوبندیوں کے عقیدے کی، جو براہین قاطعہ، صفحہ ۵۱ کی عبارت سے ثابت ہے۔

بیسواں سوال یہ تھا کہ کیا تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا علم زید بکر اور چوپاؤں کے علم کے برابر ہے، یا اس قسم کے خرافات سے تم بری ہو اور مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں یہ مضمون لکھا ہے یا نہیں، اور جو یہ عقیدہ رکھے اُس کا کیا حکم ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ ایک افترا اور جھوٹ ہے کہ کلام کے معنی بدلے اور مولانا کی مراد کے خلاف ظاہر کیا ہے۔ اس کے بعد ایک لمبی عبارت اپنی طرف سے لکھ کر اس کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت کا حاصل بتا دیا ہے اور پھر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے نام سے یہ عبارت پیش کی ہے: پھر یہ کہ حضرت کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق اگر بقول زید صحیح ہو تو ہم اس سے دریافت کرتے ہیں کہ اس غیب سے مراد کیا ہے، یعنی غیب کا ہر ہر فرد یا بعض غیب کوئی غیب کیوں نہ ہو۔ پس اگر بعض غیب مراد ہے تو رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تخصیص نہ رہی۔ کیونکہ بعض غیب کا علم اگر چہ تھوڑا سا ہے، زید وعمر بلکہ ہر بچہ اور دیوانے بلکہ جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے کہ دوسرے کو نہیں ہے تو اگر سائل کسی پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق بعض غیب کے جاننے کی وجہ سے جائز رکھتا ہے تو لازم آتا ہے کہ اس اطلاق کو مذکورہ بالا تمام حیوانات پر جائز سمجھے اور اگر سائل نے اس کو مان لیا تو یہ اطلاق کمالات نبوت میں سے نہیں رہا۔ کیونکہ سب شریک ہو گئے اور اگر اس کو نہ مانے تو وجہ فرق پوچھی جائے گی اور وہ ہرگز بیان نہ ہو سکے گی۔ مولانا تھانوی کا کلام ختم ہوا۔

www.khatmenubuwwat.org

بڑی دلیری سے یہ عبارت مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی عبارت بتائی گئی ہے اور خاتمہ پر نہایت جسارت سے لکھا گیا ہے کہ مولانا تھانوی کا کلام ختم ہوا۔ پھر علمائے حرمین سے کہا کہ وہ خداتم پر رحم فرمائے، ذرا مولانا کا کلام ملاحظہ فرماؤ۔

بدعتیوں کے جھوٹ کا کہیں پتہ بھی نہ پاؤ گے اور اس قول میں نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر کیا ہے کہ جو عبارت پیش کی گئی ہے، وہ بلفظہا حفظ الایمان میں موجود ہے۔ حالانکہ یہ بالکل دروغ بے فروغ ہے اور حفظ الایمان میں عبارت مندرجہ بالا ہرگز موجود نہیں، بلکہ اس کے خلاف اس میں یہ عبارت ہے: ''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمر، بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

اور حد یہ حفظ الایمان کے اسی مضمون کی عبارت ہے جس کے متعلق تمام سنّی علماء نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے کہ اس میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی نے علم غیب کی دو قسمیں کی ہیں، علم کل اور علم بعض۔ پہلی قسم یعنی غیب کے علم کل کی تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات مبارک سے نفی کر دی ہے۔ رہی دوسری قسم یعنی علم بعض غیب تو یہ حضور کے لیے ثابت مانا ہے۔ مگر اسی علم بعض غیب کے متعلق جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے واسطے مانا ہے، یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ یہ صریح طور پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علم کو بچوں، دیوانوں اور جانوروں کے علم کے برابر بتانا ہے۔ علمائے حرمین کے فتویٰ کے بموجب، جو اشد درجہ کا کفر ہے اور علماء ہند وعرب بالخصوص علمائے حرمین نے اسی وجہ سے بھی دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھی دیوبندی نے اپنے جواب میں حفظ الایمان کی یہ عبارت تو پیش نہیں کی جو میں نے نقل کی ہے اور جس پر علمائے حرمین وغیرہ نے کفر کا فتویٰ دیا تھا، بلکہ اپنی طرف سے ایک عبارت گھڑ کر پیش کر دی کہ حفظ الایمان میں یہ عبارت لکھی ہے۔ پس مولوی خلیل احمد کی گھڑی ہوئی عبارت پر علمائے حرمین نے جو رائے ظاہر کی وہ مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان کے کفریہ مضمون کی بابت نہیں ہوسکتی۔ اور اس سے کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ حفظ الایمان کے مضمون کی بناء پر علمائے حرمین نے حسام الحرمین میں دیوبندیوں پر جو کفر کا فتویٰ دیا تھا، وہ واپس لے لیا ہے۔ کیونکہ علمائے حرمین کا فتویٰ کفر تو حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق تھا، نہ کہ اس عبارت کے متعلق جو مولوی خلیل احمد نے اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کی ہے۔

اکیسواں سوال: مجلس مولود شریف یعنی ذکر ولادت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق تھا کہ تم اس کو شرعاً قبیح اور بدعت سیئہ اور حرام سمجھتے ہو یا کچھ اور۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت شریفہ کا ذکر، بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح وبدعت سیئہ یا حرام کہے، وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ذرا سا بھی علاقہ ہے، ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ

www.khatmenubuwwat.org

ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو۔ جیسا کہ ہمارے رسالہ براہین قاطعہ میں متعدد جگہ بصراحت مذکور اور ہمارے مشائخ کے فتاویٰ میں مسطور ہے۔

پھر اس کی تائید میں مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری کے فتوے کی عبارت اس ذکر کے ساتھ درج کی ہے کہ مولانا سے کسی نے سوال کیا تھا کہ مجلس شریف کس طریقہ سے جائز ہے اور کس طریقہ سے ناجائز۔ تو مولانا نے اس کا یہ جواب لکھا کہ سیّدنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت شریف کا ذکر صحیح روایات سے ان اوقات میں جو عبادات واجبہ سے خالی ہوں، ان کیفیات سے جو صحابہ کرام اور اہل قرون ثلاثہ کے طریقہ کے خلاف نہ ہوں، جن کے خیر ہونے کی شہادت حضرت نے دی ہے، ان عقیدوں سے جو شرک و بدعت کے موہم نہ ہوں اور ان آداب کے ساتھ جو صحابہ کی اس سیرۃ کے مخالف نہ ہوں جو حضرت کے ارشاد ما انا علیہ واصحابی کی مصداق ہے، ان مجالس میں جو منکرات شرعیہ سے خالی ہوں سبب خیر و برکت ہے، بشرطیکہ صدقِ نیت اور اخلاص اور اس عقیدے سے کیا جائے کہ یہ بھی منجملہ دیگر اذکار حسنہ کے ذکر حسن ہے۔ کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ پس جب ایسا ہوگا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی اس کے ناجائز یا بدعت ہونے کا حکم نہ دے گا، الخ۔

مولوی احمد علی صاحب کا یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد مولوی خلیل احمد دیوبندی انبٹھی لکھتے ہیں، اس سے معلوم ہوگیا کہ ہم ذکر ولادت شریفہ کے منکر نہیں، بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان کی مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واہیات و موضوع روایات بیان ہوتی ہیں۔ مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے۔ اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہو، اس پر طعن و تکفیر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور منکرات شرعیہ ہیں، جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہے۔ پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہے تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے اور ایسے قول شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہوسکتا ہے۔ پس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ملحد دجالوں کا افترا ہے۔ (المہند، ص ۲۴، ۲۵)

اس جواب میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت کے ذکر کا مخالف ہونا اور اس کو قبیح و بدعت یا حرام کہنا تو کیا معنی۔ دیوبندی تو آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کے تذکرے کو بھی قبیح و بدعت یا حرام نہیں کہتے۔ اور جن حالات کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ذرا سا بھی تعلق ہو، وہ دیوبندیوں کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز وغیرہ کا تذکرہ اور اپنے اس خیال کی تصدیق کے لیے دو تحریریں پیش کی ہیں۔ ایک وہ فتویٰ جو اس سوال کے جواب میں کہ مجلس میلاد شریف کس طریقہ سے ہونی چاہیے، مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے دیا ہے۔ اور دوسری براہین قاطعہ جس میں متعدد جگہ اپنے عقیدۂ مذکورہ کے مسطور ہونے کا ذکر کیا ہے، اب میں یہ دکھانے کے لیے کہ اس معاملہ میں درحقیقت دیوبندیوں کا عقیدہ کیا ہے، ان کی مسلمہ کتب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور سب سے پہلے براہین قاطعہ ہی کو لیتا ہوں۔

اس کے صفحہ ۱۴۸ میں مجلس میلاد شریف اور اس میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت شریف کا ذکر آنے کے وقت

www.khatmenubuwwat.org

قیام کرنے یعنی کھڑے ہو جانے کے متعلق مولوی رشید احمد صاحب کا فتویٰ درج کیا گیا ہے اور اس قیام کے متعلق تو یہ بتایا ہے کہ اگر وہ اس لیے ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح دنیا میں آئی ہے تو قیام معاذ اللہ کنہیا کے سوانگ کی طرح ہے جو ہنود ہر سال بناتے ہیں اور ایک فرضی خرافات ہے اور حرکت قبیحہ قابل لوم وحرام وفسق ہے۔ اور ایسا کرنے والے کنہیا کا سوانگ بنانے والوں سے بھی بڑھ کر ہیں اور پھر قیام کے متعلق کئی صورتیں قائم کر کے لکھا ہے۔

الحاصل، یہ قیام صورت اولیٰ میں بدعت ومنکر اور دوسری صورت میں حرام وفسق اور تیسری صورت میں کفر وشرک اور چوتھی صورت میں اتباع ہوا، اور کبیرہ ہوتا ہے۔ یہ فتویٰ تو قیام کے متعلق تھا اور مجلس مولود شریف کو مجلس پر اشرار ومعاصی وغیر مشروعات مجمع فساق وفجار اور مضر بدعات وشرور لکھا ہے اور مجلس میلاد شریف منعقد کرنے والوں کو مبتدع فاسق وفاجر ومرتکب حرام وکفر وشرک قرار دے کر آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ خود یہ مجلس میلاد ہمارے زمانے کی بدعت ومنکر ہے اور شرعاً کوئی صورت جواز اس کے نہیں ہو سکتی۔ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی علماء حرمین کے سامنے جو جواب پیش کیا گیا ہے، اس میں تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گدھے کے پیشاب کے ذکر کو بھی قبیح وبدعت سیئہ یا حرام کہنے سے نفرت وبیزاری اور اس سے اپنی بریت ظاہر کی گئی ہے۔ اور اس کی تصدیق وتائید کے لیے براہین قاطعہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور براہین قاطعہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گدھے کے پیشاب کے ذکر کو نہیں بلکہ جس مجلس میں خود حضور کا ذکر ولادت شریف کیا جائے، اس مجلس کو بحیثیت مجموعی معاذ اللہ کنہیا کا سوانگ اور حرکت قبیحہ قابل لوم وحرام وفسق قرار دیا ہے اور اس کے منعقد کرنے اور شریک ہونے والوں کو مجمع فساق وفجار کہا اور کفار سے بدتر ٹھہرایا ہے اور قیام کو حرام وفسق اور کفر وشرک تک پہنچایا ہے۔ اور بالآخر مجلس ذکر میلاد شریف کے متعلق صاف لکھ دیا ہے کہ اس کے جواز کی شرعاً کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ اور دیوبندی صاحبوں کے اس جواب میں جو علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا ہے اور اس بیان میں جو براہین سے میں نے نقل کر دیا ہے، جو فرق ہے وہ ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔

لیکن اس کے متعلق ایک عذر ناواقفوں کو مغالطہ دینے کے لیے کیا جاتا ہے کہ مجلس ذکر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت نہیں کی گئی ہے۔ اس کو حرکت قبیحہ قابل لوم اور کنہیا کا سوانگ نہیں کہا ہے، اس کی ممانعت نہیں کی ہے اور وہ شرعاً ناجائز نہیں بتائی گئی ہے، بلکہ اس میں جو غیر مشروع باتیں شامل ہو جاتی ہیں، یہ سب ان کے متعلق اور ان کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ یہ عذر بڑی کثرت سے پیش کیا جا چکا ہے اور برابر پیش کیا جاتا ہے۔ مگر فی الحقیقت اس کی بھی اصلیت نہیں ہے۔ اور یہ بڑا مغالطہ ہے۔ کیونکہ اگر مجلس ذکر میلاد شریف میں کوئی بات بھی غیر مشروع نہ ہو اور وہ بالکل اس طریقہ سے کی جائے جس طریقہ سے دیوبندی صاحبوں کے مسلم مقتدا مولوی حاجی شاہ امداد اللہ صاحب یا اور بزرگانِ دین کرتے رہے ہیں تو بھی ان حضرات کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس کے لیے میں مسلم مقتدا وپیشوائے دیوبندی جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ پیش کرتا ہوں۔

سوال کیا گیا کہ مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلافِ شرع نہ ہو، جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں۔ اور شاہ صاحب واقعی مولود وعرس کیا کرتے تھے یا نہیں۔ اس سوال کا جواب پوری توجہ کے بعد جواب ملاحظہ ہو۔ مولوی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں:

www.khatmenubuwwat.org

جواب

۱۔ ’’عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو۔ مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی ہے۔ لہٰذا اس زمانے میں درست نہیں۔ وعلیٰ ہٰذا، عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء کہ اوّل مباح تھیں، پھر کسی وقت میں منع ہوگئیں۔ مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے۔‘‘ فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ اوّل، ص۹۲)

۲۔ پھر سوال کیا گیا کہ انعقاد مجلس میلاد بدوں قیام بروایات صحیحہ بھی درست ہے یا نہیں۔ تو اس کے جواب میں مولوی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں:

’’انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔‘‘ فقط (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، ص۸۳)

۳۔ پھر سوال کیا گیا ہے، محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں، شریک ہونا کیسا ہے؟

اس کا جواب مولوی صاحب نے صاف یہ دیا ہے کہ ناجائز ہے، بسبب اور وجوہ کے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، ص ۱۱۸)

اب ان تمام فتاویٰ سے ظاہر ہے کہ مولود دیوبندیوں کے نزدیک ہر حال میں ناجائز ہے، لیکن المہند میں صریح اس کے خلاف لکھا گیا ہے۔ پس علماء حرمین کا جو فتویٰ دیوبندیوں پر تھا، وہ اپنی صورت پر باقی رہا۔ اور جو عذر مختار مدعیہ نے پیش کیا تھا کہ ہم پر فتویٰ تو لگایا گیا لیکن وہ علماء حرمین نے واپس لے لیا تھا۔ مذکورہ بالا بیان سے بالکل غلط ثابت ہوا اور علماء حرمین کے نزدیک وہ ان عقائد کی بنا پر جو ان کے مقتداؤں کی کتابوں میں موجود ہیں، کافر ہوئے۔ اور کافر بھی ایسے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

لہٰذا ان کی شہادتیں مقدمہ ہٰذا میں قابلِ اعتبار نہیں ہوسکتیں، بلکہ رد کرنے کے لائق ہیں۔ کیونکہ وہ علماء اسلام سے نہیں ہیں۔

۳۴/۳/ ۵۔ گواہان مدعا علیہ پر تنقید کا جواب

مختار مدعیہ نے گواہان مدعا علیہ پر تنقید کرتے ہوئے گواہ نمبر۱ کے متعلق کہا ہے کہ اس نے یکم مارچ کو مختار مدعیہ کے سوال جرح کے جواب میں کہا کہ سلسلہ احمدیہ کا لٹریچر میری نظر سے نہیں گزرا، جو اس وقت تک شائع ہوا ہے۔ اور چونکہ گواہان مدعا علیہ کو مسلم ہے کہ حکم کسی پر اس وقت لگایا جائے گا جب کہ اس کی تصنیفات سے آگاہی حاصل ہو۔ لہٰذا مرزا صاحب کے مسلمان ہونے کے بارے میں ان کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہے۔ کیونکہ کسی کا اسلام ثابت کرنے کے لیے سب باتوں کا علم ہونا چاہیے اور چونکہ کسی کا کفر ثابت کرنے کے لیے ایسا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے سلسلہ احمدیہ کی تمام کتابوں سے ناواقفیت کا اعتراض گواہان مدعیہ پر عائد نہیں ہوسکتا۔

جواب

مختار مدعیہ نے گواہ مدعا علیہ نمبر۱ کی عبارت محرف کر کے پیش کی ہے اور اس سے یہ مطلب نکالنا چاہا ہے کہ گویا گواہ مذکور کو

www.khatmenubuwwat.org

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب سے واقفیت کا انکار ہے، لیکن یہ مختار مدعیہ کا صریح مغالطہ ہے جو اس نے عدالت کو دینا چاہا ہے۔ مدعا علیہ کے گواہ نمبر ا نے جو کہا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

’’سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہو چکے ہیں وہ سب کا سب میری نظر سے نہیں گزرا۔‘‘

اور ظاہر ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام لٹریچر میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب کے علاوہ دوسرے بہت سے احمدی مصنّفین کی کثیر التعداد کتب اور جرائد اور مجلدات سب شامل ہیں، جن کا پڑھنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کے پیروؤں کا اسلام ثابت کرنے کے لیے ہرگز ضروری نہیں، بلکہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب کا پڑھ لینا کافی ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور مدعا علیہ کے اسلام ثابت ہونے کا دارو مدار حضرت مسیح موعود کی کتب پر ہے اور مدعا علیہ انہی معتقدات کا پابند ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے تھے اور جو قرآن مجید واحادیث صحیحہ کے بالکل مطابق ہیں۔

اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ کسی کے عقیدے کو کفریہ عقیدہ ثابت کرنے کے لیے اس کی تمام تصانیف کا دیکھا جانا ضروری نہیں، قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ کوئی مبہم یا ذوالوجوہ عبارت غلط فہمی کا موجب ہو اور خلاف منشاء متکلم معنی لے لینے کی وجہ سے موجب کفر سمجھ لی جائے۔ حالانکہ درحقیقت وہ موجب کفر نہ ہو۔ پس کسی کے کلام کو موجب کفر قرار دینے کے لیے بہت بڑی ضرورت ہے کہ اس کے ماسبق وما لحق پر بھی خوب غور سے نظر کی جائے۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہ کر کے اس کی دوسری تصانیف بھی اچھی طرح دیکھ لی جائیں تا اس امر کے متعلق کہ درحقیقت اس کے کلام کا مطلب اور اس کا عقیدہ کیا ہے۔ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے اور کسی کے متعلق کفر جیسے نازک اور خطرناک امر کی بابت رائے دینے میں غلطی نہ ہو جائے۔ مختار مدعیہ کا اس کے خلاف بیان کرنا اور جس کے خلاف کفر کا فتویٰ دینا ہو، اس کے اسی کلام کی بابت جو موجب کفر معلوم ہوتا ہو، یہ تحقیق کرنے کے لیے کہ درحقیقت وہ موجب کفر ہے بھی یا نہیں، اس کی اور تصانیف کے دیکھنے کو غیر ضروری بتانا عقل وانصاف کے خلاف ہونے کے علاوہ گواہ مدعیہ نمبر ا کے بیان پر بھی پانی پھیر دینے والا ہے۔ کیونکہ اس نے ۲۰ر اگست کو بجواب جرح یہ اصل بیان کیا ہے۔

’’ایک مصنف کے قول کا ماقبل و مابعد جب تک معلوم نہ ہو اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کرایا جائے اس وقت تک کوئی ایک جملہ کسی کتاب کا پیش کر دینا عقیدہ ثابت کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔‘‘

اور واضح رہے کہ فتویٰ دینے کے بارے میں گواہ مدعیہ نمبر ا کا قول بہ نسبت مختار مدعیہ کے قول کے زیادہ معتبر اور ماننے کے قابل ہے۔ کیونکہ گواہ مدعیہ نمبر ا بقول اس کے دارالعلوم دیوبند کے مفتی ہیں اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے، جو کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہیں ہے۔ پس کسی کے عقیدے کو کفریہ عقیدہ ثابت کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اس کی کسی کتاب کا ایک جملہ پیش کر دیا جائے، بلکہ اس کا ماسبق وما لحق اور اس کی دوسری تصانیف کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ لیکن گواہان مدعا علیہ نمبر ۳ نے بجواب جرح اقرار کیا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب کا سوائے ان عبارات کے جن پر اعتراض کیے، اسے مطالعہ نہیں کیا۔ اور یہ صورت ایسی ہے کہ ان کی شہادت کی قابلِ التفات نہیں رہنے دیتی۔

www.khatmenubuwwat.org

(۲)

دربارِ معلیٰ کی توہین

مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ مدعا علیہ کے گواہ نمبرا نے اپنے بیان میں یہ ذکر کیا ہے کہ گواہان مدعیہ نے فتویٰ تکفیر کی بنیاد بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے اور اس میں دربار معلیٰ کی صریح توہین ہے۔

''مولوی صاحب موصوف نے بطور دلائل کئی ایک آیات قرآن شریف پیش کیں، جن میں اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ الجامعہ کی شہادت کے متعلق دربار معلیٰ کی مذکورہ بالا رائے یکطرفہ رائے ہے جو قانوناً کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہے۔ دربار معلیٰ میں مدعا علیہ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ اسے اس پر جرح کا موقعہ دینا چاہیے۔ یہاں تک کہ مدعا علیہ کی طرف سے ایک عالم جرح کے لیے پیش بھی ہوئے، مگر دربار معلیٰ نے اسے جرح کرنے سے روک دیا۔ ان حالات میں دربار معلیٰ کی مذکورہ بالا رائے قطعاً قابلِ اعتناء نہیں ہے۔ علاوہ اس کے مختار مدعیہ نمبرا کے مذکورہ بالا قول کو دربار معلیٰ کی توہین کا موجب بتانا اپنے آپ کو مدعی سست گواہ چست کی مثل کو اصلی کر دکھانا ہے۔ کیونکہ دربار معلیٰ خود بھی اپنی رائے کو یکطرفہ سمجھتے ہوئے قطعی نہیں قرار دیتا۔ چنانچہ نقلی تجویز اجلاس خاص منعقدہ ۲۱؍دسمبر ۱۹۳۱ء منظور شدہ ۲۵؍جنوری ۱۹۳۲ء میں لکھا ہے:

''مگر ہم اس مقدمہ کو فیصلہ کرنے کے لیے شیخ الجامعہ صاحب کی رائے کو کافی نہیں سمجھتے، جب تک کہ دیگر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء دین اس رائے سے اتفاق نہ رکھتے ہوں۔ اس لیے ہمارے خیال میں یہ مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے اور مدعا علیہ کو بھی موقعہ دینا چاہیے کہ شیخ الجامعہ صاحب کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کرے۔''

اور جب مدعا علیہ کی طرف سے ان تمام دلائل کو جو گواہان مدعیہ اور شیخ الجامعہ نے اس امر کے اثبات میں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا، غلط ثابت کر دیا اور بتا دیا گیا کہ قرآن مجید میں کوئی آیت اور صحاح میں کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس سے یہ نکلتا ہو کہ جس قسم کی نبوت کا مدعا علیہ قائل ہے، وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بند ہے اور گواہان مدعیہ کوئی آیت یا حدیث ایسی پیش نہیں کر سکے جس میں مدعا علیہ کے موافق عقیدہ رکھنے والوں کو کافر کہا گیا ہے، بلکہ اس کو کافر ثابت کرنے کے لیے علماء کے قول پیش کیے گئے تو گواہ مدعا علیہ نمبرا کا یہ کہنا کہ فتویٰ تکفیر کی بنیاد علماء کے اقوال پر رکھی گئی ہے۔ بجائے خود بالکل صحیح اور درست ہے اور گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں ثابت کر دیا ہے کہ مدعا علیہ کا یہ عقیدہ:

''کہ میں خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین تسلیم کرتا ہوں۔ قرآن کریم کو الہامی مانتا ہوں۔ کلمہ طیبہ پر میرا ایمان ہے اور حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکت اور توسط اور آپ کی شریعت مقدسہ کی اطاعت سے حضرت مرزا صاحب کو اُمتی نبی تسلیم کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کوئی نئی شریعت نہیں لائے، بلکہ شریعت محمدی کے تابع اور

اشاعت کرنے والے ہیں، ان پر وحی الہام بابرکت حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم وارد ہوتے تھے۔ ۱۹ر فروری ۱۹۲۷ء‘‘

قرآن مجید اور حدیث کی رُو سے بالکل درست ہے اور ائمہ سلف صالحین نے یا تو ایسی نبوت کے متعلق جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کی ناسخ نہ ہو، بلکہ آپ کے اتباع میں ملے سکوت اختیار کیا ہے، یا اس کے ملنے کو ممکن اور جائز قرار دیا ہے۔

پس مختار مدعیہ کا گواہ مدعا علیہ نمبرا پر مذکورہ بالا اعتراض بالکل باطل ہے۔

عدالت میں شیخ الجامعہ اور مولوی محمد حسین کی شہادتیں بھی ہوئی ہیں۔ لیکن چونکہ ان دونوں کی شہادتوں میں وہی باتیں بیان کی گئی ہیں جو دوسرے گواہان مدعیہ نے بیان کی ہیں اور انہوں نے جو باتیں بیان کی ہیں، گواہان مدعا علیہ نے ان کا مسکت جواب دے دیا ہے۔ اس لیے شیخ الجامعہ اور مولوی محمد حسین کی گواہیاں باطل اور ناقابلِ التفات ہوگئیں اور ان کے متعلق علیحدہ جرح کی ضرورت نہ رہی۔

(۳)

گواہ مدعا علیہ نمبرا کی معلومات پر بحث کا جواب

مختار مدعیہ نے گواہ مدعا علیہ نمبرا پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ اس کی معلومات ناقص ہیں، کیونکہ:

۱۔ گواہ مدعا علیہ نمبرا نے البحر الرائق سے بہت سی عبارتیں نقل کی ہیں۔ ۷ر مارچ کو جب البحر الرائق کا اصول تکفیر دریافت کیا گیا تو لاعلمی ظاہر کی اور۔

۲۔ فتوحات مکیہ کے متعلق یکم مارچ کو بجواب جرح کہا کہ میں نے بالاستیعاب یعنی پوری کی پوری نہیں پڑھی ہے اور اس طرح منصب امامت اور اشارات فریدی کے متعلق یہی کہا ہے۔

۳۔ اور ہدیہ مجددیہ اور جامع الشواہد اور بھونچال برلشکر دجال کے مصنّفین کے نام نہ بتائے اور ہدیہ مجددیہ کے مصنف نے جو علماء کی شہادت کے قبول نہ کرنے کے متعلق مبسوط کا حوالہ دیا تھا، اس کی بابت کہا کہ میں نے مبسوط نہیں دیکھی۔

مختار مدعیہ کی یہ تینوں باتیں ایسی ہیں جو گواہ نمبرا کی شہادت پر ایک سرمو بھی اثر انداز نہیں ہوسکتیں۔ پہلی اس لیے کہ وہ خلاف واقعہ ہے، کیونکہ گواہ مدعا علیہ نمبرا نے ۷ر مارچ کو بجواب جرح اس کا جو جواب دیا ہے اس کے یہ الفاظ ہیں:

’’لیکن بحر الرائق میں یہ لکھا ہے کہ ان میں سے اکثر کے متعلق میں فتویٰ نہیں دیتا۔ اور اگر کسی کے کلام کا محمل حسن نکل سکے تو اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔ اور یہ بھی فقہ کی کتابوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے نکل سکیں اور ایک احتمال ایمان کا، تو اس کو کفر کا فتویٰ نہیں دینا چاہیے، لیکن باوجود اس کے مولویوں نے اس کے خلاف فتوے دیے ہیں۔‘‘

دوسری اس لیے کہ فتوحات مکیہ اتنی ضخیم کتاب ہے کہ جس غرض سے گواہ مدعا علیہ نمبرا نے اس کا مطالبہ کیا تھا، اس غرض کے لیے اسے بالاستیعاب پڑھنا ضروری نہیں تھا۔

www.khatmenubuwwat.org

دوسری کتابوں کے متعلق یہ جواب ہے کہ ان سے جو عبارات پیش کی گئی ہیں، ان کے خلاف ان کتب میں کوئی عبارت نہیں ہے جس سے پیش کردہ عبارت کے مفہوم میں فرق آسکے۔ اس لیے ان کتابوں کا بالاستیعاب پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے ہدیہ مجددیہ کے متعلق جو سوال تھا، اس کا یہ جواب دیا تھا کہ ان کا مذہب مجھے اس لحاظ سے معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب میں اپنے آپ کو کس فرقہ کی طرف منسوب کیا ہے اور ہدیہ مجددیہ کے مصنف نے کتاب کی غرض خود بیان کردی ہے اور ہدیہ مجددیہ کے مصنف کا نام کتاب پر لکھا ہوا ہے، اس وقت مجھے یاد نہیں۔

اور مختار مدعیہ نے جامع الشواہد کے مصنف کے متعلق جو جواب گواہ مدعا علیہ نمبر ا کی طرف منسوب کیا ہے، وہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس کا جواب جو ۱۲؍ مارچ کی جرح میں درج ہے، یہ ہے:

’’کہ جامع الشواہد اور بھونجال برلشکر دجال کے مصنّفین کے متعلق ان کی کتابوں سے معلوم ہو سکے گا، کہ وہ مقلدین تھے یا غیر مقلدین۔‘‘

علاوہ ازیں بیسیوں کتابوں میں سے، جن کا شہادت میں ذکر آیا ہے، کسی کتاب کے مصنف کا نام بھول جانے سے گواہ کی معلومات پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن گواہ مدعیہ نمبر ا کا جو بقول دارالعلوم دیوبند کے مفتی بھی ہیں، مندرجہ ذیل امور سے عدم علم کا اظہار کرنا ان کے معلومات کو ضرور ناقص ثابت کرتا ہے۔

ا۔ ۲۱؍اگست کو بجواب جرح کہا، مجھے یاد نہیں کہ دیوبندیوں نے بھی کسی کو احمدیوں کے سوا کافر کہا ہے یا نہیں۔

۲۔ مسیلمہ کذاب نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں۔ اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی۔ اور مجھے علم نہیں کہ قرآن شریف کے مقابلہ میں کوئی آیات قائم کی تھیں یا نہیں۔

۳۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام نسائی، سیّد عبدالقادر جیلانی، شیخ محی الدین ابن عربی پر علماء کے فتوے لگانے کا مجھے علم نہیں۔

اسی طرح گواہ مدعیہ نمبر ۲ نے ۲۴؍اگست کو بجواب جرح کہا، مسلم کے دونوں شارحین کو میں نہیں جانتا۔ اور اسی طرح گواہ نمبر ۴ نے ۳۱؍اگست کو بجواب جرح کہا، مجھے معلوم نہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے کس سن میں فتویٰ دیا۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ خاتم النبیّین میں خاتم کے معنی مہر کے کس نے کیے ہیں۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ خاتم الاولیاء مرزا صاحب نے لکھا ہے یا نہیں۔

پس مختار مدعیہ کا یہ اعتراض خود اس کے گواہوں پر پڑتا ہے۔

گواہ مدعا علیہ نمبر ا کے جوابات میں تعارض کا رَد

مختار مدعیہ نے گواہ مدعا علیہ نمبر ا پر ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ وہ اپنے بیان میں ٹکرایا ہے اور اس کے جوابات میں تعارض پایا جاتا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۱)

مختار مدعیہ نے پہلا تعارض یہ بیان کیا ہے کہ ۹/ مارچ کو بجواب جرح اس نے اجماع کے متعلق کہا کہ کسی منصوص مسئلہ پر تمام امت بلا استثناء اجماع کرے۔ اور پھر یہ جواب دیا کہ امت کے مسلمہ اکابر اور بزرگ اسے مانتے چلے آتے ہوں۔

جواب:

گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

’’اگر کسی منصوص مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثناء کے اجماع کر لے تو اس کا ماننا ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک اجماع امت سے مراد یہ ہے کہ امت کے تمام بزرگ اور مسلم اکابر اس کو مانتے چلے آئے ہوں۔‘‘ (دیکھو جواب جرح ۹/ مارچ ۱۹۳۳ء)

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں کوئی تناقض اور تعارض نہیں ہے۔ پہلے قول میں ’’تمام امت بلا استثناء‘‘ کے الفاظ تھے اور دوسرے میں اس کی تفسیر کر دی کہ ’’تمام امت بلا استثناء‘‘ اجماع کرنے سے امت کے اکابر تمام بزرگ اور مسلمہ اکابر کا مان لینا مراد ہے۔ اس میں تعارض بتانا مختار مدعیہ ہی کا کام ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۲)

گواہ نمبر ا نے ۹/ مارچ کو بجواب جرح کہا کہ اشارات فریدی، جلد سوم، خواجہ محمد بخش صاحب نے مولوی رکن الدین سے سبقاً سبقاً سنی اور ۱۲/ مارچ کو بجواب جرح کہا کہ خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی۔ پس دونوں بیان میں تعارض ہے۔

جواب:

گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

’’میں نے جو پہلے لکھوایا ہے کہ اشارات فریدی، جلد سوم، جس سے حضرت مرزا صاحب کے مسلمان ہونے پر شہادت پیش کی گئی ہے، خواہ محمد بخش صاحب نے سبقاً سبقاً سنی اور اس کی تصحیح فرمائی۔ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی اور تصحیح کی ہے۔‘‘

کیا اس جواب کو پڑھ کر کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ گواہ کے بیان میں تعارض ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ گواہ نے خود ہی غلطی دور کر دی اور پہلے جواب کی تصحیح کر دی ہے۔

(۳)

گواہ مدعا علیہ نے ۱۱/ مارچ کو بجواب جرح کہا کہ چندہ ادا نہ کرنے والا بیعت سے خارج ہونے کے بعد احمدی مسلمان ہے۔

اور گواہ مدعا علیہ نمبر ا کا یہ جواب مرزا محمود احمد صاحب کے اس قول سے کہ جو بیعت میں داخل نہ ہو وہ احمدی نہیں ہے، مناقض ہے۔

جواب:

گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''جو شخص تین مہینے تک چندہ نہ دے، وہ نظام جماعت سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ احمدیت سے انکار نہیں کرتا تو وہ احمدی کہلائے گا۔ لیکن نظام جماعت سے خارج سمجھا جائے گا۔'' (ملاحظہ ہو جواب جرح ۱۱؍ مارچ ۱۹۳۳ء)

اور اس میں برائے نام بھی تناقض نہیں تھا۔ کیونکہ نظام جماعت سے خارج کر دیا جانا اور بات ہے اور احمدیت سے خارج کر دیا جانا اور بات۔ لیکن مختار مدعیہ کو اس میں تناقض نظر آتا ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

(۴)

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے ۲؍ مارچ کو اقرار دیا ہے کہ مسیح موعود نبی ہیں اور نبی کسی مشرکانہ عقیدہ پر نہیں ہو سکتا۔ لیکن براہین میں آپ کو مسیح کہا گیا اور آپ (حیات مسیح) مشرکانہ عقیدہ پر قائم رہے۔

جواب:

گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''جس وقت مرزا صاحب مسلمانوں کے عام عقیدہ کے مطابق حیات مسیح مانتے تھے، اس وقت تک آپ نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا۔ مسیح موعود نبی ہیں لیکن اس وقت تک (یعنی براہین کے زمانہ تک) آپ پر حقیقت نہ کھلی تھی۔''[۱]

اور حیات مسیح کے عقیدہ کے مشرکانہ عقیدہ ہونے سے جو مراد ہے۔ اس کی بحث ہو چکی ہے۔ پس یہاں بھی گواہ کے جواب میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

(۵)

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے بجواب جرح کہا، بخاری کی حدیثیں بھی بشرط موافقت قرآن معتبر ہیں۔ حالانکہ گواہان اور مرزا صاحب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ سب حدیثوں سے صحیح بخاری کی حدیثیں ہیں۔

جواب:

ان دونوں باتوں میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے۔ قرآن مجید بطریق تواتر یقینی ہم تک پہنچا ہے، جس میں قطعاً شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن بخاری کی احادیث اس طریق سے نہیں پہنچیں۔ پس اس کا اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونا انہی کتب کی نسبت سے ہے جو بطریق روایت ہم تک پہنچی ہیں۔ اور اس کے یہ معنی قطعاً نہیں ہیں کہ اس میں جو کچھ بھی آیا ہے، وہ سب صحیح ہے۔ کیونکہ اس کی بعض

۱۔ اعجاز احمدی، روحانی خزائن، ج۱۹، ص۱۱۳-۱۱۲

احادیث میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

مثلاً شریک کی روایت میں جو کتاب التوحید میں آئی ہے، معراج کا ذکر کرنے سے پہلے قبل ان یوحی الیه کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی یہ واقعہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نزولِ وحی کے شروع ہونے سے پہلے ہوا ہے۔ اور دوسری احادیث میں یہ آیا ہے کہ معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ پس واقعہ معراج وحی کے شروع ہونے سے پہلے کا واقعہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ان احادیث کے اختلاف کا حال ہے جن میں انبیاء علیہم السّلام کے آسمانوں پر ہونے کی ترتیب بیان ہوئی ہے۔ اگر بخاری کی احادیث کے باہم متعارض ہونے میں مختار مدعیہ کو شک یا تردّد ہو تو دیوبندیوں کے مقتدا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا یہ قول ملاحظہ کر کے اپنا شک دور کر سکتے ہیں:

''کہ قول غیر مقلدین کا کہ فقہ میں بہت اختلاف ہے اور احادیث میں یہ نہیں، بالکل غلط ہے...... احادیث میں اس قدر تعارض ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ کلام محض دھوکا دہی ہے، جس کا دل چاہے دیکھ لیوے کہ احادیث بخاری کی خود باہم متعارض ہیں۔ اور یہ ہی سبب اختلاف فقہاء مجتہدین کا ہوا ہے۔ اللہ اکبر! کیسا غلط قول ہے کہ آفتاب پر خاک ڈالنا اسی کو کہتے ہیں۔''
(سبیل الرشاد، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، ص ۱۴)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بخاری کی احادیث قبول کرنے کے لیے بھی وہی شرط لگائی ہے جو دوسری کتب احادیث کے لیے لگائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں، مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مباین ومخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی۔ وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔ آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں ہوتی تھی، بلکہ جس طریق سے انہوں نے حدیثوں کو جمع کیا ہے، اس طریق پر نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ طریق ظنی ہے۔ اور ان کی نسبت یقین کا ادعاء کرنا اور ادعاء باطل ہے۔''[1]

(۶)

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے ۷؍ مارچ کو بجواب جرح کہا کہ اگر کوئی حکم بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو تو کوئی حرج نہیں اور گواہ کا یہ قول ازالہ اوہام، ص ۲۳۸ کی اس عبارت کے خلاف ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ بذریعہ جبرئیل وحی نازل ہو تو یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔

جواب:

گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''جبرئیل کے ذریعہ سے نئے احکام اور نئی شرعی وحی بند ہے۔ اگر ایسے نبی پر جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے

۱۔ الحق، مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن، ج ۴، ص ۱۵

ہو، کوئی حکم شریعت محمدیہ کا بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔"

اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کہ کتاب ازالہ اوہام میں ایسے نبی پر جس کا گواہ نمبر ا کے جواب میں ذکر ہے، وحی بذریعہ جبرئیل کے نزول سے انکار نہیں کیا گیا، بلکہ وہاں مستقل نبوت کا ذکر ہے، جو حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو ماننے سے لازم آتی ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور مدعا علیہ نمبر ا کے بیان میں کوئی تناقض نہیں۔

(۷)

گواہ مدعا علیہ نے ۷؍مارچ کو بجواب جرح کہا ہے کہ اولیاء اور انبیاء دونوں پر ایک قسم کی وحی ہوسکتی ہے۔ اوّل تو یہ بداہتہً باطل ہے، لیکن گواہ نے بحوالہ علم الکتاب تسلیم کیا ہے کہ وحی کا لفظ ولی کے الہام پر اطلاق نہیں پا سکتا۔

جواب:

اگر مختار مدعیہ کا مقصود عدالت کو مغالطہ نہ دینا ہوتا تو گواہ مدعا علیہ نمبر ا کے الفاظ اس کو اس اعتراض سے باز رکھنے کے لیے کافی تھے۔ چنانچہ گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"میرے نزدیک جو وحی انبیاء کو ہوتی ہے، وہی وحی اولیاء کو بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن فرق کمیت اور کیفیت میں ہے اور صوفیہ نے نبیوں کی وحی کو وحی کہا ہے اور دوسرے اولیاء کی وحی کو وحی الہام اور کبریت احمر، صفحہ ۱۰، حاشیہ الیواقیت والجواہر کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ وہ فرشتہ کی زبان پر بھی ہوسکتی ہے۔" (ملاحظہ ہو: جواب جرح ۷؍مارچ)

اور گواہ مدعا علیہ ۲۱؍اگست کو بجواب جرح بحوالہ فتوحات تسلیم کر چکا ہے کہ اولیاء امت کو انبیاء کی طرح وحی ہوتی ہے اور فرق تشریع اور غیر تشریع کا ہے۔

گواہ مدعا علیہ نمبر ا کے ان الفاظ کی موجودگی میں اور گواہ مدعیہ نمبر ا کے اقرار کے ہوتے ہوئے مختار مدعیہ کے مذکورہ بالا اعتراض کی جہاں تک گنجائش ہے، وہ ظاہر ہے۔ لیکن وہ ان الفاظ کی موجودگی میں بھی اعتراض سے باز نہ رہ سکا کہ علم الکتاب میں بھی اسی اصطلاح کے مطابق اولیاء کی وحی کو الہام کہا گیا ہے۔

(۸)

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے کہا ہے کہ نعمت اللہ ولی پر کثرت سے امورِ غیبیہ کا اظہار نہیں ہوا۔ اس کے لیے وہ نبی نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کسبی چیز ہے، حالانکہ گواہ مانتے ہیں کہ نبوت وہبی ہے۔

جواب:

نبوت کے لیے کثرت اظہار امورِ غیبیہ کی شرط کا ہونا اس کے وہبی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جب کسی کو ازراہِ موہبت نبی بناتا ہے تو اسے کثرت اظہار امور غیبیہ کی نعمت سے مشرف کرتا ہے۔

(۹)

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے ۷؍مارچ کو بجواب جرح اہلِ کتاب کی تعریف یہ کی کہ جن کو کتاب ملی ہے اور گواہ مدعا علیہ نمبر ۲ نے ۲۱؍مارچ کو بجواب جرح کہا کہ اہلِ کتاب وہ ہیں جنہیں مسلمانوں سے پہلے کتاب مل چکی ہے۔ پس گواہ نمبر ا کی تعریف گواہ نمبر ۲ کی تعریف سے متعارض ہے۔

جواب:

گواہ مدعا علیہ نمبر ۲ کے الفاظ یہ ہیں:

''اہلِ کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں مسلمانوں سے پہلے کتاب مل چکی ہے۔ قرآن مجید میں اہلِ کتاب کا لفظ یہود و نصاریٰ پر بھی استعمال ہوا ہے اور یہود و نصاریٰ کے علاوہ مسلمانوں کے لیے بظاہر لفظ اہلِ کتاب استعمال نہیں ہوا۔ ورنہ وہ بھی اہلِ کتاب ہیں۔ اور گواہ نمبر ۲ نے مکرر بیان میں کہا ہے کہ مسلمان اہلِ کتاب ہیں۔ پس گواہان مدعا علیہ کے بیانوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔''

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے عبداللہ بن مسعود کے متعلق کہا ہے کہ وہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، لیکن مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ وہ ایک معمولی آدمی تھا۔

جواب:

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ابن مسعودؓ کو معمولی انسان لکھنا گواہ کے جواب کے منافی اور معارض نہیں ہے، کیونکہ آپ نے نبی اور رسول کے مقابلہ میں انہیں معمولی انسان لکھا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا، نبی اور رسول تو نہیں تھا۔ اس نے جوشِ میں آکر غلطی کھائی تو کیا اس کو بات کو اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (نجم،۴) میں داخل کیا جائے۔''[۱]

پس نبی اور رسول کے مقابلہ میں ابن مسعودؓ کو معمولی انسان لکھنا ان کے جلیل القدر صحابی ہونے کے مباین نہیں ہے۔ علامہ محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں:

''اور سنیوں کے نزدیک گو حضرت زید اکابر اولیاء میں سے ہوں لیکن تاہم آدمی ہیں۔ جب تک سند نہ ہو، کیونکر معلوم ہو کہ انہوں نے جس سے یہ بات سنی وہ معتبر ہے کہ نہیں۔'' (ہدیۃ الشیعہ، ص ۲۳۱)

کیا مولوی قاسم صاحب کا حضرت زید کو آدمی کہہ دینا ان کے اکابر اولیاء میں سے ہونے کے منافی ہے؟ ہرگز نہیں۔

ا۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۴۲۲

www.khatmenubuwwat.org

گواہ مدعا علیہ نمبرا کے علم کے متعلق اعتراضات کے جواب

گواہ مدعا علیہ نمبرا سے پوچھا گیا کہ قرآن میں ملائکہ کی تعریف ہے تو اس نے جواب دیا کہ نہیں، حالانکہ قرآن مجید میں ان کی تعریف بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (انبیاء، ۲۶) موجود ہے۔

جواب:

گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''مجھے کوئی تعریف ملائکہ کی جس طرح مختار مدعیہ چاہتا ہے، معلوم نہیں۔ البتہ ملائکہ کے کاموں کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔''

اور مختار مدعیہ کا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ کو ملائکہ کی تعریف قرار دینا بالکل غلط ہے۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں ملائکہ کی تعریف نہیں، بلکہ ان کے اوصاف کا ذکر زیادہ موزوں معلوم دیتا ہے، کیونکہ اس آیت سے پہلے گذشتہ سولوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ. وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ. (انبیاء، ۲۵-۲۶)

یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کسی مرد کو رسول نہیں بنایا، مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس تم میری عبادت کرو۔ اور لوگوں نے کہا کہ رحمان خدا نے اپنے لیے ولد بنایا ہے۔ خدا اس سے پاک ہے کہ اس کے لیے کوئی بیٹا نہیں، بلکہ وہ تو خدا تعالیٰ کے مقرب اور معزز بندے ہیں، وہ اس سے قول میں سبقت نہیں کرتے۔ اور وہ اس کے حکم پر عامل ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے اس چیز کو جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ کسی کے حق میں شفاعت نہیں کرتے مگر جس کے لیے خدا تعالیٰ پسند کرے۔ اور وہ اس کی خشیت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو ان میں سے کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہوں تو ہم اس کو بدلے میں جہنم دیں گے۔ اسی طرح ہم ظالموں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ کسی فرشتہ کی طرف ایسے طور پر خدائی کا دعویٰ منسوب نہیں کیا گیا کہ کسی فرشتہ نے آ کر لوگوں کو یہ تعلیم دی ہو کہ وہ اسے خدا کے ساتھ شریک بنائیں۔ لیکن دنیا میں ایسی اقوام موجود ہیں جو اپنے انبیاء کے حق میں کہتی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو خدا کہا اس لیے ہم پر ان کی پرستش اور عبادت لازم ہے، جیسے کہ عیسائی اور ہندو وغیرہ اور یہ آیت عصمت انبیاء کی زبردست دلیل ہے۔

(۲)

گواہ مدعا علیہ نمبرا نے ۷ر مارچ کو بجواب جرح کہا کہ اہلِ سنت والجماعت وہ ہے جو اپنے آپ کو اہلِ سنت والجماعت کے کہے، حالانکہ یہ تعریف صحیح نہیں۔ غنیۃ الطالبین میں اہلِ سنت کی تعریف رسول مقبول کا طریقہ اور صحابہ کا متفقہ طریقہ لکھی ہے اور

www.khatmenubuwwat.org

یہ اصل تعریف ہے۔

جواب:

مختار مدعیہ نے غنیۃ الطالبین کی عبارت تو پیش کر دی، مگر یہ نہ سمجھ سکا کہ غنیۃ الطالبین میں جو تعریف بیان کی گئی ہے۔ وہ اہلِ سنت والجماعت کی تعریف نہیں، بلکہ سنت اور جماعت کی تعریف ہے اور گواہ مدعا علیہ سے جو سوال کیا گیا ہے، وہ سنت اور جماعت سے متعلق نہیں، بلکہ اہلِ سنت و جماعت کے متعلق تھا، جس کے جواب میں گواہ مدعا علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

''عام طور پر اہلسنّت سے حنفی شافعی مالکی حنبلی مراد لیے جاتے ہیں۔ لیکن ہر ایک وہ شخص بھی جو کہے کہ میں سنت کا تابع ہوں، اس سے مراد لیا جا سکتا ہے۔'' (ملاحظہ ہو: جواب جرح ۷؍ مارچ ۱۹۳۳ء)

(۳)

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے بجواب جرح ۷؍ مارچ کو کہا، جو کسی حدیث کا واقعی طور پر قرآن کے موافق ہونا ثابت کر دے اس کا قول مسلم ہے۔ پس اگر یہی اصول ہے تو یہ دین بازیچہ طفلاں ہو جائے گا۔

جواب:

گواہ مدعا علیہ نے یہ نہیں کہا، بلکہ اس نے جو کچھ کہا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''جو شخص کسی حدیث یا قول کو واقعی طور پر قرآن کریم کے خلاف ثابت کر دے تو اس کا قول معتبر ہوگا۔''

اور گواہ کے اس قول پر از روئے عقل و انصاف کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ اور یہ وہ بات ہے جس کے خلاف اہلِ علم میں سے کسی کو ذرا بھی گنجائش چون و چرا نہیں ہے اور اس کی صحت و درستی کے ثبوت کے لیے اس سے زیادہ اور کونسی دلیل کی ضرورت ہے کہ تمام دیوبندیوں کے مسلمہ مقتدا و امام جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے سکوت سے گواہ کے اس قول پر ان الفاظ میں اپنی مہر تصدیق ثبت فرمائی کہ اہلسنّت:

''کلام اللہ کے سامنے کسی کی بھی نہیں سنتے، یہاں تک کہ احادیث کو بھی اس پر مطابق کر کے دیکھتے ہیں۔ اگر موافق نکلے تو فبہا، ورنہ موافق مشہور کالائے زبون بریش خاوند اس کو راویوں کے سر مارتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ راوی کا قصور ہے۔'' (ہدیۃ الشیعہ، ص۱۰)

اب تمام دیوبندیوں کے مقتدا مولوی محمد قاسم صاحب اہل سنت کا یہ عظیم الشان کارنامہ بیان فرما رہے ہیں کہ وہ قرآن شریف کے سامنے کسی کی بھی نہیں سنتے۔ حتیٰ کہ احادیث کو بھی قرآن شریف سے مطابق کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ اگر مطابق ہو تو قبول کرتے ہیں، اور مطابق نہ ہوں تو ردّی کی ٹوکری میں بھی نہیں ڈالتے، بلکہ کالائے زبون سمجھ کر نہایت حقارت سے راویوں کے سر مارتے ہیں۔ اور اس کے خلاف مختار مدعیہ یہ کہتا ہے کہ اگر یہی اصل ہے تو یہ دین بازیچہ طفلاں بن جائے گا۔ اور اس طرح وہ گواہ مدعا علیہ پر ہی بے جا اعتراض نہیں کرتا، بلکہ مولوی محمد قاسم صاحب کو بھی بازیچہ طفلاں بنا دینے والا ٹھہراتا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۴)

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے ۱۲؍ مارچ کو بجواب جرح کہا کہ جن احادیث کے متعلق مرزا صاحب نے ردّی میں پھینکنے کے متعلق کہا ہے، اس سے مراد وہ احادیث ہیں جو قرآن کے معارض ہیں، اور صحیح احادیث کے متعلق جو وحی غیر متلو ہیں، تسلیم کیا ہے کہ وہ قرآن کے معارض ہوسکتی ہیں۔لیکن مرزا صاحب کی وحی کے متعلق کہا کہ آپ کی کوئی وحی قرآن کی معارض نہیں ہے۔

جواب:

یہ اعتراض محض قلت تدبر سے پیدا ہوا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے مخالف ثابت ہوگی، وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث ہی نہیں ہوگی، بلکہ ماننا پڑے گا کہ وہ غلط طور پر آپ کی طرف منسوب کی گئی اور وہ آپ پر افتراء ہے۔خواہ ناواقفانِ حقیقت اسے کیسی ہی صحیح سمجھتے اور خیال کرتے ہوں اور ہوتے ہوں۔ جب کہ توضیح تلویح علی التنقیح ،صفحہ ۲۶۳،مطبوعہ مصری فاعرضوہٗ علیٰ کتاب اللہ ذکر کرکے لکھا ہے:

”فدل هذا الحديث على ان كل حديث يخالف كتاب الله فانه ليس بحديث الرسول عليه السّلام وانما هو مفترى.“

یعنی اس حدیث کا مدلول اور ماحصل یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے مخالف ہو، وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث نہیں، بلکہ محض افتراء اور وضعی قول ہوگا اور دیوبندیوں کے مقتدا و امام مولوی محمد قاسم صاحب نے بھی ایسی حدیث کو راویوں کے سر مار دینے کا اظہار کیا ہے۔ پس ایک قول جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر افترا کیا گیا ہے، اس کا قرآن شریف کے خلاف ہونا ذرا بھی محل تامل نہیں۔لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے امتیوں میں سے ایک کامل فرد پر جو مسیح موعود مہدی معہود کے درجہ پر ممتاز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ جو وحی فرمائے تو وہ کسی طرح قرآن شریف کے خلاف نہیں ہوسکتی۔اور جو خلافِ قرآن شریف ہو، وہ وحی نہیں، کوئی شیطانی وسوسہ ہوگا۔

(۵)

گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے بجواب جرح یہ کہا کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلاَ فِيْهَا نَذِيْرٌ. (فاطر،۲۴) کے عموم کے لحاظ سے کرشن ہونے کا دعویٰ خلاف قرآن نہیں ہے۔ پس اس اصل کی رُو سے تو آیت: **وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا** (حشر، ۷)،کوئی حدیث بھی قرآن کے خلاف نہیں ہوسکتی۔

جواب:

سوال تو یہی ہے کہ کسی روایت کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہونا کیسے ثابت کیا جائے۔ اسی کے لیے تو یہ اصول باندھا گیا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد قرآن شریف کے مخالف نہیں ہوسکتا۔اس لیے اگر کوئی روایت ایسی ہو جو

www.khatmenubuwwat.org

قرآن کی نصوص کے مخالف ہو تو وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث نہیں ہو گی۔ اور زیر حکم آیت: وَمَآ اٰتٰئکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (حشر، ۷) داخل نہیں ہو سکے گی۔ اور گواہ نمبرا کے اصل الفاظ سے کرشن ہونے کے دعویٰ کی قرآن شریف سے مطابقت بالکل ظاہر ہے۔ چنانچہ وہ الفاظ یہ ہیں:

''کرشن ہونے کا دعویٰ آپ نے وحی الٰہی کی بناء پر کیا ہے اور آپ کی وحی قرآن مجید کے معیار کی رُو سے جو وحی من اللہ ہونے کے لیے قرآن مجید میں بیان ہوتے ہیں، سچی ہے۔ لہٰذا آپ کے کرشن ہونے کا دعویٰ کرنا قرآن مجید کے مخالف نہیں ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا. (نحل، ۳۶) کہ ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجے۔ اور اسی طرح فرمایا: وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ. (فاطر، ۲۴) کہ ہر اُمت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والے آئے، اس لیے ہندو قوم کی اصلاح کے لیے اگر کرشن کو خدا تعالیٰ کی نبی سمجھ لیا جائے تو قرآن کریم کی تعلیم کے ذرا بھی مخالف نہیں۔ چنانچہ علماء نے اس امر کو تسلیم کیا ہے اور خواجہ غلام فرید صاحب نے بھی کرشن کو نبی مانا ہے۔'' جیسا کہ پہلے مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔

گواہ مدعا علیہ نمبر۲ پر تبصرہ

(۱)

گواہ نمبر۲ نے ۲۳/ مارچ کو بجواب جرح کہا جو قرآن شریف کو پڑھتا ہے، وہ قرآن وحدیث میں تطابق کر سکتا ہے اور میرے نزدیک میرے واجب الاطاعت اماموں اور میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔ اور ۲۱/ مارچ کو بجواب جرح کہا، میرے نزدیک خلیفہ اوّل وثانی کے اقوال سند ہیں اور اس کے سوا میرے نزدیک اور کوئی سند نہیں۔ لہٰذا دونوں بیانوں میں تناقض ہے۔

جواب:

احادیث کو قرآن شریف کے مطابق کرنے کے متعلق پہلے ذکر آ چکا ہے اور گواہ مدعا علیہ نمبر۲ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''میرے نزدیک قرآن شریف کے سوا اور کوئی چیز مسلم نہیں، سوائے اس کے جو قرآن شریف کے ساتھ تطابق رکھتی ہو، جو قرآن شریف پڑھتا ہے وہ خود تطابق کر سکتا ہے۔ اور میرے نزدیک میرے واجب الاطاعت اماموں اور میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔''

ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص اپنی مطابقت کو جب اسے اس کی صحت پر یقین ہو اور اپنے واجب الاطاعت اماموں کی مطابقت کو صحیح تسلیم کرتا ہے اور ۲۱/ مارچ کو گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے وہ جواب نہیں دیا جو مختار مدعیہ نے بیان کیا ہے، بلکہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

''میرے نزدیک حضرت مرزا صاحب علیہ السّلام اور ان کے دونوں خلفاء کی تحریرات ان کی اپنی کتابوں سے حجت اور معتبر ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا قول ہو جس کی ان کتب میں تصریح نہ ہو تو وہ قول حجت نہ ہو گا۔''

پس مختار مدعیہ نے گواہ نمبر۲ کے جواب کو محرف مبدل کر کے اعتراض کیا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

(۲)

گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے ضروریات دین کے معنی اپنے بیان میں دیے ہیں، لیکن کوئی حوالہ نہیں دیا۔ پس گواہ نمبر۲ ضروریات دین کی تعریف بھی نہیں جانتا اور بالکل ناواقف ہے۔

جواب:

گواہ نمبر۲ نے ضروریات دین کی تشریح اپنے بیان میں وضاحت سے کر دی ہے۔ نیز ۲۳/ مارچ کو بجواب جرح ضرورت دین کی یہ تعریف بھی کی ہے:

''ضرورت دین وہ چیز ہے جس کا ماننا اس دین کے اندر داخل ہونے کے لیے نہایت ضروری ہے، قرآن شریف کی رُو سے اور ان احادیث کی رُو سے جن کو قرآن کریم کی بنا پر قطعیت کا درجہ حاصل ہے۔''

پھر باوجود اس کے مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہ نمبر۲ نے ضروریات دین کی تعریف نہیں کی، صریح مغالطہ ہے۔ اگر یہ تعریف غلط تھی تو اس پر اعتراض کرنے سے پہلے لازم تھا کہ وہ اُسے غلط ثابت کر لیتا۔

(۳)

گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے کہا ہے کہ نبوت کے لغوی معنی ہیں، خبر دینا۔ یعنی خدا کی طرف سے غیب کی خبر پا کر اطلاع دینا۔ یہ تعریف لغت میں نہیں لکھا۔

جواب:

نبوت کے مذکورہ بالا معنی لغت کی بڑی کتابوں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کتابوں میں بھی لکھے ہیں۔ چنانچہ منجد میں لکھا ہے:

''**النبوة والنبوة الاخبار عن الغيب او المستقبل بالعام من الله الاخبار من الله وما يتعلق به تعالىٰ والنبى المخبر من الغيب او المستقبل بالعام من الله.**''

یعنی نبوت خدا تعالیٰ سے بذریعہ الہام غیب یا مستقبل کے متعلق خبر دینے کو کہتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ اور جو امور اس کے متعلق ہیں ان سے خبر دینے کو اور نبی غیب یا مستقبل کے متعلق بذریعہ الہام الٰہی خبر دینے والوں کو کہتے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں جس پر کثرت سے امورِ غیبیہ کا اظہار ہو۔ پس گواہ نمبر۲ نے لغوی لحاظ سے نبوت کے جو معنی بیان کیے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔ اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے نبوت کے جو لغوی معنی بیان کیے ہیں وہ لغت میں نہیں ہیں، قطعاً باطل ہے۔

(۴)

گواہ مدعا علیہ نمبر۲ بعض کتب کے مضمون کا نام نہ بتا سکا اور بعض کتب کے بالاستیعاب نہ پڑھنے کا اقرار کیا۔ چونکہ اس

www.khatmenubuwwat.org

سوال کا جواب پہلے گزر چکا ہے اس لیے دوبارہ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

(۵)

گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ابتدائی تعارف میں تو بہت کچھ پیش کیا، لیکن جرح کے جواب میں کہا کہ خواجہ صاحب میرے واجب التعظیم بزرگ نہیں، بلکہ احمدی ہونے کے بعد دوسروں کی طرح ہیں۔

جواب:

یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک خلاف واقعہ قول ہے۔ گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''واجب الاطاعت ہونے کے لحاظ سے مسلم بزرگ نہیں ہیں۔ ویسے مسلم بزرگ ہیں جیسے سلسلہ عالیہ یا احمدیہ کے اور سابقین احمدی حضرات میرے بزرگ ہیں۔''

اور اس قول اور مختار مدعیہ کے قول میں جو فرق ہے وہ معمولی اُردو خواں بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

(۶)

گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے ۲۱/ مارچ کو بجواب جرح کہا، احمدیت سے ارتداد اسلام سے ارتداد نہیں۔ اور سوالات مکرر کے جواب میں کہا کہ اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد ایک ہی چیز ہے۔

جواب:

اصل الفاظ گواہ کے یہ ہیں:

''حضرت مرزا صاحب علیہ السّلام کا انکار کرنے والا اور آپ کو مسلمان سمجھ کر کافر کہنے والا مرتد نہیں سمجھا جاتا۔ کیونکہ مرتد کے معنی مان کر انکار کرنے والے کے ہیں۔'' (دیکھو جواب جرح ۲۱/ مارچ ۱۹۳۳ء)

اور مکرر بیان میں اس نے کہا ہے:

''اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد بلحاظ مرتد ہونے کے تو ایک ہی ہے۔ قطعاً کوئی فرق نہیں، کیونکہ احمدیت عین اسلام ہے۔ لیکن اس لحاظ سے فرق ہے کہ مسلمان کہلانے والا شخص مرتد ہو کر کسی غیر از اسلام مذہب یعنی مذہب یا عیسائی مذہب وغیرہ میں شامل ہوتا ہے۔ لیکن احمدیت سے مرتد ہونے والا اسلام کے مخالف مذہبوں میں شامل ہونا اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتا، بلکہ عام مسلمانوں میں شامل ہو جاتا ہے۔''

چونکہ ان اصل جوابات پر مختار مدعیہ کا اعتراض وارد نہیں ہوتا، اس لیے اس نے اعتراض کرنے کی غرض سے گواہ کے جوابات محرف ومبدل کر کے پیش کیے ہیں۔

www.khatmenubuwwat.org

(۷)

گواہ نمبر۲ نے ۲۰؍ مارچ کو بجواب جرح کہا، ہندوستان میں احمدی کہتے ہیں جو مرزا صاحب کو مانتے ہیں اور سوالات مکرر کے جواب میں کہا، مولوی رشید احمد گنگوہی کو ماننے والے احمدی کہلاتے ہیں۔

جواب:

گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''میرے خیال میں جب کوئی شخص احمدی کا لفظ اپنے نام کے ساتھ لکھتا یا بولتا ہے یا اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کا فرد ہے اور جماعت احمدیہ وہ ہے جو حضرت مرزا صاحب کو مانے۔'' (ملاحظہ ہو جواب جرح ۲۰؍ مارچ ۱۹۳۳ء)

اور مکرر بیان کے الفاظ یہ ہیں: ''فوائد فریدیہ میں جس فرقہ کا ذکر ہے اس فرقہ احمدیہ سے مراد رشید احمد گنگوہی کے ماننے والے ہوں گے۔''

پس مختار مدعیہ گواہوں کے بیانوں کے خلاف متناقض بیانات اپنی طرف سے ان کی طرف منسوب کرتا ہے اور پھر تناقض دکھانا شروع کر دیتا ہے۔ ان دونوں قولوں میں کہ ہندوستان میں احمدی سے مراد جماعت احمدیہ کے افراد لیے جاتے اور فوائد فریدیہ میں جماعت احمدیہ کے سوا کسی اور فرقہ احمدیہ کا ذکر ہے، کوئی تعارض نہیں۔

(۸)

گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے ۲۳؍ مارچ کو بجواب جرح کہا کہ خواجہ غلام فرید صاحب کی وفات سے قبل تریاق القلوب اور بیسیوں کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور مکرر بیان میں یہ کہا کہ تریاق القلوب خواجہ صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ دونوں بیانوں میں تناقض ہے۔

جواب:

گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''تریاق القلوب جس کے ملحقہ اشتہار میں گورنمنٹ کو مسلمان فرقہ احمدیہ لکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے، لکھی جا چکی اور چھاپ دی گئی تھی۔ بیسیوں کتابیں اس سے پہلے بھی شائع ہیں، جن میں جماعت کے نام احکام تھے اور مکرر بیان اس کے یہ الفاظ ہیں:

اشتہار ۴؍ نومبر ۱۹۰۰ء، جس میں احمدیوں کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا ہے۔ وہ تریاق القلوب کے ساتھ بھی شامل کیا گیا تھا۔ تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں تصنیف ہو کر چھپ چکی تھی، لیکن شائع نہیں کی گئی تھی۔ صرف ایک دو صفحہ اس وقت لکھے گئے اور ایک دو اشتہار جو پہلے لکھے گئے تھے، ساتھ لگا دیے گئے۔''

www.khatmenubuwwat.org

پس گواہ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ تریاق القلوب خواجہ صاحب کی وفات سے پہلے چھپ تو چکی تھی لیکن اس وقت شائع نہیں ہوئی تھی اور اس کی اشاعت ۱۹۰۲ء میں خواجہ صاحب کی وفات کے بعد ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں بیانوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، لیکن مختار مدعیہ کو اس میں تعارض نظر آتا ہے۔

مختاران مدعیہ کی صریح غلط بیانیاں

گواہان مدعا علیہ کی پوزیشن ان تمام الزامات اور بہتانات سے جو مختار مدعیہ نے ان کی طرف منسوب کیے ہیں، بالکل مبرا ہے۔ اور ان کے بیانوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ان کی شہادت کو ذرا بھی کمزور ثابت کر سکے۔ اب میں عدالت کی توجہ ان صریح غلط بیانوں کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں جو مختاران مدعیہ نے اپنی بحث میں کی ہیں:

(۱)

۱۰/اکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ نے گواہ مدعا علیہ نمبر۱ کے متعلق کہا کہ اس نے بحر الرائق سے بہت سی عبارتیں نقل کیں۔ لیکن جب اس سے بحر الرائق کا اصول دریافت کیا گیا تو لاعلمی ظاہر کی۔ اور یہ مختار مدعیہ کی صریح غلط بیانی ہے۔ کیونکہ گواہ نمبر۱ نے ۷/مارچ کو بجواب جرح یہ جواب دیا ہے:

''لیکن البحر الرائق میں یہ لکھا ہے کہ ان میں سے اکثر کے متعلق میں فتویٰ نہیں دیتا۔ اور اگر کسی کے کلام کا محمل حسن نکل سکے تو اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔ اور یہ بھی فقہ کی کتابوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے نکل سکیں اور ایک احتمال ایمان کا، تو اس کو کفر کا فتویٰ نہیں دینا چاہیے۔''

(۲)

مختار مدعیہ نے ۱۰/اکتوبر کی بحث میں گواہ مدعا علیہ نمبر۱ کے متعلق کہا کہ اس نے بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ چندہ ادا نہ کرنے والا بیعت سے خارج ہونے کے بعد احمدی مسلمان ہے۔ حالانکہ گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''جو شخص تین ماہ تک چندہ نہ دے، وہ نظام جماعت سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ احمدیت سے انکار نہیں کرتا تو وہ احمدی کہلائے گا، لیکن نظام جماعت سے خارج سمجھا جائے گا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ مختار مدعیہ نے گواہ کی عبارت محرف و مبدل کر کے پیش کی ہے۔''

(۳)

مختار مدعیہ نے ۱۱/اکتوبر کی بحث میں گواہ مدعا علیہ نمبر۱ کے متعلق یہ کہا ہے کہ اس نے ۸/مارچ کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا

www.khatmenubuwwat.org

کہ کفر جس جگہ داخل ہوتا ہے، وقوع نہیں ہوتا۔ اور یہ مختار مدعیہ کی نہایت ہی صریح غلط بیانی ہے۔ گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''جس چیز پر فقط کفر داخل ہوتا ہے اس میں اکثر وقوع نہیں ہوتا۔'' (ملاحظہ ہو ۸؍ مارچ ۱۹۳۳ء)

''اکثر'' کے لفظ کو مختار مدعیہ نے اپنا مطلب نکالنے کے لیے ترک کر دیا۔ اور گواہ کے جواب کو محرف کر کے پیش کیا۔

(۴)

مختار مدعیہ نے ۱۰؍ اکتوبر کی بحث میں کہا کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو باتیں درج ہیں وہ تردید کے لیے ہیں، نہ کہ تائید کے لیے۔ یعنی مفسرین نے ان باتوں کو درج کر کے ان کی تردید کی ہے اور یہ ایک نہایت عظیم الشان غلط بیانی ہے، جس کا ذکر معہ تفاسیر کے عنوان کے ماتحت آگے کیا جائے گا۔

(۵)

مختار مدعیہ نے ۱۰؍ اکتوبر کی بحث میں گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کے متعلق کہا کہ اس نے ۹؍ مارچ کو بجواب جرح تسلیم کیا کہ خواجہ صاحب کے سامنے نبوت کا ذکر نہیں آیا۔ محدثیت کا ذکر آیا ہے۔ حالانکہ گواہ کے یہ الفاظ نہیں، بلکہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

''حضرت مرزا صاحب نے اپنے غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ تو توضیح المرام میں بھی کیا ہے، لیکن جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ پہلے آپ محدث کا لفظ بھی استعمال کرتے تھے، لیکن بعد میں نبی کا لفظ استعمال کرتے رہے اور آپ کے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ تھے۔ اور وہ الہامات خواجہ صاحب کے سامنے پیش ہوئے اور آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ مرزا صاحب کے کمال پر دال ہے۔

(۶)

مختار مدعیہ نے ۹؍ اکتوبر کی بحث میں ایک یہ بھی غلط بیانی کی ہے کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) مسیلمہ کذاب سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، کیونکہ انہوں نے علیحدہ کلمہ جاری کیا، جو یہ ہے: **لا الٰہ الا اللّٰہ احمد جری اللّٰہ**.

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کوئی نیا کلمہ جاری نہیں کیا، بلکہ آپ کا کلمہ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ہی تھا۔ چنانچہ آپ ازالہ اوہام، جلد اوّل، صفحہ ۱۲۷ میں فرماتے ہیں:

''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**.[۱]

اور انوار الاسلام، صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں:

ہمارا کلمہ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ہے۔''[۲]

۱۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۶۹ ۲۔ انوار الاسلام، روحانی خزائن، ج ۹، ص ۳۵

www.khatmenubuwwat.org

اور اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ **لا الله الا الله محمد رسول الله** اور آپ اس کلمہ کو بدلنے اور نیا کلمہ بنانے والے کو ملحد و بے دین اور مسیلمہ کذاب کا بھائی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہِ راست نبی اللہ بنتا ہے تو وہ ملحد و بے دین ہے۔ اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا، اور عبادت میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تبدل و تغیر کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔''[1]

اور مضمون چشمۂ معرفت میں ہندوؤں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایسا ہی آپ لوگ بھی صدقِ دل سے اس کلمہ پر ایمان لے آئیں کہ **لا الٰه الا الله محمد رسول الله**.''[2]

(۷)

۱۰/ اکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ نے ایک یہ غلط بیانی بھی کی ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے عقائد کے متعلق جو حوالے دیے ہیں، وہ ۱۹۰۱ء سے قبل کے ہیں۔

حالانکہ گواہان مدعا علیہ نے دیگر کتابوں کے علاوہ مواہب الرحمٰن اور کشتی نوح سے عقائد کے متعلق حوالے پیش کیے ہیں اور مواہب الرحمٰن ۱۹۰۳ء اور کشتی نوح ۱۹۰۲ء کی تصنیف شدہ ہیں۔ پس ان حوالوں کی موجودگی میں مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہان مدعا علیہ نے جو حوالے عقائد کے متعلق دیے ہیں، وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے ہیں، صریح غلط بیانی ہے۔

(۸)

مختار مدعیہ نے گذشتہ ائمہ اور اکابر پر تکفیر کے فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے ۱۰/ اکتوبر کی بحث میں کہا کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے ۷/ مارچ کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ جس وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی، وہ ان وجوہات سے براءت کا اظہار کرتے رہے۔ حالانکہ گواہ کے اصل الفاظ یہ نہیں، بلکہ یہ ہیں:

''باوجودیکہ ان کی طرف جو غلط باتیں منسوب کی گئی تھیں، وہ ان سے براءت کا اظہار کرتے رہے۔ اور نیز اِن باتوں کو لے کر جنہیں وہ صحیح سمجھتے تھے، مولویوں نے انہیں کفر سمجھ کر انہیں کافر قرار دیا۔''

گواہ کا جواب تو یہ ہے کہ گذشتہ اماموں اور بزرگوں کی جن امور کی بنا پر مولویوں نے تکفیر کی ان میں سے بعض امور سے تو وہ براءت کا اظہار کرتے رہے اور بعض کو صحیح تسلیم کرتے تھے۔ لیکن مختار مدعیہ نے گواہ کی طرف یہ منسوب کیا کہ وہ ان وجوہات سے جن کی وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی، براءت کا اظہار کرتے رہے۔

۱۔ انجام آتھم، حاشیہ، روحانی خزائن، ج ۱۱، ص ۲۷

۲۔ مضمون ملحقہ چشمہ معرفت، روحانی خزائن، ج ۲۳، ص ۳۸۴

www.khatmenubuwwat.org

(۹)

مختار مدعیہ نے ۱۰/اکتوبر کی بحث میں گواہ مدعا علیہ نمبر ا کے متعلق یہ کہا کہ اس نے ۹/ مارچ کو بجواب جرح بیان کیا کہ مرید کا قول مطلقاً پیر کے حق میں معتبر نہیں۔ حالانکہ یہ مختار مدعیہ کی صریح غلط بیانی ہے، کیونکہ گواہ نے یہ کہا تھا:

''کہ ہر مرید کا بیان معتبر نہیں، بلکہ اس کی حیثیت اور مرتبہ دیکھا جائے گا۔''

(۱۰)

مختار مدعیہ نے ۱۰/اکتوبر کی بحث میں ایک یہ غلط بیانی بھی کی ہے کہ گواہ نے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جس سے ثابت ہو کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے والوں کو کافر نہیں کہا گیا ہے۔ حالانکہ گواہ مدعا علیہ نمبرا نے اپنے بیان میں یہ لکھوایا تھا کہ گواہ مدعیہ نمبر۳ نے اپنے بیان میں تسلیم کیا ہے کہ خوارج سے جب بعض ضروریات دین کا انکار ثابت ہوا تو ان کا نماز روزہ ان کو حکم کفر سے رہا نہ کر سکا۔ لیکن جب امام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ، جلد۳، صفحہ ۶۱، ۶۲ میں لکھا ہے اور گواہ نمبر۳ بجواب جرح اس کو تسلیم کر چکا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس بات کی تصریح کی ہے:

"بانهم مومنون ليسوا كفارا."

کہ وہ مومن ہیں، کافر نہیں۔ اور لکھا ہے کہ صحابہ اور تابعین نے نہ ان کی تکفیر کی اور نہ ان کو مرتد قرار دیا اور اسی طرح البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے:

"وانما لا نكفر الخوارج باستحلال الدماء والاموال لتاويلهم وان كان باطلا بخلاف المستحل بلا تاويل."

یعنی ہم خوارج کو باوجودیکہ انہوں نے مسلمانوں کے خون اور اموال کو حلال سمجھا، ان کے تاویل کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔ بخلاف اس کے جو بغیر تاویل کے ان کو جائز سمجھے۔

بیان مندرجہ بالا سے ثابت ہے کہ گواہ مدعیہ نمبر۳ کے بیان کے مطابق خوارج نے ضروریات دین کا انکار کیا تھا۔ اور گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیان میں ثابت کر دیا ہے کہ انہیں تاویل کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہا گیا۔ پس گواہ مدعا علیہ نمبرا کے بیان میں اس امر کے موجود ہوتے ہوئے مختار مدعیہ کا مذکورہ بالا قول کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

(۱۱)

مختار مدعیہ نے ۱۱/اکتوبر کی بحث میں کہا کہ اولیاء اللہ نے یہ نہیں کہا کہ ہم پر آیات نازل ہوئیں، صرف علم الکتاب کا حوالہ پیش کیا تھا کہ آیات اتریں۔ یہی بھی مختار مدعیہ کی صریح غلط بیانی ہے۔ کیونکہ گواہان مدعا علیہ کے بیانات میں کتاب اثبات الالہام

والبیعتہ اور فتوح الغیب اور مقامات امام ربانی کے حوالے اسی غرض کے لیے پیش کیے گئے تھے اور ان میں آیات کے الہام ہونے کا ہی ذکر ہے۔

(۱۲)

الزام خیانت کا رَد

۹/اکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ نے ایک یہ غلط بیانی کی ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے حوالجات میں دل کھول کر خیانت کی ہے اور اگلی اور پچھلی عبارت کو ترک کر دیا ہے۔ اور اس امر کے اثبات کے لیے اس نے تین حوالے پیش کیے ہیں۔ ان میں سے ایک حوالہ تذیر الناس کا ہے، دوسرا حجج الکرامہ کا، تیسرا البحر الرائق کا ہے۔

تحذیر الناس کا حوالہ

تذیر الناس سے جو عبارت گواہان مدعا علیہ نے پیش کی ہے وہ یہ ہے:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے، اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔'' (تحذیر الناس، ص ۲۸)

اس عبارت سے جو نتیجہ گواہان مدعا علیہ نے اخذ کیا ہے اس عبارت کا ماسبق بھی اس کی تائید کرتا ہے جو یہ ہے:

''ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے، جیسا کہ اس ہیچ مدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم نہیں کہہ سکتے، بلکہ اس صورت میں فقط افراد کے انبیاء خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی، افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض... الخ''

اب ظاہر ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب خاتمیت کے ایسے معنی کرتے ہیں جس سے یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بھی کسی نبی کا آنا تجویز کرنا خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ یہ عبارت صفحہ ۲۸ کی ہے اور مختار مدعیہ کہتا ہے کہ اس کی تشریح صفحہ ۱۰ میں موجود ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ صفحہ ۲۸ کی عبارت کی تشریح صفحہ ۱۰ میں کیسے ہو سکتی ہے۔ پس چونکہ عبارت بالکل واضح اور غیر مبہم ہے، اس لیے صفحہ ۱۰ کی عبارت میں خاتمیت زمانی کے معنی ایسے نہیں لیے جا سکتے جو اس عبارت کے خلاف ہوں۔

حجج الکرامہ کا حوالہ

مختار مدعیہ نے حجج الکرامہ، صفحہ ۲۳۲ کے حوالہ ''در حدیث ابن عمر سی است کذاب'' کے متعلق یہ کہا ہے کہ گواہ مدعا علیہ نے اس میں خیانت سے کام لیا ہے، کیونکہ ''یا زیادہ'' کے الفاظ کو ترک کر دیا ہے۔ اس کے متعلق یہ صرف اتنا کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مختار مدعیہ اغلباً اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہ نہیں سمجھ سکا کہ جس عبارت کے آگے نقطے ڈالے جاتے ہیں، ان سے اسی امر کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ وہاں سے عبارت چھوڑی گئی ہے۔ چنانچہ گواہ مدعا علیہ نے بھی الفاظ ''سی است کذاب'' کے بعد نقطے دے کر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ یہاں سے عبارت چھوڑی گئی ہے۔ اور مسل میں بھی نقطے موجود ہیں۔ پس اس کو خیانت سے تعبیر کرنا اپنی لاعلمی کا مظاہرہ کرنا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

نیز گواہ مدعا علیہ اس حوالہ سے جو امر ثابت کرنا چاہتا ہے، ''یا زیادہ'' کے الفاظ اس کو باطل نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ان کا عدم ذکر اس کو ثابت کر سکتا ہے۔ کیونکہ ابن عمر کی اس روایت اور دوسری روایت جو طبرانی نے روایت کی ہے، جس میں کذابوں کی تعداد ستر بتائی گئی ہے، ان دونوں کے متعلق حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے۔ اور نیز اِن میں دعویٰ نبوت کا بھی ذکر نہیں ہے۔ پس جبکہ ''یا زیادہ'' کے الفاظ گواہ کے مدعا کے خلاف نہیں ہیں تو ان پر نقطے ڈال کر چھوڑ دینے سے گواہ پر خیانت کا الزام لگانا سراسر بے انصافی اور صریح غلط بیانی ہے۔

(۲)

اور حجج الکرامہ، صفحہ ۲۳۴ کے حوالہ کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حوالہ کے بالمقابل تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا۔ بالمقابل کا لفظ حجج الکرامہ میں نہیں ہے، اپنی طرف سے ملا کر جھوٹ بولا ہے۔ حالانکہ وہ بالمقابل لفظ حجج الکرامہ میں تلاش کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حجج الکرامہ کی عبارت کا یہ ترجمہ بطور خلاصہ اور مفہوم کے ہے۔ اور بالمقابل سے یہی مراد ہے کہ اس نے شراب و زنا کو حلال قرار دیا اور فریضہ و نماز کو ساقط کرا دیا۔ اور قرآن مجید کے مقابل میں سورتیں لکھیں۔ ایسی نبوت کا دعویٰ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت کے بالمقابل نہیں تو اور کیا ہے۔ اور گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۹ر اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ مسیلمہ نے نبی کریم کے بعد احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا۔

البحر الرائق کا حوالہ

مختار مدعیہ نے ان کلمات کفریہ کے متعلق جو گواہان مدعیہ نے البحر الرائق سے نقل کیے تھے، کہا ہے کہ ان کے نقل کرنے میں گواہان مدعا علیہ نے یہ خیانت کی ہے کہ انہوں نے البحر الرائق، جلد ۵، صفحہ ۱۳۰ سے صفحہ ۱۳۶ تک کے حوالجات پیش کیے، لیکن درمیان میں صفحہ ۱۳۴ کی عبارت چھوڑ دی ہے کہ ''کفر کا فتویٰ اس وقت دیا جاتا ہے جب اس پر اتفاق ہو، متفق علیہ ہو، کلام میں کوئی تاویل نہ ہو۔''

حالانکہ گواہان مدعا علیہ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جن علماء کے اقوال کی بنا پر گواہان مدعیہ نے مدعا علیہ کو کافر قرار دیا ہے۔ ان کی طرز افتاء کے متعلق بعض فتاویٰ کا ذکر کیا تھا اور ساتھ ہی البحر الرائق کی عبارت پیش کر دی تھی کہ فتاویٰ میں جو تکفیر کے معروف الفاظ وارد ہوئے ہیں، وہ حقیقتاً اسلام سے ارتداد کا موجب ہیں۔ اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ جو ان کلمات کو صرف تخویف و تاویل پر محمول کرتا ہے اور کفر کا موجب نہیں سمجھتا، اس کا قول لغو اور باطل ہے۔ اور جن کلمات کے موجب کفر اور باعث ارتداد ہونے میں علماء کا اختلاف تھا۔ اس کا بھی مولف البحر الرائق نے ساتھ ساتھ ذکر کر دیا ہے، جسے پیش کرتے ہوئے گواہان مدعا علیہ نے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ یہ کلمہ بعض کے نزدیک موجب کفر و ارتداد ہے۔ چنانچہ انہی کلمات میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص تمام انبیاء پر ایمان لانے کا اظہار کرے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آخر الانبیاء ہونے کی عدم معرفت کا تو وہ بعض کے نزدیک کافر ہوگا۔ یعنی آنحضرت کا آخر الانبیاء ہونا ان ضروریات دین سے نہیں جن کے نہ جاننے کی وجہ سے انسان کافر ہو جائے اور پھر مولف البحر الرائق نے صفحہ ۱۳۴ پر جامع الصغیر سے یہ عبارت پیش کی ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

اگر کوئی شخص بغیر اعتقاد رکھے عمداً کلمہ کفر کہے تو ہمارے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ وہ کافر نہیں ہوگا۔ کیونکہ کفر ضمیر سے متعلق ہے اور اس نے کفر کی دل میں نیت نہیں کی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ **وهو الصحيح عندي**. اور یہ بعض کا قول کہ وہ کافر ہو جاوے گا، میرے نزدیک صحیح ہے۔ پس بعض علماء کے نزدیک اتفاق کا ہونا ضروری ہوا۔ پس جب اس بات پر ہی علماء کا اتفاق ثابت نہ ہوا کہ کس وقت کفر کا فتویٰ دیا جانا چاہیے۔ اور مختار مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ مولف البحر الرائق کے نزدیک جب تک وہ مسئلہ متفق علیہ نہ ہو، کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ تو اِس اصول کی رُو سے کسی پر بھی فتویٰ کفر نہیں لگانا چاہیے۔ کیونکہ علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ کب کسی پر فتویٰ کفر لگانا چاہیے۔

بہرحال جو کلمات گواہ مدعا علیہ نے پیش کیے تھے، ان کے متعلق مختار مدعیہ کو چاہیے تھا کہ وہ ثابت کرتا کہ ان کے موجب کفر ہونے پر علماء کا اتفاق نہیں ہے جبکہ مصنف نے خود مختلف فیہ اقوال کو نقل کرتے ہوئے اختلاف کا ذکر کر دیا تھا۔ اور علاوہ ازیں گواہان مدعا علیہ نے شرح فقہ اکبر اور الاشباہ والنظائر کے جو حوالے پیش کیے تھے، ان کے متعلق مختار مدعیہ نے بالکل سکوت اختیار کیا ہے۔ اور نیز یہ یاد رہے کہ جو حوالے گواہان مدعیہ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبی ماننے والوں کو کافر ہونے کے متعلق الاشباہ والنظائر اور شرح فقہ اکبر اور البحر الرائق سے پیش کیے ہیں، وہ بھی منجملہ انہی کلمات کے ہیں جنہیں گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں پیش کیا۔ اور جن کے متعلق مختار مدعیہ نے گواہان مدعا علیہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان کے بیان کرنے میں انہوں نے خیانت سے کام لیا ہے۔ گواہان مدعا علیہ نے تو خیانت کوئی نہیں کی تھی، البتہ مختار مدعیہی کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ اگر ہم پہلے علماء کے فتوؤں کو اب جاری کریں تو موجودہ زمانہ کے تمام مسلمانوں کے نکاح فسخ اور ان کی اولادوں کو حرام کی اولاد ماننا پڑے گا۔ پس اس ڈر سے مختار مدعیہ نے یہ کہہ کر کہ گواہان مدعا علیہ نے حوالے بیان کرنے میں خیانت کی، اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے۔ لیکن دنیا میں کون سا عقلمند ایسا ہے جو ان اقوال میں سے ایک قول کو تو موجب کفر وارتداد ٹھہرا دے اور اس کے ساتھ جو دوسرے اقوال کفریہ قرار دیے گئے ہوں، ان کو باطل اور لغو سمجھ لے۔

(۱۳)

تفسیروں کے متعلق

مختار مدعیہ نے ۱۰/ اکتوبر کی بحث میں گواہان مدعا علیہ پر ایک یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے تمام تفسیریں مطلقاً غلط قرار دی ہیں اور ان کے حوالے قطع و برید کر کے پیش کیے ہیں۔ اور گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے مقدمہ ابن خلدون کا حوالہ محرف کر کے پیش کیا۔ اور گواہ نمبر ۲ نے ابن حزم کا قول بلا دلیل پیش کیا۔ اور تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو باتیں ہیں وہ تردید کے لیے درج کی گئی ہیں نہ تائید کے لیے۔ اور گواہ نمبر ۲ نے تفسیر اتقان سے جو حوالہ ہذہ التفاسیر الطّوال کا پیش کیا ہے، وہ تردیدی طور پر نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کے آخر میں وفیہ نظر لکھا ہے۔ یہی سب مختار مدعیہ کی مغالطہ سازیاں ہیں۔ گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں یہ کہیں

www.khatmenubuwwat.org

نہیں لکھوایا کہ تفسیریں مطلقاً غلط ہیں۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ کتب تفاسیر میں صحیح باتیں بھی ہیں اور غلط بھی۔ اس لیے ہمیں مفسرین کے اقوال کو بلاتحقیق نہیں مان لینا چاہیے اور گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے مقدمہ ابن خلدون سے جو حوالہ پیش کیا تھا، وہ بطور مفہوم کے ذکر کیا تھا اور نقل کی تعریف یہ کی گئی ہے:

هو الاتيان بقول الغير على ما هو عليه بحسب المعنى مظهرا انه قول الغير. (رشیدیہ)

کہ نقل کسی دوسرے کے قول کو اس کے معنی کے لحاظ سے بیان کرنا ہے۔ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ غیر کا قول ہے اور گواہ مدعا علیہ نے مقدمہ ابن خلدون کے اصل الفاظ پیش کیے ہیں۔ لیکن مختار مدعیہ نے اس کی طرف بھی وہی الفاظ منسوب کر دیے جو گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے لکھے تھے اور معنوی لحاظ سے اصل عبارت اور گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے جو بطور مفہوم پیش کیا ہے، کوئی فرق نہیں ہے۔

چنانچہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے تو یہ کہا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ متقدمین کی تفسیریں عمدہ اور ردّی دونوں باتوں سے پُر ہیں۔ اور مقدمہ ابن خلدون کی اصل عبارت کا ترجمہ جسے گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے اپنے بیان میں پیش کیا ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے:

''کچھ متقدمین نے تفسیری باتیں جمع کیں اور ان کا خوب احاطہ کیا، مگر ان کی کتب میں اور درج شدہ باتوں (یعنی منقولات) میں اعلیٰ و ناقص، مقبول و مردود...... قسم پائی جاتی ہیں۔''

اور ابن خلدون نے جن باتوں کے متعلق حکم لگایا ہے وہ تین ہیں: ناسخ و منسوخ کی شناخت، اسباب نزول، آیات کے معانی و مقاصد۔ اور صفحہ ۲۶۱ میں لکھا ہے: **وملئوا الكتب بهذه المنقولات.** (مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۶۰) اور انہوں نے کتب تفسیر ان منقولات سے بھر دی ہیں۔ پھر مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ یہ بات احکام سے تعلق نہیں رکھتی، لیکن مقدمہ متنازعہ فیہا میں احکام کے متعلق جھگڑا نہیں ہے۔ بلکہ آیات کی تفاسیر اور ان عقائد میں ہے جو ان آیات سے مستنبط ہوتے ہیں۔ اور مختار مدعیہ نے یہ کہہ کر کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ تردیدی طور پر ہیں۔ غلط بیانی کے علاوہ اپنی لاعلمی کا ثبوت دیا ہے۔

گواہان مدعا علیہ نے بہت سی مثالیں پیش کی تھیں، مگر مختار مدعیہ نے سب کو نظر انداز کر کے صرف ایک حوالہ خازن کا لے کر یہ کلی حکم لگا دیا کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو بیان کیا گیا ہے، وہ تردیدی طور پر ہے۔ حالانکہ اگر وہ گواہان مدعا علیہ کے بیانوں کا بغور مطالعہ کرتا تو اسے بہ آسانی معلوم ہوسکتا تھا کہ گواہان مدعا علیہ کا ایک مقصد تو ان حوالجات کے ذکر کرنے سے مفسرین کا آپس میں آیات کی تفاسیر میں اختلاف دکھانا ہے، نہ دوسری کتب تفاسیر سے بعض آیات کی ایسی تفاسیر دکھانا مدنظر ہے جو عقل و نقل کے بالکل مخالف، بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات کے بھی مخالف ہیں۔

پس مختار مدعیہ کا تفسیر خازن سے آیت: **هم به وهم بها** کی تفسیر میں متقدمین کی تفسیروں کی تردید میں قول پیش کرنا ہی مدعا علیہ کے دعویٰ کو ثابت کرتا ہے کہ مفسرین نے آیات کی تفاسیر میں اختلاف کیا ہے۔ اور خود خازن میں یہ لکھا ہے کہ امام بغوی اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ حضرت یوسف نے اپنا پائجامہ کھول دیا اور اپنے کپڑے درست کرنے لگے۔ انہی میں سے سعید بن جبیر مشہور تابعی اور امام حسن بصری اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ پس خازن کا بحوالہ تفسیر کبیر ان معنوں کو رَد کرنا ہی مدعا علیہ کے مدعا

کو ثابت کرتا ہے کہ مفسرین کے اقوال بلاتحقیق قبول کرنا نہیں چاہئیں۔ نیز گواہان مدعا علیہ نے اس کے لیے ابن جریر کا بھی حوالہ دیا تھا، مگر مختار مدعیہ نے اس کی طرف منہ نہیں کیا۔ اگر مختار مدعیہ کا مذکورہ بالا ادعاء غلط بیانی اور دھوکہ دہی پر مبنی نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ابن جریر سے اس معنی کی تردید ثابت کرے جو گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں اس کی طرف منسوب کیے ہیں۔

اسی طرح آیت: **جَعَلَهٗ دَكَّآءَ**، (کہف، ۹۸) اور **وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا**، (اعراف، ۱۴۳) اور آیت: **مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ** (سبا، ۱۴) وغیرہ آیات کے متعلق گواہان مدعا علیہ نے جو اقوال تفاسیر سے نقل کیے تھے، وہ بھی تردید کے لیے نہیں ہیں۔ پس مختار مدعیہ کی یہ ایک غلط بیانی ہے کہ تفاسیر میں جو اقوال عصمت انبیاء کے خلاف پائے جاتے ہیں وہ تردید کے لیے ذکر کیے گئے ہیں۔ پھر جلالین میں جو یہ لکھا ہے کہ شیطان نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان پر **تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترجی** کے کلمات جاری کر دیے۔ مختار مدعیہ یہ بتائے تو سہی کہ کس جلالین میں اس کی تردید کی گئی ہے۔

گواہ مدعا علیہ نمبر۲ نے جلالین میں بین السطور سے امام ابن حزم کا قول لکھا تھا کہ انہوں نے آیت: **مُتَوَفِّيْكَ** (آل عمران، ۵۵) کے ظاہر معنی لے کر مسیح کی موت کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن مختار مدعیہ کہتا ہے کہ یہ قول بلا دلیل پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ گواہ کا تو صرف اتنا ہی فرض تھا کہ وہ تفسیر سے امام ابن حزم کا قول لکھا ہوا دکھا دیتا، سو وہ اس نے دکھا دیا تھا۔

اور مختار مدعیہ کا گواہ مدعا علیہ نمبر۲ کے اتقان سے پیش کردہ حوالے کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی تردید اسی جگہ وفیہ نظر سے کر دی گئی ہے، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ وفیہ نظر اس قول سے کہ ابن عباس کی طرف جو لمبی لمبی تفاسیر منسوب کی گئی ہیں، وہ ناپسندیدہ ہیں اور ان کے راوی مجہول ہیں، متعلق نہیں ہے، بلکہ اس کے بعد کے قول سے جو ابن جریج کے متعلق ہے، اور ابن عباس کے متعلق جو قول ہے وہ مقدمہ فتح البیان میں بھی مذکور ہے۔ اور اس کی تائید اتقان، جلد۲، صفحہ ۲۳۵ سے بھی ہوتی ہے کہ امام شافعی نے فرمایا:

”**لم يثبت عن ابن عباس فی التفسير الاشبية بمائة حديث.**

یعنی: ابن عباسؓ سے تفسیر میں تقریباً ایک سو حدیث کے سوا کچھ ثابت نہیں ہے۔“

اور نیز اس کی تائید فوائد المجموعہ للشوکانی، صفحہ ۱۱۱ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے:

”**ومن جملة التفاسير التی لا يوثق بها تفسير ابن عباس فانه مروی من طريق الذابين كالكلبی والسدی ومقاتل ذكر معنی ذلک السيوطی وقد سبقه الی معناه ابن تيميه.**“

اور ان تفسیروں میں سے جو غیر معتبر ہیں، ابن عباس کی تفسیر بھی ہے۔ کیونکہ وہ کلبی اور سدی اور مقاتل جیسے کذابوں سے مروی ہے۔ اسی کے مطابق سیوطی نے لکھا ہے اور اس سے پہلے ابن تیمیہ نے بھی یہی کہا ہے۔

پس مختار مدعیہ کا گواہان مدعا علیہ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے تفسیروں کے حوالجات پیش کرنے میں قطع و برید سے کام لیا ہے، بالکل غلط ہے۔ اور مفسرین کی تفسیروں کو بلاتحقیق قبول کر لینا خود مفسرین کے اصول کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کی تفسیر کو غلط ٹھہراتے آئے ہیں، جیسا کہ کتب تفاسیر کا مطالعہ کرنے والے سے مخفی نہیں ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

آیت قرآنیہ کے ترجمہ میں خیانت کا الزام

پھر مختار مدعیہ نے گواہ مدعا علیہ نمبر ا پر ایک یہ الزام دیا ہے کہ اس نے آیت: فَلَمَّا جَآءَ تْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (غافر،۸۳) کے ترجمہ میں خیانت کی ہے کہ اس میں انبیاء کے پیرو مراد لے لیے ہیں۔ حالانکہ اس سے مراد یہود اور کفار تھے اور یہ کہ نبی وہی ہوتا ہے جس کو جھٹلایا جائے۔

سو یہ بھی مختار مدعیہ کی ایک غلط بیانی ہے۔ گواہان مدعا علیہ نے یہ قطعاً نہیں کہا کہ نبی وہی ہوتا ہے جس کو جھٹلایا جائے۔ بلکہ مذکورہ بالا آیت سے یہ استدلال کیا تھا کہ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ علماء ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے اور ان کے لیے علم حجاب اکبر بن گیا اور وہ اپنے خشک علم کی بناء پر خیال کرنے لگے کہ ہم جیسا کوئی عالم نہیں، اس لیے ہم غالب رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادہ کی تائید کی اور دنیا کو معلوم ہوگیا کہ درحقیقت وہ علم حقیقی سے جاہل و بے خبر تھے۔

اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ اس آیت میں یہود اور کفار کے عالم مراد ہیں، نہ کہ انبیاء کے پیرو، بالکل بے معنی اور لغو ہے۔ کیونکہ نہ تو آیت میں یہود کا لفظ ہے اور نہ کفار کا ذکر۔ نیز کہا، یہود انبیاء کے پیرو نہ تھے؟ اور ان کی طرف انبیاء مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ پس اس آیت کا وہی ترجمہ صحیح ہے جو گواہان مدعا علیہ نے کہا ہے۔ اور جائتھم میں ھم کی ضمیر تمام ان لوگوں کی طرف پھرتی ہے جن کی ہدایت کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے گئے تھے، چاہے وہ یہود ہوں یا کوئی اور۔ بہرحال اس آیت سے ثابت ہے کہ مولوی انبیاء اور خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی مخالفت کرتے رہے۔

(۱۴)

مختار مدعیہ نے ۱۰؍اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی ہے کہ مندرجہ ذیل کتب فریقین کے نزدیک غیر مسلم ہیں: حجج الکرامہ، اقتراب الساعۃ، فتح البیان، جامع الشواہد، بھونچال برلشکر دجال، انوار احمدیہ، حیات جاوید، اور ۱۱؍مارچ کی بحث میں شہاب علی البیضاوی اور روح المعانی کے متعلق یہی بات کہی ہے۔

اور یہ مختار مدعیہ نے غلط بیانی ہی نہیں کی، بلکہ عمداً عدالت کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ فریق مدعا علیہ نے اسے کب اپنا مختار بنایا تھا، جو اس نے یہ کہا کہ حجج الکرامہ وغیرہ فریقین کے نزدیک غیر مسلم ہیں۔ فریقین کے معنی دوفریق کے ہیں، نہ کہ صرف ایک فریق کے۔ اور فریق مدعا علیہ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ کتابیں غیر مسلم ہیں، بلکہ اس کے گواہوں نے بجواب جرح ایک جامع اصول بیان کر دیا تھا کہ جو روایت قرآن مجید کے مخالف ہوگی، وہ قابلِ قبول نہیں۔ اسی طرح اگر کسی کتاب سے کوئی حوالہ پیش کیا جائے اور وہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ یا واقعات ثابتہ کے خلاف نہ ہو تو وہ صحیح ہوگا اور ۱۱؍مارچ کو گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے بجواب جرح یہ تصریح کی ہے:

''اگر کسی کتاب سے کوئی نقل پیش کی گئی ہے اور وہ اس اصول کی رُو سے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں، درست ہے تو وہ

ہمارے نزدیک صحیح ہے۔''

پھر یہی نہیں کہ اس نے فریق مدعا علیہ کی طرف سے بے جا وکالت شروع کی، بلکہ گواہان مدعیہ کے اقوال کے بھی خلاف کہا ہے۔

چنانچہ تفسیر روح المعانی اس نے غیر مسلم قرار دی ہے، حالانکہ گواہ مدعیہ نمبر۱،۲،۳ نے اپنی تائید میں رح المعانی کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اسی طرح شہاب علی البیضاوی کا مصنف نہایت اعلیٰ پایہ کا امام شمار کیا گیا ہے۔ اور اس نے بہت سی کتب بھی تالیف کی ہیں اور وہ قاضی القضاۃ بھی رہا تھا۔ چنانچہ گواہ مدعیہ نمبر۱ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے:

''علامہ خفاجی شفا قاضی عیاض کی شرح میں لکھتے ہیں۔'' اور یہ علامہ خفاجی شیخ احمد بن محمد بن عمر المقلب تو وہی شہاب الدین الخفاجی ہیں، جنھوں نے تفسیر البیضاوی کی شرح کی ہے۔ پس اسی حالت میں کہ گواہان مدعیہ نے جو عدالت کے سامنے پیش ہوئے ہیں، شہاب کے مصنف کو قابلِ اعتبار مانا۔ یہاں تک کہ اس کی تصنیف سے حوالہ بھی دیے ہیں۔ مختار مدعیہ کے کہہ دینے سے شہاب کے غیر مسلم قرار دیے جانے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

مختار مدعیہ نے حجج الکرامہ اور اقتراب الساعۃ اور فتح البیان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ صرف یہ بیان کی کہ وہ غیر مقلد تھے اور مقلدین کو مشرک کہتے تھے۔ لیکن مختار مدعیہ کا یہ کہنا بھی ان کتب کے فریق مدعیہ کے نزدیک غیر مسلم ہونے کے لیے کافی وجہ نہیں ہوسکتی۔ اگر ان کتب سے وحی و نبوت کے متعلق جو باتیں ذکر کی گئی ہیں، موجب کفر ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتے، بلکہ انہیں کافر کہنا چاہیے۔ لیکن گواہ مدعیہ نمبر۱ نے ۲۱؍اگست کو بجواب جرح یہ کہا ہے کہ نواب صدیق حسن خاں کو میں مسلمان سمجھتا ہوں۔ اور ان کی کتاب میں مظاہر آنست سے عبارت ہے۔ اور گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۹؍اگست کو بجواب جرح کہا۔

حجج الکرامہ، صفحہ ۳۴۴ میں جو واقعات مسیلمہ کے ساتھ نسبت دیے گئے ہیں، وہ وقوع میں آئے ہوئے ہیں۔ پس گواہان مدعیہ نمبر۱،۳ کے روبرو جب حجج الکرامہ کا ذکر آتا ہے تو وہ اس میں جو واقعات ذکر ہوئے ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے مولف نواب صدیق حسن خان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن مختار مدعیہ انہیں متعصب اور مقلدوں کو مشرک کہنے والا سمجھ کر ان کی کتب کو غیر مسلم قرار دے رہا ہے۔ پس یہ گواہان مدعیہ کی شہادتوں کو نظر انداز کر کے خود گواہ بننا چاہتا ہے اور ان کے گواہوں کو اپنے حق میں مفید نہ پا کر بعد از وقت ان کے فرائض کو خود ادا کرنے کے لیے ہے۔

پھر جو حوالہ حجج الکرامہ سے مسئلہ وحی کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ بعینہٖ کتاب الاشاعۃ لاشراط الساعۃ، مصنفہ سیّد شریف محمد بن رسول الحسینی البرزنجی ثم المدنی، مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۲۷ میں موجود ہے اور جو حوالہ اقتراب الساعۃ سے گواہان مدعا علیہ نے لا نبی بعدی کے متعلق بیان کرنے کے لیے پیش کیا ہے، وہ بعینہٖ کتاب الاشاعۃ لاشرائط الساعۃ کے صفحہ ۲۲۱ میں امام ملا علی قاری سے منقول ہے۔ پس نواب صدیق حسن خان کا گناہ صرف اتنا ہے کہ انہوں نے اس کا اُردو میں ترجمہ کر دیا ہے۔ اس طرح جو حوالہ فتح البیان سے ذکر کیا گیا، وہ دوسری تفاسیر میں بھی موجود ہے، اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنی تائید میں نواب صاحب کی تفسیر کا حوالہ پہلے ائمہ کی تفاسیر کے ساتھ ملا کر پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

www.khatmenubuwwat.org

''صدیق حسن خان مرحوم رئیس عالمین بالحدیث اپنی تفسیر میں اور قاضی شوکانی اور ابن کثیر اور بیضاوی اور مدارک وغیرہ تفاسیر میں یہ معنی اولی الامر کے قبول کرتے ہیں۔'' (سبیل الرشاد، ص ۳۶)

اور نواب صدیق حسن خان کو جو پوزیشن علماء دیوبند کے نزدیک ہے، وہ مندرجہ ذیل حوالوں سے معلوم ہوسکتی ہے:

۱۔ حاشیہ فتاویٰ رشیدیہ، جلد دوم، صفحہ ۱۰۵ میں لکھتا ہے:

''مولانا نواب سیّد صدیق حسن صاحب قنوجی رحمت اللہ علیہ روضہ الندیہ فی شرح الدرۃ البھیہ میں فرماتے ہیں۔''

۲۔ چنانچہ نواب مولانا سیّد صدیق حسن خان صاحب نے تکریم المومنین میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں تکلم ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ سوم، ص ۵۵)

۳۔ نواب مولوی صدیق حسن خان صاحب رئیس بھوپال اپنے رسالہ تعلیم الصلوٰۃ میں ارقام فرماتے ہیں۔ خطبہ منجملہ شعائر دین کے ہے۔ یہ خطبہ عربی زبان میں ہے، نہ عجمی اور نثر ہو نہ نظم، سلف سے یہی طریقہ چلا آیا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ اوّل، حاشیہ، ص ۱۰۳)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ اکابر دیوبند اور ان کے خاتم المحدثین تو نواب صدیق حسن خان کے اقوال سے سند پکڑتے ہیں۔ اور مختار مدعیہ ان کے اور گواہان مدعیہ کے خلاف ان کی کتب کو ان حوالوں کی بنا پر جو دوسری کتب سے بھی ثابت ہیں، غیر مسلم قرار دیتا ہے۔ اور اسی سے اس امر کی حقیقت آئینہ ہو جاتی ہے جس کے اثبات کی غرض سے یہ سب کچھ کہا جا رہا ہے اور جامع الشواہد اور بھونچال بر لشکر دجال اور حیات جاوید کے مسلم اور غیر مسلم ہونے کا تو سوال ہی نہیں اٹھ سکتا۔ کیونکہ گواہان مدعا علیہ نے یہ دکھانے کے لیے کہ مسلمانوں کے فرقوں نے ایک دوسرے کو کافر قرار دیا ہے، ان میں سے فتاویٰ پیش کیے ہیں۔ اور اگر مولویوں کی تکفیر کی بنا پر کسی کو کافر اور مرتد قرار دے کر نکاح فسخ قرار دیے جاسکتے ہیں تو پھر مسلمانوں کے تمام فرقے ایک دوسرے کو کافر و مرتد قرار دے کر کافر و مرتد ہو گئے، اس لیے ان سب کے نکاح باطل اور فسخ قرار دے کر سب کی اولاد ولد الزنا قرار دے دینی چاہیے۔ غرض چونکہ مذکورہ کتابوں سے اس امر کی تائید میں چند فتاویٰ تکفیریہ پیش کیے گئے ہیں۔ پس ان کے مسلم اور غیر مسلم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور ہدیہ مجددیہ اور انوار احمدیہ کے غیر مسلم ہونے کی مختار مدعیہ نے کوئی وجہ بیان نہیں کی کہ وہ کیوں غیر مسلم ہے۔ ان دونوں کتابوں میں ان اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں جو مخالف مولویوں نے امام ربانی مجدد الف ثانی پر کیے تھے اور ان کے مصنف مولانا حکیم وکیل احمد صاحب سکندر پوری نے جا بجا مجدد صاحب کی تحریر اپنے جواب میں پیش کی ہیں۔

مسلم اور مسلمان ہونے میں فرق

مختار مدعیہ نے ایک یہ نظریہ بھی قائم کیا ہے کہ کسی کو محض مسلمان مان لینے سے اس کا مسلم ہونا ثابت نہیں ہو جاتا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مقدمہ میں بحث چونکہ کفر و اسلام پر تھی، اس لیے صرف ان کے مسلمان ہونے کے متعلق سوال کیا گیا، ورنہ وہ

www.khatmenubuwwat.org

لوگ جن کے متعلق دریافت کیا گیا ہے، وہ مسلمہ امام ہے۔ چنانچہ اس امر کی تائید میں اکابر دیوبند کے چند حوالجات پیش کرتا ہوں:

۱۔ ملاعلی قاری کے متعلق۔ ملاعلی قاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ، حصہ سوم، صفحہ ۲۷، ۲۸، اور صفحہ ۳۶ میں ہے۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے موضوعات کبیر میں تحریر فرمایا ہے۔

۲۔ حضرت شیخ ملاعلی قاری نے موضوعات کبیر میں واضعین حدیث کے دلچسپ واقعات نقل کیے ہیں۔ القاسم، جلد ۵، نمبر ۱۱، بابت ماہ جمادی الثانیہ، ۱۹۲۳ء، صفحہ ۲۸۔

۳۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری مرقات میں فرماتے ہیں:
سبیل السداد، صفحہ ۴۰، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، گواہ مدعیہ نمبر ۲ بحوالہ برکات الامداد، صفحہ ۹، ۱۰، ۱۱۔

۴۔ بعض علمائے حنفیہ اوّل کھول کر ہاتھ رکھتے ہیں اور وقت اشارہ کے عقد کرنے میں اس کا پتہ بھی حدیث میں ملتا ہے۔ اور ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اوّل سے ہی عقد کر کے ہاتھ رکھے۔ یہ بھی درست معلوم ہوتا ہے۔ دونوں طرح پر عمل درست ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔
فتاویٰ رشیدیہ، حصہ اوّل، صفحہ ۲۶۔
کیا جس شخص کے احوال سے یہ سند پکڑی جاتی ہے اور اس کے فتاویٰ بطور دلیل پیش کیے جاتے ہیں وہ نرا مسلمان ہی ہے یا مسلمہ امام ہوگا؟

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ شیخ الصوفیہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخر الدین کو ایک خط لکھا ہے۔ (القاسم، نمبر ا، جلد ۵، ص ۳۳)

۲۔ حفظ الایمان مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی کے صفحہ ۷ میں حضرت موصوف کو شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔

۳۔ تفسیر غایۃ البرہان کے مقدمہ صفحہ ۱۶ میں حضرت موصوف کو امام ہمام شیخ اکبر محی الدین رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ عارف صمدانی امام ربانی مجدد الطریقۃ السویۃ علامہ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت اٹھا کر دیکھو۔ کتاب المنن والاخلاق میں پڑھو کہ ابناء عصر کی ان مظالم ہائے ملحدانہ کے فسانے کن دردناک لفظوں میں ارقام فرماتے ہیں۔ (القاسم، نمبر ۵، ج ۷، ص ۱۵)

۲۔ فتاویٰ رشیدیہ، حصہ اوّل، صفحہ ۳۸ میں بھی حضرت ممدوح الصدر کو امام ربانی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔

امام ربانی الف ثانی رضی اللہ عنہ

مولوی محمود حسن دیوبندی شیخ الہند خلیفہ مولوی رشید احمد گنگوہی سابق صدر المدرسین مدرسۃ العلوم دیوبند اپنی کتاب الجہد المقل، صفحہ ۲۸ میں فرماتے ہیں:

۱۔ حضرت امام العارفین وقدوۃ الواصلین مسجد رسول اللہ صفی عباد اللہ منبع فیض نامحدود وسرآمد ائمہ کشوف وشہود سر دفتر راسخین

www.khatmenubuwwat.org

امت سر حلقہ بگوشاں اتباع سنت سلطان المحققین رئیس المتکلمین ماحی شرک حامی شریعت وطریقت قیوم ربانی ومقبول سبحانی امامنا ومجتبنا حضرت شیخ مجدد الف ثانی حشر اللہ تعالیٰ مع الانبیاء والصدیقین وجعلنا فی اتباعہ یوم الدین آمین اپنے مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں۔

۲۔ فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، صفحہ ۹۷ میں حضرت ممدوح الصدر کو مولوی محمد مسعود صاحب نقشبندی خلیفہ مولوی رشید احمد صاحب دیوبندی نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ لکھ کر اپنی تائید میں آپ کی عبارت نقل کی ہے۔

۳۔ گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۹؍اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ:

''شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ میرے نزدیک مسلم صاحب کشف ہیں۔''

مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی

۱۔ ''مولوی رحمت اللہ صاحب تمام علمائے مکہ پر فائق ہیں اور باقرار علماء مکہ اعلم ہیں۔''

(البراہین القاطعہ، مولفہ مولوی خلیل احمد صاحب، مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی، ص۲۶۳)

۲۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے:

''اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ علیہ کے ساتھ کیا، وہ کسی پر مخفی نہیں۔''

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ مولوی حبیب احمد کیرانوی نے اپنے خط میں جو مولوی اشرف علی صاحب کو ارسال کیا ہے، ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھا ہے۔ (القاسم، نمبر۷، ج۷، ص۵)

۲۔ مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی علامہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام اور ان کی کتاب کو بیش بہا لکھا ہے۔ (القاسم، نمبر۹، ج۵، ص۱۱)

۳۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اقتضاء الصراط المستقیم میں فرماتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ سوم، حاشیہ، ص۹۱)

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں:

۱۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن اور حدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے۔ اور تمام عمر اسی حالت میں رہے۔ آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ. (انفال،۳۴) اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اور ردّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ اوّل، ص۲۱)

۲۔ حجت اللہ البالغہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے اور صراطِ مستقیم وتقویۃ الایمان جناب مولانا محمد اسمٰعیل

www.khatmenubuwwat.org

صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، ص ۱۴۷)

اور صفحہ ۴۹ میں عالم متقی والی اللہ اور قطعی جنتی لکھ کر لکھا ہے کہ ایسے شخص کو مردود کہنا خود مردود ہونا ہے، اور ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ اس طرح سبیل الرشاد، صفحہ ۴۶ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

''حجۃ اللہ البالغہ میں شیخ شیوخنا شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''

اب مختار مدعیہ کا یہ کہنا بھی عدالت کے سامنے کہ کسی کو مسلمان ماننا اور چیز ہے اور اس کو معلم ماننا شے، دیگر اور بزرگان موصوف الصدر کو اکابر دیوبند کا امام ہمام اور شیخ الشیوخ اور عارف باللہ اور ولی اور شہید اور شیخ الاسلام و شیخ الصوفیہ اور علامہ شیخ اکبر عارف امام ربانی مجدد الطریقہ امام الصادقین وقدوۃ الواصلین وغیرہ تسلیم کرنا بھی عدالت کے سامنے ہے۔

مختار مدعیہ نے ۱۹/اکتوبر کی بحث میں ایک یہ غلط بیانی کی کہ مرزا صاحب کی عبارتیں آپس میں متعارض ہیں، اس لیے ہماری پیش کردہ عبارتوں کا جواب نہیں ہوسکتیں۔ جتنی عبارتیں موافق اسلام ہیں، قابلِ اعتبار نہیں۔ لیکن مخالف اسلام عبارتیں قابلِ اعتبار ہیں۔ کیونکہ ایک مسلمان کے لیے کفریہ کلمات کہنے کی کیا ضرورت۔

اور ۸/اکتوبر کی بحث میں اس نے یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ ایک وقت میں کچھ کہتے اور دوسرے وقت میں کچھ اور۔ آہستہ آہستہ جس قدر لوگ برداشت کرتے چلے گئے وہ بیان کرتے گئے۔ چنانچہ اس نے اپنی تائید میں حقیقۃ النبوۃ، صفحہ ۱۴۴ کا حوالہ بھی دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض باتوں کو رفتہ رفتہ ظاہر کرتا ہے۔

جواب

مختار مدعیہ ان اکابر اسلام کو جن میں حضرت شیخ اکبر اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی جیسے بزرگ بھی شامل ہیں، مسلمان تو کہہ سکتا ہے مگر مسلم ہونا اور بات ہے۔ وہ ان کو مسلم ماننے کو تیار نہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی عارف ربانی امام عبدالوہاب شعرانی قیوم صمدانی حضرت مجدد الف ثانی کو اس کے نزدیک مسلمان کہہ دینا تو ہوسکتا ہے، مگر مسلم ہونا اور بات اس کے نزدیک نہیں، کیوں مسلم نہیں، صرف اس لیے کہ ان حضرات کے اقوال سے حضرت اقدس مرزا صاحب کی تائید ہوتی ہے۔ ان مقدسوں کے متعلق جو اسلام کی روح ہیں، یہ کہنا کہ ان کو مسلمان مان لینا اور بات ہے اور مسلم سمجھنا اور بات تمام مسلمانوں کے لیے عموماً اور عدالت کے لیے خصوصاً قابلِ توجہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلام میں کوئی تعارض نہیں ہے اور مختار مدعیہ نے ۸/اکتوبر کی بحث میں جو مثالیں بیان کی ہیں، ان میں قطعاً کوئی تعارض نہیں پایا جاتا۔ ان کے بیان کرنے میں مختار مدعیہ نے ویسے ہی مغالطہ سازی سے کام لیا ہے جیسا کہ عیسائی قرآن مجید اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام میں تعارض ثابت کرنے کے لیے لیا کرتے ہیں۔ میں بطور نمونہ ایک دو مثالوں کا جواب دے دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔

۱۔ مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ میں تو یہ لکھا کہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں، جس کے متعلق نبیوں کی پیشگوئیاں ہیں۔ لیکن ازالہ اوہام میں یہ لکھا کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس سے کم

فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے۔ یعنی ازالہ اوہام میں تو آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا، بلکہ صرف مثیل مسیح ہونے کا، لیکن جب زمانہ گزر گیا تو تحفہ گولڑوی میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

اور یہ مختار مدعیہ کا نرا مغالطہ ہے، کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ازالہ اوہام میں بھی مسیح موعود ہونے کا ویسا ہی دعویٰ کیا ہے، جیسا کہ تحفہ گولڑوی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رُو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا۔ وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا، جو خدا تعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔''[1]

۲۔ اور یہ مثیل موسیٰ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مسیح اپنی سوانح میں اور دوسرے تمام نتائج میں جو قوم میں ان کی طاقت میں ان کی سرکشی کی حالت میں مؤثر ہوں گے، اس مسیح سے مشابہ ہوگا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا۔ اب جو امر کہ خدائے تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں۔

۳۔ لیکن یہ ایک خاص پیشگوئی کے مطابق جو خدا تعالیٰ کی مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ مسیح موعود کے نام پر آیا ہے۔[2]

۴۔ اور منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں پائی جاتی ہیں۔ (ص ۲۸۲) ان عبارات کی موجودگی میں حضرت اقدس کی عبارت کے قول میں ''اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں'' کا یہ مطلب لینا جو مختار مدعیہ نے لیا ہے۔ متکلم کی منشاء کے صریح مخالف ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ اس جگہ آپ نے اپنے مخالف علماء کے عقیدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں۔ یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مسیح موعود ہونے یعنی یہ کہ میں نے وہی مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

چنانچہ آپ اسی فقرہ کے آگے فرماتے ہیں:

''میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔ جب کہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ کے خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھی ہیں اور دوسرے کئی امور میں جن کی تصریح انہیں رسالوں میں کر چکا ہوں۔ میری زندگی کو مسیح ابن مریم کی زندگی سے اشد مناسبت ہے۔ اور میں وہی مثیل مسیح موعود ہوں جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے۔''[3]

۱۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۳۱۵

۲۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۸۰

۳۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۱۹۲

مثیل مسیح اور مسیح موعود

البتہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اور بھی بہت سے مثیل مسیح ہوں گے، لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے تصریح فرمادی ہے کہ جو مثیل مسیح ہوں گے وہ مسیح موعود نہیں ہوں گے، بلکہ مسیح موعود ایک ہی ہے۔ ہاں وہ موعود ہیں اس لحاظ سے کہ وہ مسیح موعود کے کام کی تکمیل کرنے والے ہوں گے۔ وہ بھی موعود میں داخل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''لیکن اگر کسی کے دل میں یہ خلجان پیدا ہو کہ بعض احادیث کی اس آنے والے مسیح کی حالت سے بظاہر مطابقت معلوم نہیں ہوتی، جیسی مسلم کی دمشقی حدیث تو اوّل تو اس کا یہی جواب ہے کہ درحقیقت یہ سب استعارات ہیں۔ اور مکاشفات میں استعارات غالب ہوتے ہیں۔ بیان کچھ کیا جاتا ہے اور مراد اس سے کچھ لیا جاتا ہے۔ سو یہ ایک بڑا دھوکہ اور غلطی ہے، جو ان کو ظاہری طور مطابق کرنے کے لیے کوشش کی جائے۔ اور یا اس تردّد اور فکر اور حیرت میں اپنے تئیں ڈال دیا جائے کہ کیوں یہ نشانیاں ظاہر طور پر مطابق نہیں آتیں۔ لیکن یہ سچ نہیں کہ ان حدیثوں کی تشریح کے وقت فریق مخالف کو بھی اکثر مقامات میں تاویلوں کی حاجت پڑی ہے۔ اور بڑے تکلف کے ساتھ تاویلیں کی ہیں...... پھر بعد اس کے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ظاہر پر بھی ان بعض مختلف حدیثوں کو جو ہنوز ہماری حالت موجودہ سے مطابقت نہیں رکھتیں، محمول کیا جائے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو اس عاجز کے ایک ایسے کامل شیخ کے ذریعہ کسی زمانہ میں پورا کر دیوے جو منجانب الہ مثیل مسیح کا مرتبہ رکھتا ہو۔ اور ہر ایک آدمی سمجھ سکتا ہے کہ متبعین کے ذریعہ سے بعض خدمات کا پورا ہونا درحقیقت ایسا ہی ہے کہ گویا ہم نے اپنے ہاتھ سے وہ خدمات پوری کیں۔ بالخصوص جب بعض متبعین فنافی الشیخ کی حالت اختیار کر کے ہمارا ہی روپ لے لیں۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل انہیں وہ رتبہ ظلی طور پر بخش دیوے جو ہمیں بخشا تو اس صورت میں بلاشک ان کا ساختہ پرداختہ ہمارا ساختہ پرداختہ ہے۔ کیونکہ جو ہماری راہ پر چلتا ہے وہ ہم سے جدا نہیں۔ اور جو ہمارے مقاصد کو ہم میں سے ہو کر پورا کرتا ہے، وہ درحقیقت ہمارے وجود میں داخل ہے۔ اس لیے وہ جز واور شاخ ہونے کی وجہ سے مسیح موعود کی پیشگوئی میں بھی شریک ہے۔ کیونکہ وہ کوئی جدا شخص نہیں۔ پس اگر ظلی طور پر وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مثیل مسیح کا نام پائے اور موعود میں بھی داخل ہو تو کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ گو مسیح موعود ایک ہی ہے، مگر اس ایک میں ہو کر سب موعود ہی ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ہی درخت کی شاخیں اور ایک ہی مقصد موعود کے روحانی یگانگت کی راہ سے متمم و مکمل ہیں۔ اور ان کو ان کے پھلوں سے شناخت کرو گے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے جو اس کے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کی نسبت ہوتے ہیں، کبھی تو بلاواسطہ اور کبھی بالواسطہ اس کی تکمیل ہوتی ہے۔'' (ازالہ، ص ۱۷۳، ۱۷۴)

پس جو دعویٰ مسیح موعود ہونے کا آپ نے تحفہ گولڑویہ میں کیا ہے، وہی ازالہ اوہام میں بھی موجود ہے۔

(۲)

ازالہ اوہام میں تو یہ لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں آ گئے اور ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم میں لکھا ہے۔

www.khatmenubuwwat.org

حضرت عیسیٰ کو اُمتی قرار دینا کفر ہے۔

جواب:

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے متعلق کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ اس معنی کے لحاظ سے امتی ہیں جن معنی کے رُو سے آپ نے ضمیمہ براہین پنجم میں حضرت عیسیٰ کو اُمتی قرار دینا کفر لکھا ہے، بلکہ ازالہ اوہام میں بھی آپ نے بالتصریح بیان فرما دیا ہے کہ وہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''لیکن افسوس کہ مولوی صاحب مرحوم کو یہ سمجھ نہ آیا کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے، اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رُو سے بکلی ممتنع ہے۔''[1]

پس جس خیال کا اظہار آپ نے ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم میں کیا ہے، وہی ازالہ اوہام سے ثابت ہے۔

(۳)

ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ وہ ابن مریم جو آنے والا ہے، نبی نہیں ہوگا۔ لیکن حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے:

''جس آنے والے مسیح کا پتہ چلتا ہے، اس کا یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی ہوگا۔''

جواب:

یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے، کیونکہ جیسے حقیقت الوحی میں آپ نے آنے والے مسیح کا نشان اس کا نبی ہونا قرار دیا ہے۔ ایسے ہی ازالہ اوہام میں آپ نے فرمایا:

''ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ مسیح موعود جو آنے والا ہے، اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا، یعنی خدا تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں، کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے، بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے، جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔ سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔''[2]

اور فرماتے ہیں:

''اور مسلم میں اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونے کی حالت میں آئے گا۔ اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی امتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ محدث من وجہ نبی ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے، اور اپنی طرف سے براہِ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا ہے۔''[3]

۱۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۴۰۷

۲۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۴۷۸

۳۔ ازالہ اوہام، روحانی خزائن، ج ۳، ص ۴۱۷ - ۴۱۶

(۴)

ازالہ اوہام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں، نبوت کا دعویٰ نہیں، بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے اور بدر، ۵؍ مارچ میں لکھتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔

جواب:

بدر، ۵؍ مارچ ۱۹۰۸ء میں جو یہ لکھا ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ تو ساتھ ہی نبی کی تشریح بھی کر دی ہے کہ ''ہم نبی ہیں، ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں، جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔''

اور ازالہ اوہام میں جو آپ نے فرمایا کہ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے تو اس میں نبوت سے مراد نبوت مستقلہ ہے۔ اور جس قسم کی نبوت کے دعویٰ کا اظہار بدر میں کیا ہے۔ اس سے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ پھر جیسے ازالہ کے حوالوں سے اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔ نیز ایک غلطی کے ازالہ میں آپ نے بالتصریح ذکر فرما دیا ہے کہ آپ نے جہاں کہیں نبوت سے انکار کیا ہے تو اس سے مراد نبوت مستقل اور شریعت والی نبوت ہے۔ البتہ ۱۹۰۱ء سے پہلی کی تحاریر میں آپ نے اس قسم کی نبوت کو محدثیت سے بھی تعبیر کیا ہے۔ لیکن جب کثرت سے خدا تعالیٰ کے الہامات میں نبی اور رسول کا لفظ آپ کے حق میں استعمال ہوا اور آپ پر یہ حقیقت کھلی کہ اس قسم کی نبوت رسالت پر بھی نبی اور رسول کا اطلاق کرنا درست ہے، اور یہ کہ نبی اور رسول کا نام پانے کے لیے ضروری نہیں کہ شریعت لائے یا شریعت کے بعض احکام کو منسوخ کرے، جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے، تو اس وقت آپ نے نبی اور رسول کے الفاظ کو بتاویل محدث لینے کی بجائے اپنے حق میں نبی اور رسول کا استعمال شروع کر دیا۔ پس آپ کا ایک جگہ نبی ہونے سے انکار کرنا اور دوسری جگہ نبی ہونے کا اقرار کرنا مختلف معانی کے لحاظ سے ہے۔ اور اگر معانی اور نسبتوں کے لحاظ نہ رکھا جائے تو پھر قرآن مجید اور احادیث میں بھی بکثرت اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ مختار مدعیہ کی طرح عیسائیوں نے بھی مختار مدعیہ کے اصول کے مطابق قرآن مجید میں اختلافات اور تعارضات نکالے ہیں۔ میں ان آیات اور احادیث میں سے جنہیں عیسائیوں نے مختار مدعیہ کی طرز پر آپس میں متعارض قرار دیا ہے۔ چند بطور نمونہ پیش کرتا ہوں:

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِلَّا الّٰئِیْ وَلَدْنَھُمْ وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا. (مجادلہ، ۲) یعنی جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ کر پکارتے ہیں، وہ جھوٹ بولتے ہیں، اور برا قول کہتے ہیں۔ ان کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے۔

لیکن سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ. (احزاب، ۶) کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

ایک جگہ تو کہا کہ کسی کی ماں صرف وہی ہوتی ہے جو اسے جنے۔ لیکن سورہ احزاب میں نبی کی بیویوں کو جنہوں نے مومنوں کو جنا نہیں، ان کی ماں قرار دیا۔

www.khatmenubuwwat.org

۲۔ سورہ نجم میں فرمایا: مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی. (نجم،۲) کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم گمراہ نہیں ہوئے، لیکن سورہ والضحیٰ میں فرمایا: وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی. (ضحیٰ،۷) کہ تجھے گمراہ پایا تو ہدایت دی۔

۳۔ سورہ طٰہٰ میں فرمایا: وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ،۱۲۴) کہ ہم اس شخص کو جو خدا کے فکر سے اعراض کرے گا، قیامت کے روز اندھا اٹھائیں گے۔ اور سورہ ق میں فرمایا: فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ. اس دن نظریں تیز ہوں گی، اور ہر ایک چیز کی حقیقت کا وہ بچشم خود مشاہدہ کریں گے۔

۴۔ يَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا. (نحل،۱۱۱) یعنی جس دن ہر نفس اپنے نفس سے دفاع کے لیے جھگڑے گی۔ اور دوسری جگہ فرمایا: هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ. وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ. (مرسلات، ۳۵-۳۶) یعنی یہ وہ دن ہوگا جس میں نہ وہ بولیں گے اور نہ انہیں عذر خواہی کی اجازت ہی دی جاوے گی۔

۵۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا: فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَ لُوْنَ. (مؤمنون، ۱۰۱) یعنی وہ اس دن ایک دوسرے سے سوال نہیں کریں گے۔ اور دوسری جگہ فرمایا: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ. (صافات، ۲۷) یعنی وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔

۶۔ اسی طرح ایک مقام پر فرمایا: وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ. (صافات،۲۴) کہ انہیں ٹھہراؤ، ان سے پوچھا جائے گا۔ اور دوسری جگہ فرمایا: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ. (رحمٰن، ۳۹) یعنی اس دن جن وانس سے اپنے گناہوں کے بارہ میں پوچھا ہی نہیں جائے گا۔

رہا مختار مدعیہ کا یہ اعتراض کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ میں لوگوں کی برداشت مدنظر رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ ترقی کرتے گئے۔ سو یہ بھی کوئی نیا اعتراض نہیں ہے، بلکہ پہلے انبیاء پر بھی کیا گیا ہے۔ عیسائیوں کی کتاب میں بھی سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر بھی یہی اعتراض کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک دفعہ انبیاء پر تمام امور کی حقیقت کیوں نہیں کھول دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا منشا انبیاء کی بعثت سے لوگوں پر اتمام حجت کرنا ہوتا ہے، تا وہ لوگ جن میں رشد و ہدایت پائی جاتی ہے۔ اس نبی کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث ہوں اور دوسرے لوگ اتمام حجت ہو کر خدا کے عذاب اور سزاؤں کے مورد بنیں اور اسی طرح خدا تعالیٰ کے مامور جو نہایت رحیم و کریم ہوتے ہیں، وہ نہیں چاہتے کہ لوگ ہلاک ہوں اس لیے جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ الہام صراحت کے ساتھ ان پر کسی چیز کی حقیقت نہ کھول دی جائے۔ وہ اسی پر قائم رہتے ہیں جو لوگوں کے خیالات کے قریب ہوتا، وہ جلدی میں آ کر انکار نہ کر بیٹھیں۔ لیکن دنیا دار لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ ان کا مکر ہوتا ہے اور ایسے لوگ اگر خود لوگوں کو سمجھانے کے لیے ایسا طریق اختیار کریں تو وہ اسے حکمت قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ بندوں پر رحم کرنے کے لیے اپنے مامور پر آہستہ آہستہ حقائق ظاہر کرے تو وہ اسے مکر اور فریب سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سے حکیم ہے۔ پھر کیونکر وہ حکمت کو اختیار نہ کرے اور چونکہ انبیاء کو اپنی بڑائی کا کچھ خیال نہیں ہوتا، اس لیے وہ ان خطابات کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں ملتے ہیں، اپنے لیے استعمال کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں اور ہر پہلو پر غور کرتے ہیں اور ابتدا میں ڈرتے ہی ہیں کہ

www.khatmenubuwwat.org

مبادا یہ آپ کے متعلق کا ہی دھوکہ ہو۔ اور اگر ان کی ایسی تاویل ہو سکتی ہو جو لوگوں کے خیالات کے اقرب ہو تو وہ اس کی تاویل کر لیتے ہیں۔ اور اسی پر قائم رہتے ہیں، جب تک کہ خدا تعالیٰ اس کثرت الہام کے ذریعہ سے یہ واضح نہیں کر دیتا کہ اس کی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب یہ وضاحت وصراحت ہو جائے تو پھر کوئی پرواہ نہیں کرتے اور بلاخوف لومۃ لائم وہ خطابات بھی نئے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ تدریجی دعویٰ کی مثال خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات مبارک میں بھی ہمیں ملتی ہے۔

سب سے پہلے جب آپ پر غار حرا میں فرشتہ کا ظہور ہوا اور اس نے آپ کو خوب بھینچا اور تین بار پڑھنے کے لیے کہا اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (علق،۱) کی وحی آپ پر نازل ہوئی تو آپ کانپتے ہوئے دل کے ساتھ خدیجہؓ کے پاس آئے اور کپڑا اوڑھانے کے لیے ارشاد فرمایا۔ اور جب کچھ تسلی ہوئی تو فرمایا کہ **ولقد خشیت علی نفسی**[۱] یعنی میں ڈرا، مبادا میرے نفس کا ہی دھوکا ہو، یا اپنی جان کا صرف ہو۔ پھر حضرت خدیجہ آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔

جس نے اپنا حال سن کر بتایا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ پر اُترا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ آپ کے پاس فرشتہ آتا ہے۔ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے آپ کو اس معاملہ کی حقیقت ورقہ بن نوفل سے معلوم ہوتی ہے۔ اور **ولقد خشیت علی نفسی** کے معنی امام ملا علی قاری نے یہ کیے ہیں کہ میں ڈرا کہ مجھے جنون نہ ہو جائے، یا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ پھر اس کے بعد کچھ دیر کے لیے وحی کا آنا بند ہو گیا تو آپ کی جو حالت ہوئی، وہ امام بخاری کے نزدیک مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے:

حتّٰی حزن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فیھا بلغنا حزنا غَدَا منه مرارًا کی ینیزدّی من روس شواھق الجبال الخ...[۲]

یعنی وحی کے بند ہونے کے بعد آپ ایسے سخت غمگین ہوئے کہ آپ نے بارہا پہاڑ کی بلند چوٹیوں پر سے گرنے کی خواہش کی۔ پس جب کبھی کسی پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھتے کہ اپنے آپ کو گرا دیں تو حضرت جبریل علیہ السّلام ظاہر ہو کر آپ سے کہتے کہ اے محمد! تو درحقیقت خدا کا رسول ہے۔ تو اس سے آپ کو تسکین حاصل ہوتی تھی۔ سو جبریل علیہ السّلام کا بار بار ظاہر ہو کر آپ سے یہ کہنا کہ تو سچ مچ خدا کا رسول ہے، بتاتا ہے کہ ابتدا میں خدا تعالیٰ کے مامورین کو اپنے دعویٰ کی شناخت میں کیسی مشکلات ہوتی ہیں۔ پس وہ اس وقت تک اس کو ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ بارش کی طرح وحی کے ذریعہ انہیں اس کی صحت کا علم نہیں دیا جاتا۔

دیکھنا چاہیے کہ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کس حکمت سے آہستہ آہستہ آپ کو تبلیغ کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ پہلے آپ پوشیدہ طور پر تین سال تک اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے، اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (حجر،۹۴) کا ارشاد فرمایا تو آپ نے علانیہ طور پر اپنی دعوت کا اظہار کیا۔ (زاد المعاد، جلد اوّل، ص۲۰)

آپ کی ترتیب دعوت کا ذکر امام ابن قیم نے اس طرح کیا ہے:

"پہلے تو آپ کو یہ حکم ہوا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. (علق،۱) وذلک اوّل نبوۃ یہ آپ کی نبوت کی ابتدا ہے۔ اس

۱۔ زملونی زملونی...... صحیح بخاری، رقم ۳ ۲۔ ھذا الناموس الذی...... صحیح بخاری، ۶۵۸۱

وقت آپ واپنے پڑھنے ہی کا حکم دیا گیا، تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر آپ پر آیات: یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَاَنْذِرْ (مدثر، ۱-۲) نازل ہوئیں۔ اس میں آپ کو دوسروں کے ڈرانے کا بھی حکم دیا گیا۔ ثم امران وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ. (شعراء، ۲۱۴) پھر آپ کو اپنے قریبی خاندان والوں کے ڈرانے کا حکم دیا گیا۔ (جیسا کہ آیت: وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ سے ظاہر ہے) ثم انذرر قومه ثم انذر من حولهم من العرب ثم انذر العرب قاطبة ثم انذر العالمین. پھر آپ نے اپنی قوم کو ڈرایا۔ پھر اس کو جو اس کے اردگرد عرب میں رہتے تھے۔ پھر تمام عربوں کو (جیسا کہ آیت: لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰھُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِکَ (قصص، ۴۶) سے ظاہر ہے) پھر اس کے بعد تمام جہانوں کو (جیسا کہ آیت: لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (فرقان، ۱) میں ظاہر ہے) فاقام بضع عشرة سنة بعد نبوة بالدعوة بغیر قتال ولا خیریة ویؤمر بالکف والصبر والصفح ثم اذن له فی الهجرة واذن له فی القتال المشرکین حتی یکون الدین کله للّٰه الٰی آخره.'' (زادالمعاد، جلداوّل، ص۳۴۲)

پھر اپنی نبوت کے تیرہ سال بغیر قتال کے لوگوں کو اپنا دعویٰ سنا کر ڈراتے رہے اور آپ کو جنگ سے رکے رہنے اور صبر اور درگزر کرنے کا حکم دیا جاتا رہا۔ پھر آپ کو ہجرت کی اجازت ہوئی اور اس کے بعد قتال کی، پھر آپ کو حکم ہوا کہ جو آپ سے لڑے، اس سے قتال کیا جاوے اور جو نہ لڑے اس سے قتال نہ کیا جاوے۔

پھر آپ کو مشرکین سے قتال کرنے کا ارشاد ہوا، یہاں تک کہ تمام دین اللہ کے لیے ہو۔ مذکورہ بالا ترتیب سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے تدریجی طور پر اپنے رسول سے اپنا دعویٰ لوگوں تک پہنچانے کے لیے ارشاد فرمایا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تبلیغ دعوت میں مذکورہ بالا طریق اختیار کرنے کی وجہ سے آپ پر عیسائیوں نے وہی اعتراض کیا ہے جو مختار مدعیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر کیا ہے۔

اسی طرح پہلے تو آپ نے اپنی نبوت اپنی ذات تک محدود رکھی، پھر آپ نے کئی بار اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کی خواہش کی۔ یہاں تک کہ ہر بار حضرت جبرئیل نے آپ سے کہا کہ آپ واقعی خدا کے رسول ہیں (یعنی کسی تردّد کی اس میں ضرورت نہیں)۔ پھر جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ آپ نے اپنے دعویٰ کی تبلیغ کی۔ مدینہ میں پہنچ کر جہاں یہود کثرت سے آباد تھے۔ فرمایا:

لاتخیرونی علی موسٰی فان الناس یصعقون یوم القیامته فأکون اوّل من یفیق فاذا موسٰی باطش بجانب العرش.[1]

کہ تم مجھے موسیٰ علیہ السّلام پر فضیلت مت دو۔ کیونکہ لوگ قیامت کے روز جب بیہوش ہوں گے تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السّلام عرش کے ایک پہلو کو پکڑے کھڑے ہوئے ہوں گے۔ لیکن اس کے بعد وہ وقت آیا کہ آپ نے خاتم النبیّین ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور فرمایا:

والذی تفسی محمد بیده لوبدئلکم موسٰی فاتبعوه وترکتمونی لضللتم من سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لا تبعنی.[2] یعنی اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تمہارے لیے موسیٰ ظاہر ہوں اور تم

۱۔ لا تخیرونی علٰی موسٰی...... صحیح بخاری، رقم ۳۴۰۸   ۲۔ والذی نفس محمد...... سنن دارمی، رقم ۴۳۵

www.khatmenubuwwat.org

اس کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو۔ تو تم سیدھے راستہ سے گمراہ ہو جاؤ۔ اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پاتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔ ایک اور حدیث میں ہے: **لو کان موسٰی حیًا لما وسعه الا اتباعی.**[۱] کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ ایک وقت میں تو یہ فرمایا: **لا تفضلوا بین انبیاء اللّٰه.**[۲]

یعنی تم خدا کے نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت مت دو۔ لیکن پھر دوسرا زمانہ وہ آیا جب کہ آپ نے فرمایا: **فضلت علی الانبیاء بست.**[۳] یعنی مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ اسی طرح ایک وہ زمانہ تھا کہ آپ نے علی الاعلان فرمایا: **من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب.**[۴] یعنی جو کہے کہ میں یونس بن متی سے اچھا ہوں تو اس نے جھوٹ کہا۔ لیکن آپ نے اپنے متعلق فرمایا:

انا اکرم الاولین والاخرین علی اللّٰه ولا فخر.[۵]

یعنی میں پہلوں اور پچھلوں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ اشرف اور مکرم ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

نیز فرمایا: **انا سید ولد اٰدم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم فمن سوره تحت لوائی.**[۶]

یعنی میں قیامت کے روز تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس میں فخر نہیں اور آدمؑ اور ان کے سوا جس قدر انبیاء ہیں، تمام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

نیز فرمایا: **انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیّین ولا فخر وانا شافع ومشفع ولا فخر.** (مشکوٰۃ، ص ۵۱۴، بحوالہ دارمی)

یعنی میں بغیر کسی فخر کے رسولوں کا قائد ہوں۔ اور خاتم النبیّین اور شافع ہوں۔ اور ایسا شافع ہوں جس کی شفاعت قبول کی جاوے گی۔

حضرت مسیح موعود کا براہین احمدیہ میں آپ کو مثیل مسیح ہونے کا الہام ہو چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ کو مسلمانوں کے عام عقیدہ کے مطابق اس وجہ سے کہ آپ پر وفات مسیح کی فضیلت منکشف نہ ہوئی تھی، زندہ لکھ دینا۔ اور اسی طرح باوجودیکہ الہامات میں آپ کے حق میں نبی ورسول کے الفاظ استعمال ہوئے تھے۔ لیکن چونکہ نبی اور رسول کے معنی یہ سمجھے جاتے تھے کہ جو نئی شریعت لائے یا

۱۔ **لو کان موسٰی......** شعب الایمان، رقم ۱۷۶

۲۔ **لاتفضلوا بین......** صحیح بخاری، رقم ۳۴۱۴

۳۔ **فضلت علی الانبیاء......** صحیح مسلم، رقم ۱۱۹۵

۴۔ **من قال انا خیر......** صحیح بخاری، رقم ۴۳۲۸

۵۔ **انا اکرم الاولین......** الجامع الصغیر، ۸۵۰۷

۶۔ **انا سید ولد اٰدم......** الشفاء، ۱/ ۱۵۹

www.khatmenubuwwat.org

پہلی شریعت کے بعض احکام کو منسوخ کرے اور یہ تعریف آپ پر صادق نہ آئی تھی۔ اس لیے آپ کا لفظ نبی اور رسول بتاویل بمعنی محدث لینا جائے اعتراض نہیں ہے، لیکن جب آپ پر اللہ تعالیٰ نے بار بار کے الہام سے یہ حقیقت منکشف کر دی کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں۔ اور جب آپ نے یہ سمجھا کہ وہ جس پر کثرت امورِ غیبیہ کا اظہار ہو، وہ بھی نبی ہوتا ہے۔ چاہے وہ نبی شریعت نہ لائے اور نہ ہی پہلی شریعت کے بعض احکام منسوخ کرے اور نہ ہی وہ مستقل ہو، بلکہ پہلے نبی کا پیرو ہو۔ تو آپ نے وفات مسیح کا اعلان کر دیا اور لفظ نبی اور رسول کو بتاویل محدث لینے کی بجائے اپنے آپ کو اُمتی نبی اور رسول کہنا شروع کر دیا کہ میں نبی ہوں، یعنی خدا سے بکثرت غیب کی خبریں پانے والا اور رسول یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ لیکن ساتھ ہی آپ نے تصریح فرما دی کہ:

''ہاں یہ بات بھی یاد رکھی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں ہیں، بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے، جس کا روحانی افاضہ میرے شاملِ حال ہے، یعنی محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔''[1]

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ

۹/اکتوبر کی بحث میں مختار مدعیہ نے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ آج تک یہ پتہ نہیں کہ مرزا صاحب کیا چیز لے کر آئے اور نہ مرزا صاحب کے صحابہ ہی ثابت کر سکے اور دعویٰ کی تعین نہیں۔ متعدد دعاوی کیے ہیں۔ مبلغ اسلام، مجدد، مصلح وغیرہ ذلک حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا دعویٰ اظہر من الشّمس ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لیے مامور کیے گئے۔ باقی جس قدر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاب دیے گئے ہیں، وہ اسی کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ آپ مجدد تھے اور مصلح تھے اور ہر نبی مجدد اور مصلح ہوتا ہے۔ آپ مبلغ اسلام بھی ہیں، جیسے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی مبلغ اسلام تھے۔ اور آپ کو ہی سب سے اوّل (يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (مائدہ، ٦٧)) تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپ محدث بھی ہیں، کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کلام کی، آپ نبی بھی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کثرت سے امورِ غیبیہ پر آپ کو اطلاع دی۔ آپ رسول بھی ہیں، ان معنوں میں کہ آپ خدا کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجے گئے۔ آپ ان پیشگوئیوں کے بھی مصداق ہیں جو انبیاء کی کتابوں اور احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اور مسلمانوں کی اصلاح کے لیے مبعوث ہونے کی وجہ سے آپ مہدی اور عیسائیوں کے لیے مسیح اور ہندوؤں کے لیے کرشن ہیں۔ پس آپ کو مختلف القاب اور اسماء دیے جانے سے آپ کے دعاوی متعدد نہیں ہو گئے، ورنہ اس طرح تو یہی اعتراض آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر بھی آئے گا کہ آپ کے دعوؤں کا پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ آپ کے دعاوی متعدد ہیں، نبی، رسول، خاتم النّبیّین، ماحی، حاشر، عاقب وغیرہ۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا دعویٰ آپ کی کتب سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔

۱۔　ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۲۱۱

www.khatmenubuwwat.org

گواہان مدعیہ کی شہادتیں

بوجوہات ذیل حضرت مسیح موعود ومہدی معہود اور آپ کی جماعت کے متعلق قابلِ قبول نہیں ہیں۔

وجہ اوّل

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا ہے۔ اور گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے اپنے بیان میں بحوالہ حجج الکرامہ، صفحہ ۳۶۳ اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، مکتوب ۵۵، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷ یہ ثابت کر دیا ہے کہ مولوی لوگ جو تقلید اور اپنے بزرگوں کی اقتدا کے خوگر اور کفر کا فتویٰ دینے کے عادی ہوں گے۔ مہدی موعود کو کافر اور گمراہ اور دین کو تباہ کرنے والا قرار دیں گے اور علماء ظواہر مسیح موعود کے باریک اجتہادات کا انکار کریں گے اور اپنی مخالف کتاب وسنت جان لیں گے۔ اور قرآن مجید بھی یہی شہادت دیتا ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں، مدعیان علم ان کی تکذیب کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ آیت: فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (غافر، ۸۳) سے ظاہر ہے، اس لیے حضرت مسیح موعود مہدی معہود کے کفر اور اسلام کے متعلق مولویوں کی شہادت قرآن وحدیث کی رُو سے قابلِ قبول نہیں ہے۔

وجہ دوئم

گواہان مدعیہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت سے اپنے حسد وبغض اور تعصب وعداوت کا اظہار کسی نہ کسی رنگ میں کر چکے ہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اگر گواہان کی شہادتوں کو دیکھا جائے تو اس میں احمدیوں اور ان کے امام کے خلاف جن جذبات کا اظہار کیا گیا ہے اور باوجودیکہ اس امر کا فیصلہ کہ آیا احمدی ہونا اسلام سے ارتداد ہے یا نہیں، عدالت کا حق تھا، نہ کہ گواہوں کا۔ گواہوں نے بار بار حضرت مسیح موعود اور احمدیوں کے حق میں کافر اور مرتد اور ملحد وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں، جس سے ان کی جماعت احمدیہ اور مدعا علیہ سے عداوت وبغض بالکل واضح ہے۔ اور ایسے شخص کی گواہی جس کی عداوت مدعا علیہ سے روزِ روشن کی طرح آشکار ہو چکی ہے، کوئی عدالت چھوٹی ہو یا بڑی، قبول نہیں کرتی۔ چنانچہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے، جیسا کہ ہدیہ مجددیہ، صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے:

"ذکر فی المبسوط فی مذھب مالک انه لا یجوز شھادة القاری یعنی العلماء لانھم اشد الناس تحاسد او تباغضا."

یعنی مبسوط میں امام مالک کا یہ مذہب لکھا ہے کہ مخالف علماء کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ اوّل درجہ کے حاسد اور بغض رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے فاضل ججان مدراس ہائیکورٹ نے بھی مقدمہ زیرعنوان میں مولویوں کی شہادت: Narantahath Avullah VS Parahuhial Mammur and Others کو احمدیوں کے خلاف اسی وجہ سے رد کیا ہے۔ چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

But we can not accept their opinion as settling the question, as argued for the

www.khatmenubuwwat.org

accused, particularly as they are interested as orthodox Mohammadans in denouncing the members of the new sect as unbelievers. (Indian Cases, vol. 71)

اس لیے گواہان مدعیہ کی شہادتیں حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کے متعلق قابلِ قبول نہیں ہیں۔

وجہ دوم

گواہان مدعیہ کے بیانات اصولی مسائل ہیں، ایک دوسرے کے متناقض ہیں۔ چنانچہ:

۱۔ گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۹؍اگست کو بجواب جرح کہا، ''عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں، اس کے سوا جو وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں ہے۔ لفظ وحی کا اس پر اطلاق ہوگا۔ لیکن اس کے برخلاف گواہ مدعیہ نمبر۴ نے ۳۱؍اگست کو بجواب جرح کہا۔ وحی نبوت نہیں آئے گی، نہ کسی نئے نبی پر نہ پرانے نبی پر۔

پس گواہ مدعیہ نمبر۳ تو حضرت عیسیٰ پر وحی نبوت کے نزول کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن گواہ مدعیہ نمبر۴ کہتا ہے کہ وحی نبوت پرانے نبی پر بھی نہیں ہوسکتی۔

۲۔ گواہ مدعیہ نمبر۱ نے بجواب جرح ۲۱؍اگست کو یہ تسلیم کیا ہے، ''مسیح علیہ السّلام پر اگر کوئی جبرئیل علیہ السّلام کے نازل ہونے کا قائل ہے تو اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔'' اور پھر حجج الکرامہ کی عبارت ''ظاہر است کہ آرندہ وحی سوئے'' (یعنی مسیح علیہ السّلام۔ شمس) جبرئیل علیہ السّلام باشد بلکہ بہ ہمیں یقین داریم و دران تردد نمی کینم'' کی تردید نہیں کرتا۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نزول جبرئیل کو جائز قرار دیتا ہے، لیکن برخلاف اس کے گواہ مدعیہ نمبر۴ نے ۳۱؍اگست کو بجواب جرح یہ کہا ہے کہ جبرئیل علیہ السّلام وحی لے کر رسول اللہ کے بعد اب کسی شخص پر نازل نہیں ہوسکتا۔ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت بھی ان پر جبرئیل نہیں آئیں گے۔''

۳۔ گواہ مدعیہ نمبر ب نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ کتب لغت میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں ملتا کہ جس سے قطعاً یقیناً یہ ثابت ہو کہ خاتم النبیّین کے معنی آخر النبیّین کے ہی ہوتے ہیں اور اس کے خلاف گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۹؍اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ ''لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح التاء مہر کے معنوں میں بھی ہے۔''

پس گواہ نمبر۳ کے اس قول کے مطابق لغت کی رُو سے برخلاف گواہ نمبر ب نبیوں کی مہر کے معنی ہوسکتے ہیں۔

۴۔ گواہ مدعیہ نمبر الف و گواہ مدعیہ نمبر ب اپنے بیانوں میں کہتے ہیں کہ وحی نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ نبوت نہیں۔ کیونکہ وحی لازمی چیز ہے۔ لیکن اس کے برخلاف گواہ مدعیہ نمبر۲ نے بجواب جرح ۱۴؍اگست کو یہ تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد مطلق وحی کے دعویٰ کو کفر نہیں کہا گیا۔ اور گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۹؍اگست کو بجواب جرح یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مسیح علیہ السّلام پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا جو وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں۔ پس گواہان مدعیہ نمبر الف و ب تو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ وحی لازمہ نبوت ہے، لیکن گواہ مدعیہ نمبر۱، ۲۱؍اگست کو بجواب جرح بحوالہ فتوحات اور گواہ مدعیہ نمبر۲ اور گواہ مدعیہ نمبر۳ کہتے ہیں کہ حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی

www.khatmenubuwwat.org

ہوسکتی ہے۔ اور نیز گواہ نمبر۴ نے ۳۱؍اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ مسیح علیہ السّلام پر غیر تبلیغی وحی ہوگی۔

۵۔ گواہ مدعیہ نمبر۲ نے ۲۴؍اگست کو بجواب جرح کہا کہ حضرت عیسیٰ رسول الی بنی اسرائیل تھے اور ہیں، نہ پہلے وہ ہماری طرف مبعوث ہوئے تھے اور نہ اب۔ اور جب آئیں گے تو وہ منصب نبوت پر نہ ہوں گے۔ لیکن برخلاف اس کے گواہ مدعیہ نمبر۴ نے ۳۱؍اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جب نازل ہوں گے تو وہ رسول ہوں گے اور ان کے نزول کے وقت جو شخص ان کو نہ مانے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔

۶۔ گواہ نمبر۱ نے ۲۱؍اگست کو بجواب جرح کہا کہ آیت: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ (شوریٰ،۵۱) میں جو طرق وحی کے بیان کیے گئے ہیں، وہ امت محمدیہ پر بند ہیں، مگر گواہ نمبر۳ نے ۲۹؍اگست بجواب جرح یہ تسلیم کیا کہ ام موسیٰ اور مریم پر جو وحی ہوئی وہ قرآن کے بیان کردہ تین طرق میں داخل ہے اور گواہ نمبر۲ اور مختار مدعیہ کے نزدیک وہ وحی جو وحی نبوت نہ ہو، وہ امت محمدیہ کے افراد کو ہوسکتی ہے، جیسے کہ حضرت مریم اور ام موسیٰ کو ہوئی، کیونکہ وہ نبی نہ تھیں اور وہ وحی گواہ نمبر۳ کے نزدیک آیت: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ میں مذکورہ طرق میں داخل ہے جو گواہ مدعیہ نمبر۱ کے قول کے بالکل مخالف ہے۔

گواہان مدعیہ کے بیانات میں ایسے تناقضات اور بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن انہیں پر اکتفا کرتے ہوئے ہیں۔ ان تناقضات کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہوں۔ جو ہر گواہ کے اپنے بیان میں پائے گئے ہیں۔ مثلاً گواہ مدعیہ نمبر۱ نے ۲۱؍اگست کو بجواب جرح حدیث: **من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر**[1] کے متعلق کہا کہ امت اس کے یہ معنی سمجھتی ہے کہ کفر کا سا فعل کیا۔ یعنی عمداً نماز کا تارک امت کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔ لیکن پھر اس کے بعد یہ اقرار کیا کہ بعض ائمہ برحق نے عمداً نماز کے تارک کو کافر قرار دے کر ان سے نکاح وغیرہ معاملات کو حرام قرار دیا ہے۔ اور ان دونوں قولوں میں تخالف پایا جاتا ہے۔ اور اسی طرح گواہ نمبر۳ نے اپنے بیان مورخہ ۲۵؍اگست کو کہا کہ مسخ نسخ بروز وغیرہ یہ پانچوں اصطلاحیں آسمانی دینوں میں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ لیکن اس نے ۲۹؍اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا کہ آیت: كُونُوا قِرَدَةً خٰسِئِينَ (بقرۃ:۶۵) کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ وہ مسخ ہوگئے تھے۔ پس ان دونوں قسم کے تناقضات کی موجودگی میں گواہان مدعیہ کی شہادتیں قابلِ قبول نہیں ہیں۔

وجہ سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تمام کتب کا سوائے ان عبارات کے جس پر انہوں نے اعتراض کیا ہے، مطالعہ نہیں کیا۔

گواہان مدعیہ نے جیسا کہ شاہد مدعیہ نمبر۳ نے ۲۹؍اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے:

''کہ میں نے مرزا صاحب کی تمام کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ جس قدر کہ مجھے حکم دینے کے لیے ضرورت ہوئی، اُس قدر میں نے مطالعہ کیا۔''

اور گواہ مدعیہ نمبر۴ نے ۳۱؍اگست کو بجواب جرح کہا، میں نے تمام کتابیں مرزا صاحب کی مطالعہ نہیں کیں۔ اور مختار مدعیہ نے بھی ۷؍اکتوبر کی بحث میں گواہان مدعیہ کے اس نقص کو چھپانے کے لیے یہ کہا کہ کسی کا کفر ثابت کرنے کے لیے اس کی دوسری

www.khatmenubuwwat.org

۱۔ من ترک...... السلسلة الضعيفه، رقم ۲۵۰۸

کتابوں کا دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے دوسری کتابوں کے دیکھنے کا اعتراض گواہان مدعیہ پر نہیں ہوسکتا۔ لیکن گواہ مدعیہ نمبر۱ نے ۲۰/اگست کو بجواب جرح یہ اصل تسلیم کیا ہے:

''کہ ایک مصنف کے قول کا ماقبل و مابعد جب تک معلوم نہ ہو، اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کر لیا جائے، اس وقت تک کوئی ایک جملہ کسی کتاب کا پیش کر دینا عقیدہ ثابت کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ اور اس طرح گواہ مدعیہ نمبر۴ نے ۳۱/اگست کو بجواب جرح کہا کہ متکلم کے مبہم کلام کو اس کے مصرح کلام پر حمل کیا جائے گا۔''

پس اس اصل کے مطابق کسی کا عقیدہ معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی دوسری کتابوں کو دیکھا جائے اور اس کے تمام اقوال کو یکجائی نظر سے دیکھ کر پھر اس پر حکم لگایا جائے۔ لیکن گواہان مدعیہ، جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے، معترف ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتابوں کا کماحقہٗ مطالعہ نہیں کیا۔ اس لیے ان کی شہادت حضرت مسیح موعودؑ کے کفر و اسلام کے متعلق کوئی وزن نہیں رکھتی اور رَد کرنے کے لائق ہے۔

وجہ چہارم

دربار معلیٰ نے اپنے فیصلہ میں علماء اسلام کی آراء حاصل کرنے کے متعلق لکھا تھا اور علماء اسلام کہلانے کے وہی مستحق ہو سکتے ہیں جنہیں مسلمانوں کے تمام فرقے عالم اسلام سمجھتے ہوں۔ مگر گواہان مدعیہ عالم اسلام تو کجا رہے، علماء حرمین اور علماء ہند کے نزدیک مسلمان بھی نہیں ہیں، بلکہ مرتد اور خارج از دائرۂ اسلام ہیں، جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے، اس لیے ان کی شہادتیں رَد کرنے کے لائق ہیں۔

وجہ پنجم

گواہان مدعیہ کے صریح کذب

چونکہ گواہان مدعیہ اپنے اکابر علماء و ائمہ کی تعلیم کے مطابق ایسے معاملات میں کذب صریح کو جائز خیال کرتے ہوئے، اپنے بیانوں میں جابجا کذب صریح کے مرتکب ہوئے ہیں، اس لیے ان کی شہادت ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اور ان کے صریح کذبات سے چند بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) پہلا کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر الف نے اپنے بیان میں یہ کذب صریح استعمال کیا ہے کہ مرزا صاحب نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا اور حوالہ آئینہ کمالات اسلام کا دیا ہے۔ حالانکہ وہیں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے یہ الفاظ موجود ہیں کہ یہ واقعہ میں نے خواب میں دیکھا اور وہیں اس کی تعبیر بھی حضور نے بیان فرما دی ہے۔

(۲) دوسرا کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر الف نے اپنے بیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی طرف بحوالہ البشریٰ، جلد۲، صفحہ ۷۹ یہ بھی منسوب

کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان سے کہا:

''جس طرح میں قدیم اور ازلی ہوں۔ اس طرح تیرے لیے میں نے ازلیت کے انوار کر دیے ہیں اور تو بھی ازلی ہے۔''

اور یہ گواہ مذکور کا نہایت ہی صریح کذب ہے، کیونکہ عبارت البشریٰ میں قطعاً موجود نہیں ہے۔

(۳) تیسرا کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبرب نے اپنے بیان میں بحوالہ توضیح المرام، صفحہ ۸ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق ذکر کیا ہے کہ آپ ملائکہ کو مکاروں کی ارواح مانتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ عقیدہ نہیں ہے، جیسا کہ ملائکہ کی بحث میں ذکر آ چکا ہے۔ پس گواہ نمبرب کا آپ کی طرف یہ عقیدہ منسوب کرنا اس کا ایک کذب صریح ہے۔

(۴) چوتھا کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبرب نے اپنے بیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا بحوالہ توضیح المرام، صفحہ ۵ یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے، حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا عقیدہ یہ ہے کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے، جیسا کہ بحث ملائکہ میں ذکر آ چکا۔ پس گواہ مذکورہ کا یہ ایک جھوٹ ہے۔

(۵) پانچواں کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر ا نے ۲۱ر اگست کو بجواب جرح یہ صریح جھوٹ بولا کہ مسیلمہ کذاب نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں تھا۔ اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی۔ قرآن شریف کے مقابلہ میں اس نے کوئی آیات قائم کی تھیں یا نہ، مجھے علم نہیں۔ وہ شریعت قرآن شریف کا متبع تھا یا نہ، مجھے معلوم نہیں۔

حالانکہ نہایت قلیل علم رکھنے والا ہے۔ وہ بھی جانتا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے نماز و روزہ وغیرہ کو ترک اور شراب و زنا وغیرہ کو جائز کر دیا تھا۔ چنانچہ گاہ مدعیہ نمبر ۳ نے ۲۹ر اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے کہ مسیلمہ نے نبی کریم کے بعد احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا۔ اور حج الکرامہ، صفحہ ۳۳۴ میں جو واقعات (تحلیل خمر اور تنسیخ نماز و روزہ اور قرآن کے مقابلہ میں سورتیں بنانے کے) مسیلمہ کی طرف نسبت کیے گئے ہیں، یہ وقوع میں آئے ہیں۔

(۶) چھٹا کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر ا نے ۲۱ر اگست کو بجواب جرح کہا، ''ہم احمد رضا خاں بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے۔ احمد رضا خان کو بھی ہم کافر نہیں کہتے۔ اس کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں۔'' حالانکہ یہ سراسر غلط اور قطعاً کذب صریح ہے۔

(۷) ساتواں کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر ا نے ۲۱ر اگست کو بجواب جرح حدیث: **من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر**[1] کہا کہ امت اس کے معنی یہ سمجھتی ہے کہ کفر کا سا فعل کیا۔ یعنی عمداً نماز کا تارک کافر نہیں ہوگا۔ لیکن جب اور زیادہ جرح کی گئی تو حق بات بیان کرنی پڑی

ا۔ السلسلة الضعیفه، رقم ۲۵۰۸

کہ بعض ائمہ برحق نے عمداً نماز کے تارک کو کافر کہا ہے۔ اور اس اقرار سے اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ اس کا پہلا جواب کہ امت اس کے معنی یہ سمجھتی ہے کہ عمداً نماز کا تارک کافر نہیں ہوگا۔ جھوٹ تھا۔

(۸) آٹھواں کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر۲ نے ۲۴؍اگست کو بجواب جرح کہا:

''مرزا صاحب نے اپنی کسی ایک کتاب میں وحی کو جمع نہیں کیا۔ اور نہ انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار دیا۔ لیکن ان کی جو وحی جس جس کتاب میں درج ہے، وہ وحی شریعت جدیدہ ہے۔''

حالانکہ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعض تصانیف کا بھی مطالعہ کیا ہے، وہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ کی وحی کو وحی شریعت جدیدہ قرار دینا ایک کذب صریح کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

(۹) نواں کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر۲ نے ۲۴؍اگست کو بجواب جرح یہ صریح کذب استعمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے بعد قرآن کو آخر الکتب نہیں مانا اور اس قول کے صریح کذب ہونے میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے ذرا بھی مس رکھنے والے شخص کو بھی شک نہیں ہوسکتا۔

(۱۰) دسواں کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر۲ نے ۲۹؍اگست کو بجواب جرح کہا:

''مکتوبات امام ربانی، جلد۲، صفحہ ۹۹، مکتوب نمبر۵۱ میں جو کچھ لکھا ہے وہ کشفی ہے یا الہامی۔''

لیکن جو شخص اس مکتوب کی عبارت پڑھے گا، اسے گواہ مدعیہ کو مذکورہ جواب دینے کی وجہ سے کاذب کہنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس مکتوب سے قطعاً یہ معلوم نہیں ہوتا، بلکہ اس بات کا وہم بھی نہیں گزرتا ہے کہ یہ کلام کشفی یا الہامی ہے۔ امام صاحب اس مکتوب کو ان الفاظ سے شروع کرتے:

''اعلم ایها الاخ الصدیق ان کلامهٔ سبحانه وتعالیٰ مع البشر قد یکون شفاها وذال الافراد من الانبیاء علیهم الصلوات والتسلیمات وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیهم بالبتعیة والوراثة ایضًا واذ اکثر هذا القسم من الکلام مع واحد منهم سمی محدثا کما کان امیر المومنین عمرؓ وهذا غیر الالهام وغیر الالقاء فی الروح وغیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بهٰذالکلام الانسان الکامل.''

یعنی اے برادر صادق! جان لے کہ خدا تعالیٰ کا انسان سے مکالمہ کبھی تو بالمشافہ ہوتا ہے اور وہ انبیاء کرام کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی ایسا کلام انبیاء علیہم السّلام کے کامل فرمانبرداروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو انبیاء کی پیروی کی برکت سے بطریق وراثت ہوتا ہے۔ پس جب ایسے کلام بکثرت ان کاملوں میں سے کسی کے ساتھ ہوں تو اس کا نام محدث ہوتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ تھے اور یہ کلام الہام سے اور القاء فی الروع کے علاوہ شروع ہوتا ہے۔ اور اس کلام سے بھی علاوہ ہوتا ہے جو فرشتہ کے

www.khatmenubuwwat.org

ذریعہ ہو، ایسے کلام سے صرف انسان کامل ہی مخاطب ہوتا ہے۔‘‘

اب بتاؤ کیا اس مکتوب کی عبارت کو کشفی یا الہامی کہنا صریح کذب نہیں ہے؟

(۱۱) گیارہواں کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۱۸؍اگست بجواب جرح مسلم الثبوت، جلد۲، صفحہ ۱۹۵ کی عبارت ’’**واما فی مستقبلات کا شراط الساعة وامور الاخرة فلا عند الحنفية لان الغيب لا مدخل فيه للاجتهاد**‘‘ کا یہ مفہوم لکھوایا کہ:

’’مسلم الثبوت کی مراد یہ ہے واقعہ پیش آ گیا ہے اور اس کا حکم دینا مجتہدین کو تو اتفاق اور اجماع کر لیں وہ حجت ہے اور آئندہ چیزیں جو ہیں، ان میں داخل دینے کی ضرورت نہیں، عقیدہ کافی ہے۔‘‘

اور کہا کہ:

’’نزول مسیح علامات قیامت میں سے ہے، جو چیزیں اخبار مستقل سے تعلق رکھتی ہیں، ان پر اجماع ہوسکتا ہے اور ہوا ہے۔‘‘

گواہ مدعیہ کے ان دونوں قولوں کو ملحوظ رکھ کر جو مفہوم مسلم الثبوت کی مذکورہ بالا عبارت کا گواہ مدعیہ نے بیان کیا ہے، وہ صریح کذب ہے۔ کیونکہ اس عبارت کا سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہیں کہ جو باتیں آئندہ زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والی ہیں۔ جیسے علامات قیامت (جن میں سے مسیح کا نزول بھی ہے) اور امور آخرت ان میں حنفیہ کے نزدیک کوئی اجماع نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ باتیں غیب سے متعلق ہیں، اجتہاد کو کوئی دخل نہیں۔

(۱۲) بارہواں کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۸؍اگست کو بجواب جرح شرح فقہ اکبر، صفحہ ۱۴۷ کی عبارت ’’**ولو انكر احمد خلافة الشيخين يكفر...... لانها ثبت بالاجماع**‘‘ کا یہ مفہوم لکھوایا ہے:

’’کہ روافض جو خلافت خلفائے ثلاثہ کے منکر ہیں، اس بنا پر کہ وہ خلافت کے مستحق نہ تھے، وہ کافر ہے۔‘‘

اس کے ساتھ ہی گواہ نے یہ کہا تھا اور کہتے ہیں کہ وہ خلیفہ نبی نہیں ہوئے، وہ کافر ہیں۔ حالانکہ مفہوم بالکل غلط ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ گواہ ان الفاظ کا صحیح ترجمہ نہ کر سکتے تھے، ضرور کر سکتے تھے۔ لیکن وہ پہلے خلافت راشدہ کے متعلق کہہ چکے تھے کہ اس کا ماننا ضروریات دین سے نہیں ہے اور اس لیے شرح فقہ اکبر کے فتویٰ کے مطابق انہیں عام شیعوں کو کافر ماننا پڑتا تھا۔ اس لیے اس نے اپنے استاد کے استاد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتویٰ پر عمل کر کے اور اس عبارت کا ایک ایسا مفہوم پیش کر دیا، جس کے الفاظ متحمل نہ تھے اور صریح کذب کے مترادف تھا۔ مطلب صرف اتنا تھا کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا انکار کرے، وہ کافر ہوگا، کیونکہ وہ صحابہ کے اجماع سے ثابت ہے۔

(۱۳) تیرہواں کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر۴ نے ۳۱؍اگست کو بجواب جرح حدیث: **علماء هم شر من تحت اديم السماء** کے مفہوم میں یہ لکھوایا

www.khatmenubuwwat.org

کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام کے نزول کے وقت علماء یہود ان کے مخالف ہوں گے۔ احادیث کی کتابوں میں یہودیوں کا ذکر ہے۔ وہ مخالف ہوں گے، نہ کہ رسول اللہ کی امت یہود بن جائے گی۔ اور یہ گواہ مدعیہ کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ احادیث کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے۔ حدیث علماء ہم میں علماء سے مراد مسلمانوں کے ہی علماء ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے اسلام کا ذکر ہے کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا اور قرآن کے بھی صرف حروف ونقوش باقی رہ جائیں گے۔ اور مسجدیں بہت ہوں گی، مگر ہدایت سے خالی۔ اور ان کے علماء بدترین مخلوق ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ مراد مسلمانوں کے مولوی ہیں۔ یہود کا اس حدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اور اس طرح دوسری احادیث میں بھی صاف وارد ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: **لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذوا النعل بالنعل**[1] کہ میری امت پر بھی وہ تمام حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے۔ اور فرمایا کہ: **لَمْ اَجِدْ الحدیث.** (بخاری، ج ۲، ص ۱۷۱) کہ تم پہلے لوگوں کے طریقوں کی بالشت بالشت پیروی کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا، یہود اور نصاریٰ کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اور کون، یعنی یہود اور نصاریٰ کی پیروی کرو گے اور تمام علماء اور ائمہ ان احادیث سے یہی مراد لیتے رہے ہیں کہ مسلمانوں کے علماء کی حالت بگڑ جائے گی۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی بھی فرماتے ہیں:

''اگر نمونہ یہود خواہی کہ بنی علماء سوء کہ طالب دینا باشند۔'' (الفوز الکبیر، ص ۱۳) گواہ مدعیہ نمبر ۴ نے کذب صریح کو استعمال میں لا کر احادیث کا ایسا مفہوم بیان کیا ہے جو بالکل ہی غلط ہے۔

(۱۴) چودھواں کذب صریح

گواہ مدعیہ نمبر ۴ نے ۳۱ / اگست کو بجواب جرح یہ کہا کہ:

''مکتوبات امام ربانی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶ میں علماء ظواہر کے متعلق جو لکھا ہے، وہ مکاشفہ ہے۔'' اور یہ بالکل ایسا ہی کذب صریح ہے جیسا کہ نمبر ۱۰ میں بیان ہو چکا ہے۔ اس میں بھی کوئی لفظ کشف یا الہام کا نہیں ہے۔

مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ نے ۹ / مارچ کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ خواجہ صاحب کے سامنے نبوت کا ذکر نہیں، بلکہ صرف محدثیت کا آیا ہے، غلط ہے۔ گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''حضرت مرزا صاحب نے اپنے غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ توضیح المرام میں بھی کیا ہے، لیکن جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں، پہلے آپ محدث کا بھی لفظ استعمال کرتے تھے، لیکن بعد میں نبی کا لفظ استعمال کرتے رہے۔ اور اپنے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ تھے۔ اور جب وہ الہامات خواجہ صاحب کے سامنے پیش ہوئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ مرزا صاحب کے کمال پر دال ہیں۔

اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ حضرت مرزا صاحب نے خواجہ صاحب کی وفات کے بعد دعویٰ نبوت کیا ہے تو بھی یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ خواجہ صاحب آپ کے مصدق تھے، کیونکہ آپ کی زندگی تک جو دعاوی حضرت مرزا صاحب کے آپ کے سامنے پیش ہوئے، آپ نے ان کی تصدیق کی۔ سو اگر آپ مسیح موعود کے دعویٰ نبوت کرنے کے وقت بھی زندہ ہوتے تو آپ ضرور

۱۔ **لیاتین علی امتی......** سنن ترمذی، رقم ۲۶۴۱

www.khatmenubuwwat.org

اس کی تصدیق کرتے۔ جیسا کہ وہ صحابہؓ جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دعویٰ ختم نبوت سے پہلے وفات پا چکے تھے، اور صرف دعویٰ نبوت کو ہی انہوں نے پایا تھا۔ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دعویٰ ختم نبوت کے وقت بھی موجود ہوتے، تو وہ اس کی تصدیق کرتے۔ اور اس پر ایسا ہی ایمان لاتے جیسا کہ آپ کے دعویٰ نبوت پر ایمان لائے تھے۔ لیکن یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ خواجہ صاحب کے پاس مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا ذکر نہیں آیا۔ کیونکہ آپ کے الہامات میں جابجا رسول اور نبی کے الفاظ موجود ہیں۔ اور یہ الہامات خواجہ صاحب کی زندگی میں ہی حضرت مسیح موعود کی کتب میں شائع ہو چکے تھے۔ اور خواجہ صاحب کو ان سے اطلاع تھی۔

اعتراض

مولوی رکن الدین نے مولوی غلام احمد اختر کو اخویم لکھا ہے جس سے ان کی آپس میں دوستی کا اظہار ہوتا ہے۔

جواب

۱۔ اگر اخویم کہنے سے دوستی کا اظہار ہوتا ہے تو خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کے حق میں جو القاب تحریر فرمائے ہیں، ان سے لازماً ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح موعود خواجہ صاحب کے نزدیک ایک برگزیدہ اور خدا رسیدہ انسان تھے۔

۲۔ چونکہ وہ دونوں خواجہ صاحب کے مرید تھے، اور دینی بھائی تھے اس لیے مولوی رکن الدین صاحب نے انہیں اخویم لکھا۔ جس کے معنی میرے بھائی کے ہیں۔

۳۔ دوستی اس لیے تھی کہ خواجہ صاحب کے نزدیک مولوی غلام احمد صاحب اختر کا ایک خاص مقام تھا۔ چنانچہ اشارات فریدی، جلد ۳، صفحہ ۱۷۳ میں لکھا ہے:

’’بعدازاں برادرم مولوی غلام احمد اختر را فرمودند کہ تو ہم بنویس وے نوشتن نشست وحضور انور از سر شفقت وعنایت فرمودند کہ ایں میان او جہا ماست از یں شب برادرم مولوی غلام احمد از پیشگاہ حضور خواجہ القاہ اللہ تعالیٰ بلقب او جہا سرفراز و ممتاز گردید۔ باید دانست کہ او جہا در لغت ہندی اہل ہنود معلم واستاد را گویند‘‘

اعتراض

مولوی غلام احمد صاحب اختر کے سوا ان کے کسی مرید اور خلیفہ نے مرزا صاحب کو نہیں مانا۔

جواب

مولوی غلام احمد صاحب اختر کے سوا اور مریدوں نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کو برحق مانا اور اگر یہ تسلیم بھی کیا جاوے کہ اختر کے سوا اور کسی نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی تصدیق اور تائید نہیں کی تو کیا اس سے یہ لازم آ جائے گا کہ خواجہ صاحب نے بھی آپ کی تصدیق نہیں کی تھی۔ کیا یہود کے انبیاء اور اولیاء اس امر کی خبر دینے نہیں آئے تھے کہ ایک نبی عرب میں مبعوث ہوگا۔ پھر کیا یہود نے باوجود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شناخت کے کہ وہ وہی نبی ہے، تسلیم کر لیا تھا؟ نہیں، بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ انبیاء نے آپ کی تصدیق کی ہے، انکار کر دیا تھا۔ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جو یہود کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ چنانچہ آنحضرت

www.khatmenubuwwat.org

صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دریافت کرنے پر یہود نے کہا: **خیرنا وابن خیرنا وافضلنا وابن افضلنا** کہ وہ ہم میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ رکھتا ہے، اچھا اور اچھوں کی اولاد اور ہم میں سے صاحب فضیلت اور ہم سے افضل کی اولاد ہے۔ لیکن جب انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تو ان کی بات تسلیم کرنے کی بجائے ان کو یہودیوں میں سب سے برا قرار دیا۔ اور **خیرنا وابن خیرنا** کی بجائے **شرنا وابن شرنا** کہنا شروع کر دیا۔[1]

اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ: **لو آمن بی عشرة من الیهود لامن بی الیهود.**[2] یعنی اگر مجھ پر دس یہود بھی ایمان لے آتے تو پھر سب یہود مجھے مان لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دس یہود نے بھی آپ کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی تھی۔ پس خواجہ صاحب کے خلفاء کا حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کو صحیح تسلیم نہ کرنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ خواجہ صاحب نے بھی آپ کے دعویٰ کی تصدیق نہ کی تھی۔ اور اب جبکہ اس شہادت ثقہ کا چرچا ہوا ہے، ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ تعلق رکھنے والے اور آپ کی پیروی کے شائقوں میں سے بہت سے نیک لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی تصدیق کریں گے اور جماعت احمدیہ میں داخل ہو جاویں گے۔

اعتراض

خواجہ محمد بخش صاحب کے مولوی رکن الدین صاحب کو برادر دینی کہنے سے ان کی توثیق نہیں ہوتی۔

جواب

۱۔ کوئی عقلمند انسان یہ تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر مولوی رکن الدین صاحب کے مولوی غلام احمد صاحب اختر کو اخویم کہنے سے دوستی ثابت ہوتی ہے تو خواجہ محمد بخش صاحب کے مولوی رکن الدین کو برادر دینی کہنے سے بھی ضرور دوستی ثابت ہوتی ہے۔ اور جو خواجہ صاحب اور ان کے خلفاء کا دوست ہو، اس کو لامحالہ ثقہ شخص ماننا پڑے گا۔

۲۔ مولف مناقب فریدی جو حضرت خواجہ صاحب مغفور کے مرید اور خلفائے مقربین میں ہے، یعنی مولوی احمد اختر صاحب انہوں نے مولوی رکن الدین صاحب کو مولانا سلمہ ربہ عزیز القدر مولانا کے القاب سے یاد کیا ہے۔ (سوانح عمری فرید ثانی، ص۱۰)

۳۔ اور لکھا ہے، پھر بارگاہ فریدی سے ۱۳۱۸ھ کو انہیں خرقہ خلافت عطا ہوا۔ (سوانح عمری فرید ثانی، ص ۲۸)

۴۔ پھر مولانا رکن الدین صاحب کی کتاب کی توثیق مولوی احمد اختر صاحب کے قول سے بھی ہوتی ہے جو خواجہ صاحب کے خلفاء دین میں سے تھے۔ بلکہ وہی مثال خلافت تیار کرا کر لے جا کر حضور کے دستخط خاص سے مزین کرا کر خدمت خلیفہ صاحب میں سپرد کرتے تھے۔ (سوانح عمری فرید ثانی، ص۳۰)

وہ لکھتے ہیں:

۱۔ **انَّ عبداللّٰہ بن سلام......** صحیح بخاری، رقم ۳۷۲۳

۲۔ **لو اٰمن بی......** صحیح بخاری، رقم ۳۷۲۵

www.khatmenubuwwat.org

آپ کے ملفوظ شریف (یعنی غلام فرید صاحب کے) مقابیس المجالس المسمی باشارات فریدی سے ظاہر ہے جو عزیز القدر مولانا رکن الدین صاحب نے آٹھ برس حاضر رہ کر جمع کیا ہے۔ (سوانح عمری فرید ثانی، ص۱۰)

اسی طرح خواجہ محمد بخش صاحب نے کتاب اشارات فریدی، جلد سوم کے آخر میں جو تقریظ لکھی ہے اس میں یہ ظاہر کر کے کہ اشارات فریدی میرے والد ماجد خواجہ غلام فرید صاحب کے ملفوظات ہیں، فرمایا ہے:

''کہ آنرا برادرم دینی مولانا رکن الدین پر ہار سونکی سلمہ ربہ در مدت نہ سال ہمہ تن گوش گردیدہ جمع ردہ است یک نسخہ بود و ہمہ مریدان ومعتقدان و جملہ طالبان طریقت و سالکان حقیقت بہر طرف پویان وجویان ایں خزینۂ معارف بودند پس بصرف زر کثیر باہتمام خان صاحب والا شان محمد عبدالعلیم خان صاحب بہادر سکنہ ریاست ٹونک طبع کنانیدم قادر اطراف و اکناف عالم شائع گردد و ہر کسے بمطالعہ آں نسخہ منبر کہ ہمت برگمارد و جواہر معارف بدست آرد فقط فقیر محمد بخش بقلم خود۔''

ان کلمات سے ظاہر ہے کہ مریدوں کے نہایت اصرار کے بعد یہ کتاب شائع کی گئی۔ خواجہ محمد بخش صاحب کی اجازت سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ پس یہ اشارات فریدی اور اس کے مولف کی توثیق کے متعلق اتنی بڑی شہادت ہے جس کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ لیکن مختار مدعیہ کہتا ہے کہ یہ تقریظ بھی قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ خواجہ محمد بخش صاحب نے بغیر اپنے والد صاحب کے ملفوظات پڑھنے کی تقریظ لکھ دی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے بغیر پڑھے ملفوظات مندرجہ اشارات فریدی اپنے والد صاحب کی طرف منسوب کر دیے ہیں۔ مختار مدعیہ نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب پر تو یہ طعن کی تھی کہ انہوں نے (حضرت اقدس) مرزا صاحب کی کتابیں مطالعہ کیے بغیر ان کی تصدیق کر دی ہے۔ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد بخش صاحب پر بھی یہ الزام لگا دیا کہ انہوں نے بغیر اشارات فریدی پڑھنے کے اس پر تقریظ لکھ دی ہے اور اس کو اپنے والد صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ قرار دے دیا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب جیسے بزرگ و برگزیدۂ خدا کے ملفوظات طبع کیے جاتے ہیں۔ مریدوں کی طرف سے بہت سا اصرار ہونے پر ان کے فرزند و خلیفہ خواجہ محمد بخش صاحب اس پر تقریظ لکھتے ہیں اور چھپنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ٹونک کے ایک رئیس اعظم اس کی طباعت پر رقم صرف فرماتے ہیں۔ معتقدین خواجہ صاحب اس کو خریدتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ اور خواجہ محمد بخش صاحب کی تقریظ بھی دیکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ ملفوظات یا ان سے کوئی حصہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا نہیں ہے۔

کیا یہ سمجھ میں آنے کی بات ہے کہ اگر حضرت خواجہ صاحب کے مریدوں اور معتقدوں میں سے اشارات فریدی کے متعلق کسی کو ذرا سا بھی شبہ ہوتا کہ اس کا کوئی حصہ خواجہ صاحب کی طرف نہیں ہے تو وہ خاموش بیٹھا رہتا۔ نہیں نہیں یہ بات کسی طرح سمجھ میں آنے کے لائق نہیں ہے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی یہ شہادت ایک ایسی شہادت ہے جو کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتی۔ اور نہ اس کو کوئی مشتبہ کر سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس میں کچھ خلل ڈالنا یا غلط ثابت کرنا اب انسانی طاقتوں سے بالکل باہر کر دیا ہے۔ شہادت دینے والے اس کو قلمبند کرنے والے، ان کی تصدیق کرنے والے اور طبع کرانے والے سب فوت ہو چکے ہیں۔ اور

www.khatmenubuwwat.org

اب اس کے خلاف نہ کسی کا عذر قبول ہوسکتا ہے نہ کسی کی شہادت۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔ اور اب اس کو بدل دینے والا کوئی نہیں۔ پھر اسی کتاب یعنی جلد۳، اشارات فریدی میں جس سے حضرت مسیح موعودؑ کے مسلمان ہونے پر شہادت پیش کی گئی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۸۷ میں لکھا ہے: ''وایں جلد سوم از اوّل تا آخر بجناب اقدس حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ بقاءً سبق بہ سبق خواندہ ام وحضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ بکمال عنایت وتوجہ سماع فرمودند وتصحیح واصلاح معہ تحقیق تام نمودہ اند۔''

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب نے یہ کتاب بغور سبقاً سبقاً سنی ہے اور اس کی بعض جگہ تصحیح بھی فرمائی ہے۔ پس اس میں جو ملفوظات ہیں، وہ یقیناً خواجہ صاحب کے ملفوظات ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ اشارات فریدی خواجہ صاحب کی طرف منسوب کی ہے۔ اور دوسری جگہ اسی صفحہ پر اس سے قبل یہ لکھ کر تشریح کر دی ہے کہ اشارات فریدی خواجہ غلام فرید صاحب کے ملفوظات ہیں۔ لیکن گواہان مدعا علیہ نے اسے مولوی رکن الدین صاحب کی کتاب اس لیے قرار دیا کہ وہ اس کے مرتب اور جمع کنندہ تھے اس لیے حضرت مسیح موعودؑ اور گواہان مدعا علیہ کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، جیسا کہ مختار مدعیہ نے خیال کیا ہے۔ لیکن مختار مدعیہ کو جب اس کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو یہ کہہ دیا کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے بجواب جرح یہ کہا کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے اسے سبقاً سبقاً سنا اور اشارات خواجہ صاحب کے وصال کے بعد مرتب اور شائع ہوئی۔ حالانکہ گواہ نمبر ا نے مکرر جرح کے جواب میں یہ بات صاف کر دی تھی کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے نہیں سنی، بلکہ خود حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے یہ سبقاً سبقاً سنی ہے اور خواجہ صاحب کی وفات کے ایک سال بعد یہ کتاب شائع ہوئی۔

اور نیز مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے اپنے بیان میں یہ تسلیم کیا ہے کہ مرید کا قول مطلقاً پیر کے حق میں معتبر نہیں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا کے اصل الفاظ یہ تھے کہ مرید کا بیان معتبر نہیں، بلکہ اس کی حیثیت اور مرتبہ دیکھا جاوے گا اور مولوی رکن الدین جس کے متعلق یہاں بحث ہے، وہ معمولی انسان نہیں، بلکہ حضرت خواجہ صاحب کے خلفاء میں سے ہیں۔

اعتراض

اس خط میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی عربی کلام طاقت بشری سے خارج ہے۔ پس یہ خواجہ صاحب کا قول نہیں ہوسکتا۔

جواب

قول نہیں ہوسکتا کوئی دلیل نہیں ہے، جبکہ شواہد یقینیہ اور دلائل قویہ سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ قول حضرت خواجہ صاحب کا ہے اور اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ عربی کلام قرآن مجید کی طرح ہے۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اگر تائید الٰہی نہ ہوتی تو محض انسانی طاقت کا یہ کام نہیں تھا کہ اتنی جلدی ایسا فصیح اور بلیغ اور پراز معارف عربی کلام لکھ سکے۔ پس اس میں خواجہ صاحب نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ تائید الٰہی تھی، اس لیے آپ کا عربی کلام طاقت بشری سے خارج تھا۔

اعتراض

اس وقت بعض علماء نے تکفیر کی تھی، کل نے نہیں کی تھی۔

جواب

کل نے تو اب بھی نہیں کی۔ بہت سے نیک اور راستباز علماء نے حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی تصدیق کی۔ اور خود دیوبند کے تعلیم یافتہ عالم جلیل و محدث کبیر حضرت سیّد مولوی سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ اور مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانوی جو بانیِ مدرسۃ العلوم دیوبند کے شاگرد تھے اور مولانا مولوی انوار حسین شاہ صاحب رئیس شاہ آباد وغیرہ علماء نے جو دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے اور مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے شاگرد رشید غلام قاضی امیر حسین صاحب مرحوم، جو کہ علم حدیث وفقہ میں عظیم الشان دسترس رکھتے تھے اور دیگر ایسے علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بیعت کی اور سلسلہ میں داخل ہوئے اور نہایت عظیم الشان قربانیاں کیں۔

۱۸۹۹ء یا ۱۹۰۱ء کے بعد تکفیر کا نیا فتنہ کوئی نہیں اٹھا، بلکہ سب سے زیادہ یہ فتنہ اوائل میں ہی اٹھا، جبکہ مولوی محمد حسین بٹالوی ۱۸۹۰ء میں ہندوستان کے تمام علماء کے پاس فتویٰ کفر حاصل کرنے کے لیے گئے۔ لیکن ان سب سے فتویٰ حاصل نہیں کر سکے۔ بعض ایسے علماء بھی تھے جنہوں نے فتویٰ نہیں دیا اور ایسے بھی تھے جنہوں نے فتویٰ دیا تو لیکن بعد کو اپنے فتویٰ سے رجوع کر کے حضرت اقدس کے غلاموں میں داخل ہو گئے۔

اگر مختار مدعیہ کا یہ قول درست ہے کہ خواجہ صاحب کی وفات سے پہلے تو بعض علماء نے تکفیر کی تھی، لیکن ان کی وفات کے بعد کل نے کی۔ تو وہ دس ایسے مشہور علماء کے نام پیش کر کے جنہوں نے ۱۸۹۹ء تک تو حضرت مسیح موعودؑ کو کافر نہیں کہا تھا۔ لیکن بعد میں کافر کہا، میں مختار مدعیہ کے اس وہم کو غلط اور باطل ثابت کرنے کے لیے بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو وجوہ گواہان مدعیہ نے تکفیر کی پیش کی ہیں، وہ اس وقت بھی موجود تھیں۔ چنانچہ نفخ صور اور قیامت کے انکار کے متعلق جو گواہان مدعیہ نے حوالے پیش کیے ہیں، وہ شہادت القرآن اور ازالہ اوہام کے ہیں۔ اور ازالہ اوہام ۱۸۹۱ء کی اور شہادت القرآن ۱۸۹۳ء کی ہے اور توہین انبیاء کے متعلق جو حوالے پیش کیے ہیں، وہ زیادہ تر ضمیمہ انجام آتھم کے ہیں۔ اور وہ ۱۸۹۷ء کی تصنیف ہے اور آپ کے دعویٰ مسیحیت اور مہدیت کی بنا وحی پر ہے۔

رہا نبوت کا مسئلہ تو اس کے لیے میں مولوی محمد حسین بٹالوی کی شہادت پیش کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے انہوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''فتح اسلام میں تو اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ توضیح المرام میں اپنے نبی ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ اور علاوہ برآں بہت سے عقائد کفریہ کا اظہار کیا۔ اور ازالہ اوہام میں ان سے دعویٰ مسیحیت اور نبوت کے ساتھ رسالت کا بھی دعویٰ کیا ہے۔'' فتویٰ علمائے پنجاب و ہندوستان بحق مرزا غلام احمد ساکن قادیان، ۱۸۹۰ء، ٹائٹل پیج، صفحہ ۲، اور اشاعۃ السنۃ، نمبر ۱، جلد ۱۳، ۱۸۹۰ء کے صفحہ ۲۸، ۲۹ میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت خلیفہ اوّل حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ سے اپنی گفتگو لکھی ہے، جس میں بطور سوال و جواب لکھتے ہیں:

www.khatmenubuwwat.org

خاکسار: نبوت ختم ہو چکی ہے یا نہیں؟

حکیم صاحب: نبوت تشریعی ختم ہو چکی ہے۔ کوئی شخص شرع جدید نہیں لا سکتا۔

خاکسار: کوئی جدید نبی ہو سکتا ہے جو تشریع جدید نہ کرے۔ شرع محمدی کے تابع ہو اور نبی کہلائے۔ جیسے انبیاء بنی اسرائیل تورات کا اتباع کرتے تھے اور نبی کہلاتے تھے۔

حکیم صاحب: کوئی بعید نہیں۔

خاکسار: آیت خاتم النبیّین نبوت کو ختم کرتی ہے۔ آپ نبی جدید کی تجویز پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟

حکیم صاحب: خاتم النبیّین کی آیت تشریعی انبیاء کے ختم کی دلیل ہے۔ نبی بلا تشریع کے وجود کی مانع نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ پہلے جس قسم کے دعویٰ نبوت سے انکار کرتے رہے تو وہ ایسے دعویٰ نبوت سے ہی انکار تھا جس کے متعلق آپ نے ایک غلطی کے ازالہ میں فرما دیا ہے کہ:

''جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے ان کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں، مگر بغیر کسی جدید شریعت ے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ ''من نیستم رسول و نیاوردہ ام الکتاب.'' اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔''[1]

یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود کے قول ''ہر نبوت را بروشد اختتام'' سے مراد بھی یہی ہے کہ ہر قسم کی نبوت شرعی ہو یا غیر شرعی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بند ہے۔ چنانچہ ایک غلطی کا ازالہ کے صفحہ۲ میں آپ فرماتے ہیں:

''نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی یعنی فنا فی الرسول کی باقی ہے۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے۔ اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے، اس لیے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں، بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے۔ اور نہ اپنے لیے، بلکہ اسی کے جلال کے لیے۔ اس لیے اس کا نام آسمان پر محمد و احمد ہے۔''[2] اور یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس نظم میں جو خواجہ صاحب کے نام مرسلہ خط میں درج ہے۔ تحریر فرمائی ہے جس کا ایک مصرعہ ہر نبوت را بروشد اختتام مختار مدعا علیہ نے پیش کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

بسکہ من در عشق او ہستم نہاں　　　　من ہمانم من ہمانم من ہماں

۱۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج۱۸، ص۲۱۰-۲۱۱

۲۔ ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، ج۱۸، ص ۲۰۸-۲۰۷

www.khatmenubuwwat.org

جان من از جان او یابد غذا   از گریبانم عیاں شد آں ذکا
احمد اندر جان احمد شد پدید   اسم من گردید اسم آں وحید‘‘

(اشارات فریدی، ج ۳، ص ۹۸)

اور وہ اقوال جن کے متعلق مختار مدعیہ نے ۱۰/اکتوبر کی بحث میں یہ کہا ہے کہ وہ کفریات جو حقیقت الوحی سے میں نے پیش کی ہیں، اگر اس وقت موجود نہیں تو یہ شہادت صحیح ہے۔ ان کے متعلق میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ وہ اقوال جن کو مختار مدعیہ کفریات کہتا ہے، آپ کی کتاب براہین احمدیہ اور اربعین اور ازالہ اوہام اور انجام آتھم وغیرہ میں تھے اور انجام آتھم میں مندرجہ الہامات کے متعلق خواجہ صاحب کی شہادت ہے کہ وہ آپ کے کمال پر دال ہیں۔ حالانکہ ان میں وہ الہامات بھی ہیں، جنہیں مختار مدعیہ نے کفریات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ چندان میں سے ذیل میں درج کرتا ہوں:

انت منی بمنزلة لا یعلمون الخلق. انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی هُوَ الَّذِیۡٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ. قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰهُ. سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا. اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ. اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا.

پھر ان الہامات میں آپ کو داؤد، ابراہیم، مسیح ابن مریم علیہما السّلام وغیرہ ناموں کے ساتھ بھی خطاب کیا گیا ہے۔

پس جبکہ وہ امور جو مختار مدعیہ کے نزدیک کفریات ہیں۔ خواجہ صاحب کے علم میں تھے اور آپ نے ان میں موجب تکفیر سمجھنے کی بجائے مرزا صاحب کے کمال کی دلیل ٹھہرائی تو مختار مدعیہ کے مذکورہ بالا اعتراف کی رُو سے یہ ماننا چاہیے کہ آپ کی یہ شہادت کہ حضرت مرزا صاحب پکے مسلمان صراطِ مستقیم پر قائم ہیں، بالکل صحیح و درست ہے۔

اعتراض

فوائد فریدیہ کے صفحہ ۲۹، ۳۰ میں خواجہ صاحب نے فرقہ احمدیہ کو ناری فرقوں میں سے شمار کیا ہے۔

جواب

حضرت خواجہ صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کے متبعین کو ناری ہرگز نہیں کہا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی مراد فرقہ احمدیہ سے ’’فوائد فریدیہ‘‘ میں جماعت احمدیہ ہرگز نہیں ہے۔ اوّل اس لیے کہ فوائد فریدیہ ۱۲۸۴ھ کی تصنیف ہے۔ (ملاحظہ ہو: فوائد فریدیہ، ص ۶۰، مرقومہ ومصنفہ ۱۲۸۴ھ)

اور ۱۲۸۴ھ میں حضرت مرزا صاحب کا کوئی دعویٰ نہ تھا، اور نہ ہی آپ کو الہامات کا سلسلہ فوائد فریدیہ میں جس فرقہ احمدیہ کا ذکر ہے، اس سے کسی طرح حضرت مسیح موعود کی جماعت مراد نہیں ہوسکتی۔

دوم

فوائد فریدیہ کے متعلق صفحہ ۳ میں لکھا ہے: ’’وبعد از تالیف شریف در کتب خانہ عالیہ موجود بود۔‘‘ اور پھر کتب خانہ سے لے کر ۱۸۹۵ء میں چھاپی گئی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے والوں کا نام فرقہ احمدیہ ۴/نومبر ۱۹۰۰ء کو تجویز کیا گیا۔ چنانچہ حضرت

www.khatmenubuwwat.org

مسیح موعود علیہ السّلام اپنے اشتہار مورخہ ۴ر نومبر ۱۹۰۰ء ملحقہ تریاق القلوب میں فرماتے ہیں:

''اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لیے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لیے اور اپنی جماعت کے لیے پسند کرتے ہیں، وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے۔''

آگے چل کر فرماتے ہیں:

''اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لیے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دوسرا احمد صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ اور اسم محمد جلالی نام تھا۔ اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے۔ جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا، جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دونوں ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا۔ جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جاوے گا۔ پس اس وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جاوے۔ تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے۔''

(۱) پس چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ماننے والوں کا نام فرقہ احمدیہ فوائد فریدیہ کی تالیف کے وقت تو کہاں اس کے سن طباعت کے بھی بعد کا ہے۔ اس لیے یہ کہنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ فوائد فریدیہ میں فرقہ احمدیہ سے جماعت احمدیہ مراد ہے۔

(۲) فوائد فریدیہ کی طباعت کے بعد کی شہادتیں جو اشارات فریدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کے دعویٰ کے متعلق درج ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عربی خط جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں ابتدا سے آپ کی تعظیم کرتا ہوں اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل کے مورد ہیں۔ آپ میری حسن عاقبت کے لیے دعا فرما دیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے ہیں۔ اور یہ خط آپ نے رجب ۱۳۱۴ھ کو لکھا ہے۔ اور ضمیمہ انجام آتھم اور اشارات فریدی جزو سوم کے صفحہ ۴۱ میں درج ہے۔

۲۔ ۲۸ر رجب ۱۳۱۴ھ کو آپ نے فرمایا:

''مرزا صاحب مردے نیک وصالح است ونزد من کتابے از ملہمات خود فرستادہ است کمال اوزاں کتاب ظاہر است...... وے مرد صادق مفتری و کاذب نیست۔'' (اشارات فریدی، ج ۳، ص ۴۳)

۳۔ ۲۵ر شعبان ۱۳۱۴ھ کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی طرف سے خواجہ صاحب کو ایک خط عربی میں ضمیمہ انجام آتھم، جس میں خواجہ صاحب کا عربی خط درج ہے، پہنچا اور وہ خط بجنسہٖ اشارات میں درج ہے۔ (اشارات فریدی، ج ۳، ص ۶۵، ۶۶)

www.khatmenubuwwat.org

۴۔ ۲۹ر شعبان ۱۳۱۴ھ کو بھی عشاء کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق آپ کی مجلس میں گفتگو ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے:

''سخن در ذکر مرزا غلام احمد قادیانی و در بیان رد و قدح و ذم منکرین افتادہ بود۔ دانشمندے حاضر بود دے صفت وثناء مرزا صاحب کرد حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ بقاءً بدرجہ غائیت خوش ومسرور شدند بعد از آں فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خدا عزوجل میگذارانند...... وتمام کلام او مملو از معارف وحقائق و ہدایت است و از عقائد اہل سنت و جماعت وضروریات دین ہرگز منکر نیست۔

بعد از آں فرمودند کہ مرزا صاحب بر مہدویت خود بسیار علامات بیان کردہ مگر از انیاں دو علامات کہ در کتاب خود درج ساختہ بیان نمودہ است برتر و بدرجہ غایت بر دعویٰ مہدویت او گواہ اند۔

آگے وہ علامات لکھے ہیں جن میں سے ایک کسوف اور خسوف کی علامت تھی، جو اپریل ۱۸۹۴ء میں پوری ہوئی ہے۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

پس مرزا صاحب برائے اتمام حجت خود در اطراف و اکناف عالم اشتہارات بایں معنی ارسال کرد کہ ایں پیشگوئی کہ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم برائے ظہور مہدی موعود فرمودہ بودند اکنوں تمام شدہ است بر ہمہ واجب کہ مہدویت من اعتراف کنید و اقرار نمائید پس مولویان وقت طفلانہ سوال کردند کہ از حدیث شریف ایں معنی برمے آید کہ از اوّل شب رمضان خسوف قمر شود در نیمہ رمضان کسوف شمس گردد۔ مولویوں کے اس سوال کو طفلانہ قرار دے کہ پھر آپ نے حضرت مرزا صاحب نے جو اس حدیث کے صحیح معنی بتائے تھے، ذکر کر کے فرمایا:

بیشک یعنی حدیث شریف ایں چنیں است کہ مرزا صاحب بیان کردہ چہ خسوف قمر ہمیشہ بتاریخ سیزدہم یا چہاردہم، یا پانزدہم ماہ واقع مے شود وکسوف شمس ہمیشہ در تاریخ بست وہفت یا بست وہشتم یا بست ونہم ماہ بوقوع مے آیت۔ پس خوف قمر کہ بتاریخ ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ عیسوی واقع شدہ است قران بتاریخ سیزدہم کہ اوّل شب از شب ہائے خسوف است بوقوع آمدہ وسکوف درمیانہ رواز روزہا کسوف شمس واقع گشتہ است۔ اشارات فریدی، صفحہ ۶۹ تا ۲۷، جلد ۳ میں خواجہ غلام فرید صاحب کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کو اس حدیث کے مطابق مہدی موعود کو دعویٰ میں صدق اور راست باز جانتے تھے۔

۵۔ ۵ر رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ کو بھی حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں ذکر آیا۔

سخن در حال مرزا صاحب قادیان افتادہ بود وشخصے گفت کہ مرزا صاحب عزم کسر عقیدہ تثلیث نصاری داشتہ است وعلمائے زمان اوشان را مخالف شدہ بروے حکم تکفیر دادہ ومقصد جدال دارند حضور خواجہ ابقاء اللہ تعالیٰ ببقاءً۔ ونفعنا وایاکم بلقاءً فرمودند کہ حق غالب است طرف حق غالب است۔ (اشارات، ج ۳، ص ۷۵)

حضرت خواجہ صاحب نے جب یہ فرمایا ہے کہ حق غالب یعنی حق غالب ہی کو ہوگا، اس وقت حضرت مسیح موعود کے ماننے والے نہایت ہی قلیل تعداد میں تھے۔ ہندوستان کے چند ہی صوبوں میں پائے جاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسی نصرت فرمائی کہ باوجود مولویوں کی پوری پوری کوشش اور سخت سے سخت مخالفت کے سارے ہندوستان میں احمدی پھیل گئے اور کوئی

www.khatmenubuwwat.org

صوبہ یا ریاست خالی نہ رہی۔ جہاں کچھ نہ کچھ احمدی موجود نہ ہوں اور پھر حدود ہندوستان سے گزر کر ممالک غیر میں بھی پہنچ گئے اور اب تقریباً دنیا کے تمام ممالک میں حضرت اقدس کے متبعین کی جماعتیں اور افراد پائے جاتے ہیں۔

۶۔ ۱۴ر رمضان شریف ۱۳۱۴ھ کو خواجہ صاحب ظہر کے وقت مع دیگر احباب کے تشریف فرما تھے کہ اندریں اثناء از طرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یک خط معہ چند اوراق در مضامین فتح و اسلام جلسہ اعظم مذاہب لاہور بجناب اقدس حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ بقاءً وارد گردیدا ند کہ ازاں خود بدولت ہم دیدند آنگاہ خاجہ صاحب مولوی غلام احمد را باز دادند فرمودند کہ بخواں وے اوّل مضامین فتح اسلام جلسہ را بخواندند دروے عجب اسرار از معانی قرآن شریف درج بودند کہ عقل حیران میشد وحضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ بکمال توجہ آنرا سماع نے فرمودند وسوئے حضرت قطب الموحدین صاحب زادہ صاحب ادام اللہ تعالیٰ بدوامہٖ نظر فیض اثر کردہ تبسم مے نمودند۔ گاہ گا بطرف آں دانشمند کہ نسبت بمرزا صاحب گونہ انکار داشت تیز تیز نظر فرمودہ نیز تبسم میکردند۔ گویا اشارہ مے نمودند کہ بشنو چگونہ کلامے ست پر تاثیر و چگونہ فصاحت و بلاغت است واز اسرار معانی قرآن شریف چہ قدر درسفتہ است۔'' بعدازاں فرمودند خط را بخواں پس مولوی صاحب آں خط را بخواند حضور بدرجہ غایت مسرور وخورسند شدند و بہ چہرہ مبارک حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ از حد زاید آثار بشاشت ومسرت نمایاں بودند آں خط بعینہٖ این جانقل کردہ شد وآں خط ایں ست۔

اور یہ خط جس کے سننے سے خواجہ صاحب از حد مسرور ہوئے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں: ''اے مخدوم ومکرم! ایں سلسلہ سلسلہ خداست وبنائے است از دست قادرے کہ ہمیشہ کارہائے عجائب مے نماید...... ومرا او در الہام خود آدم نام نہاد وگفت اردت ان استخلف فخلقت آدم چرا کہ میدانست کہ من نیز مورد اعتراض اتجعل فیہا من یفسد فیہا خواہم گردید۔ پس ہر کہ مرا مے پذیرد فرشتہ است نہ انسان دہر کہ مرا مے پیچد ابلیس است نہ آدمی ایں قول خدا گفتہ نہ من۔

اور اس خط میں جو اشعار درج ہیں، ان میں آپ فرماتے ہیں:

احمد اندر جان احمد شد پدید
اسم من گردید اسم آں وحید

(ص ۹۸)

اور فرماتے ہیں:

بسکہ جانم شد نہاں در یار من — بوئے یار آمد ازیں گلزار من
نور حق داریم زیر چادرے — از گریبانم برآمد و لبرے
احمدِ آخر زمان نام من است — آخریں جامے ہمیں جام من است

(ملاحظہ ہو اشارات فریدی، ص ۹۱-۱۰۴، ۱۰۳)

ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ کو جب کہ آپ تشریف فرما تھے۔

''حافظ ملگوں سکنہ حدود گھڑھی اختیار خان بہ نسبت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سقط و ناسزا گفن آغاز کرد ہمیکہ چہرہ انور

حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقاءٔ متغیر گردید و برآں حافظ بانگ زدند و زجر نمودے عرض کرد کہ قبلہ چوں حالات وصفات حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام و اوصاف مہدی موعود در مرزا صاحب یافتہ نمے شوند چگونہ اعتبار کنیم کہ اوست عیسیٰ و مہدی۔

حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ فرمودند...... در حدیثے وارد شدہ است کہ عیسیٰ و مہدی یکے است بعد ازآں فرمودند کہ شرط نیست کہ ہمہ علامات ہدی موافق خیال وفہم مردم کہ در دلہائے خود پنداشتہ اند ظاہر شوند بلکہ حافظا امر دیگر گون است اگر چنیں بودے کہ مردم خیال می کنند پس او را ہمہ خلق مہدی برحق دانستہ با وایمان آوردے۔ چنانچہ پیغمبران کہ امت ہر نبی چند گروہ شدے ہر بعض کسان کہ حال آں پیغمبر مشتبہ مے شدد بر بعضے کسان ہرگز حال آں پیغمبرے مکشوف نہ مے گشت ازیں سبب ہمیں گروہ انکار آوردد مکافر شد اگر بر تمام امت پیغمبر حال آں پیغمبرے مکشوف شدے ہمہ مسلماناں بودندے چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ظاہر شدند و مبعوث گردیدند۔ بعض علامات را مطابق پندار وفہم و وہم خود ہا نیافتند پس برآں کساں کہ ام آنحضرت مکشوف شد او شاں ایمان آوردند و برآن گروہ کہ مکشوف نشد انکار کردند ہم چنیں حال مہدی پس اگر مرزا صاحب مہدی باشد کدام امر مانع است۔ (اشارات فریدی، ج ۳،ص ۱۲۳-۱۲۴)

کہنے کو تو جس کا جی چاہے کہہ سکتا ہے، کسی کا منہ بند نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن کیا حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے مذکورہ بالا ملفوظات مبارکہ کی موجودگی میں کسی عقل وانصاف سے حصہ رکھنے والے کو بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ فوائد فریدیہ میں آپ نے جماعت احمدیہ کو فرقہ ناریہ میں سے شمار کیا ہوگا۔ یہ حقیقت ہے اور حقیقت مخفی نہیں کی جا سکتی کہ حضرت خواجہ صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دعویٰ مہدویت ومسیحیت کی نہایت صراحت و وضاحت سے تصدیق وتائید کی ہے۔ اور مصدق ہونے کی حالت ہی میں آپ نے وفات پائی ہے۔ جیسا کہ حضرت اقدس نے اپنی کتاب حقیقت الوحی، صفحہ ۲۰۷ میں اس کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ مرزا صاحب۔

اس بنا پر کتاب اشارات فریدی میں جو خواجہ صاحب موصوف کے ملفوظات ہیں، جابجا خواجہ صاحب موصوف میری تصدیق فرماتے ہیں...... پس چونکہ خواجہ غلام فرید صاحب پیر صاحب العلم کی طرح پاک باطن تھے، اس لیے خدا نے ان پر میری سچائی کی حقیقت کھول دی...... اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا خاتمہ مصدق ہونے کی حالت میں ہوا۔ چنانچہ وہ خطوط جو آپ نے میری طرف لکھے، ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کس قدر میری محبت ان کے دل میں ڈال دی تھی۔

اور صفحہ ۲۱۹ میں فرماتے ہیں: ’’غرض خواجہ غلام فرید صاحب کو خدا تعالیٰ نے یہ نور باطن عطا کیا تھا کہ وہ ایک ہی نظر میں صادق اور کاذب میں فرق کر لیتے تھے۔ خدا ان کو غریقِ رحمت کرے اور اپنے قرب میں جگہ دے۔

پس ہز ہائی نس فرمانروائے بہاولپور دائم اقبالہم کے پیر ومرشد برگزیدہ خدائے وحید حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ ونور اللہ مرقدہٗ کی حضرت مسیح موعودؑ کے اسلام پر شہادت ایک ایسی قطعی ویقینی شہادت ہے جس کی صحت میں ذرا بھی شک نہیں کیا جا سکتا۔ مختار مدعیہ نے اس شہادت کی صحت وعدم صحت پر جو جرح کی ہے، اس میں کبھی تو اس نے یہ کہا کہ مولوی رکن الدین ثقہ آدمی نہیں۔ کبھی یہ کہا کہ مرزا صاحب نے اپنے آدمی بھیج کر جو چاہا خواجہ صاحب سے لکھوا لیا اور کبھی یہ کہا کہ چونکہ یہ شہادت خواجہ صاحب نے

www.khatmenubuwwat.org

بغیر تحقیق کے دی اس لیے قابلِ قبول نہیں۔ اوراس کا یہ تخالف اور اضطراب بھی اس کے بیان کی حقیقت کا آئینہ ہے۔ اوراس سے اچھی طرح ثابت ہے کہ یہ شہادت ایسی صاف قوی موثق ہے جس کی تردید وتغلیط ہرگز ممکن نہیں۔ پس اس شہادت کے موجود ہوتے ہوئے گواہان مدعیہ کی شہادتوں کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔ اور وہ اس قابل ہیں کہ انہیں رَد کیا جاوے۔ اور ہز ہائی نس نواب صاحب والیِ ریاست بہاولپور کے پیر کی اس شہادت کو قبول کیا جاوے۔ جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو صراطِ مستقیم پر قائم اور پکا مومن اور مسلمان تسلیم کیا ہے۔ پس جس کے مطابق ہز ہائی نس نواب صاحب کی محترمہ پھوپھی صاحبہ کی شادی ایک معزز مخلص احمدی سے ہوئی۔

خلاصہ بحث

گواہان مدعیہ نے اپنے بیانوں میں اور مختار مدعیہ نے اپنی بحث میں کتب فقہ کے حوالے سے یہ امر تسلیم کیا ہے کہ اگر کسی مسلمان کے قول میں ننانوے وجوہ کفر کے اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو مفتی کو کفر کا فتویٰ دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ **الاسلام یعلوا ولا یعلی**۔

اور گواہان مدعیہ اور مختار مدعیہ نے اس امر کے متعلق شرح فقہ اکبر ملا علی قاری اور البحر الرائق، جلد ۵ کا حوالہ دیا تھا۔ لیکن میں اس کی اصلی عبارت اور اس کا ترجمہ لکھ دیتا ہوں تا عدالت کو اس کا مفہوم سمجھنے میں سہولت ہو۔

”وقد ذكروا ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر واحتمال واحد فى نفيه فالاولى للمفتى والقاضى ان يعمل بالاتمال النافى.“

اور پھر لکھتے ہیں:

”وفى المسئلة المذكورة تصريح بانه يقبل من صاحبها التأويل خلافا لما ذكره بعضهم على خلاف هذا القيل هذا كله اذا صدر عنه تعمدا.“ (شرح فقہ اکبر، ص ۱۴۶)

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہوا۔ اور علماء نے ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو جو کفر سے متعلق ہے اور اس میں ننانوے احتمال کفر کے ہیں اور ایک احتمال نفی کفر کا، تو مفتی اور قاضی کو چاہیے کہ وہ اس احتمال پر عمل کرے جس سے کفر کی نفی ہوتی ہو۔ اور اس مسئلہ مذکورہ میں اس امر کی بخلاف بعض لوگوں کے تصریح ہے کہ ایسے کفریہ قول کے قائل کی تاویل قبول کی جائے گی۔

اور مختار مدعیہ نے ۹/ اکتوبر کی بحث میں الرائق کے حوالہ سے کہا ہے:

”کفر کا فتویٰ جب دیا جاتا ہے، جب اس پر اتفاق ہو، متفق علیہ ہو، کلام میں کوئی تاویل نہ ہو۔“

اور مؤلف البحر الرائق نے لکھا ہے:

”والذى تحور انه لا يفتى بتكفير مسلم أمكن حمل كلامه على محمد حسن او كان فى كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة.“ (البحر الرائق، ج ۵، ص ۱۳۵)

www.khatmenubuwwat.org

یعنی کسی مسلمان کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جبکہ اس کلام کا محمل حسن نکل سکے یا اس کے کفر میں اختلاف ہو۔ اگرچہ کوئی ضعیف روایت ہی ہو۔

اور یہ ایک ایسا اصل ہے جسے خود مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ نے اپنے مخالفوں کے سامنے بطور حجت پیش کیا ہے۔ چنانچہ گواہ مدعیہ نمبر۲ جو مختار مدعیہ بھی ہے، لکھا ہے:

''اگر کسی مسلم ولی کی طرف ایسا قول منسوب کیا جائے جو خلافِ شرع ہو تو ہم پر لازم ہے کہ اس قول کی نفی کریں۔ اور اگر وہ فعل یا قول معتبر ذریعہ سے ثابت ہو جائے تو اس کی کوئی ایسی تاویل کرنی چاہیے جو ان کی شان کے مناسب ہو۔ اور شرع شریف کے خلاف نہ ہو۔'' (سبیل السداد، ص ۵)

اور بحوالہ برکات الامداد، صفحہ ۲۷، ۲۸، گواہ مدعیہ نمبر۲ اپنی کتاب تزکیۃ الخواطر کے صفحہ ۷ میں لکھتے ہیں:

''علماء کرام فرماتے ہیں، کلمہ گو کے کلام میں ننانوے معنی کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو تو واجب ہے کہ اس تاویل کو اختیار کریں اور اسے مسلمان ٹھہراویں۔ اور یہ کہ حدیث میں آیا ہے: **الاسلام یعلوا و لا یعلی**.[1] اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں کیا جاتا۔ رواہ الرایانی والدارقطنی والبیہقی ویاضاً والتخلیل عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہ بلاوجہ محض منہ زوری سے صاف ظاہر واضح معلوم معروف معنی کا انکار کر کے اپنی طرف سے ایک ملعون مردود مصنوع مسطور و احتمال گھڑے اور اپنے لیے علم غیب و اطلاع حال قلب کا دعویٰ کر کے زبردستی وہی ناپاک مراد مسلمانوں کے سر باندھے۔'' (بحوالہ برکات الامداد، تزکیۃ الخواطر، ص ۷)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ایک بزرگ مسلمان ہونا دعویٰ سے پہلے مسلم تھا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے ریویو براہین احمدیہ میں لکھا ہے:

''مولف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رُو سے شریعت محمدیہ پر قائم اور پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں۔'' (اشاعۃ السنۃ، ج ۷، نمبر ۹، ص ۲۸۴)

اور جلد ۷، نمبر ۶، صفحہ ۱۶۹ میں لکھتے ہیں:

''اور اس (براہین احمدیہ) کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔''

اور گواہ مدعیہ نمبر۲ نے بسوال عدالت ۲۴؍ اگست کو تسلیم کیا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام، صفحہ ۱۳۷، تقطیع خورد میں ہمارے مذہب کے عنوان کے ذیل میں جو عبارت لکھی تھی، وہ مسلمان ہونے کی حالت میں لکھی تھی۔ اس وقت تک مرزا صاحب مسلمان تھے۔

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ایک مسلّم مسلمان تھے تو ہر شخص کو آپ کے تمام اقوال کا اسی مذکورہ بالا اصل کی رُو

۱۔ نہایۃ المحتاج، ۱۸/ ۴۳۸

www.khatmenubuwwat.org

سے دیکھنا اور ایک مسلمان پر جو حسن ظنی کی شریعت اسلامیہ نے تعلیم دی ہے، اس پر عمل پیرا ہونا اور تکفیر کرنے سے محترز رہنا لازم ہے۔

گواہان مدعیہ نے جو وجوہ تکفیر پیش کی تھیں، انہیں سے ایک وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد باب وحی بند ہے اور مختار مدعیہ نے اس کے متعلق ۱۱/اکتوبر کی بحث میں کہا ہے کہ گواہان مدعیہ نے چھ آیات اور ۲۵/احادیث انسداد وحی پر اور سات آیتیں اور سترہ حدیثیں خاتم النبیّین کی تفسیر میں اور اسّی امر یعنی خاتم النبیّین کے متعلق ابن جریر سے ۶۴ صحابہ کے اقوال پیش کیے ہیں۔ حالانکہ گواہان مدعیہ نے نہ تو پچیس حدیثیں انسداد وحی پر پیش کی ہیں، نہ اور چھ اور سات تیرہ آیتیں انسداد وحی اور خاتم النبیّین کی تفسیر کے لیے اور نہ ابن جریر سے تفسیر خاتم النبیّین میں چونسٹھ صحابہ کے اقوال پیش کیے۔ اور نہ ہی اس میں اس آیت خاتم النبیّین کی تفسیر میں ان اقوال کا نام ونشان ہے۔ چونکہ مختار مدعیہ کے بیان کردہ تعداد بالکل غلط ہے اس لیے میں ان کو نظر انداز کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ گواہان مدعا علیہ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی غیر تشریعی باقی رہنے کے سلسلہ میں سات آیات قرآن شریف سے یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کیں کہ وحی انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اور نہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی غیر تشریعی بند ہے۔ اور دس آیات اور تین احادیث اور سات بڑے بڑے ائمہ کے اقوال پیش کیے تھے۔ اور اس کے خلاف جو باتیں گواہان مدعیہ نے بیان کیں۔ ان کا مفصل جواب دینے کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کو شریعت جدیدہ والی وحی کا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ آپ کو جو مرتبہ ملا ہے، وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کے نتیجہ میں ملا ہے۔ اور گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۹/اگست کو بجواب جرح یہ تسلیم کیا ہے کہ عیسیٰ پر وحی نبوت آئے گی۔ لیکن اس کے سوا جو ہو اس پر لفظ وحی کا اطلاق ہوگا۔ اور گواہان مدعیہ نے منجملہ وجوہ تکفیر کے ایک وجہ ختم نبوت کا انکار اور دعویٰ نبوت کرنا بیان کی تھی۔ جس کے جواب میں گواہان مدعا علیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب سے متعدد حوالجات بتائے جن میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے کا اقرار موجود ہے۔ پھر احادیث اور اقوال صحابہ اور سلف صالحین کے متعدد اقوال سے یہ ثابت کیا کہ خاتم النبیّین کے جو معنی حضرت مسیح موعودؑ نے کیے ہیں، وہ سلف صالحین کے معنی کے موافق ہیں اور مخالف نہیں ہیں۔ پھر آپ نے خاتم النبیّین میں خاتم کے معنی مہر کے لینا مجازی نہیں بلکہ آخر کے معنی لینا مجازی ہے۔ اور پھر اقوال ائمہ سے یہ ثابت کیا کہ تاویل کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ اور جو آیات اور احادیث گواہان مدعیہ نے اپنی تائید میں پیش کی تھیں، ان کا مدلل جواب اقوال سلف صالحین سے دیا ہے کہ جو معنی انہوں نے کیے ہیں وہ ہمارے معنی کے مطابق ہیں اور مخالف نہیں۔ اور بحوالہ کتب اصول فقہ اجماع کی حقیقت بتا کر یہ ثابت کیا ہے کہ صحابہؓ کا خاتم النبیّین کے ان معنی پر کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ قطعاً اجماع نہیں ہے۔ اور بحوالہ کتب تواریخ بتایا کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ سے قتال کی اصل وجہ نبوت کا دعویٰ نہ تھی۔ اور جن مدعیان نبوت کو گواہان مدعیہ نے پیش کیا تھا، ان کے متعلق گواہان مدعا علیہ نے تاریخ اور کتب علماء سے ثابت کیا ہے کہ ان کا دعویٰ نبوت مستقلہ کا دعویٰ تھا۔ اور گواہان مدعیہ نے جو اقوال فقہ اور تفاسیر سے اپنی تائید میں پیش کیے تھے، ان کے متعلق بھی گواہان مدعا علیہ نے مدلل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ انہوں نے ایسے نبی کے آنے کا ہی

انکار کیا ہے جو مستقل ہو یا صاحب شریعت ہو۔ اور اسلامی شریعت کو منسوخ کرے اور ثابت کیا ہے کہ خود گواہان مدعیہ نے حضرت مسیح موعود کے ان حوالجات کو جن میں نبی اور رسول کا لفظ تھا۔ ان عنوان کے ذیل میں کہ اپنے شرعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، پیش کر کے اقرار کیا کہ ان کے نزدیک رسول اسے کہتے ہیں جو شریعت لائے جو شریعت کے بعض احکام منسوخ کرے۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے چونکہ اس قسم کی رسالت و نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا تھا۔ اس لیے علماء سلف صالحین کے اقوال جو گواہان مدعیہ نے پیش کیے تھے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دعویٰ نبوت کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ امام ملا علی قاری وغیرہ کے اقوال سے ثابت کر دیا ہے کہ ایسا نبی ہوسکتا ہے جو اُمتی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کو منسوخ نہ کرے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اس قسم کی نبوت کا بقا ثابت کرنے کے لیے گواہان مدعا علیہ نے آٹھ آیات اور پانچ احادیث پیش کیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی جن عبارات سے گواہان مدعیہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان سے آپ کا نئی شریعت لانے کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔ بدلائل قویہ ظاہر کر دیا کہ ان سے ایسا استدلال کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے، بلکہ آپ نے فیصلہ کی ایک نہایت آسان راہ بتا دی کہ:

''میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقابل میں کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے، جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی، یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں، میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح.''[1]

گواہان مدعیہ نے ایک وجہ تکفیر کی قیامت اور نفخ صور کا انکار پیش کی تھی، جس کے جواب میں گواہان مدعا علیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب سے یہ ثابت کر دیا کہ آپ قیامت اور نفخ صور وغیرہ کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

اور ایک وجہ تکفیر کی گواہان مدعیہ نے توہین انبیاء بھی پیش کی تھی۔ اور جس طرز پر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی عبارت کو بگاڑ کر باوجود تصریحات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کہ میں نے یہ باتیں بطور الزام اور فرض محال کے طور پر فرضی یسوع کے متعلق بیان کی ہیں، توہین مسیح علیہ السّلام و دیگر انبیاء نکالی ہے، اس سے ان کی دشمنی اور تعصب بالکل عیان ہے۔ جس وجہ سے ان کی شہادتیں ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتیں۔ اور جن جن عبارات کو انہوں نے مثبت توہین خیال کیا تھا۔ ان کے متعلق گواہان مدعا علیہ نے مدلل طور پر ثابت کر دیا کہ وہ عبارات الزامی طور پر ہیں۔ یا ان سے توہین نہیں نکلتی اور اپنے ہر قول کی تائید میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد اقوال اور پہلے علماء کے اقوال پیش کیے۔

غرضیکہ جو امور گواہان مدعیہ یا مختار مدعیہ نے باعث تکفیر و ارتداد قرار دیے تھے، ان میں سے ہر ایک کا مفصل و مدلل جواب دے دیا گیا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ ایک وجہ بھی ایسی نہیں ہے جس سے احمدیوں کو مرتد قرار دیا جا سکے، اس لیے گواہان مدعیہ کی یہ رائے اور شہادت کہ ''جو شخص ان کے عقائد باطلہ اور دعویٰ نبوت و وحی پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو کافر نہ سمجھے، ان کی نبوت کو تسلیم کرے، یا مسیح موعود مانے وہ بھی اس کے حکم میں ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ ان کا نکاح کسی مسلمان مرد و عورت کے ساتھ جائز

---

[1] تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲، ص ۵۰۳

نہیں۔(شہادت گواہ مدعیہ نمبر۳)

(۲)''مرزا صاحب کافر و مرتد ہے۔اور ان کے عقائد معلوم ہونے کے بعد جو مرزا صاحب کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر۔کسی مسلمان مرد و عورت کا کسی مرزائی مرد و عورت کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔اگر نکاح ہوگا تو فوراً فسخ ہو جائے گا۔'' (گواہ مدعیہ نمبر۲)

(۳)مرتد کے ساتھ کسی سابقہ منکوحہ کا نکاح قائم نہیں رہتا اور نہ آئندہ اس کو حرہ یا لونڈی کے نکاح کا اختیار ہے۔(گواہ مدعیہ نمبر۴)

بالکل باطل اور ناقابل التفات ہے۔کیونکہ احمدی خدا تعالیٰ کے فضل سے مسلمان ہیں۔اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمودہ پر صمیم قلب سے اعتقاد رکھتے ہیں۔اور ان کے مطابق تمام اعمال بجا لاتے ہیں اور اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔اور علی الاعلان کہتے ہیں:

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین

www.khatmenubuwwat.org

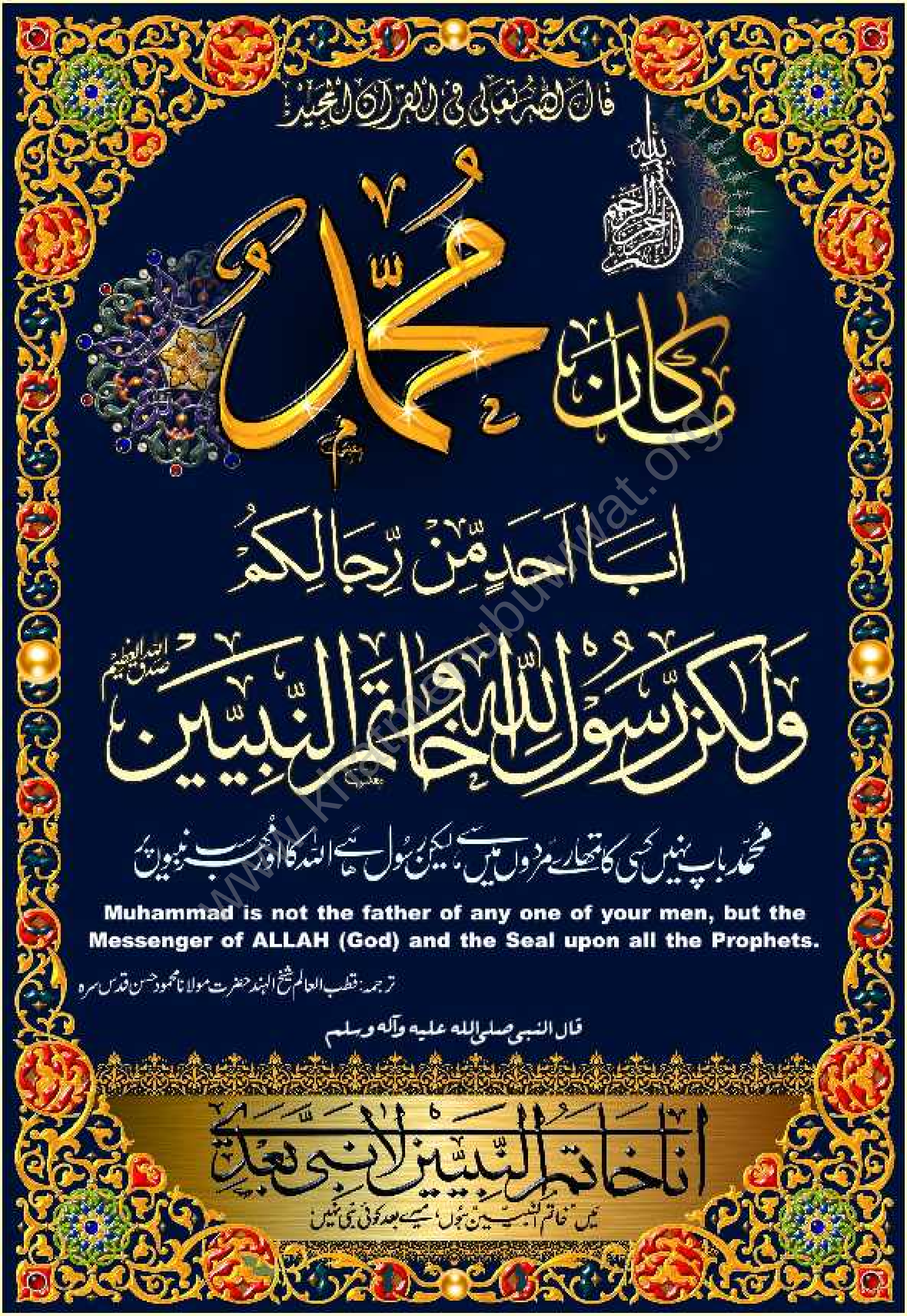
قال الله تعالیٰ فی القرآن المجید
بسم الله الرحمن الرحیم
ما کان محمد
ابا احد من رجالکم
ولکن رسول الله وخاتم النبیین
صدق الله العظیم
محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر
Muhammad is not the father of any one of your men, but the
Messenger of ALLAH (God) and the Seal upon all the Prophets.
ترجمہ: قطب العالم شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ
قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں
www.khatmenubuwwat.org